بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ

ہم تمہیں سجدہ کرنے والوں میں پلٹتے ہوئے دیکھ رہے ہیں

شانِ والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ابن یونس الحاج قاری غلام رسول قصوری

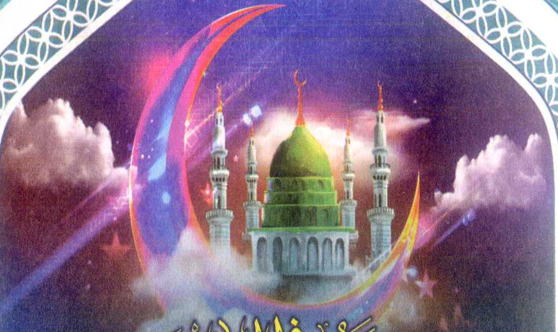
بانی وخطیب

جامع مسجد حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا وادارہ حنفیہ غوثیہ

حسن ٹاؤن اعوان ٹاؤن ملتان روڈ لاہور

ظفر دار الکتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ

ہم تمہیں سجدہ کرنے والوں میں پلٹتے ہوئے دیکھ رہے ہیں

شانِ والدینِ مصطفیٰ ﷺ

ابن یونس الحاج قاری **غلام رسول** قصوری

بانی و خطیب

جامع مسجد حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا و ادارہ حنفیہ غوثیہ

حسن ٹاؤن اعوان ٹاؤن ملتان روڈ لاہور

نام کتاب: شانِ والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نام مصنف: ابن یونس الحاج قاری غلام رسول قصوری

نظر ثانی: علامہ مفتی محمد یونس امجدی، پروفیسر محمد عبدالعزیز خان نیازی
علامہ محمد یٰسین قصوری، علامہ محمد فیض رسول

تعداد صفحات: 632

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائننگ: محمد کاشف انصاری، صاحبزادہ محمد احمد

طابع: ظفر دارالکتب اینڈ پرنٹنگ پریس داتا دربار لاہور

تعداد کتاب: 2200/-

اشاعت اوّل: دسمبر 2018

قیمت: -----

باہتمام: صاحبزادہ حافظ محمد ابوبکر قصوری

ناشر: ناظم ادارہ حنفیہ غوثیہ جامع مسجد حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا
حسن ٹاؤن ملتان روڈ لاہور 0300-8099824

ملنے کا پتہ: داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ روڈ لاہور کے مشہور
کتب خانوں پر دستیاب ہے

قارئین! انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ سے طباعت تک پوری احتیاط کی گئی ہے پھر بھی کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ اگلے ایڈیشن میں تصحیح کر دی جائے

اس کتاب میں

قرآن مجید، احادیثِ مبارکہ اور آئمہ کرام کے اقوال کی روشنی میں

حضورِ اکرم، نورِ مجسّم، شفیعِ محتشم، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کے والدین کریمین، طیّبین طاہرین، جمیلین سعیدین

مطہّرین، شریفین، منوّرین، موحّدین، مؤمنین

مُسلمین کے ایمان ـــ اور ان کی طہارت

و شرافت اور نجابت و کرامت کو بالدلائل بیان

کرنے کی سعادت حاصل کی گئی ہے

وباللہ التوفیق

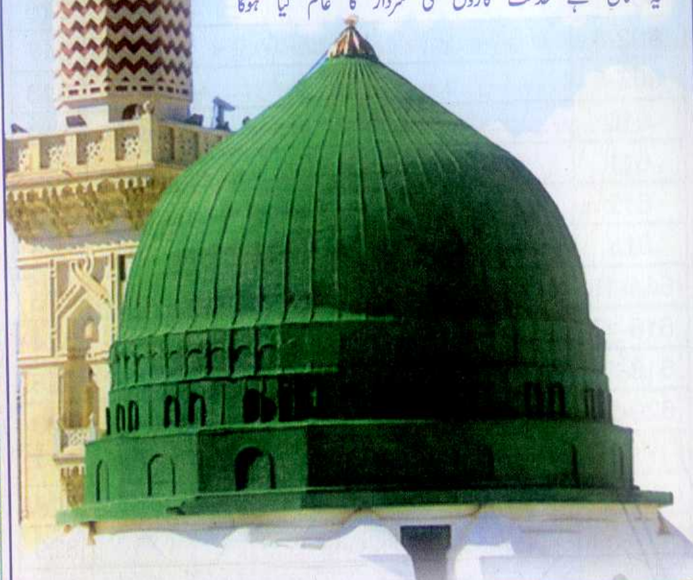
اس کتاب میں مضامین

حمد باری تعالیٰ

کس سے مانگیں، کہاں جائیں، کس سے کہیں اور دنیا میں حاجت روا کون ہے؟
سب کا داتا ہے تو، سب کو دیتا ہے تو، تیرے بندوں کا تیرے سوا کون ہے؟
کون مقبول ہے، کون مردود ہے، بے خبر! کیا خبر تجھ کو، کیا کون ہے؟
جب تلیں گے عمل سب کے میزان پر، تب کھلے گا کہ کھوٹا کھرا کون ہے؟
اہل فکر و نظر جانتے ہیں تجھے کچھ نہ ہونے پہ بھی مانتے ہیں تجھے
اے نصیر! اس کو تو فضل باری سمجھ، ورنہ تیری طرف دیکھتا کون ہے؟

نعت شریف

جب حسن تھا ان کا جلوہ نما انوار کا عالم کیا ہوگا
ہر کوئی فدا ہے بن دیکھے، دیدار کا عالم کیا ہوگا
جس وقت تھے خدمت میں اُن کی ابوبکرؓ و عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ
اس وقت رسول اکرم ﷺ کے دربار کا عالم کیا ہوگا
چاہیں تو اشاروں سے اپنے کایا ہی پلٹ دیں دنیا کی
یہ شانِ ہے خدمت گاروں کی سردار کا عالم کیا ہوگا



انتساب

میری یہ کتاب نورِ ذاتِ لم یزل، جلوۂ صبحِ ازل، جانِ دو عالم سید الوریٰ شافعِ یومِ جزا، نورِ مجسم دستگیرِ جہاں، غمگسارِ جہاں، صدرِ بزم کائنات، زینتِ بزمِ محشر، محسنِ انسانیت رحمتِ عالم، محبوبِ خدا حضرت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے نام۔

آپ ﷺ کے تمام آباؤ اجداد بالخصوص وہ ہستی جو حضور ﷺ کے ظہور سے 1000 سال پہلے اپنی پشت مبارک سے حج وعمرہ میں پڑھا جانے والا تلبیہ نبی پاک علیہ السلام کی مبارک آواز میں سنتے تھے حضرت سیدنا الیاس رضی اللہ عنہ کے نام۔

وہ شخصیت جو جانِ دو عالم ﷺ کی ولادت سے 560 سال پہلے لوگوں کو ہر جمعۃ المبارک کے دن جمع کرتے اور اللہ تعالیٰ و محبوب خدا ﷺ کی عظمت وشان کو بیان کرتے اور فرماتے کاش اس وقت تک زندہ رہوں جب نبی آخر الزمان کی ولادت باسعادت ہو اور وہ پھر اعلان نبوت فرمائیں، تو جو لوگ انکے دشمن بنیں تو میں آگے بڑھ کر سینہ سپر ہو کر دشمنوں کا مقابلہ کروں، حضرت سیدنا کعب رضی اللہ عنہ کے نام۔

تاریخ انسانی کے خوش نصیب عظیم ترین والد جن کی جبینِ سعادت میں چمکنے والے نور نے سراجًا منیرا بن کر ظلمت کدۂ کفر کو بقعۂ نور بنا دیا حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام۔

تاریخ انسانی کی عظیم ترین خوش نصیب والدہ جن کی پُرامن آغوشِ محبت وشفقت میں پرورش پانے والی ذات بابرکات پوری کائنات کے لیے پیامِ امن بن کر جلوہ گر ہوئی۔ اس محسنۂ اسلام عظیم المرتبت حضرت سیدہ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کے نام۔

آپ ﷺ کے جانثار صحابہ کرام علیہم الرضوان بالخصوص راز دار نبوت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وسید الشہداحضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے نام۔

آپ ﷺ کے پیارے اہل بیتِ اطہار علیہم الرضوان بالخصوص سردار اہل جنت حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ وحضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے نام۔

حضرت سیدنا امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور تمام آئمہ مجتہدین کے نام۔

حضور سیدنا غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ وحضرت سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اور تمام اولیاء کاملین کے نام

اعلیٰ حضرت محدث بریلی رحمۃ اللہ علیہ اور میرے پیر مُرشد محدث کبیر، قلندر وقت، حضرت پیر سید عبدالعزیز شاہ المعروف باباجی مست زبردست رحمۃ اللہ علیہ اور آپکے برادر اصغر شہنشاہ ولایت حضرت باباجی سید غلام مصطفیٰ شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبزادہ والاشان حضرت پیر سید محمد ذوالفقار علی شاہ صاحب مدظلہ العالی ودیگر صاحبزادگان سجادہ نشینان آستانہ عالیہ بہڑوال شریف تحصیل چونیاں ضلع قصور کے نام۔

اپنے والدِ گرامی فنافی الشیخ، یادگار اسلاف، صوفی باصفا، عالم باعمل قبلہ مفتی محمد یونس امجدی دامت برکاتہم العالیہ جن کے التزام کسب حلال آہ سحر گاہی اور دعائے نیم شب کی بدولت بندۂ ناچیز اس خدمت کے قابل ہوا اللہ تعالیٰ ان کو صحت وتندرستی اور درازیئے عمر بالخیر عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

مصنف کتاب ہذا بندۂ ناچیز قاری غلام رسول قصوری

مقدمہ

مفکرملت علامہ ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری صاحب دامت برکاتہم العالیہ
سربراہ ادارہ وحدت اسلامیہ پاکستان، مفتی وخطیب مرکز اہلسنت ڈونگا باغ سیالکوٹ

الحمد للہ، الصلوٰۃ والسلام علی رسول للہ

شانِ والدینِ مصطفیٰ ہر مومن کے ایمان کا بنیادی تقاضہ ہے کہ وہ حضور جانِ ایمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے جملہ متعلقات کا ادب واحترام کرے کیونکہ مومن جس کو بھی مانتا ہے اس کا تو دعویٰ یہی ہے۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام　　للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلقات میں والدین کریمین رضی اللہ عنہما کا بڑا اخص الخواص مقام ہے، ان کے متعلق ہرزہ سرائی کرنا اور انہیں دینِ اسلام سے خارج تصور کرنا بہت بڑی جرأت وجسارت اور حرماں نصیبی ہے جس کا مظاہرہ کرنے والوں کو بہر حال اس کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے، متقدمین میں سے بھی اگر کسی شخص نے محض اپنی تحقیق کی وجہ سے کوئی ایسا نظریہ پیش کیا جو اُن بلند قامت شخصیات کی شایان شان نہیں تھا تو اسے بالآخر رجوع بھی کرنا پڑا یا اسے اُمتِ مصطفیٰ کی طرف سے شدید ردِعمل کا سامنا کرنا پڑا ایک ایماندار کا ایمان ہی گوارہ نہیں کرتا کہ جس مقدس بارگاہ سے ایمان جیسی نعمتِ عظمیٰ نصیب ہو اس کے سب سے محبوب رشتوں کو اپنی گستاخانہ فکر سے زخمی کیا جائے۔ حضور جانِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے والدین کا ذکر کتنا محبوب تھا ذرا اس روایت کا مشاہدہ کیا جائے: حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم بارگاہِ رسالت میں حاضر تھے ایک اعرابی آیا اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں آپ کے پاس

ایک خشک سالی کا شکار وطن چھوڑ کر آیا ہوں پانی کے چشمے خشک ہو چکے ہیں قحط کی وجہ سے میرا مال اور اہل وعیال ضائع ہو گئے ہیں اے دو ذبیحوں کے فرزند اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال سے مجھے بھی کچھ عنایت کیجئے ابن الذبیحین کا لفظ سن کر آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور اس کا انکار نہیں کیا ذبیحین یعنی دو ذبیحوں سے مراد حضرت سیدنا عبداللہ اور حضرت سیدنا اسماعیل (علیہم السلام) ہیں، (مستدرک حاکم، سیرت دحلان 37/1) حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بھی اللہ کے نام پر ذبح کرنے کی منت مانی گئی تھی، پھر حضور اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ محسنۂ کائنات حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی شان وعظمت کا کیا کہنا، جن کا اسم گرامی ان کے ایمان پر شاہد و عادل ہے، آمنہ کا معنی ہی ایمان والی ہے، زیر نظر کتاب ''شانِ والدین مصطفٰے'' بھی اسی موضوع پر شاندار تالیفِ لطیف ہے جس کو رقم کرنے کا شرف مجاہدِ اہلسنت پیکرِ اخلاص ومحبت محقق العصر حضرت علامہ الحاج قاری غلام رسول قصوری دامہ ظلہ نے حاصل کیا ہے راقم السطور نے عدیم الفرصتی کی وجہ سے چند مقامات ملاحظہ کیے تو اسے عصر حاضر کی ایک علمی وفکری ضرورت کے طور پر محسوس کیا، یہ کتاب ہماری نئی نسل کو ضرور پڑھنی چاہیے جس کے ایمان اور کردار پر دن رات طاغوتی حملے ہو رہے ہیں، تحریر مدلل اور براہین، استدلال علمی خطوط پر استوار ہے، مولا کریم فاضل محقق کو جزائے خیر عطا کرے کہ انہوں نے مجھ جیسے لوگوں کی طرف سے بھی ایک علمی کفارہ ادا کر دیا ہے۔ پروردگار بصدقہ احمد مختار ﷺ خیر و برکات نصیب فرمائے

خاکپائے علماء ومشائخ اہلسنت

خادم حسین خورشید الازہری

ہدیۂ تبریک

- عالی مرتبت مشائخ عظام آستانہ عالیہ بھڑوال شریف تحصیل چونیاں ضلع قصور
- یوسف المشائخ تاجدار اقلیم تصوف حضرت قبلہ
پیر سید محمد کبیر علی شاہ گیلانی مجددی چوراہی صاحب دامت برکاتہم العالیہ
سجادہ نشین آستانہ عالیہ چورہ شریف بانی و سرپرست اعلیٰ عالمی چادر اوڑھ تحریک
- عالمی مبلغ اسلام وارثِ فیضانِ امیرِ ملت، مہرِ ملت حضرت الحاج الحافظ
پیر سید منور حسین شاہ جماعتی صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف
- شہزادۂ غوث الوریٰ نقیب الاشراف حضرت قبلہ
پیر سید محمد انور شاہ گیلانی بغدادی الرزاقی صاحب مدظلہ العالی آستانہ عالیہ سدرہ شریف
- امیر اہلسنت پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ مولانا الحاج ابو بلال
محمد الیاس عطار قادری رضوی ضیائی صاحب دامت برکاتہم العالیہ بانی دعوت اسلامی
- فخر السادات شہنشاہ تصوف پیر طریقت حضرت علامہ
پیر سید سجاد علی شاہ بادشاہ صاحب آستانہ عالیہ تمبر پورہ شریف پشاور
- عالمی مبلغ اسلام پیر طریقت رہبر شریعت حضرت الحاج قبلہ پیر
سلطان ریاض الحسن قادری سروری صاحب دربار عالیہ حضرت سخی سلطان باہو جھنگ
- فخر السادات مردِ قلندر پیر طریقت حضرت قبلہ
جسٹس پیر سید محمد نعیم عباس شیرازی قادری صاحب سرگودھا
- فخر خانوادۂ امیر ملت فخر السادات حضرت قبلہ الحاج الحافظ
پیر سید مظفر حسین شاہ جماعتی صاحب آستانہ عالیہ علی پور سیداں شریف
- فخر السادات صوفیٔ باصفاء مرد قلندر پیر طریقت حضرت قبلہ صوفی
پیر سید دین محمد چشتی نظامی صاحب آستانہ عالیہ چشتیہ نظامیہ سبزہ زار لاہور
- سراپا عجز و نیاز یادگار اسلاف پیر قبلہ علامہ مفتی محمد یونس امجدی صاحب مدظلہ العالی بگری قصور

- مبلغ اسلام عظیم دینی سکالر مقبول زمانہ حضرت قبلہ
پیرزادہ محمد رضا ثاقب مصطفائی صاحب بانی ادارۃ المصطفیٰ گوجرانوالہ
- پیر طریقت حضرت قبلہ عالم خواجہ محمد صادق قادری صاحب مدظلہ العالی
- پیکر اخلاص و محبت حضرت صاحبزادہ
حافظ محمد عرفان قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ آستانہ عالیہ وڑائچاں والا
- شہنشاہ خطابت مقبول عرب وعجم حضرت
پیر سید فدا حسین شاہ نقوی صاحب حافظ آبادی
- خطیب پاکستان بیرسٹر پیر سید محمد وسیم الحسن شاہ نقوی صاحب حافظ آبادی
- خورشید خطابت پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ صاحبزادہ مفتی
پیر میاں محمد تنویر احمد نقشبندی مجددی صاحب زینت آستانہ عالیہ کوٹلہ شریف
- عکسِ فیضانِ شیرِ ربانی زینت المشائخ پیر طریقت حضرت صاحبزادہ
پیر میاں محمد ولید احمد نقشبندی مجددی صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف
- آبروئے خطابت مبلغ یورپ پیر طریقت رہبر شریعت حضرت صاحبزادہ
علامہ پیر محمد ابوبکر چشتی صاحب آف راولپنڈی
- فخر السادات جانشین قبلہ محبوب المشائخ پیر طریقت حضرت
پیر سید حسنین محبوب شاہ صاحب گیلانی قادری چشتی وارثی صاحب
آستانہ عالیہ علامہ اقبال ٹاؤن لاہور
- عالمی مبلغ اسلام مرد درویش پیر طریقت رہبر شریعت حضرت علامہ صاحبزادہ
میاں محمد بشیر حیات قادری نقشبندی صاحب آستانہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ ننکانہ صاحب
- پیر طریقت حضرت علامہ حافظ محمد عدیل یوسف صدیقی صاحب
خلیفہ مجاز دربار عالیہ نیریاں شریف و پرنسپل صدیقیہ قرآن اکیڈمی فیصل آباد
- مخدوم اہلسنت پیر طریقت رہبر شریعت حضرت قبلہ مفتی
پیر سید محمد فضل قدیر شاہ صاحب آستانہ عالیہ قادریہ مٹہ شریف مینگورہ سوات

- پیر طریقت حضرت خواجہ الشاہ فرید الدین فخری دہلوی صاحب مدظلہ العالی
آستانہ عالیہ فخر جہاں اورنگ آباد شریف انڈیا
- پیر طریقت رہبر شریعت پیر سید عنایت بادشاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ
آستانہ عالیہ صابریہ چشتیہ تمبر پورہ شریف پشاور
- پیر طریقت فخر السادات حضرت پیر سید عابد رسول شاہ گیلانی سہروردی صاحب
- پیر طریقت فخر السادات حضرت پیر سید کاشف رسول شاہ گیلانی سہروردی صاحب
آستانہ عالیہ سہروردیہ ہنجروال لاہور
- یادگار اسلاف حضرت قبلہ مخدوم پیر زوار الحسن صاحب مدظلہ العالی
دربار عالیہ محبوب ذوالمنن حضرت خواجہ غلام حسن شہید رحمتہ اللہ علیہ ملتان
- پیر طریقت اسرار حقیقت خواجہ اسرار الحق چشتی نظامی فخری صاحب
آستانہ عالیہ چشتیہ نظامیہ فخریہ ڈیفنس لاہور
- خطیب لاثانی حضرت علامہ حافظ وقاری صاحبزادہ پیر محمد ضیاء المصطفٰے حقانی صاحب
جانشین محدث شیراکوٹی وناظم جامعہ حنفیہ غوثیہ شیراکوٹ لاہور
- خطیب پاکستان فاتح مرزائیت صاحبزادہ والا شان
حضرت علامہ مولانا عبدالحمید چشتی صاحب خطیب اعظم سیالکوٹ
- منظور نظر آستانہ عالیہ کرمانوالہ شریف صوفی باصفاء حضرت پیر محمد وارث علی طیبی صاحب
آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ مہدی پور شریف ضلع لاہور
- مفتی اعظم حضرت علامہ مولانا حافظ وقاری غلام حسن قادری صاحب
مصنف ومترجم کتب کثیرہ
- فاضل ذیشان پیکر اخلاص ومحبت حضرت علامہ پروفیسر محمد احمد اعوان صاحب
پرنسپل گورنمنٹ کامرس کالج سبزہ زار لاہور
- عالمی مبلغ اسلام پیر طریقت حضرت الحاج علامہ محمد طفیل احمد قادری ہجویری صاحب
سجادہ نشین آستانہ عالیہ رینٹھہ شریف کھوئی رٹہ آزاد کشمیر وسرپرست بزم ہجویر برطانیہ

- مخدوم ومحترم استاذ الاساتذہ صوفی باصفاء حضرت علامہ مولانا صوفی محمد حسین قصوری صاحب مدظلہ العالی مدرس دارالعلوم امجدیہ کراچی
- خطیب لاثانی حافظ الحدیث حضرت علامہ مولانا منور حسین عثمانی صاحب مصنف کتب کثیرہ و خطیب اعظم مرید کے
- خطیب پاکستان مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا غلام مصطفےٰ نوری صاحب مصنف کتب کثیرہ و خطیب اعظم ساہیوال
- خطیب پاکستان فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا پیر محمد عطاء المصطفےٰ رضوی صاحب M.A خطیب اعظم فیصل آباد
- سراپا خلوص محبت استاذ العلماء حضرت قبلہ علامہ مفتی محمد حنیف صاحب صدر مدرس و مفتی جامعہ رضائے مصطفےٰ ٹرسٹ بہاولنگر
- پیکر اخلاص ومحبت مخدوم اہلسنت استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا مفتی حافظ محمد عبدالرزاق بلوچ صاحب خاران بلوچستان
- استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا صاحبزادہ مفتی محمد حامد رضا مصطفائی صاحب ودیگر اساتذہ کرام جامعہ فیضان مدینہ جوہر ٹاؤن لاہور
- پیر طریقت حضرت علامہ پیر میاں محمد امین ساجد قادری چشتی صاحب آستانہ عالیہ قادریہ چشتیہ وارث کالونی لاہور
- خطیب پاکستان حضرت علامہ صاحبزادہ قاضی احمد حسن چشتی صاحب
خطیب پاکستان حضرت علامہ صاحبزادہ قاضی محمد نگاہ مصطفےٰ چشتی صاحب
صاحبزادگان علامہ قاضی منظور احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ مرکز اہلسنت کمپنی باغ سرگودھا
- فاضل نوجوان حضرت علامہ صاحبزادہ حافظ قاری محمد نعیم عارف نوری صاحب جانشین خطیب ملت علامہ محمد عارف نوری صاحب و مہتمم جامعہ غوثیہ نوریہ سبزہ زار لاہور
- خلیفہ مجاز بریلی شریف وخطیب جامع مسجد گلزار حبیب فخر الاماثل حضرت علامہ پروفیسر قاری محمد عطاء الرحمٰن قادری رضوی صاحب گورنمنٹ دیال سنگھ کالج لاہور

وجہِ تالیف

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین
اما بعد، اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
ذلك فضل اللہ یو تیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم

محترم قارئین کتاب لکھنے کی 5 وجوہات بنیں

1 اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ڈالی محبت تو پہلے بھی تھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے ، مگر جس وجہ سے محبت نے جوش مارا وہ 2 واقعات سبب بنیں۔ پہلا واقعہ: شیر اہلسنت مناظر اسلام منظور نظر شہنشاہ بغداد رحمتہ اللہ علیہ علامہ مفتی محمد عنایت اللہ رحمتہ اللہ علیہ سانگلہ ہل والے۔ انہوں نے خود اجتماع میں لوگوں کو سنایا۔ فرماتے ہیں ہماری مسجد کے ایک خوش نصیب بزرگ نمازی جن کو ہماری اسی مسجد کے صحن میں مینار کے نیچے جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ، زیارت کرنے والے خوش نصیب باباجی عرض کرتے ہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ یہاں صحن میں مینار کے نیچے کھڑے ہیں ؟ محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس مینار کے اوپر دیکھو تو میں نے جیسے ہی اوپر مینار کی طرف دیکھا تو ساتھ ہی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس مینار پر میرے والدین کریمین کا نام لکھا ہوا ہے۔ (اس واقعہ کی تفصیل اس کتاب کے صفحہ نمبر 448 میں پڑھیں)۔ دوسرا واقعہ: کتاب خصائص الکبریٰ کا مطالعہ کرتے ہوئے حدیث شریف میں پڑھا اس حدیث کی روایت امام حاکم وطبرانی نے خزیم بن اوس سے کی ، انہوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جناب میں غزوۂ تبوک کی واپسی کے وقت ہجرت کر کے حاضر ہوا۔ اس وقت میں نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا۔ انہوں نے عرض کیا ، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری خواہش ہے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح عرض کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو ٹھنڈا رکھے ، تو انہوں نے کہا۔

من قبلها طبت فی الظلال وفی مستودع حیث یخصف الورق

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اپنے آباء واجداد کی اصلاب وارحام میں اس وقت سے پاکیزہ رہے جب سے آدم علیہ السلام جسم پر پتے لپیٹتے تھے۔

ثم ھبطت البلاد ولا بشر انت ولا مضغة ولا علق

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہروں میں اس شان کے ساتھ آئے کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ انسانی جسم میں تھے اور نہ مضغہ تھے اور نہ جما ہوا خون۔

بل نطفة ترکب السفین وقد الجم نسرا واھله الغرق

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ صورت نطفہ تھے اور اس کشتی میں سوار تھے جب کہ کوہ نسر اور اس کے رہنے والے غرقاب ہو رہے تھے۔

تنقل من صاحب الی رحم اذا مضیٰ عالم بدا طبق

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلب سے رحم کی طرف منتقل ہوتے رہے جب کہ ایک جہان دنیا سے رخصت ہوتا اور دوسرے ان کی جگہ پیدا ہوتے رہے۔

وردت نارا الخلیل مستترا فی صلبه انت کیف یحترق

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت خلیل علیہ السلام کے صلب میں پوشیدہ ہو کر نارِ نمرود میں اترے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی صلب میں تھے تو وہ آگ انہیں کیسے جلاتی؟

حتیٰ احتویٰ بیتك المهیمن من خندف علیاء تحتها النطق

یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس شرف نے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضل پر شاہد ہے اس اعلیٰ شرف کو گھیر لیا جو ذی نسب خندف سے ہے اور اس کے تحت نطق یعنی بلندیاں یا قبائل ہیں۔

وانت لما ولدت اشرقت ال ارض وضائت بنورك الافق

اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے تو زمین روشن ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شعاع نور سے اُفق آسمان منور اور روشن ہو گیا۔

① آپ کے اجداد واسلاف کرام جب شہروں میں وارد ہوئے یعنی حضرت آدم وحوا تو آپ حضرت آدم علیہ السلام کی صلب میں موجود تھے [1]

② حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے جو قصیدہ پڑھا پہلا شعر ہی نبی پاک ﷺ کی پاکیزگی و طہارت اور آپ کے آباء واجداد اور والدین کی شان میں پڑھا۔ شعر کے ہر لفظ پر غور کریں۔ تو قارئین آپ کی آنکھیں دل ودماغ ٹھنڈا ہوگا اور 6 نمبر شعر میں پھر نبی پاک علیہ والسلام کے نسب پاک کی شان بیان فرمارہے ہیں۔

میرے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو پہلے ہی دعا فرمادی کہ اللہ تعالیٰ تیرے منہ کو ٹھنڈا رکھے۔ اس واقعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جو میرے نبی پاک ﷺ کے آباء واجداد اور والدین کریمین کی شان بیان کرتا ہے، سرکار علیہ السلام اس پر خوش ہوتے ہیں اور اس کے لیے دعا فرماتے ہیں۔

③ یہ واقعات پڑھنے اور سننے کے بعد راقم کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈالی، کیوں نہ ہو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین کے نام پر کوئی کام کیا جائے۔ پھر وہ وقت آیا 2008ء 24 فروری بروز اتوار ساڑھے تیرہ مرلے قطعہ اراضی تقریبا 54 لاکھ کے عوض جس کا 5 لاکھ روپے ایڈوانس دے کر نبی پاک ﷺ کی پیاری والدہ محترمہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے نام سے منسوب اللہ تعالیٰ کا گھر مسجد بنائی جائے، جو بعد میں 2 قسطوں میں اور جگہ خریدی جو الحمدللہ اب تک 26 مرلے جگہ ہو چکی ہے۔ جیسے ہی راقم نے اپنے مخلص ساتھیوں کے ساتھ مل کر مسجد کی بنیاد رکھی۔ تو کچھ ایسے لوگ بظاہر اپنے آپ کو بہت بڑا مسلمان سمجھتے تھے(جو حقیقت میں ہر لحاظ سے بدمذہب تھے) انہوں نے دائیں بائیں ایسی باتیں کیں جو کہ والدین مصطفےٰ ﷺ کے شایان شان نہیں تھیں تیسری اور بڑی وجہ کتاب لکھنے کی یہی بنی کہ لوگوں کو میرے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کی طہارت وپاکیزگی کے بارے میں علم ہی نہیں۔ اس پر راقم کو علاقہ کے معززین صاحب نسبت و

① خصائص الکبریٰ جلد اول ص 100 ناشر مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

شرف حضرات نے حکم فرمایا آپ والدین مصطفےٰ ﷺ ورضی اللہ عنہما کی سیرت طیبہ پر کچھ لکھیں مگر راقم مسجد کے تعمیری معاملات اور سارا دن ادارہ میں درس وتدریس کی وجہ سے اپنی کمزوریوں کو جانتے ہوئے انکار کرتا رہا، پھر کچھ ساتھیوں نے اور بالخصوص ملک کے نامور سکالر انجمن طلباء اسلام کی منشور کمیٹی کے اہم رکن پروفیسر ڈاکٹر محمد طفیل سالک صاحب مدظلہ العالی نے حکم فرمایا آپ کچھ نہ کچھ ضرور تحریر کریں کیونکہ راقم پہلے فضائل ومسائل قربانی وفضائل ومسائل ماہ رمضان مبارک ودیگر چندایک موضوعات پر رسائل کی صورت میں کچھ لکھ چکا تھا۔ جس کی وجہ سے انکار نہ کرسکا، پھر مختلف کتب خانوں کا رخ کیا تو مزید حیرت ہوئی کہ گنتی کی چندایک کتابیں ملیں مگر وہ بھی آسانی سے نہیں بہت جدوجہد کے بعد۔ چوتھی وجہ یہ بھی بنیں کتاب لکھنے کی کہ سیرت نگاروں کی دیگر موضوعات پر درجنوں کتابیں آسانی سے مل جائیں گیں اگر نہیں ملے گی تو سیرت والدین مصطفےٰ پر آسانی سے نہیں ملیں گی۔ راقم نے پھر کتب کی نرسریوں سے پھول جمع کرنے کی کوشش شروع کردی اور ساتھ ہی کچھ بزرگوں کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ سے نیک کام لینے والا ہے۔ یہ ایک دفعہ کا ذکر نہیں بلکہ جب بھی زیارت ہوئی تو راقم کو یہی فرمایا گیا انہی بزرگوں میں سے ایک عظیم علمی وروحانی شخصیت نواسۂ رسول خون بتول شہزادۂ غوث الوریٰ حضرت پیر سید محمد انور شاہ صاحب گیلانی بغدادی الرزاقی آستانہ عالیہ سدرہ شریف والے جب بھی ان کی محفل میں جانے کی سعادت نصیب ہوئی تو انہوں نے محفل کے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے ماتھے کو دیکھ کر مجھے یہ معلوم ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ عنقریب ان سے بہت بڑا نیک کام لینے والا ہے۔ راقم یہی سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کو میری بخشش کا وسیلہ بنایا اور مجھ پر فضل فرماتے ہوئے اس کتاب کو لکھنے کی توفیق مرحمت فرمائی۔ اگر اس کتاب میں کوئی کمی ہے تو میری خطا ہے اس پر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں، اگر اچھائی ہے تو میرے اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم اور تاجدارِ کائنات ﷺ کی رحمت ہے اور میرے والدین اور بزرگوں کی دعاؤں کا ثمر ہے۔ ان بزرگوں کا اگر ذکر نہ کیا جائے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ناانصافی ہوگی۔

اولین میرے آستانہ عالیہ کے مشائخ کی دعائیں میرے شامل حال رہیں جن کا ذکر انتساب میں

کر چکا ہوں۔

بعدازاں وہ بزرگ علماء ومشائخ جنہوں نے میرے والد گرامی کی وجہ سے راقم کو اپنی شفقتوں اور فیض سے نوازا جیسا کہ راقم ابتدائی تعلیم کے بعد 1983ء کے آخر کی بات ہے دارالعلوم امجدیہ کراچی میں تعلیم کے لیے حاضر ہوا تو دارالعلوم امجدیہ کے شیوخ الحدیث جن میں قبلہ حضرت مفتی محمد ظفر علی نعمانی رحمتہ اللہ علیہ بانی جامعہ ہذا و شیخ الحدیث علامہ مفتی محمد وقارالدین رحمتہ اللہ علیہ و شیخ الحدیث حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری رحمتہ اللہ علیہ یہ حضرات اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کے فیض یافتہ شاگردوں اور خلفاء میں تقریباً شامل ہوتے ہیں ان مشائخ نے مجھ حقیر پر بے حد شفقتیں فرمائیں یہ وہ حضرات ہیں جنہوں نے پاکستان کے آئین بنانے اور مرزائیوں کو پارلیمنٹ سے کافر قرار دینے اور دلوانے میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے، انہی ہستیوں کے ساتھ ایک اور عظیم علمی روحانی شخصیت نواسۂ رسول خون بتول جسٹس مفتی پیر سید شجاعت علی قادری رحمتہ اللہ علیہ جو کہ وفاقی شرعی عدالت کے جج رہے ہیں جن پر آج بھی عدلیہ ناز کرتی ہے کہ جب کسی فیصلے پر وکلاء بحث کرتے اور دلائل کے لیے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے تو قبلہ شاہ صاحب ان کے مقابلے میں قرآن مجید کی کئی آیات اور احادیث مبارکہ زبانی مع عربی متن پڑھتے جاتے ایسا جج آج تک پاکستان کی تاریخ میں نہیں آیا، اس بات کی گواہی خود علامہ اقبال رحمتہ اللہ کی بہو (ر) جسٹس ناصرہ اقبال نے دی۔ یہی جسٹس حضرت مفتی سید شجاعت علی قادری رحمتہ اللہ علیہ ایک دن لاہور میں عدالتی فرائض سرانجام دینے کے بعد راقم کو ساتھ لے کر حضور سیدی داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو راقم کے لیے خصوصی دعائیں فرمائیں۔ یہ جو راقم سے شان والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کتاب لکھنے کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے کام لیا ہے۔ یہ انہیں بزرگوں کی دعاؤں کا ثمر ہے۔ ان کے ساتھ ساتھ استاد محترم فضیلۃ الشیخ ولی کامل حضرت علامہ قاری محمد برخوردار احمد سدیدی مدظلہ العالی بانی و مہتمم جامعہ کریمیہ سدیدیہ لاہور و استاد محترم مخلصی فی اللہ ولی کامل مرد درویش حضرت قبلہ حافظ احمد شیر صاحب کی دعائیں بھی راقم کے شامل حال ہیں۔

اولین راقم شکر گزار ہے اپنے تمام مخلص دوستوں کا جنہوں نے مجھے حوصلہ دیا بالخصوص علاقہ اعوان ٹاؤن حسن ٹاؤن وملحقہ آبادیوں کا سب سے بڑا حقیقی تبلیغی مرکز جامع مسجد حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے غیور نمازیوں کا جن کی محبتیں ہمیشہ میرے ساتھ رہتی ہیں اوران کی دعاؤں کی وجہ سے ہی دن رات کی مصروفیت کے باوجود بارگاہ والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں اپنی نیازمندی پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنے کے قابل ہوا۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا ابتدائی مسودہ کی کچھ پروف ریڈنگ کرنے والے مناظر اسلام حضرت علامہ قاری محمد ارشد قادری صاحب آف شاہدرہ وخطیب پاکستان علامہ محمد نعیم ساقی صاحب ،سیاح حرمین شریفین محبّ العلم والعلماء علامہ محمد قاسم علوی صاحب مرکزی رہنما انجمن اساتذۂ پاکستان وخطیب جامع مسجد علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ مرغزار کالونی لاہور کا جو مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ ومقام ابواء شریف ودیگر مقامات مقدسہ پر راقم کو دعاؤں سے نوازتے رہتے ہیں۔ خصوصی ومکمل پروف ریڈنگ کا اعزاز حاصل کرنے والے خوش نصیب حضرات جن میں قبلہ والدگرامی مفتی محمد یونس امجدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ ومرددرویش پیکر اخلاص ومحبت نازش اہلسنت علامہ پروفیسر محمد عبدالعزیز خان نیازی صاحب پروفیسر گورنمنٹ کالج ٹاؤن شپ وخطیب اعظم مرکزی جامع مسجد سوڈیوال لاہور وپیکر عجز ونیاز وسراپا خلوص محبت مصنف ومترجم کتب کثیرہ علامہ محمد یٰسین قصوری صاحب بانی ادارہ علم وادب والٹن لاہور

حضرت علامہ پیر محمد فیض رسول صاحب PHD سکالر وخلیفہ موہڑہ شریف ان احباب نے بڑی محنت ولگن کے ساتھ اس کتاب کی پروف ریڈنگ فرمائی اوران کے ساتھ ساتھ شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں ،نامور ومذہبی سکالر ڈاکٹر محمد سعید احمد سعیدی صاحب ہیڈ شعبہ اسلامیات گیریژن یونیورسٹی لاہور اور علامہ پروفیسر حافظ محمد عرفان اللہ صاحب PHD سکالر گیریژن یونیورسٹی لاہور ان احباب نے مفید مشوروں سے نوازا۔ کتاب کی کمپوزنگ سے طباعت تک جنہوں نے بڑی محنت اور لگن سے معاونت فرمائی جناب صاحبزادہ الحاج حافظ ظفر حسین ظفر صاحب بانی ادارہ ظفر دارالکتابت داتا دربار لاہور ان تمام حضرات کا صمیم قلب سے شکر گزار ہوں۔

کلمات برکت

شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مفتی **محمد اسماعیل** قادری رضوی ضیائی صاحب مدظلہ العالی
شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی وخلیفہ مجاز قطب مدینہ شریف حضرت قبلہ مولانا ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت مولانا صاحبزادہ الحاج قاری غلام رسول صاحب بن استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد یونس امجدی صاحب نہایت مخلص اور دین کا درد رکھنے والے نوجوان مجاہد عالم دین ہیں، بچپن سے ہی تعلیم وتعلم سے منسلک ہیں، میں آج ہی جامع مسجد سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا معائنہ کیا جو حسن ٹاؤن، اعوان ٹاؤن ملتان روڈ لاہور میں واقع ہے۔ اللہ! اللہ! اتنا خوبصورت مسجد کا نام رکھا گیا ہے اور حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ ہیں۔ سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین ماجدین کی بارگاہ سے نیازمندی حاصل کرنے کے لیے ان کے اوصاف حمیدہ پر ایک کتاب تحریر کی ہے، جس کا نام حضرت قاری صاحب نے شان والدین مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ والہ وبارک وسلم) ہے۔ میں لاہور شہر میں آج کل داتا صاحب علیہ الرحمہ کے دربار پر حاضری کے لیے آیا ہوا ہوں اس دوران مجھے حضرت قاری صاحب اپنی تحریر کردہ کتاب عنایت کی جس کو میں نے چیدہ چیدہ مقامات سے پڑھا۔ الحمدللہ اسلوب تحریر کو بہت ہی عمدہ پایا۔ تحریر باحوالہ اور مدلل ہے، میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ یہ کتاب سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے احوال جاننے کے لیے بڑی جامع اور کامل ہے۔ میری دعا ہے حضرت موصوف قاری صاحب اسی دینی جذبہ سے سرشار ہوکر دین متین کی خدمت کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمر میں برکت عطا فرمائیں۔

آمین بجاہ سیدہ المرسلین!

محمد اسماعیل خادم العلم الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی

19 مئی 2016 بمطابق 11 شعبان 1436ھ

تقریظ سعید

فضیلۃ الشیخ استاذ القراء حضرت علامہ الحاج قاری محمد برخوردار احمد سدیدی صاحب مدظلہ العالی
فاضل قرأات عشرہ بانی ومہتمم جامعہ کریمیہ سدیدیہ حسن پارک کریمیہ روڈ بلال گنج لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

امابعد! عزیزم مولانا الحاج قاری غلام رسول قصوری صاحب نے شان والدین مصطفےٰ ﷺ کے نام سے کتاب لکھنے کی سعادت حاصل کی۔ میں نے چند مقامات سے دیکھی اور یہ بات کہنے میں حق بجانب ہوں کہ یہ کتاب انتہائی عقیدت، محبت کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ مولانا قاری غلام رسول صاحب کی عقیدت ان کے الفاظ سے جھلکتی ہے اور کتاب کا مطالعہ روح کی تازگی کا سامان رکھتا ہے اس موضوع پر بہت سے علماء نے قلم اٹھایا ہے اور ہر عالم کا انداز منفرد ہے۔ اس کتاب میں تفصیلاً ہر پہلو پہ لکھا گیا ہے تاکہ پڑنے والے کو کوئی تشنگی نہ رہے۔ یہ کتاب عزیزم قاری صاحب کے لیے سرمایہ حیات اور آخرت میں درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے ان شاء اللہ۔ اللہ کریم قاری صاحب کی خدمات دینیہ کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمایے اور تادم آخر اس خدمت کے سلسلہ کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمایے۔ آمین!

والسلام

محمد برخوردار احمد سدیدی

بتاریخ 23 جون 2018 بروز ہفتہ

تقریظ محبت

رئیس التحریر والتقریر ادیب ملت ملک محبوب الرسول قادری صاحب
ایڈیٹر سوئے حجاز لاہور وانوار رضا جوہر آباد لاہور

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضور علیہ السلام کے اجداد کرام اور آل اطہار واصحاب کی محبت شفاعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حصول کا ذریعہ سے ایسی ہی آرزو کا خوبصورت ثمر ہے۔ لگتا ہے کہ انہیں ایسے خاص موضوعات کے لیے منتخب کرلیا گیا ہے اور ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

ملک محبوب الرسول قادری

تقریظ جمیل

یادگار اسلاف حضرت علامہ صوفی محمد یٰسین قصوری نقشبندی صاحب
مصنف ومترجم کتب کثیرہ ادارہ علم وادب والٹن لاہور

امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق ومحبت جان ایمان بلکہ عین ایمان ہے، جس کا تقاضہ ہے کہ اسوۂ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنایا جائے ، یہ امر مطالعہ سیرت طیبہ کے بغیر نہیں ہوسکتا ، سیرت مقدسہ کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباؤ اجداد اور نصب مبارک کے تقدس بالخصوص عقیدہ ایمان والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ٹھوس بنیادوں پر اشاعت کی جائے کتاب ''شان والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو پروردۂ ولایت حضرت صاحبزادہ والاشان علامہ الحاج قاری غلام رسول قصوری صاحب کی تصنیف لطیف ہے۔ آپ نے یہ کتاب نہایت عقیدت ومحبت سے تصنیف فرمائی اور شایان شان طریقہ سے اشاعت وطباعت کا اہتمام کیا۔ راقم الحروف نے از اول تا آخر مسودۂ کتاب کا بالاستیعاب مطالعہ کیا اور اسے خوب پایا۔ صاحبزادہ صاحب کا انداز تحریر سادہ دلنشین ، عام فہم اور عقلی ونقلی دلائل سے مزین ہے۔ ہم قاری صاحب سے اُمید رکھتے ہیں کہ اس تصنیف کے بعد امید ہے آگے بھی تحریر کا کام جاری رکھیں گے ان شاءاللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے قلم میں برکات عطا فرمائے اور بہترین اجر سے نوازے بجاہ طٰہٰ وسید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد یٰسین قصوری نقشبندی بتاریخ 5 اکتوبر 2018 بروز جمعۃ المبارک

بحضور

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ

والدِ گرامی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بندھی حجاز میں ایسی ہَوائے عبداللہ رضی اللہ عنہ
خدا کا خاص کرم تھا بَرائے عبداللہ رضی اللہ عنہ

نگاہ و دل میں سمائی ضیائے عبداللہ رضی اللہ عنہ
پسند آئی ہے سب کو، اَدائے عبداللہ رضی اللہ عنہ

ہوئی عرب کے خواص و عوام میں شہرت
بسے نظر میں، تو دل میں سَمائے عبداللہ رضی اللہ عنہ

اِس ایک جلوے سے ہے دل کے آئینے کا بھرم
نگاہِ شوق میں ہے نقشِ پَائے عبداللہ رضی اللہ عنہ

یہی بہت ہے کہ والد ہیں وہ محمد کے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
بیان اور کروں کیا، ثنائے عبداللہ رضی اللہ عنہ

اُسے مِلی ہے نویدِ نجات کی سوغات
پڑی ہے کان میں جس کے، صَدائے عبداللہ رضی اللہ عنہ

چمک رہا ہے محمد ﷺ کا نور ماتھے پر
لقائے سرورِ دیں ہے لقائے عبداللہ رضی اللہ عنہ

ہے اُن کی ذات، دعائے خلیل علیہ السلام کا مظہر
نبی کا نور ہے عظمت فزائے عبداللہ رضی اللہ عنہ

نصیرؔ[1] ! میرے لیے ہے نجات کا باعث
ثنائے احمدِ مُرسل ولائے عبداللہ رضی اللہ عنہ



جنت البقیع شریف کی انہدام سے قبل کی تصویر، ازواج مطہرات وعثمان غنی رضی اللہ عنہ اور امام حسن رضی اللہ عنہ کے مزارات کی تصاویر نمایاں ہیں۔

1 کتاب: فیض نسبت کلام: پیر سید نصیر الدین نصیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ
ناشر: مہریہ نصیریہ پبلیشر گولڑہ شریف

قصیدہ

ببارگاہِ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

صدقہ آپ پر ہوں دل و جان آمنہ[1] رضی اللہ عنہا
آپ نے بخشا ہم کو ایمان آمنہ رضی اللہ عنہا

جو مِلا جس کو مِلا تم سے مِلا
دین و اِیمان علم و عرفان آمنہ رضی اللہ عنہا

کُل جہاں کی مائیں ہوں تم پر فدا
آپ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بنیں ماں آمنہ رضی اللہ عنہا

ابنِ مریم واقعی رب کے رسول
پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی شان آمنہ رضی اللہ عنہا

جس شکم[2] میں مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں جاگزیں
عرشِ اعظم سے ہے ذیشان آمنہ رضی اللہ عنہا

آپ سے ایمان و امانت اور امن
آپ سے فیضاں آپ سے عرفان آمنہ رضی اللہ عنہا

1 آمنہ میں چار حرف ہیں: الف۔ میم۔ نون۔ اور ہ۔ الف سے اللہ کی طرف اشارہ ہے۔ میم سے محمد کی جانب۔ ن سے نور کی طرف اور ہ سے ہدایت کی جانب۔

2 جس سیپ میں موتی ہو وہ سیپ بھی قیمتی ہوتا ہے۔ جس غلاف میں قرآن مجید ہو وہ غلاف محترم ہے تو جس شکم اور جس گود میں حضرت مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں وہ شکم اور گود کیسی ہوگی؟ پھل کو دیکھ کر درخت کا پتہ چلتا ہے حضرت مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی شان پہچانی جاسکتی ہے!

آمنہ رضی اللہ عنہا کے تینؔ[1] معنے بالیقین
با امانت امن و ایمان آمنہ رضی اللہ عنہا

تم سے اللہ جل جلالہ و محمد ہیں عیاں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
نور و ہُدیٰ تم میں پنہاں آمنہ رضی اللہ عنہا

ہم ہیں مومن اور تم ایمان بخش
چشمۂ دیں تم سے رواں آمنہ رضی اللہ عنہا

تیری تُربت کا مجاور میں بنوں
پھر نکالوں دل کے ارماں آمنہ رضی اللہ عنہا

مہبطِ[2] قرآں نبی ہیں اور تم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
ہو نبی کی محترم ماں آمنہ رضی اللہ عنہا

ہے یہ سالکؔ[3] آپ کے در کا فقیر
مانگتا ہے امن و ایمان آمنہ رضی اللہ عنہا

(۱) آمنہ یا تو ایمان سے بنا ہے یا امن سے یا امانت سے۔ یعنی ایمان والی بی بی یا امان والی بی بی یا امانت والی بی بی۔ ایمان دینے والی رضی اللہ عنہا

(۲) قرآن کا نزول حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہوا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جلوہ گری حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں ہوئی گویا آپ صاحبِ قرآن کا جائے نزول ہیں۔ رضی اللہ عنہا

(۳) کلام : حکیم الامت مفتی احمد یار خاں رحمہ اللہ تعالیٰ صاحبِ تفسیر نعیمی
دیوان سالک صفحہ 32 ماخذ رسائل نعیمیہ

بحضور

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا والدۂ محترمہ

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ختم الرُسل صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں نورِ نظر، جانِ آمنہ رضی اللہ عنہا
ہم ہیں بہ صد خلوص، ثناء خوانِ آمنہ رضی اللہ عنہا

رتبہ بلند، اور بڑی شانِ آمنہ رضی اللہ عنہا
دنیا کی ساری مائیں ہیں قربانِ آمنہ رضی اللہ عنہا

ہم کو ملے رسولِ خدا ان کی گود سے
اُمّت پہ ہے یہ شفقت و احسانِ آمنہ رضی اللہ عنہا

شاہِ عرب کی والدۂ ماجدہ ہیں آپ
اللہ رے یہ مرتبہ و شانِ آمنہ رضی اللہ عنہا

دونوں جہان جس کی ضیا سے ہیں فیض یاب
وہ نورِ حق ہے مہرِ درخشانِ آمنہ رضی اللہ عنہا

تخلیقِ کائنات کا باعث، رسول ہیں
لکھا گیا یہ باب بعنوانِ آمنہ رضی اللہ عنہا

اُن کی نوازشات ہیں میری نگاہ میں
میں ہوں نصیرؔ! دل سے ادب دانِ آمنہ رضی اللہ عنہا

١ کتاب: فیض نسبت پیر سید نصیر الدین نصیر شاہ گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

باب اوّل — نسبِ مطہّر

رحمتِ کائنات ﷺ کا نسبی علو و تطہّر

فصل اوّل: جانِ دو عالم ﷺ کا نسبی علو و تطہّر قرآن مجید کی روشنی میں

استدلال نمبر ۱ ارشاد باری تعالیٰ ہے : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۔ الَّذِىْ يَرٰكَ حِيْنَ تَقُوْمُ
وَتَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِيْنَ (الشعراء : ۲۱۷ تا ۲۱۹) پارہ نمبر 19

اے نبی ﷺ اپنے رب پر توکل کیجئے جو غالب اور رحم فرمانے والا ہے۔ جو تجھے دیکھتا رہتا ہے جب تو کھڑا ہوتا ہے۔

اور یہ آج کی بات نہیں تیرا رب تجھے دیکھتا رہا ہے۔ جب سے آپ ساجدین کی پشتوں سے منتقل ہوتے ہوئے تشریف لاتے رہے ہیں۔ سبحان اللہ

اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے میرے حبیب ﷺ تیرا رب تجھے محبت بھری نگاہ سے ملاحظہ کرتا رہا ہے آپ کے رب کی آپ پر نظرِ رحمت رہی ہے مسلمانو ! غور کرو

راقم نہیں کہہ رہا بلکہ قرآن مجید کی آیت کا ترجمہ ہے۔ آیت وَتَقَلُّبَكَ فِى السّٰجِدِيْنَ ترجمہ: ہم تمہیں سجدہ کرنے والوں میں پلٹتے ہوئے دیکھ رہے ہیں[۱]۔ گردش کرتے ہوئے دیکھ رہے ہیں ۔

صحابہ کرام کے نظریات اور اس آیت مبارکہ میں اہلِ علم کی آراء ۔ سب سے پہلے مفسرِ قرآن جن کو امام المفسرین ترجمان القرآن[۲] صحابی رسول حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہا جاتا ہے۔ اور جنہیں پیدا ہوتے ہی جانِ دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں لایا گیا ۔ آپ ﷺ نے سینۂ مبارک سے لگایا اپنا لعاب مبارک انکے منہ میں

۱ روح المعانی ماخذ ضیاء القرآن جلد نمبر 3 ص 421 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

۲ اور بھی لقب ہیں مثلاً البحر (علم کا سمندر) الحبر (بہت بڑے عالم)

ڈالا اور دعا فرمائی ۔ الٰہی ! اس پر اپنی برکت نازل فرما ۔ اور اس کو علم کا نور پھیلانے کا ذریعہ بنا۔ [۱]

۱ وہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں آیت سے مراد اللہ تبارک وتعالیٰ پشت در پشت آپ کے آباء واجداد میں آپ کے انتقالِ نور کو دیکھتا تھا۔ [۲]

۲ مفسرِ قرآن مجید حضرت امام حافظ عماد الدین ابن کثیر شافعی رحمہ اللہ اپنی تفسیر ابنِ کثیر میں اسی آیت کے ذیل میں ایک روایت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک نبی کی پشت سے دوسرے نبی کی پشت میں منتقل ہوتے ہوئے دیکھتا رہا یہاں تک کہ آپ کو نبی بنا کر اس دنیا میں بھیجا۔ [۳]

۳ عاشقِ رسول کریم ﷺ مفسرِ قرآن امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز تفسیر درمنثور میں اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں :

امام ابن ابی عمر عدنی نے اپنی سند میں ، بزار ، ابن ابی حاتم ، طبرانی ، ابن مردویہ اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے دلائل میں حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ کا یہ معنیٰ نقل کیا ہے کہ تجھے ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف منتقل ہوتے ہوئے دیکھا ۔ یہاں تک کہ آپ کو نبی کی حیثیت سے پیدا کیا گیا۔

۴ امام ابنِ ابی حاتم ، ابن مردویہ اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہم نے دلائل میں حضرت ابنِ

۱ الاصابہ جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 385 ناشر مکتبہ رحمانیہ لاہور
۲ تفسیر ابن عباس جلد نمبر 2 ص 177 ناشر فرید بک سٹال لاہور
۳ تفسیر ابن کثیر جلد نمبر 3 ص 584 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی یہ تفسیر نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لگا تار انبیاء علیہم السلام کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ کی والدہ ماجدہ کے ہاں آپ کی ولادت مبارکہ ہوئی[1]

۵ امام ابنِ مردویہ رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں! جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے تو آپ کہاں تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے یہاں تک کہ ہم نے مبارک داڑھوں کی زیارت کی۔ فرمایا: میں ان کی پشت میں تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام زمین کی طرف اترے تو اس وقت بھی میں ان کی پشت میں تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کی پشت میں ہوتے ہوئے مجھے کشتی میں سوار کیا گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں ہوتے ہوئے مجھے آگ میں پھینکا گیا۔ میرے والدین نے کبھی بھی بدکاری نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ لگاتار **مجھے پاکیزہ پشتوں سے پاک صاف اور مہذب رحموں** کی طرف منتقل کرتا رہا۔ جب بھی دو قبیلے بنے میں ان میں سے بہتر میں موجود ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے نبوت کے ساتھ مجھ سے وعدہ لیا، اسلام کے ساتھ مجھے ہدایت دی، تورات وانجیل میں میرے ذکر کو بیان کیا، زمین کے مشرق ومغرب میں میری صفت کے ذریعے ہر چیز کو کھول دیا، مجھے اپنی کتاب کا علم دیا، مجھے اپنے آسمان میں بلند کیا، اپنے اسماء سے میرا نام مشتق کیا، اللہ صاحبِ عرشِ محمود ہے اور میں محمد ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ وہ حوض کی وجہ سے مجھ سے محبت کرے گا، اللہ تعالیٰ نے مجھے کوثر عطا کیا، سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا، اور سب سے پہلے میری سفارش قبول کی جائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے میری امت کے بہترین زمانے میں پیدا کیا، میری امت حمد کرنے والی ہے، نیکی کا حکم دینے والی

[1] تفسیر ابن کثیر جلد 3 ص 584 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

ہے اور برائی سے منع کرنے والی ہے [1]

اسی طرح تفسیر مظہری شریف میں حضرت امام قاضی ثناء اللہ پانی پتی اللہ رحمہ اللہ اسی آیت مبارکہ کے تحت لکھتے ہیں:

٦ حضرت عطاء نے کہا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تَقَلُّبَكَ سے آپ ﷺ کے اپنے آباء کی صُلبوں میں منتقل ہونے کا ارادہ فرمایا ہے۔ یعنی آپ ﷺ کا نور ایک نبی سے دوسرے نبی کی پشت میں منتقل ہو کر آنا [2] لیکن اس تاویل میں کمالِ مدح نہیں، کیونکہ اس میں قریش بھی شریک ہیں بلکہ تمام لوگ اس میں مشترک ہیں۔ اولیٰ یہ ہے کہ اس طرح کہا جائے کہ اس سے مراد آپ ﷺ کا اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والوں کی پاک اصلاب سے پاک اور سجدہ کرنے والیوں کے رحموں کی طرف منتقل کرنا ہے۔ پاک سجدہ کرنے والیوں کے رحموں سے پاک صُلبوں کی طرف آنا ہے۔ یعنی آپ ﷺ کے نسب میں تمام مرد اور عورتیں توحید کے پرستار تھے۔ اور حضور نبی کریم ﷺ کے آباء میں سے تمام کے تمام مومن تھے۔ جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے کہا ہے۔

٧ حافظ شمس الدین بن ناصر الدین دمشقی نے کہا ہے:

وَ يُنْقِلُ اَحَدُ نُوْرًا عَظِيْمًا تَلَأْلَأَ فِيْ وُجُوْهِ السَّاجِدِيْنَ
تَقَلَّبَ فِيْهِمْ قَرْنًا فَقَرْنًا اِلٰى اَنْ جَاءَ خَيْرُ الْمُرْسَلِيْنَ

١ تفسیر دُرِّ منثور جلد نمبر 5 صفحہ 283 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور
٢ تفسیر مظہری جلد نمبر 7، ص 133/134 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

اور ایک عظمت وشان والے نور کو منتقل فرماتا رہا جو سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں چمکتا ہے ۔

پس وہ نور ان میں یکے بعد دیگرے منتقل ہوتا رہا ۔ یہاں تک کہ تمام رسولوں سے عظمت وشان والا رسول تشریف فرما ہوا ۔

مذکورہ بالا دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کا نور ایک سجدہ کرنے والے سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی طرف منتقل ہوتا رہا جو اس بات کی دلیل ہے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے تمام آباء واجداد مسلمان تھے ۔

مسلمان بھائیو! ۔۔۔ گویا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محبوب ﷺ ! جب تو اپنے آباء واجداد کی پشتوں اور رحموں میں گھومتا تھا ، گردش کرتا تھا

اک پشت سے دوسری پشت ۔۔۔ ایک رحم سے دوسرے رحم جہاں جہاں سے تو گھومتا ہوا آیا ۔۔۔ ۔۔۔ اللہ جل جلالہ تجھے ملاحظہ فرماتا رہا

یہ قرآن ہے ۔۔۔ اللہ فرماتا ہے ۔۔۔ میں نگاہِ کرم کرتا رہا ۔۔۔ جب آپ ساجدین کی پشتوں میں گھومتے رہے ۔ ساجدین کا معنیٰ اللہ کو سجدہ کرنے والے ساجدین کہہ کر اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ میرا محبوب ﷺ جن پشتوں اور رحموں سے منتقل ہوتا ہوا اس دنیا میں آیا ہے ۔

وہ رحم ۔۔۔ وہ پشتیں ۔۔۔ وہ آباء ۔۔۔ وہ مائیں ۔۔۔ سب ساجدین ہیں ۔۔۔ مشرک نہیں ہیں ۔ بلکہ وہ پاک ہیں ۔

یہ دیکھو اللہ تعالیٰ کیا فرما رہا ——— اللہ فرماتا ہے

السَّاجِدِیْنَ — سجدہ کرنے والے ہیں میرے نبی کے ماں باپ ساجد تھے۔

فنِ تفسیر کا امام، حضرت قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی مجددی پانی پتی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر یوں فرمائی:

مَعْنَاهُ اِنَّهُ کَانَ یُنْقَلُ نُوْرُهُ مِنْ سَاجِدٍ اِلٰی سَاجِدٍ دَلَالَةً عَلٰی جَمِیْعِ آبَاءِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ [1]

اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے آیت واضح بیان کر رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جدھر، جدھر سے گزرتے رہے، سب کے سب ساجد، سارے کے سارے، مومن تھے۔ حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر سے معلوم ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور مبارک اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نگرانی اور نگہبانی میں سفر کرتا رہا

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ سَيِّدِ الْاَبْرَارِ وَعَلٰى وَالِدَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقَرَارِ۔

1. تفسیر مظہری جلد نمبر 7 ص 134 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور
2. السیرۃ الحلبیہ جلد نمبر 1، ص 103 ناشر دار الاشاعت کراچی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

استدلال نمبر۲

لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفُسِكُمۡ

(سورہ التوبۃ:128) پارہ نمبر11

بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے ایک رسول مِنۡ اَنۡفُسِكُمۡ تمہاری جانوں سے۔۔۔۔۔۔ مذکورہ آیت میں اہلِ علم کی آراء

① رأس المفسرین صحابیِ رسول سیدنا عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہما وزھری اور ابن محصین رحمہم اللہ تعالیٰ نے یہ حدیث نقل کی، فرماتے ہیں :

سید الاولین والآخرین نبی پاک صلی اللہ علیہ وآبائہ وآلہٖ واصحابہ وبارک وسلم نے اپنی زبانِ اقدس سے یہ آیت یوں بھی تلاوت فرمائی : لَقَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُوۡلٌ مِّنۡ اَنۡفَسِكُمۡ [1]

معلوم ہوا کے اس آیت کا تلفظ دو طرح سے ہوا : اَنۡفُسِكُمۡ اور اَنۡفَسِكُمۡ

لفظِ اَنۡفَسۡ اسمِ تفضیل کا صیغہ ہے جس کا معنیٰ ہے سب سے نفیس (کیونکہ نفاست اس کا مادہ ہے) اب اس آیت کا معنیٰ یہ ہوا میرا سب سے اعلیٰ، ارفع شان والا رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو تمہارے پاس تشریف لایا ہے تمہارے درمیان جتنے عمدہ، اعلیٰ اور نفیس ترین لوگ تھے۔ ان سب میں سے افضل ہے۔

مِنۡ اَشۡرَفِكُمۡ وَ اَفۡضَلِكُمۡ

تمہارے پاس رسول تشریف لائے جو تمہارے اشرف اور افضل لوگوں میں

① تفسیر مظہری، جلد 4، ص380 ناشر: ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور
تفسیر روح البیان، پارہ نمبر11، ص146 ناشر: مکتبہ غوثیہ کراچی
تفسیر معالم التنزیل (بغوی) جلد نمبر2، ص490 ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان
سیرت خصائص الکبریٰ، ص 99 ناشر: مدینہ پبلیشنگ کراچی و دیگر کتب سیرت

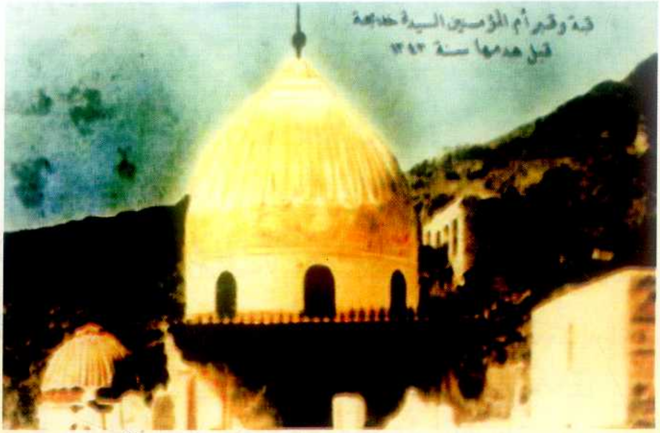
سب سے افضل واعلیٰ ہیں اور عمدہ ، نفیس ترین ، عظیم الشان لوگوں میں سے ہیں اللہ تعالیٰ فرمارہا ہے۔ بے شک آئے تمہارے پاس اللہ کے رسول تمہارے اشرف اورافضل اور سب سے زیادہ نفیس خاندان سے

ثابت ہوا:

میرے نبی جن پُشتوں سے آئے وہ مبارک پُشتیں نفیس
جن صُلبوں سے آئے وہ صُلبیں نفیس
جن رِحموں سے آئے وہ رِحم نفیس
جن شِکموں سے آئے وہ شِکم نفیس
اُن کے آباء و اجداد نفیس
اُن کے ماں باپ نفیس

اللہ تعالیٰ تو حضور انور ﷺ کے ماں باپ کو کہتا ہے اَنْفَس نفیس ترین

قارئین کرام ! دوسرے صحابی کا عقیدہ اور نظریہ بھی پڑھیں اور پھر غور بھی فرمائیں۔



حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا روضہ مبارک قبل از انہدام

اس آیت کی تفسیر — حدیثِ نبوی سے

عن انس قال قرأ رسول الله ﷺ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِكُمْ بفتح الفاء وقال انا انفسکم نسبا و صھرا و حسبا لیس فی آبائی من لدن آدم سفاح کلنا نکاح [1]

۲ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کو یعنی لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِكُمْ بفتح الفاء پڑھا جس کے معنیٰ یہ ہیں: کہ بے شک آئے اللہ کے رسول تمہارے پاس جو اشرف، افضل اور سب سے زیادہ نفیس خاندان سے ہیں۔ اس آیت کی تلاوت کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ: میں بااعتبار حسب و نسب کے تم سب سے افضل اور بہتر ہوں۔ میرے آباء و اجداد میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک کہیں زنا نہیں، سب نکاح ہیں۔

۳ حضرت مولیٰ علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ ﷺ کے والدِ ماجد اور والدہ ماجدہ تک جس قدر آباء و اجداد اور اُمّہات و جدّات سلسلۂ نسب میں واقع ہیں۔

وہ سب کے سب محصنین اور محصنات یعنی سب عفیف اور پاک دامن تھے۔

کوئی فرد اُن میں زنا کے ساتھ کبھی ملوث نہیں ہوا۔

عبادِ مخلصین جن کو اللہ جلّ شانہ نے اپنی نبوت و رسالت کے لیے منتخب فرمایا ہو اُن کا سلسلۂ نسب بھی ایسا ہی ان کی عظمت و شان کی مثل ہر طرح کے نقائص

[1] تفسیر دُرِّ منثور جلد نمبر 3 صفحہ نمبر 885 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

سے پاک اور مطہر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ اصلابِ طیبین سے ارحامِ طاہرات کی طرف پاک وصاف منتقل فرماتا رہا۔حق جل وعلانے جس کو اپنا مصطفیٰ اور مجتبیٰ بنایا ، اس کے مصطفیٰ بنانے سے پہلے اس کے نسب کو ضرور مصطفیٰ اور مجتبیٰ ، مہذّب اور مصفّیٰ بنایا۔

خدا کے برگزیدہ اور پسندیدہ بندوں کا جس چیز سے جس حد تک تعلق ہوتا ہے اسی حدتک اصطفاء اور اجتباء برگزیدگی اور پسندیدگی سے مزین ہوتی ہے جب منافقین نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو حق تعالیٰ نے حضرت صدیقہ بنت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی برأت میں سورۂ نور کی دس آیتیں نازل فرمائیں۔

ان میں ایک آیت یہ بھی ہے۔

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا
سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (النور:16)

”سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ سبحان اللہ یہ بہتانِ عظیم ہے۔ہم اس میں لب کشائی نہیں کرسکتے۔“

اے مسلمانو! تم کو واقعۂ افک سنتے ہی فورًا یہ کہہ دینا لازمی تھا کہ سبحان اللہ یہ بہتانِ عظیم ہے۔ نبی پاک ﷺ کی بیوی تو عفیفہ اور طاہرہ ہی ہوگی۔

جب پیغمبروں کی ازواج کا پاک ہونا منصبِ نبوت کے لیے ضروری ہے ، تو انبیاء و رُسل علیہم السلام کی اُمّہات اور جَدّات کا عفیف ہونا بدرجۂ اولیٰ منصبِ نبوت ورسالت کے لیے پاک ہونا ضروری ہے۔

کیوں ؟ اس لیے کہ مادری علاقہ ، علاقۂ زوجیت سے بہت زیادہ قوی ہوتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ پیغمبر کی تکوین وتخلیق اور اس کی تولید و تصویر کسی عام جگہ پر ہو۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے نفیس خاندان[1] کا انتخاب کیا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس غیورِ مطلق کی بے چون و چگون غیرت ایک لمحہ کے لیے یہ گوارا نہیں کر سکتی کہ کوئی خبیث اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کے پاک نسب میں کسی قسم کا کوئی شک اور تردد کرے۔

قرآن مجید کا تیسرا مقام

استدلال نمبر۳ ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ (البلد: ۳) یعنی قسم ہے تیرے والد کی اور قسم ہے مولود کی۔ بیہقیٔ وقت حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمہ اللہ تفسیر مظہری[2] میں لکھتے ہیں: اَلْمُرَادُ بِالْوَالِدِ آدَمُ وَ اِبْرَاهِيْمُ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ اَوْ اَیْ وَالِدٍ کَانَ وَمَا وَلَدَ مُحَمَّدٌ ﷺ

اس آیتِ کریمہ میں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبد اللہ تک حضور انور ﷺ کے آباء واجداد کی اللہ نے قسم اٹھائی ہے۔ جس باپ کی قسم اللہ اٹھائے وہ باپ کیسا عظیم ہوگا؟ ذرا سوچو! اگر باپ اتنی عظمت کا حامل ہے تو ماں کتنی عظیم ہوگی؟

قابلِ توجہ: کبھی کسی نے اپنی جوانی کی قسم نہیں اٹھائی، نہ ہی کبھی اپنے والد کی جوانی کی قسم اٹھائی ہے، نہ ہی اپنے دادا کی قسم، نہ ہی اپنی دادی کی قسم، نہ ہی نانی کی قسم اٹھائی مگر نبیٔ مکرّم شفیعِ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین مطہرین وہ ہیں، جن کی قسمیں

[1] تفسیر مظہری جلد 10، ص 325 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

[2] مواہب اللدنیہ مع شرح زرقانی شریف، ص 55 — خصائص الکبریٰ، جلد اول، ص 99

رب العالمین یاد فرمارہا ہے۔ وَوَالِدٍ آپ کے والد کی قسم ، اللہ ! اللہ

برادرانِ اسلام ! سوچو ، ہزار بار سوچو ،قسم کون اٹھارہا ہے ؟ اللہ تعالیٰ ،

مجھ رب کو تیرے والد کی قسم ۔ میرے حبیب ! قرآن پڑھ اور بتلادے لوگو ! مکے والو !

کائنات والو ! رب قسم اٹھارہا ہے میرے والدین کی ، کوئی جوانی کی

قسم نہیں اٹھائے گا ، یا کوئی کھائے قسم جوانی کی ،کوئی اٹھاتا ہے ؟ سینے پہ ہاتھ رکھ

مگر والضحیٰ کے چہرے والے حبیب ﷺ تیرے آباءواجداد کی قسم ،اس نبی کی قسم اٹھائی

جس جس کی صُلب میں نورِ مصطفیٰ جلوہ گر تھا۔آپ کے دادا ابراہیم علیہ السلام کی قسم ،

آپ ﷺ کے دادا اسماعیل علیہ السلام کی قسم ، آپ کی دادی ھاجرہ علیہا السلام کی قسم ،

کوئی ہے مائی کالعل ، جو سینے پہ ہاتھ رکھ کر قسم اٹھائے ۔تمہیں کیا پتہ جوانی کیسی تھی

مگر میں قسم اٹھاتا ہوں ۔ بتلاسکتا ہوں ۔ میرا دادا پاک ، میری دادی پاک ،

آدم علیہ السلام سے لیکر میرے والد عبداللہ تک اور جناب حوا رضی اللہ عنہا سے

سیدہ ،طیبہ ،طاہرہ ،آمنہ پاک تک سب کے سب ،سارے دادے ، دادیاں

نانے ،نانیاں ، پاک ہیں ۔کیوں کہ اللہ تعالیٰ قسم اٹھاتا ہے۔

شعر

رب فرمایا سوہنیا محبوبا میں تیرے سو سو ناز اٹھاناں واں
لوکی میریاں قسماں اٹھاندے نیں میں تیریاں قسماں اٹھاناں واں

اس لئے

قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت وَوَالِدٍ سے

حضور علیہ السلام کے آباؤ اجداد اور وَمَا وَلَدَ سے خود حضور ﷺ کی ذاتِ گرامی

مراد ہے۔
آباؤ اجداد کی قسم یاد فرما کر ان کی عظمت اور کرامت کا اظہار کر کے ان کے ایمان کو بیان فرما دیا ، کیونکہ قسم عزت و عظمت والی چیز کی کھائی جاتی ہے ۔

دوسری بات

اللہ تعالیٰ کے یہاں عزت و عظمت صرف ایمان میں ہے۔

چنانچہ فرمایا : وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ

اس سے ثابت ہوا کہ آقا علیہ السلام کے سب آباء و اجداد ہی معزز واجب الاحترام ۔۔۔ اور لائقِ قسم ہیں ۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق کے مراحل کا مطالعہ کریں تو انسان حیران رہ جاتا ہے کہ نورِ محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق عام نہیں۔



تاریخ انسانی کی عظیم ترین ماں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک (انہدام کے بعد)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

استدلال نمبر۴

اَللّٰہُ اَعۡلَمُ حَیۡثُ یَجۡعَلُ رِسٰلَتَہٗ

ترجمہ: اللہ خوب جانتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے

(سورۃ الانعام، آیت نمبر 124) پارہ نمبر 8

کون اس بارِ گراں کو اٹھانے کا متحمل ہے اور کون اس شرف کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس آیت کے تحت مفسرِ قرآن حافظ عماد الدین ابن کثیر[1] رحمہ اللہ: لکھتے ہیں کیسی عجیب بات تھی کہ کافر ایک طرف تو آپ کا مذاق اڑاتے اور دوسری طرف آپ ﷺ کی فضیلت، شرافت اور عالی نسبی کے بھی اسی طرح معترف تھے، جس طرح آپ ﷺ کے خاندان، قبیلہ اور وطن مکہ کی طہارت و عظمت کے قائل تھے۔ اللہ، ملائکہ اور تمام مؤمنین کی طرف سے آپ ﷺ پر درود ہو۔ حتیٰ کہ یہ لوگ بعثت سے قبل آپ ﷺ کو امین کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے اور اس چیز کا اعتراف ابوسفیان[۲] نے بھی اس وقت کیا تھا جب شاہِ روم ہرقل نے آپ ﷺ کے نسب کے بارے میں سوال کیا تھا تو اُس نے بتایا تھا کہ آپ ﷺ ہم میں شریف النسب ہیں۔ پھر ہرقل نے پوچھا: اعلانِ نبوت سے پہلے انہوں نے کبھی جھوٹ بھی بولا ہے؟ کہا: نہیں۔

یہ گفتگو کافی طویل ہے، اس کے ذریعے شاہِ روم نے یہ استدلال کیا کہ آپ ﷺ کی ظاہری عُمدہ صفات آپ ﷺ کی نبوت کی صداقت اور قرآن کی حقانیت پر دلالت کرتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اپنی فضیلت اس طرح بیان فرماتے ہیں: ”اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے اسماعیل کو چن لیا، اور اولادِ اسماعیل میں سے

۱ تفسیر ابن کثیر جلد نمبر 2 ص 96-295 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

۲ فتح مکہ میں مسلمان ہوئے تھے۔

بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ سے قریش کو، قریش سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم سے مجھے منتخب فرمالیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: میں نے دنیا بھر کے مشارق اور مغارب چھان ڈالے ہیں لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل کسی آدمی کو نہیں پایا۔ دنیا کے مشرق و مغرب میں تلاش کی لیکن بنو ہاشم سے زیادہ فضیلت رکھنے والا کوئی خاندان نظر نہ آیا۔

(1) امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حضرت ابن ابی حسن رحمہ اللہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ آپ مسجد کے دروازے سے داخل ہو رہے تھے، جب اس کی نظر آپ پر پڑی تو پھر دیکھتا ہی رہا اور لوگوں سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے اسے بتایا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے بیٹے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ہیں۔ یہ سن کر اس نے یہ الفاظ پڑھے

اَللّٰہُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسٰلَتَہٗ

چچا کے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ جو کہ خاندانِ رسالت سے تعلق رکھتے ہیں، وہ شان والے ہیں تو کیا خیال ہے والدینِ مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں؟ کیا مقام و مرتبہ اور کیا شان و عظمت ہو گی ان ہستیوں کی!

(1) تفسیر دُرِ منثور جلد 3، ص 146 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور
تفسیر ابنِ کثیر جلد نمبر 2 ص 296 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

استدلال نمبر ۵ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ

ترجمہ: اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو کہ تم سے ہر ناپاکی کو دور فرمادے اور تمہیں پاک کر کے خوب ستھرا کر دے۔

(سورۃ الاحزاب آیت نمبر:33) پارہ نمبر 22

مذکورہ آیت میں نبی پاک ﷺ کے کاشانۂ اقدس سے تعلق رکھنے والے خوش نصیب افراد کی تطہیر کا بیان: اہلِ علم نے اس آیت سے نبی پاک ﷺ کے نسبِ مطہر کی پاکیزگی اور طہارت پر استدلال فرمایا ہے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا آپ ﷺ کے اہلِ بیت کون ہیں؟

جواب دیا: آپ کی ازواجِ مطہرات اہلِ بیت میں سے ہیں لیکن آپ کے وہ اہلِ بیت جن پر بعد میں صدقہ حرام کیا گیا، وہ حضرت علی کا خاندان، حضرت عقیل کا خاندان، حضرت جعفر کا خاندان اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم کا خاندان ہے،

امام حکیم ترمذی، طبرانی، ابن مردویہ، ابونعیم، بیہقی رحمہم اللہ تعالیٰ نے دلائل میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم کیا، مجھے ان میں سے بہتر حصہ میں رکھا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

وَاَصْحٰبُ الْیَمِیْنِ (الواقعہ:27) اور وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ (الواقعہ:41) کا

یہی مطلب ہے۔ میں اصحابِ یمین سے ہوں اور میں اصحابِ یمین میں سے بہترین ہوں ۔ پھر دونوں قسموں کو مزید تین حصوں میں تقسیم کیا، اور مجھے ان میں سے بہترین میں رکھا اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے ۔

فَاَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَیْمَنَةِ ۝ وَ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَاۤ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ۝ وَ السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ۝ (الواقعہ:)

میں سابقین میں سے ہوں اور بہترین سابقین میں سے ہوں۔ پھر ان تین قسموں کو مختلف قبائل میں تقسیم کیا اور مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مقصود ہے وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ الحجرات:13) میں اولادِ آدم میں سے سب سے زیادہ متقی ہوں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے معزز ہوں۔ یہ کوئی فخر کی بات نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قبائل کو بیوت میں تقسیم کیا ، اور مجھے ازروئے بیت کے بہترین بیت میں رکھا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مطلب ہے :

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا

میں اور میرا بیت گناہوں سے پاک ہے۔

امام ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ سے قول نقل کیا ہے کہ یہ اہلِ بیت ہیں ، جنہیں اللہ تعالیٰ نے گناہ سے محفوظ رکھا ، اور اپنی رحمت کے ساتھ خاص کیا۔ کہا حضرت ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ نے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: ہم اس خاندان والے ہیں ، جنہیں اللہ تعالیٰ نے نبوت کے درخت ، رسالت کے محل، فرشتوں کے آنے جانے، رحمت کے گھر اور علم کے معدن کے ساتھ پاکیزہ بنایا [1]

[1] تفسیر دُرِّ منثور جلد 5، ص 564/565 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

استدلال نمبر۶ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى

ترجمہ آپ فرما دیجئے میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت

(سورۃ الشوریٰ آیت نمبر: 23) پارہ نمبر 25

مذکورہ آیت میں نبی پاک ﷺ کے قریبی رشتہ داروں سے محبت اور تعلقِ قلبی قائم کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے، اس آیت کے شانِ نزول سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی پاک ﷺ کو اپنے رشتہ داروں کے بارے میں غلط آراء سن کر دکھ ہوتا ہے اور حضور پاک ﷺ کو غم زدہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں سے ناراض ہوجاتا ہے چنانچہ نبی پاک ﷺ کے والدین کریمین کے بارے میں باتیں کرنے اور غلط رائے رکھنے والوں سے حضور پاک ﷺ کو کتنی تکلیف ہوتی ہوگی۔

اسی آیت میں قریبیوں سے محبت کا حکم اور والدین سے بھی محبت کا حکم ہے
امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے بروایت عبد اللہ بن حارث بن عبد المطلب بن ربیعہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے اور عرض کیا: ہم نکلتے ہیں تو قریش آپس میں باتیں کر رہے ہوتے ہیں۔ ہمیں دیکھ کر خاموش ہوجاتے ہیں۔ یہ سن کر رسولِ اکرم ﷺ کو شدید غصہ آیا حتیٰ کہ آپ کی پیشانی پر بل پڑ گئے[1]۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: کسی مسلمان کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوگا یہاں تک کہ اللہ اور میری قرابت کی وجہ سے تم سے محبت نہ رکھے۔ بخاری رحمہ اللہ نے بروایت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ آپ نے فرمایا: حضور انور ﷺ کا لحاظ آپ کے اہلبیت میں رکھو۔ بخاری میں ہی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی

1 تفسیر ابنِ کثیر جلد 4، ص 213 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز

رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں سے حُسنِ سلوک مجھے اپنے قرابت داروں کے سلوک سے پیارا ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اللہ کی قسم! آپ کا اسلام لانا مجھے اپنے والد خطاب کے اسلام سے بھی زیادہ اچھا لگا اگر وہ اسلام لاتے، کیونکہ رسول اکرم ﷺ کو آپ کا اسلام خطاب کے اسلام سے زیادہ پسند تھا۔

لمحہ فکریہ ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ اس کا موقف شیخین کے موقف کی طرح ہی ہو

اے حبیب ﷺ آپ ہماری نظروں میں ہیں

استدلال نمبر۷ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَإِنَّكَ بِأَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ

ترجمہ تم اپنے رب کے حکم پر ٹھہرے رہو بیشک آپ ہماری نگہداشت میں ہو

(سورۃ الطور آیت نمبر: 48) پارہ نمبر 27

اور آپ صبر فرمائیے اپنے رب کے حکم سے اور پاکی بیان کیجیے اپنے رب کی حمد کرتے ہوئے، جبکہ آپ اٹھتے ہیں۔

"آپ ہماری نگاہوں میں ہیں۔ ہم خود آپ کے محافظ اور نگہبان ہیں۔ کوئی دشمن آپ کو ناکام نہیں بنا سکتا" اہلِ معرفت علماء کہتے ہیں کہ اسی قسم کا جملہ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی فرمایا گیا: وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِىْ (طٰہٰ) تاکہ آپ میری نگاہ کے سامنے تیار ہوں لیکن اس آیت میں واحد اور حرفِ جار علیٰ استعمال ہوا ہے جس کا معنیٰ ہے میری ایک آنکھ کے سامنے، لیکن یہاں فرمایا بِاَعْيُنِنَا حرفِ جار اعین جمع، یعنی ایک آنکھ نہیں بلکہ ہماری ساری آنکھوں میں۔ علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

وَنَحۡنُ نَرَاكَ بِجَمِيۡعِ عُيُوۡنِ الصِّفَاتِ وَالذَّاتِ بِنَعۡتِ الۡمَحَبَّةِ وَالۡعِشۡقِ نَنۡظُرُ بِهَا اِلَيۡكَ شَوۡقًا اِلَيۡكَ وَحَرَاسَةً لَّكَ (1)

یعنی ہم آپ کو دیکھتے ہیں اپنی ذات اور اپنی صفات کی تمام آنکھوں سے بڑے محبت بھرے انداز سے ہم شوق سے آپ کی طرف دیکھتے ہیں اور آپ کی نگہبانی کرتے ہیں۔

علامہ آلوسی رحمہ اللہ اس جملہ کی تشریح کے بعد لکھتے ہیں :

وَمَنۡ نَّظَرَ بِعَيۡنِ بَصِيۡرَتِهٖ عَلِمَ مِنَ الۡاٰيَتَيۡنِ الۡفَرۡقَ بَيۡنَ الۡحَبِيۡبِ وَالۡكَلِيۡمِ عَلَيۡهِمَا اَفۡضَلُ الصَّلٰوةِ وَاَكۡمَلُ التَّسۡلِيۡمِ

(روح المعانی)

یعنی جو شخص نگاہِ بصیرت سے ان دو آیات کا مطالعہ کرے گا اسے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و کلیم علیہ السلام کے درمیان جو فرق ہے وہ معلوم ہو جائے گا [1]

حضرت البقلی قدس سرہ نے عرائس البیان میں فرمایا کہ رَبِّكَ صیغۂ غیبت سے اس لیے ہے کہ اس وقت آپ مقامِ تفرقۃ العبودیت میں تھے اور رسالت حالتِ مشقت کی مقتضیٰ ہے اسی لئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے صبر کا حکم فرمایا جب آپ پر یہ حال ثقیل محسوس ہوا تو پھر مقامِ غیبت سے مقامِ مشاہدہ میں آپ کو بلایا گیا ہے چنانچہ فرمایا فَاِنَّكَ بِاَعۡيُنِنَا یعنی احکام جاری ہونے میں آپ کو ٹیڑھے پن سے ہم خود محفوظ رکھیں گے یہاں تک کہ آپ ہمارے لیے احکام میں مستقیم رہیں گے اور ہم آپ کو نعتِ محبت و عشق کے ساتھ جمیع عیونِ صفات و ذات سے دیکھیں گے اور انہی سے ہم شوق سے تجھے دیکھا کریں گے اور اپنی خصوصی نگرانی سے آپ کی نگرانی

1. ماخذ تفسیر ضیاء القرآن جلد 4 ص 659

کریں گے۔ یہاں تک حدوث کی کوئی شے آپ کو ہم سے متغیر نہ کر سکے گی اور آپ سے ہم تمام قہر کے طوق ہٹا لیں گے، کیونکہ آپ ہماری محبت والی آنکھوں میں ہیں بلکہ آپ ہمارے الطاف کی گود میں ہیں۔

غور کیجیے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کے لیے اعین کا ذکر فرمایا اس لئے کہ جسم میں آنکھوں سے بڑھ کر کوئی شے بزرگ و برگزیدہ نہیں اور جو اللہ تعالیٰ کا خاص ہو گیا وہ اس کی حفاظت میں آ گیا۔[1]

علامہ آلوسی رحمہ اللہ نے لکھا ہے

اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب ﷺ سے اظہارِ محبت ہے کہ فرمایا کعبہ آپ ﷺ کے جسم کا قبلہ ہے اور آپ ﷺ کی روح کا قبلہ میری ذات ہے اور میرا قبلہ آپ ﷺ ہیں۔[2] ماشاء اللہ

ایک اعتراض اور اس کا جواب اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ کی روح کا قبلہ اللہ کی ذات ہو یہ تو متصوّر ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا قبلہ آپ کی ذات ہو یہ کیسے متصوّر ہو گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قبلہ سے مراد جہتِ عبادت نہیں ہے بلکہ اس سے مراد مرکزِ توجہ ہے یعنی آپ کی توجہ اللہ کی طرف رہتی ہے اور اللہ کی خاص توجہ آپ کی طرف رہتی ہے۔[3]

قابل غور: جب سے فاعل ہوتا ہے اسی وقت فعل ہوتا ہے آپ ﷺ ازل سے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ہیں تو یقیناً جہاں جہاں آپ کا نورِ مقدس آباؤ اجداد میں منتقل ہوتا رہا وہ بھی اللہ کی نگہبانی میں رہے۔ مسلمان بھائیو دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خاص نظروں میں میرے آقا ﷺ ہوں اور اللہ تعالیٰ کی توجہ کا مرکز ہوں یقیناً میرے آقا علیہ السلام کے آباؤ اجداد و والدین بھی اللہ تعالیٰ کی نظروں میں ہیں کمزوریوں سے پاک ہیں تمام نقائص سے بھی مبراء ہیں۔

1. ماخذ فیوض الرحمٰن ترجمہ روح البیان پارہ 27 ص 108 ناشر مکتبہ غوثیہ کراچی
2. روح المعانی ج ۲ ص ۱۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
3. ماخذ تبیان القران جلد اوّل ص 611 ناشر فرید بک سٹال

فصل دوم

احادیثِ مبارکہ اور نسبِ مطہّر

ہم علامہ سید محمود الشکری الآلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب بلوغ الارب فی معرفۃ احوال العرب سے ایک اقتباس نقل کرتے ہیں۔ اگر کسی کے ذہن میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد کے ایمان کے بارے میں کوئی غلط فہمی ہے تو اس کے مطالعہ سے دور ہو جائے گی۔ انشاءاللہ تعالیٰ! آپ لکھتے ہیں:

وَذَهَبَ كَثِيْرٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ اِلٰى اَنَّ جَمِيْعَ اُصُوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاٰبَاءِ وَالْاُمَّهَاتِ كَانُوْا مُوَحِّدِيْنَ فِيْ اِعْتِقَادِهِمْ. مُؤْمِنِيْنَ بِالْبَعْثِ وَالْحِسَابِ وَ غَيْرِ ذٰلِكَ مِمَّا جَآءَتْ بِهِ الْحَنِيْفِيَّةُ مِنَ الْاَحْكَامِ

کثیر التعداد علماء کرام کی رائے یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اصول یعنی آباء وامہات اپنے اعتقاد میں اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل تھے، قیامت اور حساب پر ایمان رکھتے تھے، اور ملتِ حنیفیہ کے احکام کو تسلیم کرتے تھے۔ [1]

علامہ آلوسی اپنی اس رائے کی تائید اور تقویت کے لیے علامہ ابوالحسن علی الماوردی کی کتاب اعلام النبوۃ سے یہ عبارت نقل کرتے ہیں:

لَمَّا كَانَ اَنْبِيَآءُ اللّٰهِ صَفْوَةَ عِبَادِهٖ وَخَيْرَ خَلْقِهٖ لِمَا كَلَّفَهُمْ مِنَ الْقِيَامِ بِحَقِّهٖ اِسْتَخْلَصَهُمْ مِنْ اَكْرَمِ الْعَنَاصِرِ وَاَمَدَّهُمْ بِاَوْكَدِ الْاَوَاصِرِ حِفْظًا لِنَسَبِهِمْ مِنْ قَدْحٍ وَلِمَنْصَبِهِمْ مِنْ جَرْحٍ لِتَكُوْنَ النُّفُوْسُ لَهُمْ اَوْطَا وَالْقُلُوْبُ لَهُمْ اَصْفٰى

فَیَکُوْنُ النَّاسُ لِاَجَابَتِہِمْ اَسْرَعَ وَلِاَوَامِرِھِمْ اَطْوَعَ

جب اللہ تعالیٰ کے نبی اس کے تمام بندوں سے چُنے ہوئے ہوتے ہیں اور اس کی تمام مخلوق سے بہترین ہوتے ہیں۔ اس لیے اُس نے اُن کو ایسے عناصر سے چُنا ہے جو کریم ہیں اور ایسے رشتوں سے انہیں مضبوط کیا ہے جو نہایت پختہ ہیں۔ تاکہ ان کے نسب کی ہر اعتراض سے حفاظت کی جاسکے ، ان کے منصب کو ہر عیب سے بچایا جاسکے تاکہ لوگوں کے نفوس ان کے سامنے سر جھکا دیں ، ان کے دل ان کی باتوں کو غور سے سُنیں تاکہ لوگ ان کے احکام کی تعمیل سرعت سے کریں اور ان کے احکام کی بجا آوری میں سراپا اطاعت بن سکیں۔ [1]

مسائل و عقائدِ شرعیہ کا دوسرا ماخذ حدیثِ نبوی ہے

حدیثِ نبوی کا بغور مطالعہ بتاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ ایسا نسبی عُلو رکھتے ہیں کہ یہ عُلو و بلندی کسی کے پاس نہیں۔ یہ نسبی عُلو جہاں خاندانی شرافت کا مظہر ہے وہاں آپ ﷺ کی شوکت بھی واضح کرتا ہے فصلِ ہذا میں ہم ان احادیثِ نبویہ کا مطالعہ کرنے کی سعادت حاصل کریں گے جو رسالت مآب ﷺ کے نسبی عُلو پر شاہد و عادل ہیں۔

وباللہ التوفیق

[1] ماخذ ضیاء النبی شریف ، جلد نمبر 1 ص 396 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

بہترین زمانہ اور بہترین گھرانہ

بخاری شریف کے حوالے سے عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ بُعِثْتُ مِنْ خَیْرِ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِیْ کُنْتُ فِیْہِ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں بنی آدم کے بہترین زمانوں کی طرف منتقل ہوتا رہا ہوں حتیٰ کہ میں اس زمانہ میں آیا جس میں اب ہوں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے تمام آباء اور اُمہات کا مؤمن ہونا

حدیث مذکورہ پر محدثین کا تبصرہ

علامہ بدرالدین عینی متوفیٰ ۸۵۵ھ لکھتے ہیں

اس حدیث میں ''قرون'' کا لفظ ہے یہ ''قرن'' کی جمع ہے، قرن لوگوں کے اس طبقہ کو کہتے ہیں جو کسی ایک زمانہ میں جمع ہوں اور اس کی مدت ایک سو سال ہے۔

ایک قول ستر سال کا ہے یعنی ہر دور میں مجھے اس زمانہ میں مبعوث کیا گیا جو تمام زمانوں سے خیر تھا (یعنی اس زمانہ کے مومن اور صالح لوگوں میں سے مجھے مبعوث کیا گیا) تمام زمانوں سے بہترین آپ کا زمانہ ہے، پھر صحابہ کا زمانہ ہے، پھر تابعین کا زمانہ ہے [1]

[1] عمدۃ القاری ج ١٦، ص ١٥٤، دار الکتب العلمیہ، بیروت

۲ علامہ احمد بن اسماعیل کورانی متوفیٰ ۸۹۳ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر جن آباء کی پشتوں میں اور جن امہات کے ارحام میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منتقل ہوتے رہے وہ سب افضل تھے۔[1] (یعنی مومن اور صالح تھے)

۳ علامہ شہاب الدین احمد القسطلانی المتوفیٰ ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے آباء کی پشتوں میں قرناً فقرناً منتقل ہوتے رہے، (حضرت آدم کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں منتقل ہوئے، پھر کنانہ میں، پھر قریش میں اور پھر بنو ہاشم میں منتقل ہوئے۔[2]

اس حدیث میں دلیل ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب میں تمام آباءِ کرام مومن تھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل وہی ہوتا ہے جو مومن ہو۔[3]

فائدہ جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ ووالدیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ نے انتظام کیا —— زمانے کو چُنتا رہا —— سب سے جو بہترین زمانہ تھا۔

سید الاولین والآخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام خود فرماتے ہیں:

کنت فیه جس زمانے میں میں ہوں وہ زمانہ تمام نبیوں اور رسولوں کے زمانوں سے افضل و بہتر ہے۔

۱ الکوثر الجاری ج ۲، ص ۳۷۷، داراحیاء التراث العربی، بیروت
۲ ارشاد الساری ج ۸، ص ۶۴، دارالفکر، بیروت
۳ ماخذ نعمۃ الباری شرح صحیح بخاری جلد ۶، ص ۶۲۱ ناشر فرید بک سٹال لاہور

قابلِ توجہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا

1 بے شک مسلمان غلام بہتر ہے مشرک سے

(سورۃ البقرہ آیت نمبر:221) پارہ نمبر 2

2 بے شک مشرک ناپاک ہیں

(سورۃ التوبہ آیت نمبر:28) پارہ نمبر 10

3 کافر جانوروں سے بھی بدتر ہیں

(سورۃ الانفال آیت نمبر:55) پارہ نمبر 10

اب سوچنے کی بات ہے سید الوریٰ جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں مجھے اللہ تعالیٰ نے بہترین خاندان میں رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین سے بڑھ کر کون بہترین ہوسکتا ہے؟

حدیث نمبر 2

بہترین گھرانہ

مسلم شریف اور ترمذی شریف کے حوالے سے

امام مسلم نے اپنی صحیح اور امام ترمذی نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے اور تصریح کی ہے کہ یہ روایت صحیح ہے۔

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْاَسْقَعِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰی مِنْ وُلْدِ اِبْرَاھِیْمَ اِسْمَاعِیْلَ وَاصْطَفٰی کِنَانَۃَ مِنْ بَنِیْ اِسْمَاعِیْلَ وَاصْطَفٰی مِنْ بَنِیْ کِنَانَۃَ قُرَیْشًا وَاصْطَفٰی مِنْ قُرَیْشٍ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَاصْطَفَانِیْ مِنْ بَنِیْ ھَاشِمٍ -

”واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیم سے اسماعیل کو چُنا، اولادِ اسماعیل سے کنانہ کو چُنا اور بنی کنانہ سے قریش کو چُنا اور قریش سے بنی ہاشم کو چُنا اور بنی ہاشم سے مجھے چُنا۔“

برادرانِ اسلام : بہت ہی قابلِ غور مقام ہے اور بار بار سوچنے کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لاڈلے پیارے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اصطفیٰ ، چُنا ، منتخب کیا ، خالص کیا۔

ایک آپ چُنتے ہیں، منتخب کرتے ہیں اور انسان چُنتے ہیں ، انتخاب کرتے ہیں وہ اچھے سے اچھا چُنتے ہیں، اچھا منتخب کرتے ہیں **قربان جائیں** تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہ جن کو اللہ تعالیٰ کبھی اولادِ ابراہیم علیہ السلام سے اولادِ اسماعیل علیہ السلام کو

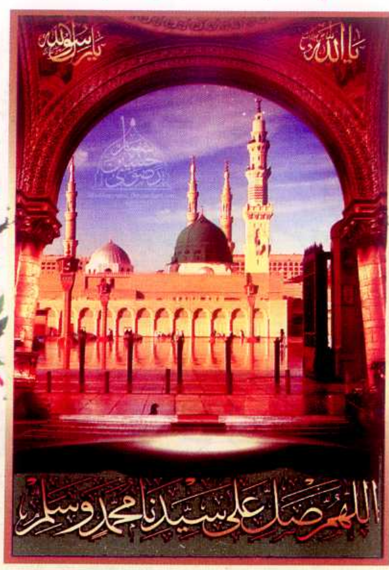
① **مسلم شریف** کتاب الفضائل جلد نمبر 6 ص 670 **ناشر** فرید بک سٹال لاہور
ترمذی شریف جلد نمبر 3 حدیث نمبر 3538 کتاب المناقب باب فضل النبی ص 731 **ناشر** شبیر برادرز لاہور

چُن رہا ہے۔ اولادِ اسماعیل علیہ السلام سے بنوکنانہ کو۔ پھر اسی طرح آگے چُنتے چُنتے اس کو اس سے، اس سے اس کو، پھر بنو ہاشم، میرے آقا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے بنو ہاشم کا گھرانہ چُنا۔ **سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم ماشاءاللہ!** مسلمانوں غور کریں ــــ اللہ تعالیٰ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے کیسے انتظام فرما رہا ہے۔

حضرت حواء رضی اللہ عنہا سے جناب محسنۂ عالمین حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا تک مصطفائیت کا تسلسل جاری فرمایا، تا آنکہ ان تمام مصطفاؤں کے خلاصہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و والدیہ وآلہ وسلم ظہور پذیر ہوئے پھر خداوندِ متعال کی محبت وقدرت میں جوش آیا اور برملا اعلان فرمایا:

قل الحمد للہ وسلم علی عبادہ الذین اصطفیٰ [1]

اللہ تعالیٰ اپنے تمام مصطفاؤں پر سلام نازل فرماتا ہے



[1] النمل پارہ نمبر 19 آیت نمبر 59

حدیث نمبر 3

فقال النبی ﷺ

انا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب
ان الله خلق الخلق فجعلنی فی خیر هم
ثم جعلهم فرقتین فجعلنی فی خیرهم فرقة
ثم جعلهم قبائل فجعلنی فی خیرهم قبیلة
ثم جعلهم بیوتا فجعلنی فی خیرهم بیتا و خیرهم نفسا[1]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
آپ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم نے فرمایا

میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ، اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے ان میں سے بہترین رکھا ، پھر ان کے دوگروہ بنائے تو مجھے اچھے گروہ میں رکھا ، پھر قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ میں رکھا ، پھر ان کے خاندان بنائے تو مجھے اچھے خاندان میں رکھا ، اور سب سے اچھی شخصیت بنایا



1. ترمذی شریف ج3 ص732 ابواب المناقب، رقم الحدیث 3541 ناشر شبیر برادرز لاہور

حدیث نمبر 4

بہترین گھرانہ

حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام کی گواہی

جس خاندان اور جن ہستیوں کی نیکی اور فضیلت کی گواہی خود خدا کا مقرب فرشتہ حضرت جبرائیل ﷺ دے رہا ہے۔ان کے ایمان پر کیا ذرہ بھر شک کیا جا سکتا ہے؟ نہیں ہر گز نہیں

عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جِبْرَئِیْلُ قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَجِدْ اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ ﷺ وَلَمْ اَجِدْ بَنِیْ اَبٍ اَفْضَلَ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ

(رَوَاهُ الطِّبْرَانِیُّ وَالْبَیْهَقِیُّ وَابْنُ عَسَاکِرٍ)

قَالَ الْحَافِظُ فِیْ اَمَالِیْهِ. لَوَامِحُ الصِّحَّةِ ظَاهِرَةٌ عَلٰی صَفْحَاتِ هٰذَا الْمَتْنِ

''ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جبرائیل نے مجھے بتایا کہ میں نے زمین کے مشارق اور مغارب کو کھنگالا اور اس میں سے میں نے آپ سے افضل کسی کو نہیں دیکھا اور کسی باپ کے بیٹے بنی ہاشم سے اعلیٰ مجھے نظر نہیں آئے۔ [1]

اس روایت کو طبرانی، بیہقی اور ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

اس کے بارے میں حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ اس متن کی عبارت سے اس کی صحت کی نشانیاں ظاہر ہو رہی ہیں۔

1 ضیاء النبی جلد اول ص 398 ناشر ضیاء القرآن الوفاء ص 99 ناشر فرید بک سٹال لاہور دیگر کتب

حدیث نمبر 5 حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام بہترین خلائق کی تلاش میں

اسی طرح قریش اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نسب کے فضائل میں ہے ، جسے جعفر ابن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا "میرے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا میں دنیا کے مشرق ، مغرب میدانوں اور پہاڑوں میں گھوما ، مگر مجھے مضر کے سوا جانداروں میں کوئی چیز خیر اور بہتر نہیں ملی ، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم پر میں بنی مضر میں گھوما مجھے کنانہ کے سوا کوئی بہترین انسان نہیں ملا ، پھر اللہ کے حکم پر میں بنی کنانہ میں پھرا ، مگر مجھے قریش سے بہتر کوئی آدمی نہیں ملا ، پھر اللہ تعالیٰ کے حکم پر میں قبیلہ قریش میں گھوما مگر مجھے بنی ہاشم سے بہتر کوئی نہیں ملا ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں بنی ہاشم میں سے بہترین آدمی کا انتخاب کروں تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بہتر کوئی انسان نہیں ملا"۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کی سند کو وہ مرفوع نقل کرتے ہیں اور حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند کی تحسین کی ہے کہ

جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اس دنیا میں بھیجا ، انہوں نے انسانوں کو دو قسموں میں تقسیم کیا ان میں سے ایک قسم عرب اور ایک قسم عجم ہے ، (ان دونوں قسموں میں) اللہ تعالیٰ نے قسم عرب کو پسند فرمایا۔

[1] سیرت حلبیہ اردو ، جلداول ، ص 103 ناشر دارالاشاعت کراچی

پھر عربوں کی دو قسمیں کیں: ان میں سے ایک قسم یمن تھی اور ایک قسم مضر تھی (ان دونوں قسموں میں) اللہ تعالیٰ نے مضر کو پسند فرمایا۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بنی مضر کی دو قسمیں کیں: ان میں سے ایک قسم قریش کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے قریش کو پسند فرمایا، پھر ان میں یعنی قریش میں جو بہترین اور پسندیدہ تھے ان میں سے اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا فرمایا"۔

حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حدیث نمبر 6

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَشْهَدُ عَلٰی اَبِیْ حَدَّثَنِیْ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ رَضِیَ اللهُ عَنْهُمْ اَجْمَعِیْنَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ وَلَمْ اَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَّدُنْ اٰدَمَ اِلٰی اَنْ وَلَدَنِیْ اَبِیْ وَاُمِّیْ . لَمْ يُصِبْنِیْ مِنْ سِفَاحِ الْجَاهِلِيَّةِ شَیْءٌ

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نکاح سے ظاہر ہوا ہوں، میں ناجائز طریقہ سے ظاہر نہیں ہوا، آدم علیہ السلام سے لے کر اس وقت تک جب کہ میرے والد اور والدہ نے مجھے جنا، مجھے زمانہ جاہلیت کی کسی غلط چیز نے نہیں چھوا"۔ [1]

اس حدیث کی سند کی تحقیق کرتے ہوئے محشی نے لکھا ہے:

قَالَ السُّيُوْطِیُّ فِی الْجَامِعِ الصَّغِيْرِ اَخْرَجَهُ ابْنُ عَدِیٍّ فِی الْكَامِلِ وَالطِّبْرَانِیُّ فِی الْاَوْسَطِ وَاَشَارَ اِلٰی حُسْنِهٖ

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے جامع صغیر میں لکھا ہے کہ اس روایت کو ابن عدی نے کامل میں، طبرانی نے اوسط میں درج کیا ہے اور اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ حسن ہے

1 ضیاء النبی شریف جلد 1 ص نمبر 396 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز

عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ فِيْ قَوْلِهٖ "وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ" قَالَ مِنْ صُلْبِ نَبِيٍّ اِلٰى صُلْبِ نَبِيٍّ حَتّٰى صِرْتُ نَبِيًّا

''عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں: وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ کا مطلب یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نبی کی پشت سے دوسرے نبی کی پشت میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ نبی بن کر ظاہر ہوئے۔

اس کو بزاز اور طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس روایت کے سارے راوی ثقہ ہیں[1]۔

عَنْ عَطَاءٍ عَنْهُ فِي الْاٰيَةِ قَالَ مَازَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَقَلَّبُ فِيْ اَصْلَابِ الْاَنْبِيَاءِ حَتّٰى وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ ۔ (رواہ ابو نعیم)

عطاء حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے سابقہ آیت کا یہ مفہوم بتایا: حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک نبی کی پشت سے دوسرے نبی کی پشت میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنا۔[2]

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ

1. ضیاء النبی شریف جلد اول ص 397 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور، کراچی
2. ایضاً // ایضاً

نسبِ نبوی اورانعامِ خداوندی

محققین لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کی یہ ایک عظیم عنایت ہے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے ماں باپ کے یہاں پیدائش تک اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء واجداد کے نکاح ایک ہی طریقے پر رکھے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے مطابق ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب میں کسی کا نکاح زمانہ جاہلیت کے اس طریقے پر نہیں ہوا کہ اگر کوئی شخص شادی کا ارادہ کرتا تو وہ کہہ دیتا ''رشتہ دیا''۔ لڑکی والے کہہ دیتے کہ ''نکاح ہوگیا'' جیسا کہ گزر چکا ہے، کیونکہ یہ طریقہ اسلامی نکاح کے طریقے کے خلاف ہے اور اس طرح نکاح نہیں ہوگا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا خاص احسان رہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد میں کسی کا نکاح اس طریقے سے نہیں ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبی شرافت وعظمت پر انگلی رکھی جا سکے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے نسب میں بہت سے ایسے دور آئے ہیں، کہ ہر طرف جہالت اور خلاف شریعت باتوں کا دور دورہ تھا [1]

نسبی پاکیزگی عظیم معجزہ

زمانۂ جاہلیت میں نکاح کا طریقہ کار یہ تھا کہ عورت مرد کے ایک عرصہ تک ناجائز تعلقات رہتے تھے (اور اس کے نتیجہ میں ناجائز اولاد پیدا ہوتی تھی) پھر اگر وہ چاہتے تو آپس میں شادی کر لیتے تھے۔ مطلب یہ ہے کہ عرب زنا کو جائز سمجھتے تھے مگر ان میں جو شریف اور نیک لوگ تھے وہ کھلے عام اس برائی سے بچتے تھے اور ایسے بھی تھے

[1] سیرت حلبیہ، جلد 1، ص 147 ناشر دارالاشاعت کراچی

جنہوں نے جاہلیت کے زمانے میں بھی اس کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جو اپنی فطری شرافت اور نیکی کی وجہ سے برائی کو برائی سمجھتے تھے اور تمام عمر اس سے اپنا دامن بچائے رکھتے تھے۔

چنانچہ آنحضرت ﷺ کے اجداد میں سب حضرات وہی ہیں جن میں شرافت طبعی اور فطری تھی۔ وہ لوگ اپنی فطرتِ سلیمہ کی بناء پر ہمیشہ اپنے زمانے کی برائیوں کو برائی سمجھتے رہے۔ اور ان سے اپنے آپ کو بچاتے رہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو ان کی نسل اور نطفے سے دونوں جہان کے بہترین انسان کو پیدا کرنا تھا۔ اس لیے اس نے آپ کے پورے نسبی سلسلے کو ان گندگیوں اور برائیوں سے محفوظ اور پاک رکھا جن میں اس دَور کے اکثر لوگ گھرے ہوئے تھے۔ چنانچہ یہ بھی آنحضرت ﷺ کا ایک معجزہ ہے کہ آپ ﷺ کے پورے نسب میں جو ایک طویل سلسلہ ہے، جس پر صدیوں کی لمبی مدت گزری اور علم و جہالت کے مختلف دَور آئے ان میں یہ نسب وقت کی ہر برائی سے محفوظ رہا۔ [1]

جو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک نسب پر یقین نہیں رکھتا وہ دنیا و آخرت میں نقصان اٹھائے گا

پورے نسب میں شرائط نکاح مکمل

امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے نسب میں حضرت آدم علیہ السلام تک جتنے بھی نکاح منعقد ہوئے ہیں ان میں نکاح کے درست ہونے کی وہ تمام شرطیں پائی

[1] سیرت حلبیہ، جلد 1، ص 145 ناشر دارالاشاعت کراچی

جاتی ہیں جو ایک اسلامی نکاح کے لیے ضروری ہیں۔حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کے نسب میں کوئی نکاح ایسا نہیں مل سکتا جس میں وہ ساری شرطیں موجود نہ ہوں جو آج کے موجودہ اسلامی نکاح کے درست ہونے کے لیے ضروری ہیں۔امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں، اس لیے اس بات پر اپنے دل سے اعتقاد اور یقین رکھنا ضروری ہے اگر کوئی شخص یہ یقین نہیں رکھتا تو وہ دنیا و آخرت میں نقصان اٹھائے گا [1]

مجھے ڈر ہے وہ خود کافر نہ ہو جائیں

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین، صاحبِ ایمان اور جنتی ہیں۔حضرت علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو لوگ معاذ اللہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو کافر کہتے ہیں، مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ خود کافر نہ ہو جائیں۔ [2]
آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی کے ماں باپ کو کہہ دو کہ وہ جہنمی ہیں تو اس کو کتنی ایذا پہنچے گی۔ لہٰذا جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے متعلق ایسی باتیں کرتے ہیں وہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا پہنچا رہے ہیں جبکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچا رہے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ کی لعنت اور پھٹکار پڑتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے گستاخانہ عقیدوں سے مسلمانوں کو محفوظ رکھے۔آمین

① سیرت حلبیہ جلد 1، ص 147 ناشر دارالاشاعت کراچی
② روح المعانی جلد نمبر 19 ص 38-137 ماخذ ضیاء القرآن جلد نمبر 3 ص 421

حدیث نمبر 7 جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی لسانِ نبوت سے ارشاد فرمایا

بیشک اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ بنایا حضرت آدم علیہ السلام کو پھر مصطفیٰ بنایا حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بھی بنایا ہے، پھر اولادِ ابراہیم علیہ السلام سے حضرت سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کو مصطفیٰ بنایا، پھر اولادِ اسمٰعیل علیہ السلام سے مصطفیٰ بنایا حضرت نزار رضی اللہ عنہ کو پھر بنی نزار سے مصطفیٰ بنایا حضرت مضر رضی اللہ عنہ کو، پھر اولادِ مضر سے کنانہ کو مصطفیٰ بنایا، پھر بنی کنانہ سے قریش کو مصطفیٰ بنایا اور پھر اولادِ قریش سے ہاشم کو مصطفیٰ بنایا، پھر بنی ہاشم سے بنی عبد المطلب کو یعنی میرے والد گرامی سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو مصطفیٰ بنایا، پھر بنی عبد المطلب سے مجھے اللہ تعالیٰ نے مصطفیٰ بنایا [1]

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى

اور اللہ تعالیٰ اپنے تمام مصطفاؤں پر سلام نازل فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خاندانِ پدری و مادری کو مصطفیٰ بیان فرما رہا ہے۔



[1] سیرت حلبیہ، جلد 1، ص 102 ناشر دار الاشاعت کراچی

ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک ستھری پشتوں میں منتقل فرماتا رہا

حدیث نمبر 8 ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: آپ ﷺ نے فرمایا ہمیشہ اللہ تعالیٰ مجھے پاک ستھری پشتوں میں منتقل فرماتا رہا۔ صاف ستھرا، آراستہ جب دو شاخیں پیدا ہوئیں میں ان میں بہتر شاخ میں تھا [۱]

حدیث نمبر 9 میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے پیٹوں میں منتقل ہوتا رہا [۲]

حدیث نمبر 10 اللہ تعالیٰ مجھے کرم والی پشتوں اور طہارت والے شکموں میں منتقل فرماتا رہا

حدیث نمبر 11 ابن ابی عمرو العدنی رضی اللہ عنہ نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ عزوجل نے ہمیشہ مجھے کرم والی پشتوں اور طہارت والے شکموں میں منتقل فرماتا رہا یہاں تک کہ مجھے میرے ماں باپ سے پیدا کیا۔ [۳]

میرا نفسِ کریم تم سب سے افضل اور میرے ماں باپ تم سب کے آباء سے بہتر ہیں [۴]

آپ ﷺ نے فرمایا میں ہوں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی بن غالب بن فھر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان کبھی لوگ دو گروہ نہ ہوئے مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے بہتر گروہ میں کیا، تو میں اپنے ماں باپ سے ایسا پیدا ہوا کہ زمانۂ جاہلیت کی کوئی بات مجھ تک نہ پہنچی اور میں خالص نکاحِ صحیح سے پیدا ہوا، آدم علیہ السلام سے لیکر اپنے والدین رضی اللہ عنہما تک، تو میرا نفسِ کریم تم سب سے افضل اور میرے ماں باپ تم سب کے آباء سے بہتر۔

۱ ۲ ۳ ۴ فتاویٰ رضویہ شریف ج 30 ص 282-270 ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور

حضرت سیدنا آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت عبداللہ پاک تک وصیت کا چلنا

اللہ تعالیٰ نے جب حضرت حوا علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔ تا کہ حضرت آدم علیہ السلام ان سے سکون حاصل کریں۔ جب آپ ان سے یکجا ہوئے تو ان کی برکات حضرت حوا علیہا السلام کو حاصل ہو گئیں تو ان بہترین سالوں میں (جو تقریباً 900 یا 880 سال تھے۔۔۔ زرقانی) حضرت حوا کے ہاں بیس مرتبہ حمل سے چالیس بچے پیدا ہوئے۔ حضرت شیث علیہ السلام تنہا پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ مقام اس ذات کی وجہ سے عطا فرمایا جن کے سعد کو نبوت کی اطلاع دی۔

سعد سے مراد ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

جب حضرت آدم علیہ السلام کا وصال ہوا تو انہوں نے حضرت شیث علیہ السلام کو اپنی اولاد پر وصی مقرر فرمایا، پھر حضرت شیث علیہ السلام نے اپنے بیٹے (انوش) کو وہی وصیت کی جو حضرت آدم علیہ السلام نے ان سے فرمائی تھی کہ اس نور (نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پاکیزہ عورتوں کی طرف منتقل کریں اور یہ وصیت مسلسل جاری رہی، ایک سے دوسرے تک منتقل ہوتی رہی، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نور حضرت عبدالمطلب اور (ان کے بعد) ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک پہنچایا اور اللہ تعالیٰ نے اس نسب شریف کو جاہلیت کی خرابیوں (اور زنا کاریوں) سے محفوظ رکھا جیسا کہ صحیح اور حسن روایات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے۔

حدیث نمبر 12 حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔کہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وما ولدنی من سفاح الجاہلیۃ شئی ما ولدنی الا نکاح الاسلام

میری ولادت میں دورِ جاہلیت کی زنا کاری کا کوئی دخل نہیں، میری ولادت اسلام کے طریقہ نکاح کے مطابق ہوئی۔[1]

السفاح (سین کے کسرہ یعنی زیر سے) زنا کو کہتے ہیں اور یہاں مراد یہ ہے کہ ایک عورت کسی شخص سے ایک مدت تک ناجائز تعلقات قائم رکھتی ہے پھر اس کے بعد اس سے نکاح کر لیتی۔

ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت ہشام بن محمد بن سائب کلبی رضی اللہ عنہ سے انہوں نے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پانچ سو مائیں (دادیاں، نانیاں وغیرہ سب مراد ہیں) لکھی گئیں، ان میں سے کسی میں دورِ جاہلیت کا زنا یا کوئی دوسرا طریقہ نہیں پایا گیا۔[2]



1. الدرالمنشور، جلد 3، ص 885 مدارج النبوت جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 16 ناشر ضیاء القرآن
2. طبقات ابن سعد، جلد اول، ص 69 المواہب اللدنیہ، ج اول، ص 54 ناشر فرید بک سٹال لاہور

وصیت نامہ

اسی موضوع پر صاحب انوارِ محمدیہ نے آدم علیہ السلام سے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدِ گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک کے تمام حضرات میں ایک وصیت کا جاری وساری رہنا ذکر کیا ہے۔ ملاحظہ ہو اس موروثی وصیت نامہ کا متن

وَقَدْ وَلَدَتْ حَوَّاءُ مِنْ اٰدَمَ اَرْبَعِيْنَ وَلَدًا فِيْ عِشْرِيْنَ بَطْنًا وَوَضَعَتْ شِيْثًا وَحْدَهٗ كَرَامَةً لِسَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ نُوْرَهٗ اِنْتَقَلَ مِنْ اٰدَمَ اِلٰى شِيْثٍ وَّقَبْلَ وَفَاتِهٖ جَعَلَهٗ وَصِيًّا عَلٰى وَلَدِهٖ ثُمَّ اَوْصٰى شِيْثٌ وَلَدَهٗ بِوَصِيَّةِ اٰدَمَ اَنْ لَّا يَضَعَ هٰذَا النُّوْرَ اِلَّا فِي الْمُطَهَّرَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَلَمْ تَزَلْ هٰذِهِ الْوَصِيَّةُ جَارِيَةً تَنْقُلُ مِنْ قَرْنٍ اِلٰى قَرْنٍ اِلٰى اَنْ اَدَّى اللّٰهُ النُّوْرَ اِلٰى عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَوَلَدِهٖ عَبْدِ اللّٰهِ وَطَهَّرَ اللّٰهُ هٰذَا النَّسَبَ الشَّرِيْفَةَ مِنْ سِفَاحِ الْجَاهِلِيَّةِ كَمَا وَرَدَ عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فِي الْاَحَادِيْثِ الْمَرْضِيَّةِ [1]

ترجمہ

حضرت حوا و حضرت آدم علیہما السلام کے چالیس بیٹوں کو بیس حملوں کے ذریعہ جنا اور پھر جب شیث علیہ السلام اکیلے جنے۔ اس کی وجہ ہمارے سردار حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرامت تھی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور جناب آدم علیہ السلام سے حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا اور آدم علیہ السلام نے انتقال سے قبل انہیں اس بارے میں

[1] المواھب اللدنیہ، ص 54 ناشر فرید بک سٹال لاہور
سیرت الحلبیہ صفحہ نمبر 115 ناشر دارالاشاعت کراچی

وصیت کی ۔ پھر حضرت شیث علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو وصیت آدم علیہ السلام کی وہ یہ کہ اس نورِ محمدی ﷺ کو صرف پاکیزہ عورتوں کے رحم کے سپرد کرنا۔ یہ وصیت مسلسل جاری رہی حتیٰ کہ یہ نور اللہ تعالیٰ نے جنابِ عبدالمطلب اور پھر ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے نسب شریف کو جاہلیت کے سفاح سے بچائے رکھا۔ جس طرح خود سرکارِ دو عالم ﷺ نے بیان فرمایا ہے ۔

روایتِ مذکورہ سے ثابت ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے نورِ محمدی ﷺ کے بارے میں وصیت چلی کہ اسے پاکیزہ عورتوں کے رحم میں منتقل کرنا ۔ یہ وصیت چلتے چلتے جنابِ کعب بن لوئی تک پہنچی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی آمد کی بشارت دی اور آپ کے کمالات ذکر کیے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی ہر پشت آپ کے نورِ پاک کو جانتی تھی اور پھر یہ بھی جانتی تھی کہ اب وہ کس طرف منتقل ہوا ہے۔ [1]

اور اسی طرح آگے بھی یہ نور حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر نبی پاک ﷺ کے والدِ محترم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک برابر ایک دوسرے میں منتقل ہوتا رہا ۔ [2]

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَی النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ سَيِّدِ الْاَبْرَارِ وَعَلٰی وَالِدَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اِلٰی يَوْمِ الْقَرَارْ ۔

1. سیرت حلبیہ جلد اول ص 115 ناشر دارالاشاعت کراچی
2. نور العنین ص 224/225 ناشر فرید بک سٹال لاہور

فصل سوم نسبتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفعت وعظمت

بنیادی طور پر یہ بات ذہن نشین رہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ مسئلہ ثابت ہے کہ جس چیز کو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت حاصل ہو جائے، وہ چیز باقی تمام چیزوں سے افضل اور ممتاز ہو جاتی ہے۔

نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت

یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس کا کوئی مسلمان اور کلمہ گو انکار نہیں کر سکتا۔ ہر وہ چیز جو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مس ہو جائے، لگ جائے، تو وہ چیز پاکیزہ طیب اور طاہر ہو جاتی ہے، اس کا مرتبہ بڑھ جاتا ہے اور وہ شرف میں دوسروں سے ممتاز ہو جاتی ہے۔ جو چیز حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منسوب ہو جائے، جو شے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت والی ہو جائے وہ معزز، مکرم، محترم ہو جاتی ہے۔

یہ جملہ جو میں نے عرض کیا ہے۔ یہ ایک ایسی حقیقتِ ثابتہ ہے۔ جس کا ثبوت قرآن وحدیث سے ملتا ہے، قرآن پاک کی سورۃ البلد کی ابتداء ہی ان الفاظ کے ساتھ ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَآ اُقۡسِمُ بِهٰذَا الۡبَلَدِۙ (البلد:۱)

اللہ رب العزت فرماتے ہیں:

میں قسم اٹھاتا ہوں .... اس شہر مکہ مکرمہ کی۔

اب ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے یا ہونا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مکہ شہر کی قسم کیوں یاد فرمائی۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ ہو سکتا تھا کہ لوگ اپنی طرف سے کوئی بات متعین کرتے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے یہ بات لوگوں پر نہیں چھوڑی بلکہ یہ مسئلہ خود حل فرما

دیا کہ لوگو ! میں شہر مکہ کی قسم اٹھا رہا ہوں کیوں ؟

اس لئے نہیں کہ اس میں خانہ کعبہ ہے، حجر اسود ہے، حطیم ہے یا مقامِ ابراہیم ہے آبِ زم زم یا صفا و مروہ ہے، منیٰ و مزدلفہ ہے۔ اس لیے نہیں کہ، یہ تجارت کا شہر ہے، زیارت کا شہر ہے، اس لیے نہیں کہ یہ تلاوت کا شہر ہے، عبادت کا شہر ہے اس لیے نہیں کہ یہ بیت الحرام کا شہر ہے، مسجد حرام کا شہر ہے، رکن و مقام کا شہر ہے طواف و استیلام کا شہر ہے۔

بلکہ فرمایا

وَاَنۡتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الۡبَلَدِ (البلد۲)

یعنی اے محبوب ہم اس شہر کی قسم اس لیے فرماتے ہیں

اس کی گلیوں میں آپ ﷺ چلتے پھرتے ہیں، اس شہر کے ذروں نے آپ کے قدم چومے ہیں، اس کی فضاؤں میں آپ ﷺ کے کلماتِ مقدسہ رچے بسے ہیں، اس کی چھاؤں میں آپ ﷺ کے نغماتِ لاہوتی کی صدا آئی ہے اس کی ہواؤں نے آپ ﷺ کے انفاسِ قدسیہ کی بُو باس پائی ہے۔

روندی ہوئی ہے کوکبۂ شہریار کی
اترائے نہ کیوں خاک سرِ رہ گزار کی

یہ ہے حضور کی نسبت کا مقام سبحان اللہ !

مسلمان بھائیو!

میں نے قرآن پاک سے صرف ایک مثال پیش کی ہے۔ ورنہ ایسی

سینکڑوں مثالیں قرآن پاک میں موجود ہیں کہ جس چیز کی حضورِانور ﷺ کے ساتھ نسبت ہوگئی اللہ تعالیٰ نے اس کی قسمیں اٹھائی ہیں ، اصول یہ ہے کہ قسم کسی اعلیٰ اور پاکیزہ شے کی اٹھائی جاتی ہے جیسے اللہ کی قسم ،قرآن کی قسم ، ایمان کی قسم ! جب ہم جیسے لوگ کسی عام چیز کی قسم نہیں اٹھاتے تو جس کی قسم اللہ تعالیٰ اٹھائے اس کا رتبہ اور مقام کتنا بلند ہوگا ؟

کھائی قرآن نے خاکِ گذر کی قسم
اس کفِ پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

ثابت ہوا

جس شے کی اللہ تعالیٰ کے نبی سے نسبت ہو جائے ،وہ افضل ،برتر ،اعلیٰ اور پاک ہو جاتی ہے ،خواہ وہ کوئی پتھر ہو یا لکڑی۔ جانور ہو یا انسان۔ وہ شے اپنی جنس میں ممتاز اور بے مثل ہو جاتی ہے۔

وہ ہوا جو حضور ﷺ کے جسمِ اطہر سے چھوگئی ....وہ ہواؤں میں بے مثال
وہ پانی جو حضور ﷺ کے دستِ اقدس یا قدمین سے مَس ہوا۔ وہ پانیوں میں بے مثال
وہ قطعہ زمین جس پر حضور ﷺ چلے ، پھرے ...... وہ تمام زمینوں سے بے مثال
وہ مٹی جس نے حضور ﷺ کے قدم چومے ....وہ ہر مٹی سے بے مثال
وہ کپڑے جو حضور ﷺ کے جسمِ پاک سے مَس ہوئے .... وہ تمام کپڑوں میں بے مثال
وہ جانور جن پر حضور ﷺ نے سواری فرمائی.........وہ تمام جانوروں سے بے مثال
وہ نعلین جن کو حضور ﷺ نے قدمین میں استعمال فرمایا .... وہ تمام نعال میں بے مثال

وہ عورتیں جو حضور ﷺ کے نکاح میں آئیں .... وہ تمام عورتوں میں بے مثال

وہ بندے جو حضور ﷺ کی صحبت میں بیٹھے .... وہ تمام بندوں میں بے مثال

وہ باپ جو میرے نبی ﷺ کا باپ بنا .... وہ تمام باپوں میں بے مثال

اور

وہ ماں جو میرے نبی ﷺ کی ماں بنی .... وہ تمام ماؤں میں بے مثال

یہ برکاتِ نسبتِ رسول ہیں (ﷺ)

اس گفتگو سے ایک مسئلہ ذہن نشین کرانا مقصود ہے

ہم نے قطرے پہ غور کیا نہ دریا دیکھا
جس جگہ تیری جھلک پائی وہیں ڈوب گئے

قارئین!

یہ ہمارا اہلِ سنت کا وہ عقیدہ ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت، ظاہر اور واضح ہے کہ حضورِ انور ﷺ کی نسبت شان اور مرتبہ عطا کرتی ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ

کوئی مٹی اگر حضور ﷺ سے مَس ہو جائے
کوئی پتھر اگر حضور ﷺ سے مَس ہو جائے
کوئی پانی اگر حضور ﷺ سے مَس ہو جائے
کوئی کپڑا اگر حضور ﷺ سے مَس ہو جائے

بس ایک لمحہ کے لیے مَس ہو جائے پھر وہ تو بے مثال ہو جاتا ہے ۔ تو ذرا سوچو! جس ماں کے شکمِ اطہر میں میرا نبی 9 ماہ ٹھہرا رہے ۔ اس ماں کی عظمت کا عالم کیا ہوگا؟

حضور سرورِ عالم ﷺ کو چودہ صدیاں گزر گئی ہیں۔ جس راستے اور جن راہوں سے حضورِ انور ﷺ گزرے تھے ۔ قرآن پاک میں دیکھ لو خدا اب بھی ان گلیوں، ان راہوں کی قسمیں فرما رہا ہے۔ جن گلیوں سے وہ گزر گئے تھے۔ ان کا یہ مقام ہے تو جس ماں کے شکمِ اطہر میں 9 ماہ ٹھہرے رہے۔ اس ماں کی شان کا کیا کہنا؟
جس والد ذیشان کی پشت مبارکہ میں نورِ مصطفیٰ ﷺ کئی سال رہا ان کی شان کتنی ارفع اعلیٰ ہو گی۔ جس ماں نے اپنے رحمِ اقدس میں 9 ماہ میرا نبی اٹھایا۔ جس ماں نے میرے نبی کو تیرے نبی کو، سب کے نبی کو، رب کے نبی ﷺ کو اٹھا کر سینے سے لگایا، دودھ پلایا جس ماں رضی اللہ عنہا نے اس پیارے ننھے صاحبزادے کو اٹھا کر اس کے لبوں پر اپنے لبوں کو ٹکایا [1]

شعر

مائی آمنہ دے بھاگ جاگے نبی پاک نوں گود کھڈاوندی اے
جہیدے پیراں دی خاک نوں نبی ترسن اوہدیاں لباں تے لباں ٹکا وندی اے

حضرات!

یہ نسبتوں کی فضیلتیں ہیں جنہیں قرآن وحدیث ثابت کرتے ہیں، نقل وعقل ثابت کرتے ہیں، روایات ودلائل ثابت کرتے ہیں، یہ وہ حقائق ہیں جن کا کبھی انکار نہیں کیا جا سکتا۔

قارئین محترم

یہ بات طے شدہ ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ کی نسبت، قسمت بدل دیتی ہے، اس پر ہم قرآن کریم کی کئی آیات پیش کر سکتے ہیں۔

1 البیان ناشر تنظیم الاسلام گوجرانوالہ

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے فرزندِ دلبند حضرت یوسف علیہ السلام کی جدائی میں رو رو کر نابینا ہو گئے۔

قرآن کہتا ہے: وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ [1]

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے علم میں یہ بات آئی تو انہوں نے اپنا پیرہن (کرتا) اتار کر اپنے بھائیوں کو دیا اور فرمایا:

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَأْتِ بَصِيْرًا [2]

یہ میرا کرتہ لے جاؤ اور میرے باپ کی آنکھوں سے لگانا تو بینائی واپس آجائے گی۔

یہ نہ کوئی موضوع قصہ ہے، نہ کہانی، یہ روایت بھی نہیں جسے کوئی ضعیف کہہ سکے، بلکہ یہ آیت ہے، یہ خدا کا فرمان ہے اور یہ بیانِ قرآن ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے جسم سے جو کپڑا مَس ہو گیا۔ اس میں یہ شان آئی کہ نابیناؤں کو بینا کرنے لگا، اس میں شفا کی تاثیر آئی۔

اب ذرا سوچو! اگر یوسف علیہ السلام کا یہ مرتبہ ہے ۔۔۔۔ تو

جو یوسف علیہ السلام کے بھی آقا ہیں اور جو سید الانبیاء ہیں، ان کے جسمِ اقدس سے جو کوئی مس ہوتا ہوگا، اس کی شان کیا ہوگی؟

آمدم برسرِ مطلب!

مفسرین اور محدثین اہل سنت کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین موحد ہیں، مسلم ہیں، مومن ہیں اور بہت ہی اعلیٰ درجے کے جنتی ہیں

[1] پارہ نمبر 13 سورۂ یوسف آیت 84 [2] پارہ نمبر 13 سورۂ یوسف آیت 93

نجات یافتہ ہیں اور بخشے ہوئے ہیں بلکہ ہمارا مؤقف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جنت کے مالک ہیں۔حضورِانور ﷺ کے ماں باپ سے لے کر آدم اور حواء علیہما السلام تک جن جن پشتوں اور رحموں سے حضورِانور ﷺ گزر کر آئے ہیں۔

وہ پشتیں بھی پاک

وہ ارحام بھی پاک

وہ سب ساجد

وہ سب مسلم

وہ سب موحد

وہ سب مومن

وہ سب جنتی ہیں

میرے نبی ﷺ کے والدین رضی اللہ عنہما کی شان قرآن سے پوچھو، یا، حدیث سے پوچھو، خدا سے پوچھو یا پھر مصطفےٰ سے پوچھو، سیدالاولین والآخرین ﷺ نے فرمایا

لَمْ اَزَلْ اُنْقَلُ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ اِلٰى اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ [1]

ترجمہ

میں ابتداء سے آخر تک پاک لوگوں کی پشتوں سے پاک خواتین کے رحموں میں منتقل ہوتا چلا آیا ہوں۔

[1] ضیاء النبی جلد1، ص390 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور
فتاویٰ رضویہ شریف جلد نمبر 30 ص نمبر 270 ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور

نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَالۡعٰدِیٰتِ ضَبۡحًا (۱) فَالۡمُوۡرِیٰتِ قَدۡحًا (۲) فَالۡمُغِیۡرٰتِ صُبۡحًا (۳)
فَاَثَرۡنَ بِهٖ نَقۡعًا (۴) قسم ان کی جو دوڑتے ہیں سینے سے آواز نکلتی ہوئی۔
پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سم مار کر۔ پھر صبح ہوتے تاراج کرتے ہیں۔
پھر اس وقت غبار اڑاتے ہیں 1

اس سورت کا آغاز قسم کھا کر کیا جا رہا ہے اور قسم مجاہدین کے ان گھوڑوں کی کھائی جا رہی ہے جو ان خوبیوں سے متصف ہوتے ہیں۔ تیز رفتاری سے جب دوڑتے ہیں تو ان کے سینوں سے ایک خاص قسم کی آواز نکلتی ہے۔ جو دشمن کو مرعوب کرنے میں بڑی مؤثر ہوتی ہے۔ وہ اپنے بھاری بھرکم سم جب پتھروں پر زور سے مارتے ہیں تو آگ کی چنگاریاں نکلنے لگتی ہیں، وہ صبح سویرے دشمن پر یلغار کرتے ہیں اور ان کی وجہ سے ساری فضا گرد و غبار سے اٹ جاتی ہے، وہ بے خطر دشمن کی صفوں میں گھس جاتے ہیں اور ان کو تہہ و بالا کر کے رکھ دیتے ہیں۔

حافظ ابوبکر ابن العربی احکام القرآن میں لکھتے ہیں :

اقسم بمحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم وقال یٰس والقراٰن الحکیم واقسم بحیاتہ وقال لعمرك انھم لفی سکرتھم یعمھون واقسم بخیلہ وصھیلھا وغبارھا وقدح حوافرھا النار من الحجر

یعنی اللہ تعالٰی نے حضور کی ذات کی بھی قسم اٹھائی جیسے یٰسٓ والقرآن الحکیم میں ہے

1 پارہ نمبر 30 سورۃ العادیت سورت نمبر 100، ترجمہ کنز الایمان ، احکام القرآن

حضورِ اقدس ﷺ کی حیاتِ طیبہ کی بھی قسم اٹھائی جس طرح لعمرک الآیۃ اور حضور کے گھوڑوں کی، ان کے ہنہنانے کی، ان کی اڑائی ہوئی غبار کی اور ان کے سموں سے جو آگ نکلتی ہے اس کی بھی قسم اٹھائی [1]

اسی طرح قرآن مجید کے پارہ 30 میں **والعصر** سید الاولین والآخرین ﷺ کے زمانے کی بھی قسم اٹھائی جارہی ہے۔ اسی لیے عرض کیا گیا:

آقا یارسول اللہ ﷺ !

والعصر ہے تیرے زماں کی قسم لعمرک کا ہے تیری جاں کی قسم
والبلد ہے تیرے شہر کی قسم تیرے رہنے کی جا کا کیا کہنا

اسی طرح تاجدار گولڑہ حضرت سیدنا پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ عرض کرتے ہیں

یارسول اللہ

انہاں گلیاں دی انہاں تھانواں دی
کھاوے قسم خدا انہاں راہواں دی
سدا عرش چمے انہاں گلیاں نوں
جتھے قدم حضور نے لایا اے

توجہ طلب تو پھر تاجدارِ کائنات ﷺ والدین کریمین کا کیا مقام ہوگا۔

1 ماخذ تفسیر ضیاء القرآن جلد 5 ص 638 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

نسبت

مردہ گائے کا کچھ گوشت مردہ انسان کو لگا وہ زندہ ہو گیا

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ [1]

" تو ہم نے فرمایا اس مقتول کو اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو" اللہ یونہی مردے جلائے (زندہ کرے) گا اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے کہ کہیں تمہیں عقل ہو۔

بنی اسرائیل میں عامیل نامی ایک مالدار تھا، اس کے چچازاد بھائی نے بطمعِ وراثت اس کو قتل کر کے دوسری بستی کے دروازے پر ڈال دیا اور خود صبح کو اس کے خون کا مدعی بنا۔ وہاں کے لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حقیقتِ حال ظاہر فرمائے، اس پر حکم صادر ہوا کہ ایک گائے ذبح کر کے اس کا کوئی حصہ مقتول کو ماریں وہ زندہ ہو کر قاتل بتا دے گا۔ بنی اسرائیل میں ایک صالح شخص تھے ان کا ایک صغیر السن بچہ تھا اور ان کے پاس سوائے ایک گائے کے بچے کے کچھ نہ رہا تھا، انہوں نے اس کی گردن پر مہر لگا کر اللہ کے نام پر چھوڑ دیا اور بارگاہِ حق میں عرض کیا: یارب! میں اس بچھیا کو اس فرزند کے لیے تیرے پاس ودیعت رکھتا ہوں جب یہ فرزند بڑا ہو یہ اس کے کام آئے ان کا تو انتقال ہو گیا بچھیا جنگل میں بحفظِ الٰہی پرورش پاتی رہی یہ لڑکا بڑا ہوا اور بفضلہٖ صالح و متقی ہوا ماں کا فرماں بردار تھا ایک روز اس کی والدہ نے کہا اے نورِ نظر تیرے باپ نے تیرے لیے فلاں جنگل میں خدا کے نام پر ایک بچھیا چھوڑ دی تھی وہ اب جوان

[1] پارہ نمبر 1 سورۃ البقرہ آیت نمبر 73

ہوگئی ہے، اس کو جنگل سے لا اور اللہ سے دعا کر کہ وہ تجھے عطا فرمائے ، لڑکے نے گائے کو جنگل میں دیکھا ، والدہ کی بتائی ہوئی علامتیں اس میں پائیں اور اس کو اللہ کی قسم دے کر بلایا وہ حاضر ہوئی، جوان اس کو والدہ کی خدمت میں لایا، والدہ نے بازار میں لے جا کر تین دینار پر فروخت کرنے کا حکم دیا، اور یہ شرط کی کہ سودا طے ہونے پر پھر اس کی اجازت حاصل کی جائے، اس زمانہ میں گائے کی قیمت ان اطراف میں تین دینار ہی تھی، جوان جب اس گائے کو بازار میں لایا تو ایک فرشتہ خریدار کی صورت میں آیا، اور اس نے گائے کی قیمت چھ دینار لگا دی، مگر اس شرط سے کہ جوان والدہ کی اجازت کا پابند نہ ہو، جوان نے یہ منظور نہ کیا، اور والدہ سے تمام قصہ کہا۔ اس کی والدہ نے چھ دینار قیمت منظور کرنے کی اجازت دی مگر بیع میں پھر دوبارہ اپنی مرضی دریافت کرنے کی شرط کی، جوان پھر بازار آیا اس مرتبہ فرشتہ نے بارہ دینار قیمت لگائی اور کہا کہ والدہ کی اجازت پر موقوف نہ رکھو، جوان نہ مانا اور والدہ کو اطلاع دی، وہ صاحبِ فراست سمجھ گئی کہ یہ خریدار نہیں کوئی فرشتہ ہے جو آزمائش کے لیے آتا ہے۔ بیٹے سے کہا: اب کی مرتبہ اس خریدار سے یہ کہنا کہ آپ ہمیں اس گائے کے فروخت کرنے کا حکم دیتے ہیں یا نہیں؟ لڑکے نے یہی کہا فرشتہ نے جواب دیا کہ ابھی اس کو روکے رکھو۔ جب بنی اسرائیل خریدنے آئیں، تو اس کی قیمت یہ مقرر کرنا کہ اس کی کھال میں سونا بھر دیا جائے۔ جوان گائے کو گھر لایا اور جب بنی اسرائیل جستجو کرتے ہوئے اس کے مکان پر پہنچے تو یہی قیمت طے کی اور حضرت موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی ضمانت پر وہ گائے بنی اسرائیل کے سپرد کی[1]۔

1 ماخذ تفسیر خزائن العرفان

گائے کو ذبح کیا گیا، پھر اس گائے کے کسی عضو کو اسی مقتول پر مارا، اس عضو میں مختلف اقوال ہیں مثلاً زبان، دم، کان، ہڈی اور دل وغیرہ، جب گائے کے عضو کو مقتول پر مارا گیا تو اس کی رگوں سے خون بہنے لگا اور اس نے کہا! مجھے میرے بھتیجے نے قتل کیا ہے۔ [1]

میرے بھائیو! قابلِ غور بڑی توجہ طلب بات ہے! جناب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا امتی پھر اس امتی کی ذبح شدہ گائے مردہ کا گوشت ایک انسان مردے کو کچھ گوشت لگے تو اس میں زندگی آجائے۔غور تو کریں! بات کہاں سے کہاں تک جا رہی ہے۔ یہ نسبت ہی تو ہے تو پھر اس سیدہ طیبہ طاہرہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا کیا مقام ہوگا جس کے بطن پاک میں سید عالم ﷺ نو ماہ جلوہ گر رہے ہوں؟ سبحان اللہ!



1 ماخذ تبیان القرآن جلد اول ناشر فرید بک سٹال اردو بازار لاہور

تبرکاتِ انبیاء علیہم السلام کو فرشتے اٹھاتے ہیں

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَن يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ [1]

اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا: اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے پاس تابوت، جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے، اور کچھ بچی ہوئی چیزیں، معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی، اٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے بے شک اس میں بڑی نشانی ہے۔ تمہارے لیے اگر ایمان رکھتے ہو۔

یہ تابوت شمشاد کی لکڑی کا ایک زر اندوز صندوق تھا جس کا طول تین ہاتھ اور عرض دو ہاتھ کا تھا۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا اس میں تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی تصویریں تھیں، ان کے مساکن ومکانات کی تصویریں تھیں اور آخر میں حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اور حضور کی دولت سرائے اقدس کی تصویر ایک یاقوت سرخ میں تھی کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحالت نماز قیام میں اور گرد آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان تمام تصویروں کو دیکھا، یہ صندوق وراثۃً منتقل ہوتا ہوا ، حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچا۔ آپ اس میں توریت بھی رکھتے تھے اور اپنا مخصوص سامان بھی۔ چنانچہ اس تابوت میں الواح توریت کے ٹکڑے بھی تھے ، حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصا اور آپ کے کپڑے ، آپ کی نعلین شریفین ، حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور ان کا عصا اور تھوڑا سا مان جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگ

[1] پارہ نمبر 2 سورۃ نمبر 2 آیت نمبر 248

کے موقعوں پر اس صندوق کو آگے رکھتے تھے اس سے بنی اسرائیل کے دلوں کو تسکین رہتی تھی۔ آپ کے بعد یہ تابوت بنی اسرائیل میں متوارث چلا آیا، جب انہیں کوئی مشکل درپیش ہوتی وہ اس تابوت کو سامنے رکھ کر دعائیں کرتے اور دشمنوں کے مقابلہ میں اس کی برکت سے فتح پاتے۔ جب بنی اسرائیل کی حالت خراب ہوئی اور ان کی بداعمالیاں بہت بڑھ گئیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر عمالقہ کو مسلط کیا تو وہ ان سے تابوت چھین کر لے گئے، اس کو نجس اور گندے مقامات پر رکھا اور بے حرمتی کی اور ان گستاخیوں کی وجہ سے وہ طرح طرح کے امراض ومصائب میں مبتلا ہوئے۔ ان کی پانچ بستیاں ہلاک ہوئیں اور انہیں یقین ہوا کہ تابوت کی اہانت ان کی بربادی کا باعث ہے تو انہوں نے تابوت ایک بیل گاڑی پر رکھ کر بیلوں کو چھوڑ دیا، فرشتے اس کو بنی اسرائیل کے سامنے طالوت کے پاس لائے اور اس تابوت کا آنا بنی اسرائیل کے لیے طالوت کی بادشاہی کی نشانی قرار دیا گیا تھا۔ بنی اسرائیل یہ دیکھ کر اس کی بادشاہی کے اقراری ہوئے اور بے درنگ جہاد کے لیے آمادہ ہو گئے، کیونکہ تابوت پا کر انہیں اپنی فتح کا یقین ہو گیا۔

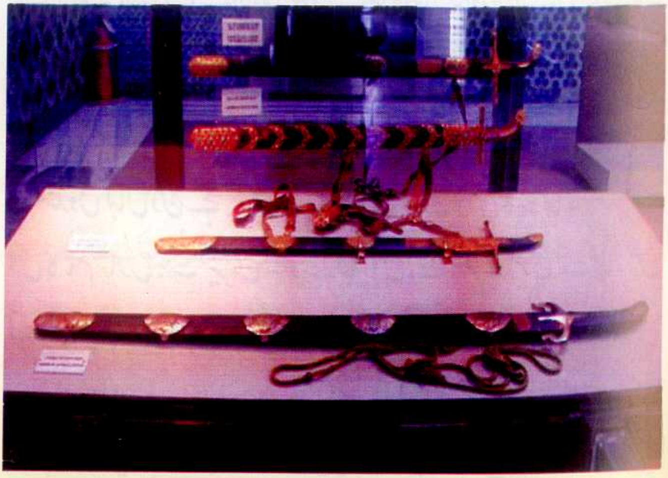
طالوت نے بنی اسرائیل میں سے ستر ہزار 70,000 جوان منتخب کیے جن میں حضرت داؤد علیہ السلام بھی تھے [1] فائدہ اس سے معلوم ہوا کہ بزرگوں کے تبرکات کا اعزاز واحترام لازم ہے۔ ان کی برکت سے دعائیں قبول ہوتی ہیں حاجتیں روا ہوتیں ہیں، تبرکات کی بے حرمتی کرنا گمراہوں کا طریقہ اور بربادی کا سبب ہے۔ فائدہ: تابوت میں انبیاء علیہم السلام کی جو تصویریں تھیں وہ کسی آدمی کی بنائی ہوئی

(1) ماخذ تفسیر خزائن العرفان ص 74 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

نہ تھیں بلکہ اللہ کی طرف سے آئی تھیں [1]

توجہ طلب پہلو یہ ہے کہ انبیائے کرام کی نسبت جسموں سے مس ہوئی چیزیں مثلاً موسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک، کپڑے، نعلین شریفین، حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ شریف اور عصا مبارک وغیرہ کا احترام فرشتے بھی کریں تو پھر مقام غور ہے میرے اور آپ کے غمخوار آقا شب اسریٰ کے دولہا سیدنا کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین جمیلین کتنے عزت کے لائق ہونگے۔

دوسری بات جنہوں نے ان تبرکات کی بے حرمتی کی وہ کیسے کیسے عذاب میں مبتلا ہوئے۔ تو پھر جو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین کی بے ادبی کرے گا اسکا کیا حشر ہوگا اور جنہوں نے والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبروں کے نشان مٹا دیئے ہیں جنہوں نے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر انوار پر بلڈوزر چلا دیئے ہیں ان کا حشر کیا ہوگا؟



نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر استعمال رہنے والی تلواریں

[1] قرآن کریم ترجمہ کنز الایمان شریف تفسیر خزائن العرفان ص 74 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

جناب سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کو جاننے والی نے قبر مبارک کی نشانی یاد رکھنے کی وجہ سے جنت بھی اور 1600 سال عمر بھی پائی

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک بڑھیا کی رہنمائی سے حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت نکالنا

امام عبدالرحمٰن بن محمد ابن ابی حاتم متوفی ۳۲۷ھ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں سعید بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بھائیوں کو بلا کر کہا: اے میرے بھائیو! میں نے دنیا میں کسی سے بھی اپنے اوپر کیے جانے والے ظلم کا بدلہ نہیں لیا اور مجھے یہ پسند تھا کہ میں لوگوں کی نیکیاں ظاہر کروں، ان کی برائیاں چھپاؤں اور دنیا سے میرا یہی آخرت کے لیے زادراہ ہے۔ اے میرے بھائیو! میں نے اپنے باپ دادا جیسے عمل کیے ہیں، تو تم مجھے ان کی قبروں کے ساتھ ملا دینا اور ان سے اس بات کا پکا وعدہ لیا لیکن انہوں نے اپنے وعدہ کو پورا نہیں کیا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث کیا، انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق معلوم کیا کہ ان کا صندوق کہاں دفن ہے؟ صرف ایک بوڑھی عورت کو اس کا پتہ تھا۔

اس کا نام شارح بنت شیر بن یعقوب تھا، اس نے حضرت موسیٰ سے کہا: میں ایک شرط پر تم کو اس کا پتہ بتاؤں گی۔ اس نے کہا: ایک شرط تو یہ ہے کہ میں بوڑھی ہوں میں جوان ہو جاؤں۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا: منظور ہے۔ اس نے کہا دوسری شرط یہ ہے کہ میں جنت میں آپ کے درجہ میں آپ کے ساتھ رہوں؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے گریز کر رہے تھے کہ آپ پر وحی ہوئی کہ اس شرط کو بھی مان لو، تو آپ نے مان لیا۔ پھر اس بڑھیا نے اس صندوق کی رہنمائی کی

تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس صندوق کو نکال لیا۔ وہ عورت جب 52 سال کی عمر کو پہنچتی تو اس کی جسامت 32 سال کی ہو جاتی اس نے 1600 یا 1400 سال کی عمر پائی۔ اور حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام نے اس سے شادی کی [1]

حافظ جلال الدین السیوطی متوفیٰ ۹۱۱ھ نے بھی اس حدیث کو امام ابن اسحاق اور امام ابن ابی حاتم کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

قابل توجہ

مسلمان بھائیو! توجہ طلب بات ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رہنمائی کرنے والی خوش نصیب مائی صاحبہ حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر مبارک جاننے والی کو موسیٰ علیہ السلام کا جنت میں پڑوس مل رہا ہے تو ذرا اپنے ایمان سے پوچھیے! وہ ماں جس ماں پر کائنات کی مائیں قربان ہوں ۔ جناب حضرت محسنۂ اسلام سیدہ آمنہ پاک رضی اللہ عنہا جس ماں کی گود سے جس ماں کے بطن مبارک سے شبِ اسریٰ کا دولہا تشریف لیکر آیا ہو، سیدہ آمنہ پاک رضی اللہ عنہا جنت میں کتنے اعلیٰ درجات میں ہونگی؟ سبحان اللہ!

(2) دوسری بات مزار یوسف علیہ السلام کی نشانی کی وجہ سے اتنا بڑا انعام۔

(3) اس سے یہ بھی پتہ چلا انبیاء علیہم السلام بالخصوص ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جنت عطا کرنے کا اختیار حاصل ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ حَبِيْبِكَ الْكَرِيْمِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰبَائِهٖ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيْمِ۔

[1] تفسیر امام ابن ابی حاتم ج ۷، ص ۲۲۰۵ رقم الحدیث ۱۲۰۱۹، مطبوعہ مکتبہ نزار مصطفیٰ مکہ مکرمہ ۱۴۱۷ھ

[2] الدر المنثور ج ۴، ص ۵۹۲، ۵۹۱ھ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ

ماخذ تبیان القرآن جلد نمبر 5 ص 870 ناشر فرید بک سٹال اردو بازار لاہور

نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

بخاری[1] شریف کی حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کا اتنا واضح عقیدہ تھا کہ جس چیز کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدن سے ہوگئی اس چیز کو بھی انہوں نے اپنے لیے مشکل کشا سمجھ لیا۔ اللہ تعالیٰ کے اذن سے انہیں بھی حاجت روا مانا، تو جس کے بدن سے لگی ہوئی چیز مشکل کشا ہے تو وہ بنفسِ نفیس کتنے بڑے مشکل کشا ہوں گے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو امہات المومنین میں سے ہیں اور ان کا سب سے آخر میں وصال ہوا۔ یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں۔ ان کے پاس چاندی کی ڈبیہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موئے مبارک موجود تھے۔ اور یہ سبق امت مسلمہ کے لیے درس تھا کہ ان سے تم کبھی بھی ہمسری نہ کرنا۔ تمہاری باتوں سے وبا پھیلتی ہے، ان کے موئے مبارک سے شفا ملتی ہے اور ان کو چاندی کی ڈبیہ میں سنبھال کے رکھا جاتا ہے۔

حضرت عثمان بن عبداللہ موہب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

اَرْسَلَنِیْ اَهْلِیْ اِلٰی اُمِّ سَلَمَةَ بِقَدَحٍ مِّنْ مَّآءٍ

حضرت عثمان بن موہب کہتے ہیں مجھے میرے گھر والوں نے پانی کا ایک پیالہ دے کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا۔ کیونکہ ہمارے ہاں سب صحابہ کرام اور تابعین کے لحاظ سے یہ دستور تھا جس شخص کو بھی نظر لگ جاتی وہ پانی کا پیالہ لیکر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلا جاتا تھا۔

1 بخاری شریف جلد۲، ص۸۷۵

كَانَ إِذَا أَصَابَ عَيْنٌ أَوْ شَيْءٌ

کان فعل ماضی ہے اور یہ استمرار پر دلالت کرتا ہے۔

جب بھی کسی کو نظر لگتی تھی : أَوْ شَيْءٌ یا کوئی مرض لگ جاتا تھا، تو یہ بھی صحابہ کرام کی مشکلات ہیں تو وہ کیا کرتے تھے؟ وہ پیالہ لے کر حضرت ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چلے جاتے تھے ، ان کے پاس جا کر اپنی بیماری کا ذکر کرتے۔ دیکھو صحابہ کرام اور تابعین کا کتنا واضح عقیدہ ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے ایک بار بھی کسی بیٹے کو جھڑکی نہیں دی کہ دیکھو تم پیالے اٹھائے ہوئے ہو۔ اللہ تعالیٰ ہر جگہ سے سنتا ہے۔ جب کوئی بیماری لگ جائے تو تم اللہ تعالیٰ کو پکارو ، بیماری دور ہو جائے گی۔ ان پیالوں میں کیا پڑا ہے؟ تم میرے پاس کیوں آتے ہو؟ ہر گز کسی کو ایسی جھڑکی نہیں دی بلکہ ہر ایک کے سامنے اس عقیدہ کو واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ سے سنتا ہے مگر نبی علیہ السلام کے موئے مبارک کے صدقے میں مدد اور شفا جلد مل جاتی ہے۔

فائدہ

جن کے موئے مبارک چند لمحوں کے لیے پانی میں لگیں اس پانی میں برکت ہوتی تو غور کریں موئے سر مبارک اور جسم مبارک جس بطن میں تخلیق پایا ہے ،
اس صادقہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا مقام کیا ہوگا ؟

نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جس وقت بیمار کا پیالہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچتا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کیا کرتی تھیں؟ اَخْرَجَتْ مِنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ کَانَتْ تُمْسِکُہٗ فِیْ جُلْجُلٍ مِّنْ فِضَّۃٍ

چاندی کی ڈبیہ سے موئے مبارک نکال کر اس کو پیالے میں ڈالتیں

فَخَضْخَضَتْہُ

پھر بال کو اس پیالے میں حرکت دیتیں، پھر بال نکال کر جب وہ پانی مریض کو پلایا جاتا تو مریض کو فوراً شفا مل جاتی تھی۔

یہ کوئی توہم پرست لوگ نہیں تھے بلکہ حق پرست لوگ تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور بالخصوص ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا جو سب کچھ اپنی نگرانی میں کروا رہی ہیں، وہ سب سے بڑی ذمہ دار ہیں۔ انہوں نے اُمتِ مسلمہ کو یہ عقیدہ دیا کہ بتوں کا معاملہ اور ہے اور اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ السلام کا معاملہ اور ہے۔

موئے مبارک کی طرف پیالے لے کر سفر کرنا، پانی میں موئے مبارک ڈالنا اور پھر نیت شفا سے پینا کہ یہ پانی پئیں گے تو بیماری دور ہو جائے گی۔ یہ وہ دین ہے جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عطا فرما رکھا ہے۔

قارئین کرام !

جن کے موئے مبارک میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اتنی برکت رکھی ہے موئے مبارک والی ہستی صدرِ بزمِ کائنات ، نبی رحمت صلی اللہ علیہ وابائہ ووالدیہ و وآلہ وصحبہ وبارک وسلم کے جسمِ مبارک میں کتنی برکت ہوگی ؟ بات توجہ طلب ہے پانی میں موئے مبارک کو چند لمحے ہلایا جائے تو اتنی برکت ہے ،موئے مبارک جس جسمِ مبارک کے ہیں وہ جسمِ مبارک جہاں پرتخلیق پذیر ہوا ؟ وہ مبارک جسم سیدۂ کائنات محسنۂ اسلام محسنۂ کائنات سیدہ طیبہ طاہرہ آمنہ سلام اللہ علیہا کے بطن مبارک میں تخلیق ہوا اور 9 ماہ تک رہا۔

اللہ اللہ ! والدہ آمنہ پاک رضی اللہ عنہا کتنی برکت والی ہونگی انکی کیا شان ہوگی

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے پاس رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک جبہ تھا۔ وہ کہتی ہیں:

هٰذِهٖ جُبَّةُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ جبہ کوئی عام جبہ نہیں بلکہ یہ میرے محبوب علیہ السلام کا جبہ مبارک ہے۔

كَانَتْ عِنْدَ عَائِشَةَ

یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھا۔

لَمَّا قُبِضَتْ قَبَضْتُهَا

جب ان کا وصال ہوگیا تو یہ جبہ میں نے لے لیا۔

فَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْبِسُهَا

یہ وہ جبہ ہے جس کو ہمارے نبی علیہ السلام پہنا کرتے تھے۔

اب اس کی صورتحال کیا ہے ؟

نَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰی نَسْتَشْفِیْ بِهَا

ہم جس وقت مشکل میں پھنستے ہیں تو کیا کرتے ہیں

نَحْنُ نَغْسِلُهَا

ہم اس جبے کو دھوتے ہیں۔

لِلْمَرْضٰی

مریضوں کے لیے

نَسْتَشْفِیْ بِهَا

اس کا پانی پیتے ہیں تو بیماری سے شفا مل جاتی ہے۔

یہ حلِ مشکلات میں صحابہ کرام کا عقیدہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جبے کی طرف متوجہ ہوئے لیکن شرک نہیں بنا اور یہ توجہ غیر کی طرف قرار نہیں پائی۔ اس واسطے جبے میں جو فیض ہے وہ بدنِ نبوی کا ہے اور بدنِ نبوی میں جو کمال ہے وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے۔

اس واسطے یہاں ان کو معبود سمجھے بغیر اللہ تعالیٰ کی مدد کا مظہر سمجھتے ہوئے سرکار کا بدن تو بدن رہا، کپڑے کو بھی جب اللہ کی مدد کا مظہر سمجھ لیا، اس سے مدد مانگنا یہ صرف آج کے مسلمان کا عقیدہ نہیں بلکہ یہ صُفّہ والے صحابہ کرام کا بھی عقیدہ ہے۔

انہوں نے ایک دو بار نہیں بلکہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں نَغْسِلُهَا ہم اس کو بار بار دھوتے ہیں اور ہر بار شفا ملتی ہے۔

اس میں شفا کا کتنا بڑا ذخیرہ ہے؟ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کا وصال ۷۳ھ میں ہوا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد نصف صدی سے زائد وقت گزر چکا تھا مگر پھر بھی وہ برکت باسی نہیں ہوتی اور نوری پیکر سے کپڑے

کو جو فیض ملا تھا وہ ختم نہیں ہوا۔ **قابلِ توجہ**

جبہ مبارک کچھ وقت کے لیے جسم مبارک سے لگا، تو اس میں اتنی برکت پیدا ہو چکی تھی جس ماں سیدہ، طیبہ اور آمنہ پاک رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک میں 9 ماہ رہا وہاں کتنی برکتیں ہوں گی۔

نسبتِ رسول

صلی اللہ علیہ و ابائہ و والدیہ و آلہ وصحبہ و بارک وسلم

خادم رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی وصیتیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو عرصہ دس سال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کا شرف حاصل رہا، ان کی والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے انہیں پیش کرتے ہوئے عرض کیا تھا:

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں چاہتی ہوں یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کرے۔

اس کے لیے دعا فرمائیں، ان کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ چار دعائیں فرمائیں:

اللھم اکثر مالہ ، وولدہ ، واطل عمرہ ، واغفر ذنبہ

اے اللہ ان کے مال و اولاد میں کثرت عطا فرما، ان کی عمر لمبی فرما اور ان کے گناہ معاف فرما دے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میری اولاد میں اتنی برکت ہوئی کہ ایک سو سے زائد پوتے پوتیاں دفن کر چکا ہوں، میرا باغ سال میں دو مرتبہ پھل دیتا ہے، تین دعاؤں کا صلہ عملاً دیکھ چکا ہوں اور چوتھی کا بھی امیدوار ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد ان کی کیفیت یہ تھی

ہر شب دیدارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حضرت مثنٰی ابن سید الذارع رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے آپ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا: **مامن لیلة الا وانا اری فیها حبیبی ثم یبکی** کوئی ایسی رات نہیں جس میں مجھے دیدارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہو پھر زاروقطار رو پڑے [1]

پسینہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کفن کو معطر کرنا

امام محمد بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما اپنے والد گرامی سے بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت ثمامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ میری والدہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بچھونا بچھاتی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس پر قیلولہ فرماتے، جب آپ سو جاتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پسینہ اور بال مبارک ایک شیشی میں جمع کر لیتی تھیں۔ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو

اوصی ان یجعل فی حنوطه من ذلك المسك قال فجعل فی حنوطه

وصیت کی میرے کفن کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے محفوظ پسینہ سے خوشبو لگائی جائے لہٰذا ان کی وصیت کے مطابق پسینہ مبارک کو ہی خوشبو کے طور پر کفن پر لگایا گیا۔[2]

نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کنویں سے پانی ختم ہوگیا تو رحمت والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وضو کر کے کلی کنویں میں ڈال دی وہاں کوچ کرنے تک اس کنویں سے پانی ختم نہ ہوا

حضرت سیدنا براٴ بن عازب رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ہم شاہِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ چودہ سو لشکری تھے۔ حدیبیہ کے مقام پر پڑاؤ کیا اور فرمایا: کہ حدیبیہ کنویں کا نام ہے اور ہم نے کنویں سے پانی نکالا تو کنویں سے پانی ختم ہوگیا۔ حتی کہ ایک قطرہ باقی نہ رہا، پھر جب نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کنویں پر تشریف لا

(1) ابن سعد: ۷: ۲۰ (2) البخاری کتاب الاستیذان المسلم باب طیب عرق النبی والترابته

کر کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے، پھر پانی کا برتن منگوایا اور وضو کر کے کلی کنویں میں ڈال دی اور فرمایا: ایک ساعت ٹھہر جاؤ۔ بعد ازاں سارے لشکر نے پانی پیا اونٹوں گھوڑوں کو پلایا اور واپسی تک پانی پیتے، پلاتے رہے۔ پانی ختم نہ ہوا [1]

پیالہ میں ہاتھ مبارک رکھا تو 1500 نے پانی پیا اونٹوں گھوڑوں نے پانی پیا، پانی ختم نہ ہوا

حضرت سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے مقام پر لشکر کو پیاس لگی اور رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے پانی کا ایک برتن تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس سے وضو کیا تو لشکری سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر عرض گزار ہوئے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پانی نہیں جس سے ہم لوگ وضو کریں، اور پئیں، بس یہی پانی ہے جو آپ کے برتن میں ہے۔ یہ سن کر رحمت والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا ہاتھ مبارک اس برتن میں رکھ دیا تو پانی نے جوش مارنا شروع کر دیا اور انگشتانِ مبارکہ کے درمیان سے یوں پانی نکلا جیسے چشمے بہہ نکلے ہوں حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم سب نے پانی پیا اور وضو کیا۔ یہ بیان سن کر کسی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے استفسار کیا کہ آپ کتنے لوگ تھے تو فرمایا: اگر ہم لاکھ بھی ہوتے تو پانی ختم نہ ہوتا مگر تھے ہم 1500۔

اللہ تعالیٰ نے اس پانی میں کتنی برکت دی جو پانی مبارک آقا کریم علیہ السلام کے منہ مبارک میں آ گیا، منہ مبارک، چہرہ مبارک جس سیدہ کے جسم پاک میں بنا ہے وہ حضرت سیدہ اماں آمنہ پاک رضی اللہ عنہا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس ہاتھ میں اتنی برکتیں رکھیں ہیں وہ مبارک ہاتھ جس اماں پاک کے بطن مبارک میں بنے ہیں وہ ماں صرف اور صرف سیدہ آمنہ پاک رضی اللہ عنہا ہیں۔

1. صحیح بخاری جلد ۲، ص ۵۹۸، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۳۲ (ماخذ صحابہ کی وصیتیں ص 99 ناشر کاروان اسلام پبلیکیشنز لاہور)
2. صحیح بخاری جلد ۲، ص ۵۹۸، مشکوٰۃ شریف، ص ۵۳۲

میرے کفن و جسم کو یہ خوشبو لگانا

حضرت ابو وائل حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں:

كان عند علی مسك فا وصیٰ ان یحنط به قال وقال علی وهو فضل حنوط رسول الله صلی الله علیه وسلم [۱]

ان کے پاس خوشبو تھی فرمایا اس کے ساتھ کفن کو معطر کیا جائے اور فرمایا یہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کفن کو لگائی گئی خوشبو سے بچی ہوئی ہے ۔

حافظ ابنِ اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہی وصیت ان الفاظ میں نقل کی ہے :

ان علیا كان عنده مسك فضل من حنوط رسول الله صلی الله علیه وسلم اوصیٰ ان یحنط به [۲]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس "حنوط" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بچی ہوئی خوشبو تھی وصیت کرتے ہوئے فرمایا: میرے کفن کو یہی خوشبو لگائی جائے ۔

امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ نے میت کو خوشبو لگانے پر دلائل دیتے ہوئے اس وصیت کا ذکر بھی کیا ہے

امر علی رضی الله عنه به فی حنوطه وقال هو من فضل حنوط النبی صلی الله علیه وسلم [۳]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خوشبو لگانے کی وصیت کی اور فرمایا: یہ خوشبو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بچی ہوئی ہے یہی مجھے لگائی جائے ۔

① **المستدرک** ج ۱ ، ص ۵۱۵ ② **اسد الغابہ** ج ۴ ، ص ۱۲۲
③ **عمدۃ القاری** ج ۸ ، ص ۴۱ ماخذ **صحابہ کی وصیتیں**

میرے بالوں کو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستِ اقدس لگا ہے قبر میں بھی ساتھ ہی جائیں گے

حضرت ابو محذورہ الجمعی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مؤذن ہونے کا شرف حاصل ہے، حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ مسجد نبوی کے مؤذن اور یہ حرم کعبہ کے مؤذن تھے۔ انہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذان کی تعلیم دی تو ان کے سر کے اگلے حصہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دستِ اقدس رکھا۔ احترامِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیشِ نظر زندگی بھر وہ بال نہ منڈوائے اور نہ کٹوائے بلکہ وہ بال اتنے بڑھ گئے تھے کہ جب بیٹھتے تو بال زمین پر پھیل جاتے لوگ جب پوچھتے!

الا تحلقھا؟ آپ رضی اللہ عنہ انہیں مونڈوا کیوں نہیں دیتے؟

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسح علیھا بیدہ فلم اکن لا حلقھا حتی اموت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا تھا۔ موت تو آسکتی ہے مگر انہیں مونڈوا نہیں سکتا۔

راوی کا بیان ہے:

فلم یحلقھا حتی مات [1]

انہوں نے بال نہ مونڈوائے حتیٰ کہ ان کا وصال ہو گیا۔

ابوداؤد میں آپ رضی اللہ عنہ کے بیٹے سے یہ الفاظ مروی ہیں

[1] المستدرک ج ۳، ص ۵۸۹

فکان ابو محذورہ لا یجز ناصیتہ و لا یفرقھا لان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسح علیھا [1]

ابو محذورہ نے اپنے بال نہ کبھی مونڈوائے، نہ ان میں مانگ نکالی، کیونکہ ان پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دستِ اقدس رکھا تھا۔

نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چادر کفن کے لیے لی ہے

حضرت سہیل بن الساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک خاتون رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں دھاری دار چادر لے کر حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نسجت ھذہ بیدی فجئت بھا لا کسوھا

یہ میں نے اپنے ہاتھوں سے بُنی ہے، اس لئے لائی ہوں تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اوڑھاؤں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہن کر تشریف لائے تو ایک صحابی نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!

ما احسن ھذہ البردۃ اکسینھا

یہ چادر کتنی خوبصورت ہے آپ مجھے اوڑھادیں

فرمایا: ٹھیک ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر تشریف لے گئے اور وہ چادر اسے بھجوادی۔ دیگر صحابہ نے ان پر اعتراض کیا: تجھے علم ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سائل کو رد نہیں فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس چادر کی ضرورت بھی تھی، پھر تو نے سوال کر ڈالا؟ ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا

(1) ابوداؤد باب الاذان (2) ماخذ صحابہ کی وصیتیں ص 129 ناشر کاروان اسلام پبلیکیشنز لاہور

اس صحابی نے جواباً عرض کیا:

واللہ انی ما سائلتہ لالبسھا ولکن سالتہ ایاھا لتکون کفنی یوم اموت

اللہ کی قسم! میں نے چادر پہننے کے لیے نہیں لی۔ ہاں میں نے اس لیے مانگ لی ہے تاکہ موت کے دن میرا یہ کفن بنے۔

ابن جریر نے اس صحابی کے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

واللہ ما حملنی علی ذالك الا رجوت برکتھا حتیٰ لبسھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلی اکفن فیھا [1]

اللہ کی قسم! مجھے اس سوال پر صرف اس بات نے ابھارا ہے کہ میں اس چادر سے برکت حاصل کروں جسے رسول اللہ ﷺ نے پہنا اور میں اسے اپنا کفن بناؤں گا۔

حضرت سہیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ان کی وصیت کے مطابق

فکانت کفنہ یوم مات [2]

وصال کے دن وہی مبارک چادر ان کا کفن بنی۔

توجہ

توجہ طلب بات! جو چادر نبی پاک ﷺ کے جسم مبارک سے صرف چند منٹ لگے اس میں اتنی برکت ہے، جسم مبارک جن والدین طیبین کے ذریعے اس دنیا میں تشریف لائے ان کا کیا مقام ہوگا؟

(1) الرسول ج ۱، ص ۱۴۹ (2) مسند احمد ج ۵، ص ۳۳۴ ماخذ صحابہ کی وصیتیں ص129 ناشر کاروان اسلام پبلیکیشنز لاہور

یہ ہار مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہنایا تھا مجھ سے جدا نہ کرنا

حضرت امیہ بنت ابی الصلت قبیلہ بنو غفار کی ایک خاتون کے حوالے سے بیان کرتی ہیں کہ میں بنو غفار کی خواتین کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم! آپ خیبر تشریف لے جا رہے ہیں؟

اردنا ان نخرج معك فنداوی الجرحیٰ و نعین المسلمین بما استطعنا

ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک ہو کر حسبِ ہمت زخمیوں اور مسلمانوں کی خدمت کرنا چاہتی ہیں؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اجازت دیتے ہوئے فرمایا:

علی برکة الله — اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔

میں ابھی نابالغ تھی، اسی سفر میں مجھے پہلا حیض آیا۔ میں نے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے غسل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا:

خذی اناء من ماء فاطرحی فیه ملحًا ثم اغسلی

ایک برتن میں پانی ڈال کر اس میں نمک ملاؤ، پھر اس سے غسل کرو۔

اخذ القلادة التی ترین فی عنقی فاعطانیها وجعلها بیده فی عنقی فوالله لاتفارقنی ابدًا

جب اللہ تعالیٰ نے خیبر میں فتح دی اور بکثرت مالِ غنیمت ہاتھ آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ ہار جو میرے گلے میں آپ دیکھ رہے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عطا فرمایا بلکہ

میرے گلے میں پہنایا تھا۔ اللہ کی قسم میں اسے کبھی بھی اپنے آپ سے جدا نہیں کروں گی۔

راوی کا بیان ہے:

وکانت فی عنقها حتی ماتت ثم اوصت ان تدفن معها

جب ان کا وصال ہوا تو وہ ہار ان کے گلے میں تھا، پھر انہوں نے یہ وصیت بھی کی اس ہار کو میرے ساتھ ہی دفن کیا جائے۔

نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

گرجا کی جگہ کو پاک کرنے کے لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی کلی اور وضو کا پانی دیا

٥ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔

خرجنا وفدا الی رسول اللہ ﷺ فبايعناه وصلينا معه واخبرناه ان بارضنا بيعة لنا فاستوهبنا من فضل طهوره فدعا بماء فتوضاء وتمضمض ثم صبه لنا فی اداوة وامرنا فقال اخرجوا فاذا اتيتم ارضكم فاكسرا بيعتكم وانضحوا مكانها بهذا الماء واتخذوها مسجدا اقلنا ان البلد بعيد والحر شديد والماء ينشف فقال مدوه من الماء فانه لا يزيده الاطيبا [٢]

ہم لوگ وفد کی صورت میں دربار رسالت میں حاضر ہوئے بیعت کی، آپ کے

[١] مسند احمد ج ٦، ص ٣٨٠ ماخذ صحابہ کی وصیتیں 132 [٢] نسائی شریف ج ١ ص 462 ناشر شبیر برادرز

ساتھ نماز ادا کی اور بتایا: ہمارے علاقے میں ایک گرجا ہے، اسے پاک کرنے کے لیے اپنے وضو کا پانی عطا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی منگا کر وضو کیا، کلی فرمائی اور یہ متبرک پانی ایک برتن میں ڈال کر ہمیں دے دیا، حکم دیا اب اپنے علاقے کی طرف واپس چلے جاؤ، جب وہاں پہنچو تو گرجا توڑ دو، اس کی جگہ یہ پانی چھڑک دو اور اسے مسجد بنالو۔

ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا شہر بہت دور ہے، گرمی شدید ہے، یہ پانی تو خشک ہوجائے گا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اس میں اور پانی ملا کر زیادہ کر لینا، اس کی پاکیزگی میں کمی نہیں آئے گی اور گرجے کی جگہ کو پاک کر کے ہی چھوڑے گا۔

مقام غور ہے!

گرجے کی جگہ پاک کرنے کا واقعہ انتہائی اہم ہے، صحابہ کرام نے اس ناپاک مقام کو پاک کرنے کے لیے وضوء کا استعمال شدہ متبرک پانی طلب کیا، اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بڑے اہتمام سے عطا فرمایا، یہ نہیں فرمایا کہ اس پانی سے کیا ہوجائے گا، وہیں کسی جگہ سے پانی لے کر دھولینا بلکہ تبرک کی اہمیت کو واضح کرنے کے لیے فرمایا: گرمی سے اگر یہ پانی خشک بھی ہوجائے تو اس میں اور پانی ملالینا اس کی افادیت اور تاثیر میں کمی نہیں آئے گی۔ یہ وضو کا پانی دوسرے پانی کو بھی متبرک بنا دے گا۔

یہ احادیث اس حقیقت کی نشاندہی کرتی ہیں کہ تبرکات میں فیض رسانی کی قوت ہوتی ہے، ان کی برکت و تاثیر میں کمی نہیں آتی، بوقت ضرورت انہیں کسی مہم

کے لیے استعمال کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں، یہ رحمت و برکت کو کھینچ کر لاتے ہیں اور آفات و بلیات کو دور بھگاتے ہیں۔

پھر ذرا سوچو! سیدالاولین والآخرین ﷺ کے اگر منہ مبارک میں لگ کر پانی گر جے کی جگہ کو پاک کرسکتا ہے تو پھر والدین کریمین والدین مصطفیٰ ﷺ کتنے پاک و مصفیٰ ہونگے۔

نسبتِ رسول ﷺ

موئے محبوب خدا میری زبان کے نیچے رکھ کر دفن کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کے شاگرد حضرت ثابت البنانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت انس رضی اللہ عنہ کے وصال کا وقت آیا تو انہوں نے مجھے وصیت کی: اے ثابت! یہ میرے آقا ﷺ کے مقدس بال لے لو، جب میں فوت ہو جاؤں تو اسے میری زبان کے نیچے رکھ کر مجھے دفن کرنا [1]

هذه شعرة من شعر رسول الله صلى الله عليه وسلم فضعها تحت لساني قال فوضعتها تحت لسانه فدفن وهي تحت لسانه

یہ میرے آقا ﷺ کا بال مبارک ہے، جب میں فوت ہو جاؤں تو اسے میری زبان کے نیچے رکھ دینا، میں نے آپ رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق وہ بال آپ کی زبان کے نیچے رکھ دیا اور آپ کو اس حال میں دفن کیا گیا کہ بال آپ کی

1 الاصابہ فی تمیز الصحابہ ج ۱، ص ۷۱

زبان کے نیچے تھا۔

طبقات میں روایت کے یہ الفاظ ہیں:

جعل فی حنوطه صرت مسك و شعر من شعر النبی صلی الله علیه وسلم وفیه مسك [1]

میرے جسم و کفن کو اس خوشبو سے معطر کرنا جس میں آپ کا مبارک پسینہ اور بال مبارک ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چھڑی مبارک میرے ساتھ دفن کرنا

سنن بیہقی اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے:

ان كان عنده عصية الرسول الله صلى الله عليه وسلم فمات فدفنت معه بين جنبه وبين قميصه

ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک چھڑی تھی، جو ان کے ساتھ ان کے پہلو اور قمیص کفن کے درمیان دفن کی گئی [2]

سیدنا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینے مبارک کی کیا بات ہے

یہ طریقہ مبارک بھی آگے جاری رہا، امام محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ سے مبارک پسینہ کا عظیم تحفہ حاصل کیا:

(1) طبقاتِ ابنِ سعد ص ۴۵ (2) کنز الاعمال ج ۱۳، ص ۲۸۹ ماخذ صحابہ کی وصیتیں ص 101

فاستوهبت من ام سلیم من ذلك المسلك فوهبت لی منه

میں نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے وہ خوشبو مانگ لی جو انہوں نے مجھے اس سے حصہ عطا فرمایا:

حضرت ایوب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے مبارک پسینہ حضرت امام محمد بن سیرین سے حاصل کیا:

فاستوهبت من محمد من ذلك المسك فوبت لی منه فانه عندی الان

میں نے وہ پسینہ امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ سے طلب کیا تو انہوں نے مجھے حصہ عطا فرمایا، جو اب تک میرے پاس محفوظ ہے۔

امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ تابعی کا کفن بھی اسی پسینہ سے معطر ہوا

اس کے بعد فرماتے ہیں:

ولما مات محمد حنط بذلك المسك [1]

جب امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو ان کے کفن کو اسی پسینہ سے معطر کیا گیا۔

ابن سعد میں ہے امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے جسم کو وہی خوشبو لگائی گئی۔

وکان محمد یعجبه ان یحنط بالمسك [2]

امام محمد بن سیرین یہ پسند کرتے کہ میت کو اس مبارک پسینہ سے معطر کیا جائے۔

(1) سیر اعلام النبلا ج ۲، ص ۳۰۷ (2) الطبقات ج ۴، ص ۴۲۸

نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہے وہ مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے

غزوۂ احد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے میں زخم آیا تو حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے وہ زخم چوس لیا، یہاں تک کہ وہ جگہ سفید ہوگئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مالک بن سنان سے فرمایا: کلی کرلے، عرض کیا: خدا کی قسم! میں کلی نہیں کروں گا پھر اس خون کو انہوں نے نگل لیا۔ اس پر سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"من اراد ان ینظر الی رجل من اھل الجنۃ فلینظر الی ھٰذا"

جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہے وہ مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کو دیکھ لے [1]

اور اس حقیقت سے سب لوگ آگاہ ہیں، بچے کا خون ماں کا خون ہوتا ہے اس اصول کے تحت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خون حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا خون ہے اگر خون آمنہ امام الانبیاء کا خون کسی آدمی کے پیٹ میں چلا جائے تو وہ جنتی ہے تو خود حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کیوں نہ جنت میں اعلیٰ درجات میں ہوں گی؟

نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

صحابی کا عقیدہ سرکار کے بارے میں

شکم مبارک کا بوسہ

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی چھڑی کے اشارے سے صفیں سیدھی فرما رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ حضرت سواد انصاری رضی اللہ عنہ کا پیٹ صف سے کچھ آگے نکلا ہوا

1. زرقانی ج2، ص230

تھا۔ آپ نے اپنی چھڑی سے ان کے پیٹ پر ایک کونچا دیکر فرمایا کہ استو یا سواد اے سواد سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ نے میرے شکم پر چھڑی ماری ہے۔ مجھے آپ سے اس کا قصاص (بدلہ) لینا ہے۔ یہ سن کر آپ نے اپنا پیراہن شریف اٹھا کر فرمایا: اے سواد! لو، میرا شکم حاضر ہے، تم اس پر چھڑی مار کر مجھ سے اپنا قصاص لے لو۔ حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے دوڑ کر آپ کے شکم مبارک کو چوم لیا۔ پھر نہایت ہی والہانہ انداز میں انتہائی گرم جوشی کے ساتھ آپ کے جسم اقدس سے لپٹ گئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: اے سواد! تم نے ایسا کیوں کیا؟ عرض کیا: یارسول اللہ! میں اس وقت جنگ کی صف میں اپنا سر ہتھیلی پر رکھ کر کھڑا ہوں۔ شاید موت کا وقت آ گیا ہو۔ اس وقت میرے دل میں اس تمنا نے جوش مارا کہ کاش مرتے وقت میرا بدن آپ کے جسم اطہر سے چھو جائے، یہ سن کر حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سواد رضی اللہ عنہ کے اس جذبہ محبت کی قدر فرماتے ہوئے ان کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی اور حضرت سواد رضی اللہ عنہ نے دربار رسالت میں معذرت کرتے ہوئے اپنا قصاص معاف کر دیا۔ تمام صحابہ کرام حضرت سواد رضی اللہ عنہ کی اس عاشقانہ ادا کو حیرت سے دیکھتے ہوئے ان کا منہ تکتے رہ گئے۔

اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ حَبِيْبِكَ الْكَرِيْمِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰبَائِهٖ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيْمِ۔

1 سیرت ابنِ ہشام غزوۂ بدر ج ۲، ص ۶۲۶

میرے نبی ﷺ کی پشت مبارک

اللہ تعالیٰ نے جب آپ ﷺ کو فتح مکہ سے نوازا، تو آپ ﷺ ایک کافرہ عورت کی دیوار سے پشت مبارک لگا کر بیٹھے، اس نے تمام روزن بند کر لیے تھے اور تمام دروازے بند کر لیے تھے کہ کہیں آپ ﷺ کی بات اور آپ کی آواز اسے نہ آئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ کو اس کی دیوار کے سایہ میں بیٹھنے سے منع کیا اور کہا کہ آپ اس عورت کے نزدیک تمام لوگوں سے زیادہ مبغوض ہیں، پھر آسمان پر تشریف لے گئے، اس کے بعد پھر اتر آئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کے پروردگار نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ اگرچہ یہ عورت کافرہ ہے، لیکن آپ کی عزت وعظمت میں زیادہ بزرگی ہے پس آپ کا اس کی دیوار کے سایہ میں رہنے کی وجہ سے میں نے اس کی خطاؤں اور اس کے گناہوں کو بخش دیا، آسمان کے دروازے اور اس کے دل کے دروازے ہم نے کھول دیے، اس کے بعد عورت نے فوراً دروازے کھولے اور حضور نبی کریم ﷺ کے قدم چومنے لگی اور اسلام لے آئی، رو کر کہنے لگی: اے بلال وسلمان کو رنگنے والے، اے دشمنوں کو سینے سے لگانے والے، اے بتوں کے پجاریوں کو خدا عزوجل کا پجاری بنانے والے مجھ پر بھی ایک نگاہ کر کے خدا عزوجل کا پجاری بنا لے، میرے نبی ﷺ نے کلمہ پڑھایا وہ مسلمان ہوگئی۔

میرے دوست! جس نبی کی پشت کافرہ کے مکان سے لگ جائے رب اس کو مسلمان کر کے جنت عطا کر دیتا ہے۔ ذرا خیال کرو جس بطن میں اس کا پیارا 9 مہینے رہا اور

جس گود میں چھ سال کھیلتا رہا۔ میرا رب عزوجل اس ماں کو جہنم میں جاتا کیسے برداشت کرے گا۔ [1] پھر میں کیوں نہ کہوں کہ:

جدھر جدھر بھی گئے وہ کرم ہی کرم کرتے گئے
کسی نے مانگا نہ مانگا وہ جھولیاں بھرتے گئے
میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں، دُر بے بہا دیے ہیں

حضرت علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمۃ تفسیر روح البیان جلد ۵ ص ۲۲۶ میں فرماتے ہیں کہ سیدنا یونس علیہ السلام جس مچھلی کے پیٹ میں تین دن یا دس دن یا چالیس دن جتنے بھی دن رہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: یہ مچھلی جنت میں لے جاؤ۔ فرشتے کہیں گے: مولا کریم! مچھلی کیوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اس لیے کہ اس مچھلی کے پیٹ میں میرا نبی یونس علیہ السلام چند دن مہمان بن کر رہا تھا۔ جس مچھلی نے یونس علیہ السلام کو پیٹ میں رکھا وہ مچھلی تو جائے جنت میں ایمان سے بتاؤ۔ جس ماں نے امام الانبیاء کو جس کے صدقے یونس علیہ السلام کو بھی نبوت ملی، پیٹ میں نو ماہ رکھا وہ جہنم میں جائے گی؟ تیرا ایمان گوارہ کرتا ہے؟ لیکن بعض بد باطن برسر منبر میرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ماں کو جہنمی، کافرہ، مشرکہ کہتے ہیں۔

منکرین شفاعت کے لیے تازیانۂ عبرت

العیاذ باللہ سیالکوٹ کی ایک بستی میں ایک گستاخ مولوی نے وعظ کیا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظمت کا انکار کرتے کرتے کہنے لگا تم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کی آس لگائے

[1] نزہۃ المجالس جلد ۲، ص 230 ناشر قادری رضوی کتب خانہ لاہور

بیٹھے ہو۔ وہ نبی تو قیامت میں ماں باپ کی شفاعت نہ کر سکے گا کہ وہ دونوں نعوذ باللہ جہنمی ہیں۔ وعظ ختم ہو گیا۔ جلسے میں سے ایک سادہ کسان نے کھڑے ہو کر سوال کیا: مولوی صاحب! یہ بتاؤ کہ اسلام میں ایک عالم اور حافظ کا کیا درجہ ہے؟ وہ گستاخ مولوی کہنے لگا: عالم قیامت کو اپنی سات پشت کی شفاعت کر کے جنت میں لے جائے گا اور حافظ اپنی تین پشتیں بخشوا لے جائے گا۔ کسان بولا: معراج کا دولہا، نبیوں کا امام، کائنات کے سردار اپنے والدین کو بھی نہ بخشوا سکے گا۔ مولوی خاموش ہو گیا۔ لاجواب ہو گیا۔ لوگوں نے خوب ذلیل کر کے وہاں سے نکالا[1]، کیوں نہ نکالتے ان کا ایمان پختہ تھا اور آج ہمارا کیا حال ہے؟

نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے دن ان کی آنکھ زخمی ہو گئی، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں لعاب دہن لگایا تو وہ ان کی سب سے بہتر آنکھ تھی [۲]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کل میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں پر اللہ فتح فرمائے گا۔ وہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس شخص سے محبت کرتا ہے، اس رات صحابہ یہ غور کرتے رہے کہ کل آپ

۱ تفسیر نعیمی پ جلد نمبر 1، ص 601 ناشر مکتبہ اسلامیہ لاہور

۲ مجمع الزوائد ج ۸، ص ۲۹۸، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت

کس کو جھنڈا عطا فرماتے ہیں، صبح کو صحابہ آپ کے پاس جمع ہو گئے اور ہر ایک کو یہ امید تھی کہ آپ اس کو جھنڈا عطا کریں گے، آپ نے فرمایا: علی بن ابی طالب کہاں ہیں؟ صحابہ نے کہا: یارسول اللہ! ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: انہیں بلاؤ وہ بلائے گئے، رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا تو ان کی آنکھیں اس طرح ٹھیک ہو گئیں کہ گویا کبھی ان میں درد ہی نہیں ہوا تھا [1]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

جب رسول اللہ ﷺ کے لیے منبر بنا کر لایا گیا تو جس کھجور کے ستون کے ساتھ آپ پہلے ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے وہ اس طرح چیخ مار کر رو رہا تھا جیسے اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں روتی ہے [2]

مقام غور ہے

ستون کو کاٹنے والا کوئی، تراشنے والا کوئی، مسجد نبوی میں لانے والا کوئی، بس اللہ تعالیٰ کے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم مبارک کے لگنے کی دیر تھی اس ستون میں جان آ گئی تو پھر سوچیے کچھ وقت کا قرب ملے تو یہ زندگی ہے تو پھر والدین کریمین مصطفیٰ ﷺ کا کیا مقام ہوگا؟

[1] صحیح بخاری ج ۲، ص ۶۰۶۔۶۰۵ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
ماخذ تبیان القرآن جلد اول، ناشر فرید بک سٹال لاہور

[2] صحیح بخاری ج ۱، ص ۱۲۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

یعنی وہ ستون خاموش ہوا تو اسے مختار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار دیا کہ اے ستون تجھے اختیار ہے تو چاہے تو تجھے اسی جگہ اگا دوں جہاں تو تھا اور اگر تو چاہے تو تجھے میں جنت میں لگا دوں ، تو جنت کی نہروں اور چشموں کا پانی پیئے اور تیرا پھل خدا تعالیٰ کے دوست کھائیں ؟ یہ سن کر اس ستون نے اسی کو اختیار کیا کہ جنت میں مجھے بھیج دیجئے ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! یہ ستون اب کیا کہتا ہے ؟ فرمایا: اس نے یہ پسند کیا ہے کہ اسے جنت میں لگا دیا جائے ، بعض روایتوں میں یوں ہے کہ وہ ستون اتنے زور سے رویا کہ **حَتّٰى اَرْتَجَّتِ الْمَسْجِدُ بِخُوَارِہٖ** کہ اس کے رونے کی آواز سے مسجد گونج اٹھی ، تو حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اسے چپ نا کراتا تو یہ میرے غم میں قیامت تک روتا رہتا۔ علامہ نبہانی رضی اللہ عنہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ استن حنانہ والی حدیث سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کر کے بعد میں فرماتے ہیں کہ سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ جب بھی یہ حدیث بیان فرماتے تو خود روتے اور فرماتے : اے اللہ کے بندو غور کرو ! کہ وہ خشک لکڑی کا ستون حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فراق میں رویا تو تم زیادہ حق دار ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں رویا کرو۔

اَنْتُمْ اَحَقُّ اَنْ تَشْتَاقُوْا اِلٰى لِقَائِہٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ [1]

[1] حجۃ اللہ علی العالمین ص ۴۴۹

نسبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاندھے مبارک اور سوار علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

بعض روایتوں میں آیا ہے کہ ان میں سب سے اونچا اور بڑا بت وہ تھا جسے ہبل کہتے تھے۔ علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنے قدم ناز کو میرے کندھوں پر رکھیے اور ان بتوں کو گرادیجیے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تم میں بارِ نبوت کے اٹھانے کی طاقت نہیں ہے، تم میرے کندھوں پہ آؤ اور ان بتوں کو گراؤ۔ آپ کے حکم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دوش مبارک پر آئے اور ان کو گرادیا۔ اس حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: خود کو کیا دیکھتے ہو: عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں ایسا دیکھتا ہوں کہ گویا تمام حجابات اٹھ گئے اور میرا سر ساقِ عرش سے جاملا ہے اور جدھر میں ہاتھ پھیلاؤں وہ چیز میرے ہاتھ آسکتی ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی رضی اللہ عنہ! تمہارا کتنا اچھا وقت ہے کہ تم کارِ حق ادا کر رہے ہو اور میرا حال کتنا مبارک ہے کہ بارِ حق اٹھائے ہوئے ہوں۔ اربابِ سیر بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بتوں کو زمین پر گرادیا اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے تو خود کو دوشِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زمین پر گرادیا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ خود کو خانہ کعبہ کے قریب گرادیا اور یہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب واحترام کی بنا پر تھا۔ جب وہ زمین پر گرے تو تبسم فرمایا۔ حضورِ انور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا: کس چیز نے تمہیں ہنسایا؟ عرض کیا: اس چیز نے مجھے ہنسایا کہ میں نے خود کو اتنی بلندی سے گرایا اور مجھے تکلیف نہیں پہنچی۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تمہیں تکلیف کیسے پہنچتی جبکہ تمہیں اٹھانے والا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو اور تمہیں اتارنے والا جبریل (علیہ السلام) ہو [1]

قابلِ غور

ایمان والو! مقام توجہ ہے کہ باعثِ تخلیقِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاندھے مبارک پر مولا علی رضی اللہ عنہ آئے تو ان کے لیے حجابات اٹھ جاتے ہیں علی پاک سرکار رضی اللہ عنہ کا سرِ مبارک عرش سے جا ملے اور ہر چیز ہاتھ میں آسکتی ہے۔ یہ بھی توجہ طلب بات ہے مولا علی رضی اللہ عنہ چند منٹ کے لیے کاندھے مبارک پر آئیں تو ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے یہ انعامات ہیں تو جن والدین کریمین کے ذریعے سے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور جن کے بطن اقدس میں نو مہینے جلوہ گر رہے تو ان والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا مقام ہوگا کہاں تک نگاہ جاتی ہوگی آسمان تک ہاتھ پہنچ جاتے ہونگے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِکْ عَلَی النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ سَیِّدِ الْاَبْرَارِ وَعَلٰی وَالِدَیْہِ وَآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اِلٰی یَوْمِ الْقَرَارِ۔

[1] مدارج النبوت ج 2، ص 351 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

نسبتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت سیدنا مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کا اپنے کفن کے لیے وصیت کرنا

وصیت کی تفصیل شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی زبانی

روایت کردہ شدہ است کہ جمع شد آب در وقت غسل زیر پلک ہائے و در گوناف آنحضرت و می لبسیدو بر میداشت علی مرتضیٰ آں آب را بزبان خود فرمودی رضی اللہ عنہ کہ از میخا بود کثرتِ علم و قوت حفظ من و چوں تمام شد غسل حنوط کردہ اند مساجد و مفاصل شریف را و تجمیر میکروند عود را سہ بار پس برداشتند و سازند بر سریں آمدہ است کہ علی مرتضیٰ مقداری مشک و حنوط بفرزندان خود سپرد بود و وصیت کردہ کہ این را در کفن من بکار بر مذ کہ فضل حنوط رسول اللہ ﷺ

منقول ہے کہ غسل کے وقت پانی کے قطرات آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پلکوں اور ناف میں جمع ہو گئے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منہ لگا کر انہیں چوس لیا خود فرمایا کرتے تھے: میری قوت حفظ اور کثرت علم اس پانی کی وجہ سے ہے۔ جب غسل مکمل ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعضاء سجدہ پر خوشبو لگائی تین بار کفن کو دھونی دی گئی اس کے بعد جسدِ اطہر کو چارپائی پر رکھا گیا۔ یہ بھی منقول ہے کہ اس خوشبو کا کچھ حصہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹوں کے سپرد کرتے ہوئے بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو میں سے ہے، اسے محفوظ کر لو اور میرے کفن کو اسی خوشبو سے معطر کرنا۔

1 مدارج ج ۲، ص ۴۳۹

صحابہ کی وصیتیں ص 71

نفیس تجارت دنیا و آخرت کی سعادت موئے مبارک سے محبت کرنے والے کی قبر پر جانے کیلئے سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان

حضرت ابو حفص سمر قندی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب رونق المجالس میں لکھتے ہیں کہ بلخ میں ایک تاجر تھا جو بہت مالدار تھا اور اس کا انتقال ہو گیا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ میراث میں اس کا مال آدھا آدھا تقسیم ہو گیا لیکن ترکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود تھے۔ ایک ایک دونوں نے لے لیا۔ تیسرے بال کے متعلق بڑے بھائی نے کہا کہ اس کو آدھا آدھا کر لیں۔ چھوٹے بھائی نے کہا: ہرگز نہیں، خدا کی قسم! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موئے مبارک نہیں کاٹا جا سکتا۔ بڑے بھائی نے کہا: کیا تو اس پر راضی ہے کہ یہ تینوں بال تو لے لے اور سارا مال مجھے دے دو۔ چھوٹا بھائی خوشی سے راضی ہو گیا۔ بڑے بھائی نے سارا مال لے لیا اور چھوٹے بھائی نے تینوں موئے مبارک لے لیے۔ وہ ان کو اپنی جیب میں ہر وقت رکھتا، بار بار نکالتا، ان کی زیارت کرتا اور درود شریف پڑھتا۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ بڑے بھائی کا سارا مال ختم ہو گیا اور چھوٹا بھائی بہت زیادہ مالدار بن گیا۔ جب اس چھوٹے بھائی کی وفات ہوئی تو صلحاء میں سے بعض نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کسی کو کوئی ضرورت ہو اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر اللہ تعالیٰ شانہ، سے دعا کیا کرے۔ نزہتہ المجالس میں بھی یہ قصہ مختصر نقل کیا گیا ہے لیکن اتنا اس میں اضافہ ہے کہ بڑا بھائی جس نے سارا مال لیا

تھا، بعد میں فقیر ہو گیا تو اس نے حضورِ اقدس ﷺ کی خواب میں زیارت کی اور آپ ﷺ سے اپنے فقر و فاقہ کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے خواب میں فرمایا: او محروم! تو نے میرے بالوں میں بے رغبتی کی، تیرے بھائی نے ان کو لے لیا اور وہ جب ان کو دیکھتا ہے مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ جل شانہ نے اس کو دنیا اور آخرت میں سعید بنا دیا۔ جب اس کی آنکھ کھلی تو آ کر چھوٹے بھائی کے خادموں میں داخل ہو گیا۔ فقط

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

مقام غور

موئے مبارک کا احترام کرنے والے کو اللہ تعالیٰ اتنا انعام عطا فرماتا ہے کہ اس کی قبر سے اتنا فیض ہے، تو والدینِ مصطفیٰ ﷺ کی قبروں کا کیا مقام ہو گا ناظرینِ کرام! غور تو کریں موئے مبارک کی یہ برکت ہے کہ باعثِ تخلیق کائنات ﷺ تعظیم کرنے والے کیلئے کیا فرما رہے ہیں، جس کسی کو ضرورت ہو اس کی قبر پر جائے۔ موئے مبارک سرِ انور کے ہیں، سرِ انور جس والدہ ماجدہ کے بطن مبارک میں تخلیق ہوا [1]

اس ماں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا کیا مقام ہو گا؟

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

جعفر بیان کرتے ہیں کہ جنگ یرموک کے دن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی گم ہو گئی، انہوں نے کہا: اس کو تلاش کرو، انہوں نے بار بار ڈھونڈا وہ ٹوپی

[1] تبلیغی نصاب فضائل درود شریف فصل پنجم ص 112 ناشر مکتبہ اشرفیہ رائیونڈ (پرانہ نسخہ)

نہیں ملی ، بالآخر وہ ٹوپی مل گئی وہ بہت بوسیدہ ٹوپی تھی ۔حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کیا اور سر کے بال منڈوائے تو صحابہ کرام ہر طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بال مبارک لینے کے لیے جھپٹ پڑے میں نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند بال لے لیے اور میں نے ان کو اس ٹوپی میں رکھ لیا، اس کے بعد میں جس جنگ میں بھی شریک ہوا تو یہ ٹوپی میرے ساتھ ہوتی تھی اور مجھے اس جنگ میں فتح نصیب ہوتی تھی ۔[1] اس حدیث کو امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے [2]

حافظ الہیثمی نے اس حدیث کو امام ابو یعلیٰ اور امام طبرانی کے حوالے سے بھی بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ دونوں سندیں صحیح ہیں [3]

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں :

خبیب بن عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کا ہونٹ کٹ کر لٹک گیا ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن لگا کر اس کو جوڑ دیا [4]

امام ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں :

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں ان کی ایک آنکھ کا ڈِیلا نکل کر رخسار پر لٹک گیا ،لوگوں نے ارادہ کیا کہ اس کو کاٹ دیں، انہوں نے

1. دلائل النبوت ج ٦ ، ص ٢٤٩ ،مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
2. المستدرک ج ٣ ،ص ٢٩٩ ،مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ
3. مجمع الزوائد ج ٩ ،ص ٣٤٩ ،مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت ،١٤٠٢ھ
4. دلائل النبوت ج ٣ ،ص ٩٧-٩٨ ،مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

نبی ﷺ سے پوچھا: آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، پھر آپ ﷺ نے ان کو بلایا اور اپنی ہتھیلی سے اس ڈیلے کو اپنی جگہ رکھ کر دبایا، پھر قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کو پتہ نہیں چلتا تھا کہ ان کی کونسی آنکھ کا ڈیلا نکلا تھا [۱]

اس حدیث کو (۱) امام بیہقی (۲) امام ابن اثیر (۳) حافظ ابن کثیر (۴) اور حافظ ابونعیم نے بھی روایت کیا ہے۔

حافظ نورالدین الہیثمی نے اس حدیث کو امام بزار اور امام طبرانی کے حوالے سے بیان کیا ہے [۲]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:
اس حدیث کو امام بغوی اور امام دارقطنی نے بھی روایت کیا ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ ان کی سب سے زیادہ صحیح آنکھ تھی [۳]

سیدنا انس صحابی رضی اللہ عنہ کے رومال کے ساتھ رحمت والے نبی ﷺ نے ہاتھ مبارک صاف کیے تو اس رومال کو آگ نہیں جلاتی تھی، جب میلا ہو جاتا حضرت انس رضی اللہ عنہ اسے تنور میں ڈال دیتے میل جل جاتا مگر اس رومال کا ایک بھی تار بھی نہ جلتا [۴]

(۱) مسند ابویعلیٰ موصلی ج ۲، ص ۲۱۶، مطبوعہ دارالمامون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ
(۲) مجمع الزوائد ج ۸، ص ۲۹۵، مطبوعہ دارالکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۲ھ
(۳) الاصابہ ج ۳، ص ۲۲۵، مطبوعہ دارالفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ
ماخذ تبیان القرآن جلد اول ناشر فرید بک سٹال لاہور
(۴) خصائصِ کبریٰ ج ۲، ص ۸۰ مثنوی شریف، تفسیر روح البیان، سیرت رسول عربی

عزیز من! غور کر جس کپڑے کے ساتھ جانِ دوعالم ﷺ کا دستِ مبارک لگ جائے، تو اسے آگ نہ جلا سکے اور جس شکمِ پاک میں سرکارِ دوعالم ﷺ خود جلوہ گر رہے ہوں اس کے متعلق تیرا ایمان کیا کہتا ہے؟

صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْمِ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

نسبتِ رسول ﷺ

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلانے کے لیے بھیجا، اور فرمایا: آج میں جھنڈا اس شخص کو دوں گا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے یا فرمایا جس سے اللہ اور اس کا رسول ﷺ محبت کرتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں دکھتی تھیں، میں ان کو سہارے سے پکڑ کر لایا رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھ میں لعاب دہن ڈالا اور ان کو جھنڈا عطا فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار سے مرحب کا سر اڑایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں پر خیبر فتح فرمایا[1]

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

عقیلی نے حبیب بن فدیک سے روایت کیا ہے کہ ان کے والد کی آنکھیں سفید ہوگئیں اور انہیں کچھ بھی نہیں دکھائی دیتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا تو ان کی آنکھیں روشن ہوگئیں اور میں نے دیکھا کہ وہ 80 سال کی عمر میں سوئی میں دھاگا ڈال لیتے تھے۔

جنگ احد کے دن کلثوم بن حصین کے سینہ میں زخم لگا رسول اللہ ﷺ نے اس میں

1 مسند احمد ج ۴، ص ۵۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

لعاب دہن ڈالا تو وہ ٹھیک ہو گیا۔ جنگ خیبر کے دن حضرت سلمہ بن اکوع کی ٹوٹی ہوئی پنڈلی پر لعاب دہن لگایا تو وہ جڑ گئی۔

کعب بن اشرف کے قتل کے معرکہ میں حضرت زید بن معاذ رضی اللہ عنہ کی ٹانگ ٹوٹ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن لگایا تو وہ جڑ گئی۔

جنگِ خندق کے دن حضرت علی بن الحکم رضی اللہ عنہ کی پنڈلی ٹوٹ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن لگایا تو وہ جڑ گئی

جنگِ بدر کے دن ابو جہل نے حضرت معوذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کا ہاتھ کاٹ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن لگا کر وہ ہاتھ جوڑ دیا۔

جنگِ بدر کے دن حضرت حبیب بن یساف رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ضرب لگی، کندھا کٹ کر ایک طرف جھک گیا، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کندھا جوڑ کر لعاب دہن لگایا وہ جڑ گیا۔

دہن مبارک کا لقمہ اور حیا سب سے عمدہ

قبیلہ خثعم کی ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس اپنے بچہ کو لے کر آئی وہ کسی بیماری کی وجہ سے بول نہیں سکتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی منگوایا، کلی کی اور ہاتھ دھوئے پھر وہ غسالہ اس بچہ کو پلایا تو وہ بچہ صحیح ہوش وحواس سے باتیں کرنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھانا رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ کھانا کھا رہے تھے، ایک لڑکی میں حیا بہت کم تھی وہ کہنے لگی: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے منہ سے نوالہ نکال کر مجھے دیں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ نوالہ اس کو دے دیا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جس چیز کا بھی سوال کیا جاتا تھا تو آپ منع نہیں فرماتے تھے۔ جب سے وہ نوالہ اس کے پیٹ میں پہنچا تو پورے مدینہ میں اس سے زیادہ باحیاء کوئی لڑکی نہیں تھی۔[1]

[1] الشفاء ج ۱، ص ۲۱۴_۲۱۳، مطبوعہ عبدالتواب اکیڈمی ملتان ماخذ تفسیر تبیان القرآن ج اول ص 248

صحابی نے تھوک مبارک چوس لیا تو دعا کی برکت سے جہاں سے چاہتے پانی نکل آتا

سیدنا عامر بن کریز رضی اللہ عنہ کو دربار رسالت میں حاضر کیا گیا تو حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر لعابِ دہن ڈالا اور دعا دی، اس نے لعابِ دہن کو چوس لیا فقال رسول اللہ ﷺ انه لمسقی فرمایا: یہ پانی پلانے والا ہے! تو وہ صحابی رضی اللہ عنہ جہاں سے بھی زمین کریدتے پانی نکل آتا [1]

قابل توجہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعابِ دہن مبارک کی اتنی برکت ہے، ان کے جسم پاک کی کتنی برکت ہوگی۔ تو پھر جسم پاک جن والدین کے ذریعے سے تخلیق پایا ان کی کتنی شان ہوگی۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اپنے جسم کے ساتھ مس کرنے والے کپڑے میں کفن دیجیے

طبرانی، ایوب مخزومی سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ولید بن ولید رضی اللہ عنہ مکہ میں محبوس تھے۔ انہوں نے ہجرت کے وقت سارا مال بیچ دیا حضرت عیاش بن ابی ربعیہ اور سلمہ بن ہشام کے ساتھ پیدل ہجرت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا:

یا رسول الله حسرت وانا میت فکفنی فی فضل ثوبك واجعله مما یلی جلدك

---

[1] حجۃ اللہ علی العالمین ص ۴۳۸

یارسول اللہ میری تمنا ہے جب میں فوت ہو جاؤں تو آپ ﷺ مجھے اپنے مبارک جسم سے مس ہونے والے کپڑے میں کفن دیں۔

جب اس صحابی رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا:

فکفنه النبی صلی الله علیه وسلم فی قمیصه [1]

تو حضور ﷺ نے اپنی قمیص میں کفن دیا۔

نسبتِ رسول ﷺ سب سے افضل جگہ

حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات ﷺ کے جسدِ اقدس کا وہ حصہ جو زمین کے ساتھ لگا ہوا ہے، وہ اتنا بابرکت اور عظمت والا ہے کہ علماء کا اجماع ہے کہ زمین کا وہ ٹکڑا کعبۃ اللہ، بیت المعمور، آٹھوں جنتوں، لوح و قلم بلکہ اللہ تعالیٰ کے عرش سے بھی افضل ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما یقیناً جنتی ہیں۔

حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں چالیس دن جلوہ گر رہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ وہ مچھلی جنتی ہے جب مچھلی نبی کا مسکن ہونے کی وجہ سے جنتی ہے اور حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن میں انبیاء کا سردار 9 مہینے ٹھہرے رہے وہ بھی یقیناً جنتی ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا تو آپ کی تدفین کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مشورہ ہوا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: انه لیس فی الارض بقعة اکرم علی الله من

[1] الاصابہ ج ۳، ص ۶۴

بقعة قبض فیها نفس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وآله وسلم

اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ جگہ تمام جگہوں سے افضل ہے جس جگہ آپ کی روح قبض کی گئی ہے۔ [1]

جس جگہ رسول خدا ﷺ کی روح قبض کی گئی ہے اگر وہ جگہ تمام زمین سے اللہ کے نزدیک زیادہ عزت والی ہے تو جس آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن میں آپ کے جسد اقدس میں روح پھونکی گئی ہے وہ بھی تمام مومنہ عورتوں سے افضل ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ آپ کے والدین جنت میں اعلیٰ درجات میں ہونگے۔

مزار میں جس جگہ پر حضور انور ﷺ تشریف فرما ہیں وہ عرش معلیٰ سے افضل ہے۔ عجیب معاملہ ہے کہ مٹی کے جس ٹکڑے کے اندر آپ ہوں وہ تو عرش معلیٰ سے افضل ہو جائے اور جس باپ کے صلب اور جس ماں کے شکم میں رہے ہوں اور جس ماں کا دودھ پیا ہو وہ جہنمی اور مشرکین ہی رہیں؟ (معاذ اللہ) یہ کسی گندے ذہن کا تصور اور عقیدہ تو ہوسکتا ہے مگر اہل فہم و ذکا کو گوارہ نہیں کہ اس کو ذہن تک لائیں چہ جائیکہ اسے وہ اپنا عقیدہ بنائیں

رسول پاک ﷺ سے ہر نسبت کو ترقی ملی۔

1. امت کو خیر امت سے
2. صحابیت کو جملہ انبیاء علیہم السلام کے صحابہ سے
3. ولایت کو جملہ اولیائے سابقین سے
4. گھرانے کو جملہ گھرانوں سے

[1] وفاء الوفاء ج ۱، ص ۳۳

۵ شہر کو جملہ بلاد سے ۶ ملک کو جملہ ممالک سے ۷ زمانے کو جملہ ازمنہ سے
۸ دین کو جملہ ادیان سے ۹ اولاد ۱۰ خاندان ۱۱ کنبہ
۱۲ ازواج کو یہاں تک کہ اس پانی کو جو دست اقدس سے نکلا وغیرہ وغیرہ۔
تو پھر ابوین کی نسبت والدین کریمین کی عظمت و رفعت بھی بلند سے بلند تر ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ضریر کی قبر کی مٹی سے کچھ لو

ابو عبد اللہ محمد بن یوسف یمنی ضجاعی رحمۃ اللہ علیہ

موضع ضجاع کی طرف منسوب ہیں۔ ضریر (اندھا) لقب سے مشہور ہیں، کیونکہ آپ نابینا پیدا ہوئے تھے اور آنکھیں بالکل پچکی ہوئی تھیں۔ شگاف بھی نہ تھا۔ بڑے امام، عالم، عارف، کامل ہوئے ہیں۔ آپ سے مخلوق کی بہت بڑی جماعت نے نفع حاصل کیا ہے اور بڑے بڑے اہل علم کی ایک جماعت نے آپ سے تحصیل کی ہے مثلاً فقیہ بن علی بن قاسم حکمی وغیرہ

آپ کی کرامتوں میں سے ایک یہ بھی ہے جو فقیہ کبیر احمد بن موسیٰ بن عجیل سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خواب میں زیارت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو فرما رہے ہیں: اگر تم یہ چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تم پر علم کھول دے تو ضریر کی قبر کی مٹی میں سے کچھ لو اور اس کو نہار منہ نگل جاؤ۔ اس فقیہ نے ایسا ہی کیا اور اس کی برکتیں ظاہر ہو گئیں [1]

۱ جمال الاولیاء ص 145 ناشر اسلامی کتب خانہ لاہور

حضرت ضریر رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی مٹی میں اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت رکھی ہے تو پھر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کی قبروں کی کتنی برکت ہوگی؟ دوسری بات جنہوں نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کی بے حرمتی کی ہے نام ونشان بھی مٹانے کی کوشش کی ہے انکا کیا بنے گا؟

کرامت حضرت مولانا غلام رسول (غیر مقلد) قلعہ میاں سنگھ

۱ آپ کا کشف

ایک بار قلعہ میہاں سنگھ میں ایک حجام آپ کی حجامت بنا رہا تھا کہ اس نے یہ شکایت کی حضور! میرا بیٹا کئی سال سے باہر گیا ہوا ہے۔ جس کا ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ کہاں ہے، زندہ ہے یا مر گیا ہے؟ بس یہ ایک ہی بیٹا تھا، اس کی فکر میں ہم تو مرے جا رہے ہیں۔ آپ تھوڑی دیر خاموش رہے۔ پھر فرمایا: میاں وہ تو گھر بیٹھا ہے اور کھانا کھا رہا ہے۔ جاؤ بیشک جا کر دیکھ لو! حجام گھر گیا۔ تو سچ مچ بیٹا آیا ہوا تھا اور کھانا کھا رہا تھا۔ بیٹے سے ماجرا پوچھا، تو اس نے کہا: ابھی ابھی میں سکھر سندھ میں تھا۔ معلوم نہیں مجھے کیا ہوا اور کیونکر طرفۃ العین میں یہاں پہنچ گیا؟ [1]

قارئین کرام توجہ فرمائیں

مولوی صاحب حجام کے بیٹے کے لیے توجہ فرمائیں تو کیا سے کیا ہو جاتا ہے تو پھر میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے والدین کے لیے کیا نہیں کر سکتے؟

۱ ماخذ کرامات اہلحدیث مصنف عبدالمجید سوہدروی

میرا مرید دوزخ میں نہیں جاسکتا

محمد بن علی بن محمد شہر رباط والے جو استاد اعظم کے لقب سے مشہور تھے ، فقیہ اور سب سے آگے بڑھے ہوئے ۔

ابو علی کنیت ، جمال المسلمین والاسلام خطاب ، ممتاز علمائے اسلام کے ہار کے ایک گوہر ، مشائخ شریعت کے شیخ ، طریقت وحقیقت کے اماموں کے امام ، علوم اور تصوف میں ماہر ہوئے ہیں ۔

قابل توجہ: آپ کی کرامتوں میں سے یہ ہے کہ آپ کے خادم نے افریقہ میں ایک طویل سفر کیا ، اس کے گھر والوں کو اطلاع ملی کہ وہ مر گیا ہے وہ بہت شکستہ دل ہوئے اور استاد کے پاس آئے۔ آپ نے کچھ دیر سر جھکایا اور فرمایا: وہ افریقہ میں ہے ، مرا نہیں۔ عرض کیا گیا: اس کے مرنے کی اطلاع آئی ہے؟ فرمایا: میں نے جنت میں دیکھا تو اسے وہاں نہیں پایا اور میرا درویش دوزخ میں داخل نہیں ہوگا۔ پھر اس کے زندہ ہونے کی خبر آگئی اور ایک عرصہ بعد وہ خود بھی آگیا[1]

لمحہ فکریہ

فقیر باب انصاف پر دستک دے کر پوچھنے کا حق رکھتا ہے کہ پیر کو اپنی پیری پر اتنا ناز ہے کہ وہ کہتا ہے میرا مرید دوزخ میں نہیں جاسکتا تو نبی پاک ﷺ کو اپنی رسالت و نبوت کے کمالات پر کوئی ناز نہیں؟ اور مرید ہونے کی وجہ سے دوزخ میں نہیں جاسکتا تو والدین مصطفیٰ ﷺ والدین مصطفیٰ ہونے کی وجہ سے جہنم میں کیسے جاسکتے ہیں؟ خود ہی فیصلہ کرلیں۔

[1] ماخذ جمال الاولیاء ص 153 ناشر اسلامی کتب خانہ لاہور

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی نے جنتی کو دیکھنا ہے حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لو

وصالِ مبارک سے چند دن پہلے

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دن مسجد نبوی میں منبر پر تشریف لائے، بڑا ہی فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا، لوگوں کی آنکھوں سے آنسو برسنے لگے، دل پسیج گئے، اجسام تھر تھر کانپنے لگے، یہ وعظ بشارتوں اور تنبیہات کی ایک سنہری مالا تھا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح میں حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی زبانی اس کو اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی علالت کے ایام میں بخار کی حالت میں میرے پاس تشریف لائے، آپ نے اپنا سر مبارک شدت درد کی وجہ سے باندھا ہوا تھا اور بخار بہت شدید تھا۔ مجھے حکم فرمایا: اے فضل! میرا ہاتھ پکڑ لو، میں نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا، آپ مسجد میں تشریف لائے سیدھے منبر پر جا کر تشریف فرما ہوئے اور مجھے فرمایا: لوگوں میں منادی کر دو کہ وہ سب جمع ہو جائیں، میں نے بلند آواز سے کہا: الصلوٰۃ جامعۃ لوگ یہ سنتے ہی جوق در جوق مسجد نبوی میں جمع ہونے شروع ہو گئے، جب سب آ گئے اور اطمینان سے بیٹھ گئے، تو مرشد کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علالت کے باوجود اپنے صحابہ کرام کو اس طرح خطبہ دینا شروع کیا: سب سے پہلے حمد و ثنا بیان کی اور ایک ایسا بلیغ وعظ فرمایا جس نے لوگوں کو چونکا کر رکھ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایھا الناس اے لوگو!

میں تمہارے درمیان سالہا سال سے نبوت کے فرائض سرانجام دیتا رہا تمہیں وعظ و نصیحت کرتا رہا اور تمہیں اللہ کی مرضی کے مطابق دین حق کی طرف دعوت دیتا رہا، میں نے بڑی ہی شفقت اور محبت کے ساتھ تمہارے اندر وقت گزارا

ہے ،کیونکہ میرا اب اس دنیا سے رخصت ہونے کا وقت قریب پہنچ چکا ہے۔اس لیے اگر تم میں سے کسی کو میری طرف سے کوئی تکلیف پہنچی ہو تو وہ کھڑا ہو جائے اور اسی دنیا میں مجھ سے قصاص لے لے پھر فرمایا:

مَنْ كُنْتُ جَلَدْتُّهٗ ظَهْرًا فَهٰذَا ظَهْرِیْ فَلْيَسْتَقِدْ مِنْهُ وَمَنْ كُنْتُ شَتَمْتُ لَهٗ عِرْضًا فَهٰذَا عِرْضِیْ فَلْيَسْتَقِدْ مِنِّیْ وَمَنْ اَخَذْتُ لَهٗ مَالًا فَهٰذَا مَالِیْ فَلْيَاْخُذْ مِنْهُ وَلَا يَخْشَى الشَّحْنَاءَ فَهِیَ لَيْسَتْ مِنْ شَانِیْ [1]

اے لوگو! اگر میں نے کسی کی پیٹھ پر کبھی کوئی درہ مارا ہو، تو یہ میری پیٹھ حاضر ہے وہ مجھ سے بدلہ لے سکتا ہے۔ اگر میں نے کسی کو برا بھلا کہا ہے تو میری آبرو حاضر ہے وہ اس کا انتقام لے سکتا ہے اگر میں نے کسی کا مال چھینا ہے تو میرا مال حاضر ہے وہ اس سے اپنا حق لے سکتا ہے۔ تم میں سے کوئی یہ اندیشہ نہ کرے کہ اگر کسی نے مجھ سے انتقام لیا تو میں اس سے ناراض ہو جاؤں گا، یہ میری شان نہیں۔

مجھے یہ امر بہت پسند ہے کہ اگر کسی کا حق میرے ذمہ ہے تو وہ مجھ سے وصول کرے یا مجھے معاف کر دے تاکہ میں اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملاقات کروں کہ کسی کا حق میرے ذمے واجب الادا نہ ہو۔ یہ سن کر صحابہ کرام دم بخود ہو گئے اور ان میں سے کوئی بھی اٹھ کر کھڑا نہ ہوا یہاں تک کہ آپ نے بار بار یہ بات دہرائی تو ایک آدمی کھڑا ہوا، اس نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! ایک سائل آپ کے پاس سے

[1] ضیاء النبی شریف

گزرا تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا کہ اس کو تین درہم دے دو، میں نے وہ تین درہم اسے دے دیئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فضل بن عیاض رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ اس کے تین درہم اس کو ادا کر دیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا یہ ارشاد بار بار دہراتے رہے حتیٰ کہ عکاشہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی: فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ! اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار ارشاد نہ فرماتے تو میں قطعاً اٹھ کر کھڑا نہ ہوتا۔ غزوۂ بدر کے موقع پر میں آپ کے ساتھ تھا، میری اونٹنی آپ کی اونٹنی کے بالکل قریب ہوگئی تو میں وفورِ شوق کی وجہ سے اپنی سواری سے اتر پڑا اور آپ کے بالکل قریب ہو گیا۔ میری خواہش یہ تھی کہ میں آپ کی قدم بوسی کروں، تو آپ نے وہ چھڑی اٹھائی جس کے ساتھ آپ اپنی اونٹنی کو تیز چلاتے تھے۔ وہ چھڑی میری کمر میں لگ گئی۔ اب مجھے یہ معلوم نہیں کہ عمداً ایسا ہوا یا سہواً؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عکاشہ رضی اللہ عنہ! عملاً ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کا رسول بغیر کسی وجہ کے اپنے غلام بیدام کو چھڑی مارے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا: فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے گھر جاؤ اور وہاں سے میری چھڑی لادو۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نے ہاتھ سر پر رکھا اور یہ کہتے ہوئے مسجد سے نکلے یہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کہ اپنا قصاص اسی دنیا میں بھرے مجمع کے سامنے دے رہے ہیں۔ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا دروازہ کھٹکھٹایا اور ان کے دریافت کرنے پر عرض کیا: میں بلال ہوں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق آپ کی چھڑی لینے آیا ہوں جس کے ساتھ آپ اپنی ذات سے قصاص دینا چاہتے ہیں؟ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے پریشان ہو کر فرمایا: اے

بلال! وہ کون ایسا پتھر دل ہے جو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس حالت میں قصاص لینے پر خوش ہوگا؟ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیے بغیر چھڑی پکڑی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ چھڑی تمام صحابہ کرام کے سامنے حضرت عکاشہ کے ہاتھ دے دی۔ یہ منظر دیکھ کر ہر طرف سناٹا چھا گیا اور عجیب قسم کا درد انگیز منظر پیدا ہوگیا۔ ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہ منظر نہ دیکھا گیا اور بے خودی کے عالم میں اٹھ کر کھڑے ہوئے اور بیک زبان حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو کہا: اے عکاشہ! ہم حاضر ہیں بجائے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم سے قصاص لے لو تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر و عمر! میں تمہارے مرتبہ اور خلوص کو اچھی طرح جانتا ہوں، بیٹھ جاؤ۔ قصاص میں نے دینا ہے اور وہ میں ہی دوں گا۔ پھر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اٹھ کر کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے عکاشہ! میں آپ کے سامنے موجود ہوں میرا دل یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ میری موجودگی میں آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قصاص لیں، اسے لیے میری پشت اور میرا بطن حاضر ہے، آپ مجھ سے انتقام لے لیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی اسی طرح خاموش کر دیا جس طرح صدیق و فاروق کو خاموش کرا دیا۔ اب حسنین کریمین سے نہ رہا گیا وہ دونوں صاحبزادے اٹھ کر کھڑے ہوئے، انہوں نے کہا: اے عکاشہ! تمہیں معلوم ہے کہ ہمارا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کتنا قریبی تعلق ہے، اس لیے آپ ہم سے قصاص لے لیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے میرے بیٹو! تم میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہو اور میرے دل کا سرور ہو، فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے لختِ جگر ہو اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی

آنکھوں کا نور ہو تم بیٹھ جاؤ، قصاص میں ہی دوں گا۔ کہ اب کس کی مجال کہ دم بھرے یا اٹھ کر عرض کرے تو حضور ﷺ نے عکاشہ کو فرمایا: اے عکاشہ! میری پشت حاضر ہے، اپنا قصاص لے لو۔ عکاشہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: جب آپ ﷺ نے مجھے چھڑی ماری تھی تو اس وقت میرا جسم ننگا تھا، آپ ﷺ نے فوراً اپنی پشت سے کپڑا اٹھا دیا صحابہ کرام کی چیخیں نکل گئیں لیکن جونہی حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے خوبصورت اور سفید جسد اطہر کو دیکھا بے ساختہ جھک گئے اور دوڑ کر حضور ﷺ کی پشت مبارک کو بوسہ دیا اور دل کی حسرت پوری کر لی۔ عرض کیا: فِدَاكَ اَبِیْ وَاُمِّیْ وہ کون بد بخت ہو گا آپ سے انتقام لے؟ میں نے یہ سب کچھ اس لیے کیا ہے کہ آپ کا جسدِ اطہر میرے ہونٹوں کے ساتھ مس ہو جائے تاکہ آپ کی عزت و کرامت کی وجہ سے میں آگ سے محفوظ ہو جاؤں۔ کتنا خوش بخت تھا عکاشہ رضی اللہ عنہ جس کو یہ سعادت نصیب ہوئی اور آپ کی اس نیازمندی کو دیکھ کر حضور اکرم ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا: اے لوگو! اگر تم کسی جنتی کو اس دنیا میں چلتا پھرتا دیکھنا چاہتے ہو تو حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لو۔ یہ سن کر صحابہ کرام کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی قسمت پر رشک کرتے ہوئے آپ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں اور ہونٹوں کو بوسہ دینے لگے اور کہنے لگے اے عکاشہ رضی اللہ عنہ! تجھے مبارک ہو تو نے کتنے بلند درجات حاصل کر لیے ہیں اور تمہیں جنت کی ابدی نعمتوں کی اسی دنیا میں خوشخبری سنا دی گئی ہے [1]

[1] ضیاء الواعظین جلد اوّل ص 232 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور و دیگر کتب

قابلِ غور بات

حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کے لیے رضی اللہ عنہ کا سرٹیفکیٹ تو پہلے ہی جاری ہے مگر پھر بھی صحابی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ اور میرے آقا کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی عنایت دیکھیں جو جسم مبارک سے نسبت ہوئی تو مزید کرم ولجپالی کرتے ہوئے آقا علیہ السلام نے انعام دے دیا کہ کسی جنتی کو دیکھنا ہو تو حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیں تو پھر سوچیے بار بار اسے سوچیے کہ جن والدین کریمین رضی اللہ عنہما کا خون میرے آقا علیہ السلام کا جزو بدن ہے حضرت سیدنا عبداللہ اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہما کا جنت میں کتنا اعلیٰ مقام ومرتبہ ہوگا

چند ایک خصوصیات سیدنا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ہمیں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مجھے ایسی پانچ چیزیں دی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں۔ (1) میری ایسے رعب سے مدد کی گئی ہے، جو ایک ماہ کی مسافت سے طاری ہوتا ہے (2) میرے لیے تمام روئے زمین کو مسجد اور طہارت کا ذریعہ بنا دیا گیا ہے، پس میری امت میں سے جو شخص بھی جس جگہ بھی نماز کا وقت پا لے، وہ وہیں نماز پڑھ لے (3) میرے لیے غنیمتوں کو حلال کر دیا گیا ہے اور مجھ سے پہلے کسی کے لیے ان کو حلال نہیں کیا گیا (4) مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے (5) (پہلے) انبیاء کو کسی خاص قوم کی طرف مبعوث کیا جاتا تھا اور مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔[1]

1 بخاری شریف کتاب باب تیمّم ناشر فرید بک سٹال لاہور

لمحہ فکریہ

اللہ تعالیٰ جن کے واسطے زمین کو مسجد اور عبادت کا ذریعہ بنادیتا ہے کیا میرے کریم سید الاولین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے والدین کریمین کو کتنا پاکیزہ بنایا ہوگا!

دعائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعطائے خدا جل جلالہ

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنے سینہ مبارک سے لگایا اور یہ دعا دی: اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ اے اللہ! اسے اپنی کتاب (قرآن پاک) کا علم عطا کر۔ نیز اَللّٰھُمَّ فَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ اے اللہ! اسے دین میں گہری سمجھ بخش۔ نیز اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْحِکْمَۃَ اے اللہ! اسے حکمت (دانائی اور سمجھ) نصیب کر۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فہم قرآن، فقاہت دین اور حکمت و دانائی میں جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم میں ممتاز تھے۔ یہ سب کچھ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سینہ مبارک سے لگنے، آپ کی نیک دعا اور خصوصی توجہ کی برکت تھی

اہل اللہ کے سینے تو انوار کے خزینے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں بھی وہ برکتیں ہیں

قاضی بنادیا

(۲) حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: لَآ اَدْرِیْ مَا الْقَضَآءُ یعنی میں قضا کرنا نہیں جانتا (کیونکہ میں نے یہ کام کبھی کیا نہیں اور مجھے اس کا تجربہ نہیں ہے)

فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِہٖ صَدْرَہٗ وَقَالَ اَللّٰھُمَّ اھْدِ قَلْبَہٗ وَسَدِّدْ لِسَانَہٗ یعنی امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینے پر

اپنا دستِ مبارک رکھا اور دعا دی! اے اللہ: اس کے دل کو سیدھی بات سمجھانا اور اس کی زبان کو پختگی اور مضبوطی بخشنا (کہ اس سے حق ہی نکلے) اس کا اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ پر جو پڑا اس کی کیفیت تامدتِ حیات زائل نہ ہوئی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ خود قسمیہ بیان کرتے ہیں فَوَاللہِ مَا شَکَکْتُ بَعْدَھَا فِیْ قَضَاءٍ بَیْنَ اِثْنَیْنِ یعنی خدا کی قسم مجھے اس کے بعد دو شخصوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے متعلق کبھی شک لاحق نہیں ہوا (سبحان اللہ) اسی لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے اَقْضَانَا عَلِیٌّ (بخاری) یعنی ہم (جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم) میں سب سے بڑے قاضی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔

ہدایت دینے والا بنا دیا

اسی طرح جب حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ مشرف باسلام ہوئے، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو ذی الخلّصہ بت خانے کے گرانے پر مامور فرمایا۔ انہوں نے عرض کیا: لَا اَثْبُتُ عَلَی الْخَیْلِ یعنی حضور! میں تو گھوڑے کی پشت پر قائم نہیں رہ سکتا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنا دستِ کرم میرے سینے پر مارا اور دعا کی۔ اَللّٰھُمَّ ثَبِّتْہُ وَاجْعَلْہُ ھَادِیًا مَّھْدِیًّا۔ اے اللہ! اسے (گھوڑے کی پشت پر) ثابت رکھ اور اسے ہادی (ہدایت کرنیوالا) اور مہدی (ہدایت یافتہ) بنا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ 50 سوار ساتھ لیکر گئے اور ذی الخلّصہ کو آگ لگا کر اور مسمار کر کے پیوست زمین کر دیا۔ واپس آکر حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس بارے میں بطور اطلاع عرض بھی کر دیا [1]

[1] مصنف مولوی ابراہیم میر (غیر مقلد) سیرت مصطفیٰ جلد نمبر 2 صفحہ نمبر 266 ناشر نعمانی کتب خانہ لاہور

مقام غور ہے: حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سینے سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ مبارک رکھیں تو ان کو اتنی برکتیں ملتی ہیں کیا خیال ہے سینہ مبارک اور ہاتھ مبارک جن والدین کے ذریعے بنیں ہیں انہیں کتنی برکتیں ملیں ہوگی؟ جن کی دعا سے حضرت جریر رضی اللہ عنہ ہدایت دینے والے ہو سکتے ہیں تو پھر میرے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین جن کے ذریعے سے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں تشریف لائیں وہ کتنے اعلیٰ ہدایت والے ہونگے۔

باب دوم نور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نسبی شرافت کے تناظر میں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

قَدْ جَآءَ كُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب [1]

جس اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب و مطلوب منزہ عن کل عیوب، دانائے غیوب احمد مختار، کل کائنات کے تاجدار، پیاری امت کے غمگسار، بیکسوں اور بے بسوں کے مددگار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک طیب و طاہر والدین کریمین جمیلین و آباؤ اجداد کا ذکر کرنے لگے ہیں مگر اس سے پہلے آقا علیہ السلام کے نور پاک کا ذکر کرتے ہیں ہیں۔ رب العالمین جل جلالہ نے ان کو اپنی مقدس، تمام کتابوں سے برتر اور افضل کتاب قرآن مجید، فرقان حمید اور برہان رشید کی آیت میں ان کی آمد آمد اور ان کی شان بیان کرتے ہوئے ان کو نور قرار دیا ہے۔ جیسا کہ امتِ محمدیہ علےٰ صاحبا

[1] پارہ نمبر 6 سورۃ المائدہ آیت نمبر 15

الصلوٰۃ والسلام کے ان مستند مفسرین عظام محدثینِ کرام نے جنھیں ہر طبقہ اور ہر دور کے اکابرین اور رہنما ان کو مُسلّمؔ اور مستند سمجھتے ہوئے اپنی اپنی کتابوں اور تقریروں میں ان کے حوالہ جات بیان کرتے ہیں ۔ اپنی اپنی کتب تفاسیر اور کتب احادیث میں نور سے مراد سرورِ کائنات، فخر موجودات منبعِ کمالات محمد مصطفیٰ علیہ افضل الصلوٰۃ و التحیات و التسلیمات کی ذات بابرکات قرار دیا ہے اہل حق کے نزدیک یہی تفسیر راجح و اولیٰ ہے ۔ چنانچہ عالمِ اسلام کے جملہ مفسرین و محدثین وفقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے آیت میں نور سے حضور انور ﷺ کی ذاتِ اقدس مراد لی ہے ۔

تفسیر ابن عباس : صحابی رسول حضرت سید المفسرین سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں : [۱]

بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی رسول کریم ﷺ

تفسیر روح المعانی : امام محمود آلوسی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں :

بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور جو کہ عظیم نور ہے اور وہ نور الانوار نبی مختار محمد ﷺ کی ذات والا صفات ہے ۔ [۲]

تفسیر فتح البیان : وہابیہ نجدیہ غیر مقلدین کے مجتہد اور مفسر نواب صدیق حسن خان بھوپالوی اور قاضی شوکانی لکھتے ہیں :

قَدْ جَآءَ كُمْ مِنَ اللهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِين قَالَ الزَّجَاجُ النُّوْرُ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور روشن کتاب ۔ زجاج

۱ تفسیر ابن عباس جلد اول صفحہ 283 ناشر فرید بک سٹال لاہور

۲ تفسیر روح المعانی ج ۱ ۹۷

نے فرمایا ہے: نور سے مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

(تفسیر فتح البیان ص تفسیر فتح القدیر)

تفسیر عثمانی: دیوبندیوں کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی **قَدْ جَآءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْن** کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: شاید نور سے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کتاب مبین سے قرآن کریم مراد ہے۔ [1]

تفسیر درمنثور: امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نور سے مراد نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں [2]

مولوی ادریس کاندھلوی: **قَدْ جَآءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْن** کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا ہے، مراد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ایک روشن کتاب آئی ہے۔ قتادہ اور زجاج سے منقول ہے کہ نور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات مراد ہے۔

طائفہ دیوبند کے نہایت ہی مقتدر فرد، محدث، مفسر، مجدد، حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں،

یہ ایک مختصر سی آیت ہے اس میں حق سبحانہ نے اپنی دونوں نعمتوں میں ایک تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود باجود ہے اور دوسری نعمت قرآن مجید کا نزول ہے ایک کو لفظ نور سے ذکر فرمایا ہے اور دوسرے کو کتاب کے عنوان سے ارشاد فرمایا ہے اور یہ

1. تفسیر عثمانی ص۱۴۳ برحاشیہ قرآنِ پاک مطبوعہ تاج کمپنی
2. تفسیر دُرِ منثور جلد نمبر 2 ص 734 ناشر ضیاء القرآن
3. روح المعانی ص ۸۷ ج۶ تفسیر قرطبی ص۱۱۸ ج۶ (تفسیر معارف القرآن ص۴۲ ج۴)

توجیہ اس آیت کی تفسیر کی بنا پر ہے یعنی جبکہ نور سے حضور اکرم ﷺ کا وجود موجود مراد لیا جائے۔ [1]

مولوی ادریس کاندھلوی لکھتے ہیں :

تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا ہے مراد محمد رسول اللہ ﷺ [2]

مولوی مشتاق احمد دیوبندی رقمطراز ہیں:

بے شک آیا ہے تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین۔ اس جگہ حسبِ روایت شفاء قاضی عیاض نور سے مراد حضرت رسول اکرم ﷺ اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہے [3]

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

یہ قول کہ نور اور کتاب دونوں سے مراد قرآن ہے ؟ [4]

تفسیر روح البیان: علامہ اسماعیل حقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: بے شک آ گیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور کتاب مبین مفسرین نے کہا ہے کہ اوّل نور سے مراد محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور دوسرا کتاب سے مراد قرآن مجید ہے [5]

1. اشرف المواعظ ص ۱۴۸
2. تفسیر معارف القرآن ج ۴ ص ۴۲
3. التوسل ص ۲۲
4. تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۵۲۶ ، ماخذ تفسیر فیوض الرحمٰن ترجمہ روح البیان جلد نمبر 3 ص 175 ناشر مکتبہ غوثیہ کراچی
5. تفسیر روح البیان ، ترجمہ فیوض الرحمٰن جلد نمبر 3 ص 174 ناشر مکتبہ غوثیہ کراچی

امام احمد الصاوی فرماتے ہیں: رسول پاک ﷺ کا نام نور اس لیے رکھا گیا کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کے نور سے سب سے اوّل ظاہر فرمایا اور وہ نور محمد مصطفیٰ ﷺ ہی ہیں جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے: سب سے پہلے میرے اللہ تعالیٰ نے جو چیز پیدا فرمائی وہ میرا نور ہے [1]

تفسیر مظہری:

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں [2]

قَدْ جَآءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ يَعْنِيْ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوِ الْاِسْلَامَ

تفسیر معالم التنزیل:

امام ابو محمد الحسین الفراء البغوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: بے شک آیا تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ [3]

سردار الوہابیہ مولوی ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں

قَدْ جَآءَ كُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتَابٌ مُّبِيْنٌ

تمہارے پاس اللہ کا نور محمد ﷺ اور روشن کتاب قرآن شریف آئی [4]

1. تفسیر صاوی جلدی نمبر 1
2. جلد نمبر 3 ص 71 ناشر ضیاء القرآن
3. جلد نمبر 2 ص 42 ناشر تالیفات اشرفیہ ملتان
4. جلد اول ناشر مکتبہ اصحاب الحدیث مچھلی منڈی لاہور

وہابیہ کے مستند اور محقق مولوی قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں:

اس آیت میں وجود باجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور بتلایا گیا ہے [1]

امام المفسرین ابن جریر لکھتے ہیں:

یَعْنِی بِالنُّوْرِ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ الَّذِیْ اَنَارَ اللّٰہُ بِہِ الْحَقَّ وَاَظْھَرَ بِہِ الْاِسْلَامَ وَمَحَقَ بِہِ الشِّرْکَ فَھُوَ نُوْرٌ لِّمَنِ اسْتَنَارَ بِہٖ

(تفسیر ابن جریر) (1) یعنی نور سے مراد یہاں ذات پاک محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ و الثناء ہے جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حق کو روشن کردیا، اسلام کو ظاہر فرمایا اور شرک کو نیست و نابود کیا۔ حضور نور ہیں مگر اس کے لیے جو اس نور سے دل کی آنکھوں کو روشن کرنا چاہے۔ اللہ تعالیٰ اس نورِ مجسم کی تابانیوں اور درخشانیوں سے ہمارے آئینہ دل کو منور فرمائے۔ اپنے محبوب کی غلامی اور محبت کی سعادت سے بہرہ اندوز فرمائے۔ آمین جب اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو نور فرما رہا ہے تو کسی کو کیا اعتراض؟ کتاب مبین سے مراد قرآنِ مجید ہے۔ یہ کہنا کہ "نور" سے بھی قرآن کریم مراد ہے درست نہیں کیونکہ واؤ عاطفہ تغایر پر دلالت کرتی ہے [2]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا سَرَّ اسْتَنَارَ وَجْھُہٗ

١ شرح اسماء الحسنیٰ ص ١٥١

٢ تفسیر ضیاء القرآن جلد اول ص 453 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

حَتّٰی کَاَنَّہٗ قِطْعَۃٌ مِّنَ الْقَمَرِ ١

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسرور و شادماں ہوتے تو آپ کا چہرہ ایسا منور ہو جاتا کہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَزْھَرَ اللَّوْنِ کَانَ عَرَقُہُ اللُّؤْلُوءُ ٢

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رنگ سفید روشن تھا، پسینے کی بوند حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا چہرہ اقدس پر ایسی نظر آتی جیسے موتی۔

حضرت ربیع بنت معوذ صحابیہ ہیں۔ ان سے حضرت عمار بن یاسر کے پوتے نے کہا کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کچھ حلیہ بیان کیجیے تو انہوں نے فرمایا

لو رایته رایت الشمس طالعة (مشکوٰۃ، دارمی)

اگر تو حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھ لیتا تو سمجھتا کہ سورج ہے چمکتا ہوا۔

سیدنا مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مبارک بغلوں سے نور کا ظہور

قال ابو موسی الاشعری دعا النّبیّ
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثُمَّ رَفَعَ یَدَیْہِ وَرَأَیْتُ بِیَاضَ اِبْطَیْہِ ٢

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعا فرمائی، اپنے دونوں دست مبارک اٹھائے اور میں نے آپ کے دونوں بغلوں کی سفیدی دیکھی۔

نتیجہ: ہماری بغلوں سے بو آئے اور بغل کا پسینہ جس کپڑے کو لگ جائے

١ بخاری شریف

٢ بخاری، مسلم، مشکوٰۃ

سیاہ ہو جائے اور میرے پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بغلوں سے نور چمکے۔ تو اب فیصلہ تم پر چھوڑتا ہوں!

سیدنا مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے باطن سے نور کا نکلنا

شمائل ترمذی حدثنا عبد اللہ بن عبد الرحمن انا ابراھیم بن المنذر الخذافی انا عبد العزیز ابن ثابت الزھری ثنی اسماعیل ابن ابراھیم بن رضی موسیٰ بن عقیہ عن موسیٰ بن عقبہ عن کریبا عن ابن عباس رضی اللہُ عَنۡھُمَا قَالَ کَانَ رَسُوۡلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَفلج الثَّنَتَیۡنِ اِذَا تَکَلَّمَ رُای کَالنُّوۡرِ یَخۡرُجُ مِنۡ بَیۡنِ ثَنَایَاہُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کلام فرماتے تو آپ کے سامنے کے دونوں دانت مبارکوں سے نور نکلتا دکھائی دیتا تھا۔

اس حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہوا کہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہر و باطن سے نور کی کرنیں نکلتی تھیں جو مومنین کو منور کرتیں۔ اور منافقین کی بیماری کو بڑھاتیں۔ مسلم شریف میں ہے نور کی دعا: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ کہ میں نے اپنی خالہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے پاس رات گزاری اور دیکھتا رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے نماز پڑھتے ہیں۔ پھر آپ نے نماز پڑھی،

تو آپ اپنی نماز میں فرماتے تھے یا سجدے میں فرماتے تھے اے اللہ! میرے دل کو نور کردے اور میرے کانوں کو نور کردے اور میری آنکھوں کو نور کردے اور میرے دائیں نور کردے اور میرے بائیں نور کردے اور میرے آگے نور کردے میرے پیچھے نور کردے اور میرے اوپر نور کردے میرے نیچے نور کردے اور میرے لیے نور کردے اور فرمایا مجھے نور بنادے۔

مسلم شریف 1/261 وحدثنا اسحق بن منصور قال انا النصرين شميل قال انا شعبه قال نا سلمة بن كهيل عن بكير عن كريب عن ابن عباس قال سلمته فلقيت كريبًا فقال قال ابن عباسٍ كُنْتُ عِنْدَ خَالَتِي ميمونة فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِ حَدِيْثِ غُنْدَرٍ وَقَالَ وَاجْعَلْنِيْ نُوْرًا وَلَمْ يَشُكَّ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ حضرت سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ میں نے کریب سے ملاقات کی تو اس نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اپنی خالہ میمونہ کے پاس تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے۔ تو اس نے منذر رضی اللہ عنہ کی حدیث کی مثل ذکر کیا اور فرمایا: مجھے نور بنادے اور اس نے شک نہیں کیا۔ ہر نبی مستجاب الدعوات ہوتا ہے۔ تو آپ نے دعا فرمائی کہ یا اللہ! میرے عضو اور بدن کے ہر ذرے کو نور کردے۔ تو کیا مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا اللہ تعالیٰ نے منظور فرمائی یا نہ؟ تو رب کریم نے آپ کی دعا کو منظور فرماتے ہوئے فرمایا: قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ کہ ضرور اللہ کی طرف سے تمہارے

پاس نور آیا اور **سراج منیر** بھی فرمایا، جس سے ثابت ہوتا ہے سیدنا مصطفیٰ کریم ﷺ کی دعا رب کریم نے منظور فرمائی۔

حضور پیدائشی نور ہیں تو آپ کو نور مانگنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

جناب جب تم حالت نماز میں کھڑے ہوتے ہو دربار خداوندی میں تو **اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ** کیوں کہتے ہو۔ جب دربار خداوندی میں کھڑے ہوتے ہو تو اس سے زیادہ اور کیا صراط مستقیم ہے؟ جواب 1: **فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ** کے قانون سے نیکی اور اچھی شے جتنی زیادہ طلب کی جائے صحیح ہے اور زیادتی مانگنے سے پہلی کی نفی نہیں ہو جاتی۔

جواب 2: جو شے پہلے موجود ہو اور اس کا لطف اٹھایا ہو تو اس کی خواہش زیادہ ہوتی ہے۔ تو اسی بنا پر میرے مصطفیٰ ﷺ چونکہ پہلے حقیقی نور تھے اور صفات انسانی میں تشریف لائے۔ تو رب العزت سے درخواست فرماتے ہیں کہ یا اللہ میری صفات انسانی اور اعضائے انسانی کو بھی نور بنا دے تو آپ کی انسانیت پر آپ کی حقیقت نوری ایسی غالب ہوئی کہ ملکی نور سے بھی آپ کی حقیقت وصفات متجاوز ہو جائے جس سے آپ بمع صفات انسانی لامکاں پر تشریف لے گئے۔ جو کسی نوری فرشتے کو بھی طاقت نہیں۔ تو یہ قدر و منزلت حضور ﷺ کو حاصل ہوئی اور مکانی باشندے کا لامکان کا مکین ہونا عقلاً محال ہے لیکن مشاہدے نے صحیح ثابت کر دکھایا۔ تو ان احادیث مصطفیٰ ﷺ سے بھی آپ کے ہر عضو اور ہر بال بال کا

نوری ہونا واضح ہے

جواب 3: ان احادیث مذکورہ بالا سے یہ بھی واضح ہوگیا جو ذہن میں سوال اٹھتا تھا کہ نور کا کبھی انسانی اوصاف میں ہونا ممکن ہی نہیں تو اگر واقعی ایسے ہی ہوتا جیسا کہ ذہنوں کا خیال ہے کہ نور شکل انسانی میں نہیں پیدا ہوسکتا۔ یا انسان کبھی نور نہیں بن سکتا تو آپ کو یہ دعا فرمانے کی ضرورت ہی کیا تھی، کیونکہ جب ممکن ہی نہیں تو دعا کیوں فرمائی؟ تو آپ کا یہ دعا فرمانا ثابت کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ انسان کو نور یا نور کے اوصاف انسان کو دے سکتا ہے [1]

حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ایک اندھیری رات میں جب کہ بارش ہورہی تھی، دیر تک حضور ﷺ کی خدمت میں بیٹھے رہے جب جانے لگے تو حضور ﷺ نے ان کو ایک کھجور کی شاخ عطا فرمائی:

وَقَالَ انْطَلِقْ بِهٖ فَاِنَّهٗ سَيُضِئُ لَكَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْكَ عَشْرًا وَّ مِنْ خَلْفِكَ عَشْرًا فَاِذَا دَخَلْتَ بَيْتَكَ فَسَتَرٰى سَوَادًا فَاضْرِبْهُ حَتّٰى يَخْرُجَ فَاِنَّهُ الشَّيْطَانُ فَانْطَلَقَ فَاَضَاءَ لَهُ الْعُرْجُوْنُ حَتّٰى دَخَلَ بَيْتَهٗ وَوَجَدَ السَّوَادَ فَضَرَبَهٗ حَتّٰى خَرَجَ۔ [2]

اور فرمایا اس کو لے جاؤ تمہارے لیے دس ہاتھ تمہارے آگے اور دس ہاتھ تمہارے پیچھے روشنی کرے گی اور جب تم اپنے گھر میں داخل ہوگے تو تم ایک سیاہی کو دیکھو گے تو اس کو اتنا مارنا کہ وہ نکل جائے، کیونکہ وہ شیطان ہے پھر حضرت قتادہ وہاں

1. مقیاس نور ص80 دار المقیاس لاہور
2. شفا شریف ص265، زرقانی علی المواہب 195/5

سے چلے تو وہ شاخ ان کے لیے روشن ہوگئی یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے اور اندر جاتے ہی انہوں نے اس سیاہی کو پالیا اور اتنا مارا کہ وہ نکل گئی۔

دستِ مبارک کی برکت سے شاخ کا روشن ہو جانا اور اس کو مارنے سے شیطان کا گھر سے نکل جانا بظاہر تعجب خیز ہے مگر جب ایمانی نگاہ سے دستِ مبارک کی برکتوں اور تاثیروں کو دیکھا جائے تو کوئی تعجب نہیں ہوتا، کیونکہ حضور ﷺ کا دستِ مبارک دستِ قدرت ہے اور اس دستِ مبارک میں ہر قسم کی قدرت عطا کی گئی ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور انور ﷺ جس ارادہ سے دستِ مبارک کو عمل میں لاتے دستِ مبارک سے فوراً اس کا ظہور ہو جاتا۔

یہاں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور انور ﷺ اپنے غلاموں کے کس قدر خیر خواہ ہیں، کیونکہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے کوئی شکایت نہیں کہ کہ میرے گھر میں شیطان یا آسیب ہے۔ آپ ﷺ نے خود ہی ارشاد فرما کر اس کے دفع کرنے کی تدبیر بھی بتلا دی بلکہ ایسی چیز ان کو عطا فرمائی جس کے استعمال سے شیطان خود ھی بھاگ جائے۔
یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا مکان حضور ﷺ کے دولت خانہ سے فاصلے پر تھا اور جس وقت آپ نے ان کو شیطان کی خبر دی سخت اندھیری رات تھی، خصوصاً ان کے گھر کے اندر تو روشنی کا گزر ہی نہ تھا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ تمہیں سیاہ رنگ کی چیز نظر آئے گی اور وہ شیطان کی خبر دی سخت اندھیری رات تھی خصوصاً ان کے گھر کے اندر روشنی کا گزر ہی نہ تھا اور پھر یہ بھی فرمایا کہ تمہیں سیاہ رنگ کی چیز نظر آئے گی اور وہ شیطان ہے۔ گویا **ظُلُمٰتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ**

کا مضمون صادق آتا ہے مگر پھر بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنی تاریکیوں میں اتنی دیواروں کی آڑ میں شیطان کو دیکھ لیا جو بصیرت ایسی ہو جو چند دیواروں اور تاریکیوں کے حائل ہونے پر بھی دیکھ سکے تو اس کے لیے ہزاروں دیواریں اور ہزاروں تاریکیاں بھی حائل نہیں ہوسکتیں کیونکہ دیکھنے کے لیے جو شرطیں تھیں کہ خارجی روشنی ہو، کوئی کثیف چیز حائل نہ ہو وغیرہ وہ یہاں نہیں پائی گئیں باوجود اس کے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شیطان کو دیکھ لیا تو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیکھنا دوسرے لوگوں کے دیکھنے جیسا نہ تھا، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے قرب وبعد، روشنی اور اندھیرا یکساں تھا۔

حضرت ابوقرصافہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں اور میری والدہ اور میری خالہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیعت کر کے واپس آئے تو میری والدہ اور میری خالہ نے کہا:

مَا رَاَیْنَا مِثْلَ ھٰذَا الرَّجُلِ اَحْسَنَ وَجْھًا وَّلَا اَنْقٰی ثَوْبًا وَّلَا اَلْیَنَ کَلَامًا وَّرَاَیْنَا کَالنُّوْرِ یَخْرُجُ مِنْ فِیْہِ۔ [1]

ہم نے اس شخص کی مثل خوبصورت چہرے والا، پاکیزہ لباس والا، نرم اور میٹھے کلام والا کوئی نہیں دیکھا اور ہم نے دیکھا کہ گفتگو کے وقت ان کے منہ مبارک سے نور نکلتا ہے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

کَانَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَحْسَنَ النَّاسِ وَجْھًا وَّ اَنْوَرَھُمْ لَوْنًا لَمْ یَصِفْہُ وَاصِفٌ قَطُّ اِلَّا شَبَّہَ وَجْھَہٗ بِالْقَمَرِ لَیْلَۃَ الْبَدْرِ وَکَانَ عَرَقُہٗ فِیْ وَجْھِہٖ مِثْلَ اللُّؤْلُوءِ [2]

(1) زرقانی علی المواہب ۴۴۵ (2) زرقانی علی المواہب ۴/۲۲۵

رسول اللہ ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور خوش رنگ تھے جس کسی نے بھی آپ ﷺ کی توصیف کی اس نے آپ ﷺ کو چودھویں کے چاند سے تشبیہہ دی اور پسینہ کی بوند آپ ﷺ کے چہرہ مبارک میں یوں معلوم ہوتی تھی جیسے موتی۔

جامع بن شداد فرماتے ہیں کہ مجھ کو طارق بن عبداللہ نے بتایا کہ ہم مدینہ منورہ کے باہر اترے ہوئے تھے کہ حضور انور ﷺ تشریف لے آئے۔ اس وقت ہم آپ کو جانتے نہیں تھے۔ ہمارے پاس ایک سرخ رنگ کا اونٹ تھا۔ آپ ﷺ نے اس اونٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: کیا تم اس کو بیچنا چاہتے ہو؟ ہم نے کہا: ہاں! فرمایا: کیا قیمت ہے؟ ہم نے قیمت (کھجوروں کی مقدار) بتائی، آپ نے فرمایا: منظور ہے، اور اونٹ کی مہار پکڑ کر چل پڑے اور ہمارے دیکھتے دیکھتے شہر میں داخل ہوگئے۔ ہم نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ ہم نے بہت برا کیا ہے، ایک ناواقف آدمی جس کو ہم جانتے نہیں کون ہے؟ کہاں کا رہنے والا ہے؟ بلا قیمت وصول کیے اونٹ دے دیا؟ ایک عورت جو ہمارے ساتھ تھی خیمے میں بیٹھی ہوئی تھی بولی۔

وَاللهِ لَقَدْ رَاَيْتُ رَجُلًا كَاَنَّ وَجْهَهٗ قِطْعَةُ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ اَنَا ضَامِنَةٌ لِّثَمَنِ جَمَلِكُمْ لَا يَغْدِرُ بِكُمْ فَلَمَّا كَانَ الْعِشٰى اَتَانَا رَجُلٌ فَقَالَ اَنَا رَسُوْلُ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَيْكُمْ هٰذَا تَمْرُكُمْ فَكُلُوْا وَشْبَعُوْا وَاكْتَالُوْا وَاسْتَوْفُوْا فَاَكَلْنَا حَتّٰى شَبِعْنَا وَاكْتَلْنَا وَاسْتَوْفَيْنَا۔ [1]

(1) زرقانی علی المواہب، المستدرک حاکم

خدا کی قسم میں نے اس شخص کو دیکھا ہے کہ اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی مثل تھا تمہارے اونٹ کی قیمت میں ضامن ہوں (کیونکہ مجھے یقین ہے کہ) وہ تمہارے ساتھ دھوکا نہیں کرے گا۔ جب شام کا وقت ہوا تو ایک آدمی آیا اور کہنے لگا: میں رسول اللہ ﷺ کا بھیجا ہوا تمہاری طرف آیا ہوں، یہ کھجوریں ہیں ان سے خوب پیٹ بھر کر کھا بھی لو اور اپنی قیمت بھی پوری کرلو۔ تو ہم نے پیٹ بھر کر کھا بھی لیں اور قیمت بھی پوری کرلی۔

البدایہ والنہایہ ابن اثیر میں ہے

اِنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ کَانَ اِذَا سَرَّ فَکَانَ وَجْھُہُ الْمِرْاۃَ الَّتِیْ تُرٰی فِیْھَا صُوَرُ الْاَشْیَاءِ وَکَانَ الْجُدُرُ تَلَاحَکَ وَجْھِہٖ اَیْ یُرَی الْجُدُرُ فِیْ وَجْھِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

جب حضور انور ﷺ مسرور وخوش ہوتے تو آپ ﷺ کا چہرہ مثل آئینہ کی ہو جاتا کہ اس میں اشیاء کا عکس نظر آتا اور دیواریں آپ ﷺ کے چہرہ میں نظر آجاتیں[1]

حضرت امام حسن بن حضرت علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

میں نے اپنے ماموں ابو ہند بن ابی ھالہ سے جو فصیح وبلیغ اور عرب کے علم وادب اور وصف بیان کرنے میں بڑے مانے ہوئے تھے، آپ ﷺ کے نور جمال کے اوصاف بیان کرنے کی درخواست کی تو انہوں نے کہا:

1. زرقانی علی المواہب ۴۸۰

وَفِيهِ يَتَلَالَؤُ وَجْهُهُ تَلَالَؤَ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ (جمع الوسائل ۱۳۴)

اس میں یہ بھی بیان کیا کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند جیسا روشن تھا۔

چاند سے منہ پر تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

(اعلیٰ حضرت)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں چرخہ کات رہی تھی اور حضور اکرم ﷺ میرے سامنے بیٹھے ہوئے اپنے جوتے کو پیوند لگا رہے تھے، آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر پسینے کے قطرے تھے جن سے نور کی شعاعیں نکل رہی تھیں۔ اس حسین منظر نے مجھ کو چرخہ کاتنے سے روک دیا۔ بس میں آپ ﷺ کو دیکھ رہی تھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا تجھے کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا: آپ ﷺ کی پیشانی مبارک پر پسینے کے قطرے ہیں جو نور کے ستارے معلوم ہوتے ہیں۔

وَلَوْ اَرَاكَ اَبُوْ كَبِيْرِنِ الْهُذَلِيُّ لَعَلِمَ اَنَّكَ اَحَقُّ بِشِعْرِهٖ حَيْثُ يَقُوْلُ
وَاِذَا نَظَرْتُ اِلٰى اُسَرَةِ وَجْهِهٖ بَرَقَتْ بُرُوْقَ الْعَارِضِ الْمُتَهَلِّلِ

اگر ابو کبیر ہذلی (عرب کا مشہور شاعر) آپ ﷺ کو اس حالت میں دیکھ لیتا تو یقین کر لیتا کہ اس کے شعر کا مصداق آپ ﷺ ہی ہیں کہ جب میں اس کے روئے مبارک کو دیکھتا ہوں تو اس کے رخساروں کی چمک مثل ہلال نظر آتی ہے [1]

[1] ابن عساکر، ابونعیم، ویلمی، خطیب، زرقانی علی المواہب ۴۲۲۵

سیدنا حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو روشنی گھر چھوڑنے گئی

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا آپ نے ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز عشاء پڑھ رہے تھے اور حالتِ نماز میں جب آپ ﷺ نے سجدہ کیا تو حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما آپ کی پشت مبارک پر چڑھ گئے۔

آپ ﷺ نے سر مبارک اٹھایا تو ان دونوں کو پکڑا اور آرام سے نیچے اتار دیا۔ پھر جب سجدے کی طرف رجوع فرمایا تو پھر وہ اوپر چڑھ گئے۔ پھر جب آپ ﷺ نے نماز پڑھ لی تو ایک کو یہاں بٹھا دیا ایک کو وہاں تو میں آپ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا میں ان دونوں کو ان کی والدہ ماجدہ کے پاس نہ لے جاؤں؟ تو اچانک ایک عظیم الشان چمک چمکی تو آپ نے فرمایا: ان دونوں کو والدہ کے پاس گھر لے جاؤ۔ گھر میں دونوں کے داخلے تک وہ روشنی بدستور رہی [1]

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كُنْتُ اَخِيْطُ فَسَقَطَتْ مِنِّى الْاِبْرَةُ فَطَلَبْتُهَا فَلَمْ اَقْدِرْ عَلَيْهَا فَدَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَيَّنَتِ الْاِبْرَةُ بِشُعَاعِ نُوْرِ وَجْهِهٖ فَاَخْبَرْتُهٗ [2]

میں اندر بیٹھی کچھ سی رہی تھی، میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی، ہر چند تلاش کی مگر اندھیرے کے سبب سے نہ ملی۔ پس حضور ماہِ مدینہ ﷺ تشریف لے آئے تو آپ کے رخِ انور کی روشنی سے سارا کمرہ روشن ہو گیا اور سوئی چمکنے لگی تو مجھے اس کا پتہ چل گیا

سوزنِ گم شدہ ملتی ہے تبسم سے ترے
شام کو صبح بناتا ہے اجالا تیرا

1. البدایہ والنہایہ ماخذ مقیاس نور ص 135 ناشر دار المقیاس لاہور
2. ابن عساکر خصائص کبریٰ ۱۶۲

حقیقت یہ ہے کہ آپ ﷺ کا پورا حسن و جمال لوگوں پر ظاہر نہیں کیا گیا بلکہ پردہ میں رکھا گیا ورنہ کسی میں طاقت نہیں تھی کہ حسنِ محمدی ﷺ کے جلووں کی تاب لاسکتا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد ماجد شاہ عبدالرحیم صاحب نے حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھا تو عرض کیا: **یارسول اللہ ﷺ!** یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر زنانِ مصر نے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے اور بعض لوگ ان کو دیکھ کر مر جاتے تھے مگر آپ کو دیکھ کر کسی کی ایسی حالت نہیں ہوئی؟

فَقَالَ النَّبِی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جَمَالِیْ مَسْتُوْرٌ عَنْ اَعْیُنِ النَّاسِ غَیْرَۃً مِّنَ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَلَوْ ظَھَرَ لَفَعَلَ النَّاسُ اَکْثَرَ مِمَّا فَعَلُوْا حِیْنَ رَاَوْ یُوْسُفَ۔

تو حضورِ انور ﷺ نے فرمایا: میرا جمال لوگوں کی آنکھوں سے اللہ نے غیرت کی وجہ سے چھپا رکھا ہے اور اگر آشکار ہو جائے تو لوگوں کا حال اس سے بھی زیادہ ہو جائے جس طرح یوسف علیہ السلام کو دیکھ کر ہوا تھا [1]

یعنی فرمایا میں اللہ کا محبوب ہوں اور محب کی غیرتِ محبت کا تقاضا ہوتا ہے کہ اس کے محبوب کو سوائے اس کے اور کوئی نہ دیکھے، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے میرے حسن و جمال کو صرف اپنے دیکھنے کے لیے لوگوں کی نظروں سے چھپا رکھا ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

لَمْ یُظْھَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِاَنَّہٗ لَوْ ظَھَرَ لَنَا تَمَامُ حُسْنِہٖ لَمَا اَطَاقَتْ اَعْیُنُنَا رُؤْیَتَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

1. درثمین فی مبشرات النبی الامین ۷

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پورا حسن و جمال ہم پر ظاہر نہیں کیا گیا، اگر آپ کا پورا حسن و جمال ظاہر کیا جاتا تو ہماری آنکھیں آپ کے دیدار کی طاقت نہ رکھتیں۔

(زرقانی علی المواہب ۴/۱۷)

ایک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو
وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو

(مولانا حسن رضا)

میرے پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور گر تھے

مشکوٰۃ شریف ۵۴۴: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اسید بن حضیر اور عباد بن بشر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار سے رات کے وقت باہر نکلے اندھیرا سخت تھا تو ان دونوں سے ایک کی لاٹھی روشن ہوگئی حتیٰ کہ وہ دونوں اس لاٹھی کی روشنی میں چلنے لگے۔ جب دونوں نے راستہ الگ الگ اختیار کیا تو پہلی لاٹھی نے دوسرے کی لاٹھی بھی روشن کردی۔

شبِ اسریٰ کے دولہا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابی کو نور والا بنادیا

طفیل ابن عمرو رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی نشانی مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ عزوجل! اس کو نور دے تو ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور چمکنے لگا۔ پھر انہوں نے کہا: میں ڈرتا ہوں کہ کہیں لوگ مثلہ یعنی برص کا داغ نہ کہنے لگیں، تو وہ نوران کے کوڑے کی طرف پھیر دیا گیا۔ پس وہ

اندھیری رات میں چمکتا تھا ۔ اسی وجہ سے ان کا نام صاحبِ نور پڑ گیا ۱

ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کے جسم مبارک میں روح داخل ہوئی تو نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صدقہ سے حضرت آدم کا قالب بنایا، پھر روح کو حکم ہوا جب روح قالب کے پاس پہنچی تو جسم کو تنگ و تاریک پایا اور اندر جانے سے ٹھہر گئی: روایت میں آتا ہے کہ تب نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے وہ قالب جگمگا دیا گیا۔ یعنی وہ نور پیشانی آدم علیہ السلام میں امانت رکھا گیا۔ اب روح آہستہ آہستہ داخل ہونے لگی ۲ نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا صدقہ آدم علیہ السلام کی روح جسم میں داخل ہوئی پھر جناب اماں حوا رضی اللہ عنہا بنی پھر آگے مخلوق بنی اگر نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوتا نہ حضرت حوا رضی اللہ عنہا ہوتیں نہ آدم علیہ السلام ہوتے اور نہ ہم سب ہوتے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

نوری شعاعیں آسمان تک

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں کچھ سنبھلی تو میں نے نزدیک ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سینہ اقدس پر ہاتھ رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے تبسم فرمایا اور آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے آنکھیں کھولیں تو میں نے دیکھا کہ آنکھوں سے نور نکل رہا ہے اور اس کی شعاعیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی

۱ شفا شریف ص 262 جلد اول

۲ تفسیر نعیمی جلد اول پارہ نمبر 1 ص 226 ناشر مکتبہ اسلامیہ لاہور

دونوں آنکھوں کے درمیان (جبین مقدس پر) بوسہ دیا اور گود میں اٹھالیا [1]

دستِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکت سے چہرہ چمک اٹھا

حضرت ابوالعلاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ کے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا تو ان کے چہرہ میں اتنی چمک پیدا ہوگئی کہ اس کے چہرے میں اشیاء کا عکس اس طرح دیکھا جاتا جس طرح کہ آئینے میں دیکھا جاتا ہے [2]

سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ

علامہ یوسف نبھانی قدس سرہ النورانی فرماتے ہیں: حضور پرنور قطب الاقطاب، سید الاسیاد، فرد الافراد، غوث الاغواث، شیخ الملک والجن والانس علی الاطلاق، سیدنا و سندنا و مرشدنا غوثِ اعظم شیخ سید عبد القادر جیلانی قدس سرہ الربانی بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں ہدیہ صلوٰۃ وسلام اس طرح پیش کرتے ہیں:

درود شریف غوثیہ نوریہ قادریہ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُہٗ وَرَحْمَۃٍ لِلْعَالَمِیْنَ ظُھُوْرُہٗ عَدَدَ مَنْ مَّضٰی مِنْ خَلْقِکَ وَمَنْ بَقِیَ وَمَنْ سَعِدَ مِنْھُمْ وَمَنْ شَقِیَ صَلٰوۃً تَسْتَغْرِقُ الْعَدَّ وَتُحِیْطُ بِالْحَدِّ صَلٰوۃً لَا غَایَۃَ لَھَا وَلَا مُنْتَھٰی وَلَا اِنْقِضَآءَ صَلٰوۃً دَآئِمَۃً بِدَوَامِکَ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا [3]

1. آثار: الحمدیہ لاحمد زینی دحلان جلد اول، ص 47
2. شواہد النبوت، ص 206، دلائل النبوت، بیہقی شریف، مسند امام احمد
3. افضل الصلوات ۸۲ مطبوعہ مصر

اس درود شریف میں پہلا جملہ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُهٗ سے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے عقیدہ کا بین ثبوت ہے۔ علامہ فاسی علیہ الرحمۃ اسی جملہ کی تشریح اور غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: لَفْظُ سَيِّدِىْ عَبْدِ الْقَادِرِ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُهٗ وَ الْخَلْقُ مَصْدَرُ خَلَقَ وَ هٰذَا الْاَصْلُ فِيْهِ وَ الْلَّامُ بِمَعْنٰى فِىْ اَوْ عِنْدَ وَيُطْلَقُ الْخَلْقُ بِمَعْنَى الْمَفْعُوْلِ كَثِيْرًا وَ يَحْتَمِلُ ذَالِكَ هُنَا وَلَا شَكَّ اَنَّ كُلَّ مَخْلُوْقٍ فَا سَابِقُ لَهٗ نُوْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِىْ وَ مِنْ نُوْرِىْ خُلِقَ كُلُّ شَيْءٍ ۔سیدی عبد القادر رضی اللہ عنہ کے لفظ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدِنِ السَّابِقِ لِلْخَلْقِ نُوْرُهٗ وَ الْخَلْقُ نُوْرُهٗ

علامہ نبھانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ محدث سخاوی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے: یہ درود شریف جو شخص ایک مرتبہ پڑھے تو اس کو دس ہزار مرتبہ درود شریف پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ (افضل الصلوات ۸۲) نیز امام سخاوی نے فرمایا ہے: ہمارے نہایت ہی مستند مشائخ نے اس درود شریف کو پڑھنے سے بہت فوائد اور برکات حاصل کی ہیں۔ شیخ محی الدین یمنی فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ درود شریف صبح اور

شام دس دس مرتبہ پڑھے اللہ کریم اس سے راضی ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حفظ وامان میں آجاتا ہے۔ متواتر اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہوتا رہتا ہے۔ اور تمام مشکل اموراس کے لیے آسان ہو جاتے ہیں۔ (افضل الصلوات ۸۲) شیخ المحدثین عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مجھے اس درود شریف کی اجازت میرے شیخ اور مرشد سیدی عبدالوہاب متقی قادری علیہ الرحمۃ نے مدینہ منورہ سے رخصت ہوتے وقت دی تھی۔ اس سے بہت نور و حضور اور خشوع و خضوع ہوا [۱]

کیا غوثِ پاک ہر زمانہ کے لیے ہیں؟

نوٹ: کسی نے رشید احمد گنگوہی سے سوال کیا غوث پاک کا قدم اپنے ظاہری زمانے تک کا اعلان ہے؟ جواب دیا: ان کے زمانہ کے اولیاء اللہ مراد ہیں اگر بعد کے اولیاء بھی مراد ہوں تو کیا عجب ہے؟ [۲]

حضرت سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

امام الائمۃ کاشف الغمۃ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہِ رسالت مآب علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں ہدیہ عقیدت پیش کرتے ہوئے اپنے عقیدہ کا بھی اظہار اس طرح فرماتے ہیں:

اَنْتَ الَّذِیْ مِنْ نُوْرِكَ الْبَدْرُ اکْتَسیٰ وَالشَّمْسُ مُشْرِقَةٌ بِنُوْرِ بِهَاكَ [۳]

آپ وہ نور ہیں کہ چودھویں رات کا چاند آپ کے نور سے منور اور آپ ہی کے

۱ جذب القلوب فارسی ۲۶۷

۲ تذکرۃ الرشید صفحہ 246 کتب خانہ اعزازیہ دیوبند دوسرا حصہ

۳ قصیدۃ النعمان ۲۳

جمال وکمال سے سورج روشن ہے۔

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَرِ   مِنْ وَجْهِكَ الْمُنِيْرُ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرُ

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا عقیدہ

نہ پیدا اگر ہوتا احمد کا نور   نہ ہوتا دو عالم کا ہرگز ظہور

چہرہ تاباں کو دکھلا دو مجھے   تم سے اے نور خدا

(نالۂ امداد غریب ۲۲)

سب دیکھو نور محمد کا سب بیچ ظہور محمد کا

جبریل مقرب خادم ہے سب جا مشہور محمد کا

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کا عقیدہ

بنور تو برافروزم نگہ را   کہ بینم اندرون مہر و مہ را

(ارمغان حجاز ص ۸۱)

عرب خود را بہ نور مصطفیٰ اسوخت   چراغ مردۂ مشرق برافروخت

(ارمغان حجاز ۱۲۶)

یا نہ نورِ مصطفیٰ او را بہا ست   یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ است

(اسرار ورموز ۱۹۵)

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ نظم فریادِ امت میں بارگاہِ نبوی میں فریاد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

چشم ہستی صفت دیدۂ اعمیٰ ہوتی دیدۂ کن میں اگر نور نہ ہوتا تیرا

(کلیاتِ اقبال)

حضرت میاں محمد بخش علیہ الرحمۃ

1

حضرت میاں محمد بخش کھڑی شریف والے نورانیت مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے اپنے عقیدہ کا اظہار یوں کرتے ہیں:

نور محمد روشن آہا آدم جدھوں نہ ہویا
اول آخر دوہیں پاسے اوہو مل کھلویا
کرسی عرش نہ لوح قلم سی نہ سورج چن تارے
تدھوں وی نور محمد والا دیندا سی چمکارے
سبھے نور اوسیدے نوروں اوسدا نور حضوروں
اسنوں تخت عرش دا ملیا موسےٰ نوں کوہ طوروں

(سیف الملوک)

نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عالمِ بشریت میں انتقال

اس حسنِ مطلق نے دنیا کے نظاروں کو اس قدر حسین بنایا ہے کہ انسان اس دلکش اور جاذبِ نظر ماحول میں بار بار گم ہو جاتا ہے۔ کبھی زمین کی دلفریب رعنائیاں اس کے دامنِ دل کو کھینچتی ہیں تو کبھی افلاک کی دلکش وسعتیں۔ کبھی ہواؤں کی جاوداں جانفزا کیفیتیں اس کے لیے راحتِ جاں بنتی ہیں تو کبھی فضاؤں میں گونجنے والے نغمات حسن۔ یہ کائنات آب و گل حسن و عشق کے ہنگاموں کا مرکز ہے، جس میں حسن کبھی گل و لالہ کی نرم و نازک پنکھڑیوں سے عیاں ہوتا ہے اور کبھی ان کی دلفریب مہک سے۔ نغماتِ حسن کبھی آبشاروں میں سنائی دیتے ہیں اور کبھی دریاؤں اور نہروں کے سکوت میں۔ کہیں باغات کی دلکش رونقیں چہرہ کے حسن کو بے نقاب کرتی ہیں، کہیں صحراؤں کی خاموشیاں۔ کہیں سمندروں کا بہاؤ حسن میں ڈھلتا دکھائی دیتا ہے، کہیں سبزہ زاروں کا پھیلاؤ۔ الغرض ہر سو، حسن کے جلوہ سامانیاں ہیں اور نگاہ و دل خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ عالمِ آفاق کے نغماتِ حسن کی صدائے بازگشت انفسی کائنات کے نہاں خانوں میں سنائی دے رہی ہیں اور کائناتِ خارجی کی بے کراں وسعتوں میں بھی۔ غرضیکہ حسین خواہشات ہر سو مچل رہی ہیں۔ یہی خواہشات خوگرِ حسن بھی ہیں اور پیکرِ حسن بھی۔ تخیلات بھی حسن سے سکون پاتے ہیں، تصورات بھی اسی کے مشتاق ہیں۔ اہل دل کبھی حسن کو جلوت میں تلاش کرتے ہیں، کبھی خلوت میں۔ کوئی جلوۂ حسن میں مست ہے، کوئی تصورِ حسن میں بے خود۔ اس کارگاہ حیات میں

ہر کوئی حسن کا متلاشی ہے۔کوئی ذوق وشوق کے مرحلے میں ہے تو کوئی جذب و کیفیت کے مقام پر۔کوئی سوز وساز مستی میں ہے ،کوئی وجد و حال میں۔لیکن شبستانِ عشق میں ہر کسی کو نورِ حسن ہی کی کوئی نہ کوئی شعاع میسر ہے۔دل کہتا ہے کہ حسن کے دلفریب جلوے جو اس قدر کثرت سے ہر طرف بکھرے پڑے ہیں، کہیں نہ کہیں ان کا منبع ضرور ہوگا۔کہیں نہ کہیں وہ سرچشمۂ حسن یقیناً موجود ہوگا جہاں سے سب کے سب جمالیاتی سوتے پھوٹ رہے ہیں۔ہر خوب سے خوب تر کا وجود اور حسین سے حسین تر کا نشاں یہ بتلاتا ہے کہ کہیں نہ کہیں حسن ورعنائی کا آخری نظارہ بھی ہوگا۔تلاشِ حسن کا سفر کہیں تو ختم ہوتا ہوگا۔آنکھیں کہتی ہیں بے شک کہیں وہ آخری تصویرِ حسن بھی ہوگی جسے دیکھ کر جذبۂ تسکین بھی سکون پا جائے۔روح پکارتی ہے ،بلاشبہ کہیں وہ حریمِ ناز بھی ہوگا جہاں سب بے چینیاں ختم ہو جائیں اور راحتیں تکمیل کو پہنچ جائیں۔

آؤ! اس حسن کی تلاش میں نکلیں اور اس جمال کو اپنائیں جس کی ادائے حسن سے جہانِ رنگ و بو میں ہر سو حسن و جمال کی جلوہ آرائی ہے۔آؤ! بادۂ عشق رہ نوردو ،اس صحرائے حیات میں دیکھو! وہ طور پر سے ایک عاشق کی ندا آرہی ہے۔فضائے طلب میں اس کی صدائے عشق بلند ہو رہی ہے، روح کے کانوں سے سنو ،آواز آرہی ہے:

رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ [1]

میرے رب ! اپنے چہرۂ حسن کو بے نقاب کر ، میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔

1 الاعراف ۷: ۱۴۳

نظارۂ حسن کی طلب کرنے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ آپ علیہ السلام نے کس حسن کو پکارا ہے؟ اسی حسن کو جو حُسنِ مطلق ہے، جو حسنِ ازل ہے، جو حُسنِ کامل ہے، جو حُسنِ حقیقت ہے، جو ہر حسن کا منبع و مصدر ہے اور جو ہر حُسن کی اصل ہے۔ حسین جس کے حُسن کا تصور نہیں کر سکتے اور جمیل جس کے جمال کا گمان نہیں کر سکتے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسی حُسنِ لازوال کا جلوۂ حُسن مانگا ہے۔

آپ علیہ السلام کو حریمِ ناز سے جواب ملتا ہے:

لَنْ تَرٰىنِیْ ہمیں جلوۂ حُسن کا نظارہ کرانے سے انکار نہیں مگر تیری آنکھ میں تابِ نظارہ نہیں۔

پھر۔۔۔ عشق کی بے تابی دیکھ، اس نے حسنِ ذات کی بجائے حسنِ صفات کا صرف ایک نقاب الٹا۔ مگر

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا [1]

جب اس کے رب نے پہاڑ پر اپنی (صفاتی) تجلی کا اظہار فرمایا تو اس نے پہاڑ کو ریزہ ریزہ کر دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

موسیٰ زہوش رفت بیک پر توِ صفات

روح بیتاب پکارنے لگی: اے حسنِ مطلق! میں نے اقرار کر لیا میں تیرے حُسن کو بے نقاب نہیں دیکھ سکتی۔ آنکھیں ترس گئیں ہیں۔ یہ نظارہ کسی

[1] الاعراف ۷:۱۴۳

پیکرِ محسوس میں رکھ دے تو اسے ہی دیکھ لیں۔

اے لا مکاں میں بسنے والے حسنِ تمام! عالم مکاں میں بھی اپنے حسنِ کامل کی جلوہ سامانی کر۔ عالمِ ہیئت میں تو نورِ فگن ہے۔ مطلع بشریت کو بھی اپنے پرتو حسن و نور سے روشن کر۔ تو حسنِ بے مثال ہے لیس کمثلہ شی کا مصداق تیرا ہی جمال ہے۔ کسی کے حسنِ سراپا کو اپنی شانِ مظہریت سے نواز تا کہ عاشقانِ صادق عالمِ ہست و بود میں تیرے حسن کا نقشِ کامل دیکھ سکیں۔ تیرے نور کا مظہرِ اتم دیکھ سکیں۔ حریمِ ناز سے صدا آتی ہے: اے حسن و جمال حق کے متلاشی! تیری تلاش تجھے مل چکی، تیرا سوال پورا ہو چکا، تیری مراد بر آ چکی، یوں تو ہر سو میرے ہی حسن کے جلوے ہیں:

فَاَیۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ [1]

تم جدھر پھرو گے، ادھر ہی اللہ کا جلوۂ ذات ہے۔

جگ میں آ کر ادھر اُدھر دیکھا
تو ہی آیا نظر جدھر دیکھا

(علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

تجلی تیری ذات کا سو بہ سو ہے
میں جدھر بھی دیکھتا ہوں تو ہی تو ہے

لیکن محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حسنِ سراپا عالم خلق میں میرے پرتو حسن کی کامل جلوہ گاہ ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطلع ذات پر میرا آفتاب حسن، شباب پر ہے۔ اس پیکر نور کو دیکھ

[1] البقرہ ۲: ۱۱۵

یہی مظہرِ حسنِ حقیقت اور یہی مظہرِ جمالِ مطلق ہے

میں نے وجودِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور کی صورت میں اس وقت پیدا فرمایا جب کائناتِ ہست و بود اور عالمِ رنگ و بو میں کچھ بھی نہ تھا، عرش سے فرش تک کسی نوری یا مادی وجود کا کوئی نقش ونشان نہ تھا، ابھی نظام کن فیکون کا اجراء بھی نہ ہوا تھا میں نے اپنی شانِ خلاقیت کا سب سے پہلا مظہر نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بنایا۔ یہی نور میرے نظامِ خلق وتکوین کا پہلا نقش تھا۔ یہی نور میرے پرتو حسن و جمال کا پہلا محل تھا، یہی نور میری توجہ ذات کا پہلا مرکز تھا۔ اس وقت عالم امر و نقل میں سوائے اس نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کچھ بھی نہ تھا۔ سو میں نے مدتوں تک اسے اپنے حجاباتِ عظمت میں رکھا۔ براہ راست اپنے انوارِ ذات سے اس کی پرورش و تربیت فرمائی۔ پھر طویل زمانوں کے بعد (جن کا عرصہ اور مدت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا) جب ارواحِ انبیاء کی تخلیق عمل میں آ چکی تو اس نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالمِ ارواح میں منتقل کیا گیا۔ پھر اسے وہیں شرفِ نبوت سے بہرہ یاب فرما کر ارواحِ انبیاء کے لیے منبع فیض بنایا گیا۔ ارواحِ انبیاء کو اس نور کی معرفت کروائی گئی، ان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کروائی گئی اور ان کے واسطہ سے انہیں بھی نعمتِ نبوت سے شرفیاب فرمایا گیا۔ قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں اس حقیقت کے کثرت سے واقعات ملتے ہیں۔

جب انبیاءِ کرام علیہم السلام کو عالمِ ارواح میں خلعتِ نبوت سے مشرف فرمایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرائی اور ان پر

ایمان لانے کا پختہ عہد لیا۔ یہ ان کی "تقریبِ حلفِ نبوت" تھی ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ [1]

اور (اے محبوب ﷺ وہ وقت یاد کرو) جب اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت سے سرفراز کروں۔ پھر تمہارے پاس وہ رسول ﷺ تشریف لائے جو تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور بالضرور اس رسول ﷺ پر ایمان لانا اور لازماً اس کی مدد کرنا۔ (مزید تاکید کے طور پر فرمایا) کیا تم سب (انبیاء) نے اقرار کیا اور کیا (میرا عہد قبول کر کے) یہ بھاری ذمہ داری تم نے اٹھالی؟ سب انبیاء نے عرض کیا: ہم نے اقرار کرلیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم سب ایک دوسرے پر گواہ بن جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے آیت متذکرہ کے حوالے سے روایت کیا ہے:

ان اللہ لما خلق نور نبینا محمد ﷺ امرہ ان ینظر الی انوار الانبیاء علیھم السلام فغشیھم من نورہ ما انطقھم اللہ بہ فقالوا یا ربنا من غشینا نورہ فقال اللہ تعالیٰ ھذا نور محمد بن عبد اللہ ان امنتم بہ جعلتکم انبیاء قال اٰمنا بہ وبنبوتہ فقال اللہ تعالیٰ أ اشھد علیکم قالوا نعم فذالك

1 آل عمران ۳:۸۱

قولہ تعالیٰ و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین ۔۔ و انا معکم من الشاھدین [1]

جب اللہ تعالیٰ نے ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور تخلیق فرمایا تو بعد میں (کسی وقت) اسے حکم دیا کہ انوارِ انبیاء (یعنی ارواحِ انبیاء) کی طرف متوجہ ہو۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انبیاء کی ارواح کو (اپنے) نور سے ڈھانپ لیا انہوں نے عرض کیا: اے رب! ہمیں کس کے نور نے ڈھانپ لیا ہے؟ اللہ نے فرمایا۔ یہ محمد بن عبد اللہ کا نور ہے۔ اگر تم اس پر ایمان لاؤ گے۔ تو تمہیں نبی بناؤں گا۔ چنانچہ انہوں نے کہا۔ ہم اس پر اور اس کی نبوت پر ایمان لے آئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں خود تمہارے نبوتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے پر گواہ ہو جاتا ہوں۔ انہوں نے کہا: ہم اقرار کرتے ہیں۔ اس امر کی طرف قرآن حکیم کے اس ارشاد میں اشارہ ہے، اور جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے یہ وعدہ لیا (کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت عطا کروں پھر تمہاری طرف یہی آخر الزماں رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے جو تمہاری تصدیق کرنے والا ہے تو تمہیں اس پر (پھر) ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنا ہوگی۔ اور اب میں خود تمہارے ساتھ تمہارے اس اقرار پر گواہ ہوں:

۳۔ امام عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے المصنف میں اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بابی انت و امی اخبرنی عن اول شیء خلقہ اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء قال یا جابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الا

[1] المواھب اللدنیہ 1 ص 41-40 ناشر فرید بک سٹال لاہور و دیگر کتب

شیاء نور نبیك من نورہ فجعل ذالك النور یدور بالقدرة
حیث شاء اللہ تعالیٰ ولم یکن فی ذالك الوقت لوح ولا قلم
ولا جنة ولا نار ولا ملك ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمر
جن و الانس فلما اراد اللہ ان یخلق قسم ذالك النور اربعة
اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم، من الثانی اللوح ومن
الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعة اجزاء فخلق من
الجزء الاول حملة العرش ومن الثانی الکرسی ومن الثالث
باقی الملائکة ثم قسم الجزء الرابع اربعة اجزاء فخلق من الاول
السمٰوٰت ومن الثانی الارضین ومن الثالث الجنة والنار [1]

یارسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ مجھ کو خبر دیجیے! کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی؟ آپ نے فرمایا: اے جابر، اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (نہ بایں معنیٰ کہ نور الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اس وقت نہ لوح تھی، نہ قلم تھا، نہ بہشت تھی اور نہ ہی دوزخ تھا اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا نہ چاند تھا اور نہ جن تھا اور نہ انسان تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس

السیرۃ الحلبیہ ج1 ص 115 ناشر دارالاشاعت کراچی
المواھب اللدنیہ ج1 ص 44 ناشر فرید بک سٹال لاہور

نور یعنی نور محمدی ﷺ کے چار حصے کیے: ایک حصے سے قلم پیدا کیا، دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش، چوتھے کے چار حصے کیے: پہلے حصہ سے حاملان عرش کو پیدا کیا، دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے باقی فرشتے۔ پھر چوتھے کے چار حصے کیے: ایک سے آسمان بنایا دوسرے سے کرسی اور تیسرے سے جنت ودوزخ۔

۱ امام عبدالرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری المتوفی ۲۱۱ھ نے، ابن جریج، امام مالک، سفیان ثوری اور اما اوزاعی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم وغیرھم سے روایت کیا ہے۔

اوران امام احمد بن حنبل اور امام اسحاق رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہم وغیرھما نے روایت کیا ہے۔

۲ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ شرح المواہب میں فرماتے ہیں: اس حدیث میں نورِ محمدی ﷺ کے نورِ الٰہی سے خلق ہونے کا معنی یہ نہیں کہ خود نورِ الٰہی اس نور کا مادۂ تخلیق تھا بلکہ مراد یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے نورِ محمدی ﷺ کا بلا واسطہ اپنے تعلقِ ارادہ سے اپنے نور ذات کے براہِ راست فیض کے ساتھ خلق فرمایا اور "من نوری" من اضافت تشریفیہ ہے جیسے سیدنا آدم علیہ السلام کے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا **وَ نَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ** (اور میں آدم علیہ السلام میں اپنی روح پھونک لوں۔ توتم سب اس کے سامنے سجدہ ریز ہوجانا)

۳ امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نورِ محمدی ﷺ سے پہلے قلم، لوح، عرش اور حاملانِ عرش کے بعد باقی ملائکہ کی تخلیق کے بیان سے صحیح مسلم کی اس حدیث کی وضاحت ہوجاتی ہے جس میں فرمایا گیا ہے **خلقت الملائکة من نور** (ملائکہ نور سے پیدا کئے گئے ہیں) اسی طرح ابوالشیخ نے عکرمہ سے روایت کیا ہے: **خلقت**

الملائكة من نور العزة (ملائکہ نورِ عزت سے پیدا کیے گئے ہیں)نور عزت کی اضافت بھی اسی طرح تشریفی ہے جیسے ابتدا میں نور محمدی ﷺ کے لیے **من نورہ** کے الفاظ میں نور الٰہی سے تخلیق ہونے کا تشریفاً ذکر آیا ہے۔

درحقیقت یہ ساری تقسیم اسی ایک ہی نور کا پرتو اور فیضان ہے۔ جس کا نام نورِ محمدی ﷺ ہے اور وہی کائنات کی مخلوقِ اولین ہے۔ اسی طرح حاملانِ عرش کا بھی نورِ محمدی ﷺ سے تخلیق ہونا بیان ہوا ہے۔ ابویعلیٰ ابن مردویہ ابن خزیمہ اور حاکم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے اور ابن المنذر نے حسان بن عطیہ اور ہارون بن ریاب سے روایت کیا ہے کہ یہ حاملانِ عرش آٹھ ہیں۔ ابن جریر، ابن زیب سے روایت کرتے ہیں کہ اس وقت عرش کو ان میں سے چار ملائکہ نے اٹھا رکھا ہے اور قیامت کے دن ان حاملین کی تعداد آٹھ پوری ہو جائے گی۔

نورِ محمدی ﷺ کے کائنات میں سب سے پہلے تخلیق کیے جانے اور آپ کو تخلیقِ آدم سے بھی پہلے شرفِ نبوت سے بہرہ یاب کیے جانے کے مضامین بہت سی احادیث میں آئے ہیں جنہیں مختلف الفاظ میں امام بخاری نے اپنی تاریخ میں، امام مسلم نے صحیح میں، امام احمد بن حنبل نے مسند میں امام حاکم نے مستدرک میں، امام ترمذی نے سنن میں، امام بیہقی نے ولائل النبوۃ میں، امام بغوی نے شرح السنۃ میں، خطیب تبریزی نے مشکوٰۃ المصابیح میں اور امام دیار بکری نے تاریخ الخمیس وغیرہ میں روایت کیا ہے۔ اسی طرح ابونعیم، بزار، طبرانی، ابن حبان، ابوحیان، ابن سعد، ابن عساکر، خرائطی، خطیب بغدادی، حافظ ابوبکر، امام زرکشی، امام

عسقلانی، امام قسطلانی، امام زرقانی، امام سیوطی اور امام ابن جوزی وغیرھم رحمہم اللہ نے بھی ایسی بہت سی احادیث کی تخریج کی ہے اور ان پر اعتماد کیا ہے۔ علاوہ ازیں امام محمد الفاسی سے مطالع المسرات میں، قاضی عیاض المالکی نے الشفاء میں، امام ابن حجر مکی نے الفتاوی الحدثیہ میں، ملا علی قاری نے مرقاۃ المفاتیح اور شرح الشفاء میں، امام عبد الغنی نابلسی نے الحدیقۃ الندیہ میں، شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہم اللہ نے تفہیمات الٰہیہ میں ان احادیث کو نقل کر کے ان سے استناد کیا ہے۔

امام شعرانی، امام آلوسی، امام نبہانی، حتیٰ کہ مولانا اشرف علی تھانوی اور بہت سے دیگر متاخرین نے بھی ان احادیث و روایات کو اپنی کتب میں نہ صرف نقل کر کے ان کی توثیق و تائید کی ہے بلکہ مستقل ابواب قائم کر کے انہیں ثابت کیا ہے۔

گویا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ مبارک کی کائناتِ ہست و بود میں اولیں تخلیق اس کے عالم ارواح میں ملکوتی قیام اور عالمِ اجساد میں ناسوتی سفر کا ذکر آئمہ حدیث، اہل سیر و اصحاب فضائل اور علماء محققین کے ہاں آج تک تواتراً ہوتا چلا آ رہا ہے اور اسی پر متقدمین و متاخرین کا اعتقاد و اعتماد رہا ہے۔

۴ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

سمعت النبی ﷺ یقول انی عند اللہ الخاتم النبیین وان اٰدم لمنجدل فی طینتہ [1]

[1] مسند احمد بن حنبل ۴:۱۲۷-۱۲۸، دلائل النبوۃ للبیہقی، ۱:۸۷، مستدرک الحاکم ۲:۶۰۰

میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے حضور (اس وقت) سے خاتم النبیین قرار پا چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی خاکی تشکیل کے مرحلے میں تھے۔

امام حاکم اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

هذا حديث صحيح الاسناد

اس حدیث کی تمام اسناد صحیح ہیں۔ (المستدرک)

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح السنۃ میں اور خطیب تبریزی نے مشکوۃ المصابیح میں "باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی روایت کیا ہے۔

۵ جامع ترمذی میں اسناد حسن کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ جسے صاحب مشکوۃ المصابیح نے باب "فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" میں روایت کیا ہے۔

قال قالوا يا رسول الله متىٰ وجبت لك النّبوة قال وآدم بين الروح والجسد [1]

فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا: **یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!** فرمایئے آپ کے لیے نبوت کب واجب اور ثابت کر دی گئی تھی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس وقت جبکہ ابھی آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ یعنی ان کی تخلیق بھی عمل میں نہیں آئی تھی۔

حدیث مذکورہ کا معنی یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ تخلیق آدم سے پہلے نبوتِ محمدی کا

[1] جامع الترمذی ۳۳:۷۷ ، مستدرک الحاکم ۲۰۹:۲ ، مشکوۃ المصابیح ۵۱۳

ثبوت محض علم الٰہی میں تھا، عالم خارج میں نہ تھا، کیونکہ اس معنی سے تو حضور ﷺ کی کوئی امتیازی فضیلت باقی نہیں رہتی۔ اس لیے کہ علم الٰہی میں تو تمام انبیاء کی نبوتیں تھیں، اس پر حضور ﷺ کا کون سا امتیاز تھا، حالانکہ یہاں تو حضور ﷺ کی نبوت کی امتیازی خصوصیت بیان کی جارہی ہے۔ مزید یہ کہ علم الٰہی میں آنحضرت ﷺ کا نبی ہونا کب سے تھا؟ یہ سوال تو سائلین کے ذہن میں بھی نہ تھا۔ کیونکہ اس امر کے پوچھنے کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کائنات کی ہر چیز تخلیق کائنات سے پہلے علم الٰہی میں تھی۔ صحابہ کرام کا سوال تو یہ ہے: **متی وجبت لك النبوة**؟ آپ کے لیے نبوت کس وقت ثابت اور واجب ہوئی؟ ثبوت وجود کو مستلزم ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ خلقتِ محمدی ﷺ تو ساری کائنات سے پہلے ہو چکی تھی لیکن شرف نبوت سے حضور کو کس وقت ہمکنار کیا گیا؟ جس کا جواب حضور اقدس ﷺ یہ دے رہے ہیں: میں اس وقت سے نبی ہوں جب آدم علیہ السلام کی تخلیق بھی عمل میں نہ آئی تھی۔

ہمارے نقطہ نظر کی مزید وضاحت علامہ انور شاہ کشمیری کی بیان کردہ اس حدیث کی شرح سے ہو جاتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

ای کان النّبی ﷺ نبیّا وجرت علیه احکام النّبوة من ذالك الحین بخلاف الانبیاء السابقین فان الاحکام جرت علیهم بعد البعثة [1]

یعنی نبی ﷺ اس وقت بھی نبی تھے اور آپ پر احکام نبوت جاری ہو چکے تھے

[1] العرف الشذی علی جامع الترمذی ۲:۲۰۲

بخلاف انبیاء سابقین کے کہ ان پر احکام نبوت کا اجراء بعثت کے بعد ہوتا ہے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت مع احکام تخلیق آدم سے بھی پہلے واقع ہوئی۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:

سألته صلی اللہ علیہ وسلم سوالا روحانیا عن معنی قوله کنت نبیا وآدم منجدل بین الماء والطین، ففاض علی روحی من روحه الکریمة الصورة المثالیة التی کانت قبل ان یوجد فی عالم الاجسام وان فیضانها فی الحضرة المثالیة کان عند کون ادم منجدل بین الماء والطین وان له صلی اللہ علیہ وسلم ظهوراً تاماً فی تلك الحضرة وهو المعتبر عنه بالنبوة فی هذا الحدیث [1]

میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے ارشاد: میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم علیہ السلام پانی اور مٹی کے خمیر میں تھے کے بارے میں روحانی طور پر سوال کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح طیبہ میری روح پر اس صورت مثالی کے ساتھ جلوہ گر ہوئی جس میں وہ عالم اجسام میں آنے سے پہلے موجود تھی اور اس کا فیضان عالم مثال میں تخلیق آدم سے بھی پہلے جاری تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس عالم میں بھی ظہور تام حاصل تھا۔ جس کو اس حدیث میں نبوت سے تعبیر کیا گیا ہے۔

علامہ کشمیری نے اس سلسلے میں حضرت علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

انه علیه السلام کان نبیا قبل انشاءة العنصریه [2]

1. تفہیمات الٰہیہ ۲:۳۰۰
2. العرف الشذی علی جامع الترمذی ۲:۲۰۲

حضور ﷺ وجودِ عنصری پانے سے بھی پہلے نبی تھے

امام طیبی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد صحابہ کے اس سوال کے جواب میں تھا:(متیٰ و جبت) کہ آپ کو نبوت کب حاصل ہوئی؟ لہٰذا حضورِ انور ﷺ کے جواب کا معنیٰ بھی یہی ہوگا کہ مجھے نبوت اس وقت سے حاصل ہے جب کہ آدم علیہ السلام ابھی اس حالت میں تھے (مرقاۃ المفاتیح۔ از ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حدیث مذکورہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "اس سے نبوت میں حضورِ اقدس ﷺ کا حضرت آدم علیہ السلام پر تقدم اور سبقت ثابت ہوتی ہے" (لمعات التنقیح)

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یہ حدیث تخلیقِ آدم علیہ السلام سے قبل خارج میں نبوت محمدی ﷺ کے ثبوت اور ظہور کی دلیل ہے" 1

اس امر کی مزید وضاحت خود ایک حدیث صحیح سے بھی ہو جاتی ہے۔ جس میں آپ نے اپنے "وصفِ ختمِ نبوت" کے بارے میں بیان فرمایا: وہ تخلیق آدم سے پہلے عند اللہ لکھا جا چکا تھا۔ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔

انه قال انی عند الله مکتوب خاتم النّبیّین
و ان ادم لمنجدل فی طینته وسا خبر کم باول امری دعوة
ابراهیم وبشارة عیسی ورویا امی التی رات حین وضعتنی
قد خرج لها نور اضاء لها سنه قصور الشام 2

1 المواہب اللدنیہ
2 مسند احمد، بیہقی، حاکم، ابن عساکر، صحیح ابن حبان اور شرح السنۃ وغیرہ

حضورِ انور ﷺ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے ہاں اس وقت سے خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا جب کہ آدم علیہ السلام ابھی خمیر سے پہلے مٹی میں تھے اور میں تمہیں بتاؤں کہ میری نبوت ﷺ کے بارے میں پہلی خبر ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی اور عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت تھی اور اس کے علاوہ میری والدہ کا وہ خواب تھا جو انہوں نے میری ولادت سے پہلے دیکھا تھا اور وہ خواب جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا جس کے سبب شام کے محلات روشن ہو گئے

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ یہ حدیث "ساخبرکم" تک روایت کی ہے۔

صاف ظاہر ہے کہ مطلق شرفِ نبوت اور وصفِ ختمِ نبوت میں فرق ہے۔

وصفِ ختمِ نبوت کے ثبوت کے لیے تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے بعد مبعوث ہونا شرط تھا۔ اس لیے اس وصف کے ذکر میں "انی عند اللہ مکتوب خاتم النبیین" (کہ میں اللہ کے ہاں خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا) کے الفاظ بیان فرمائے۔ لیکن مطلقاً شرفِ نبوت کے لیے بعدیت اور آخریت یعنی سب کے بعد اور آخر میں آنے کی شرط نہ تھی۔ اس لیے اس شرف کا فی الواقع ثابت ہونا بیان فرمایا گیا۔ اگر یہ فرق نہ ہوتا تو پہلی حدیث میں بھی صحابہ کے سوال کے جواب میں یہ کہا جا سکتا تھا کہ میں خدا کے ہاں نبی لکھا جا چکا تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ثبوتِ نبوت کے لیے فرمایا کہ میرے لیے نبوت واجب اور ثابت ہو چکی تھی اور ختمِ نبوت کے لیے فرمایا: میں خاتم النبیین لکھا جا چکا تھا۔ ان دونوں ارشادات میں اندازِ بیان اور اسلوب کا فرق اس حقیقت کو روزِ روشن کی طرح عیاں کر رہا ہے کہ نبوتِ محمدی ﷺ کو وجود کے

اعتبار سے اولیت حاصل ہے اور محدثین کرام کی تصریحات بھی اسی مفہوم کی مؤید ہیں۔

۶ مذکورہ بالا مفہوم حضرت میسرہ الفجر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیثِ صحیح سے بھی ثابت ہے روایت کرتے ہیں:

قلت یارسول اللہ متی کتب نبیا قال ﷺ و ادم بین الروح والجسد [۱]

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کب سے نبی ہیں آپ نے فرمایا میں اس وقت سے نبی ہوں جب کہ آدم علیہ السلام روح اور جسم کے مرحلے میں تھے۔

اسے طبرانی، بیہقی اور ابونعیم نے بھی روایت کیا ہے۔

۷ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح بیان کیا ہے۔ امام جلال الدین سیوطی اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ اس کی اسناد کو قوی اور صحیح تسلیم کرتے ہیں۔ عامر الشعبی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

قال رجل یارسول اللہ ﷺ متی استنبت قال و ادم بین الروح والجسد حین اخذ منی المیثاق [۲]

ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! آپ کو کب نبی بنایا گیا تھا۔ حضور نے فرمایا: آدم علیہ السلام اس وقت روح اور جسم کے درمیان تھے۔ جب کہ مجھ سے نبوت کا میثاق لیا گیا۔

۱ مسند احمد بن حنبل ۵:۵۹ ، مستدرک الحاکم ۲:۶۰۸۔۶۰۹ ، التاریخ الکبیر للبخاری ۷:۴:۲۷

۲ رواہ ابن السعد ، المواہب للقسطلانی ، المعتمد الاول الخائص للسیوطی ۱:۴

اس حدیث کے بعد تامل کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی، کیونکہ حدیث کی شرح خود حدیث نے کر دی ہے۔ اس میں سوال کے الفاظ بھی بڑے واضح ہیں: "آپ ﷺ کو منصبِ نبوت پر کب فائز کیا گیا" اور جواب بھی بڑا واضح ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یہ میثاق نبوت اس میثاقِ انبیاء سے بالکل مختلف تھا۔ جس کا ذکر ہو چکا ہے۔

٨ بزار، طبرانی اور ابو نعیم نے بھی بطریق شعبی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

قال قیل یارسول اللہ متی کنت نبیا؟ قال وادم بین الروح والجسد [١]

انہوں نے کہا: حضور انور ﷺ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ ﷺ! آپ کب سے نبی ہیں۔ آپ ﷺ نے جواباً فرمایا اس وقت سے جب کہ آدم ابھی جسم و روح کے مرحلہ میں زیرِ تکمیل تھے۔

ابنِ سعد نے یہی الفاظ حضرت ابن ابی الجدعاء رضی اللہ عنہ سے بھی روایت کیے ہیں۔

٩ ابو نعیم نے بطریق صنابحی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مرسلاً یہ الفاظِ حدیث روایت کیے ہیں:

متی جعلت نبیا؟ قال وادم منجدل فی الطین [٢]

١ الخصائص الکبریٰ ۱:۴ جلد اول ص 12 ناشر مدینہ پبلیشنگ کمپنی کراچی
٢ الخصائص الکبریٰ ۱:۴ جلد اول ص 12 ناشر مدینہ پبلیشنگ کمپنی کراچی

یارسول اللہ! آپ کو نبی کب بنایا گیا؟ آپ نے فرمایا: اس وقت جبکہ آدم علیہ السلام ابھی خاکی خمیر کی حالت میں تھے۔

(۱۰) ایک اور حدیث صحیح اس سے بھی زیادہ صراحت کے ساتھ اس مسئلے کو بیان کرتی ہے، جسے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ مسند میں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تاریخ میں، امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ مستدرک میں، امام ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ دلائل میں، ابن ابی حاتم تفسیر میں اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ الشفاء میں تخریج کرتے ہیں:

کنت اول النبیین فی الخلق و اخرھم فی البعث [1]

میں خلقت کے اعتبار سے تمام انبیاء سے پہلا نبی ہوں اور بعثت کے اعتبار سے سب سے آخری نبی ہوں۔

(۱۱) امام علی بن برہان الدین الحلبی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ سأل جبریل علیہ السلام فقال یاجبریل کم عمرت من السنین؟ فقال یارسول اللہ لست اعلم غیر ان فی الحجاب الرابع نجما یطلع فی کل سبعین الف سنۃ مرۃ رایۃ اثنین وسبعین الف مرۃ فقال یاجبریل وعزۃ ربی جل جلالہ انا ذالك الکوکب [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت جبریل امین سے دریافت فرمایا: جبرئیل تم بتاؤ تمہاری عمر کتنی ہے؟ حضرت

(۱) انوار محمدیہ صفحہ نمبر 170 ناشر قادری کتب خانہ سیالکوٹ دلائل النبوۃ ۱۲

(۲) السیرۃ الحلبیہ ج1 ص 113 ناشر دالاشاعت کراچی
المواہب اللدنیہ ج1 ص38 ناشر فرید بک سٹال لاہور

جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: آقا عمر کا تو مجھے صحیح اندازہ نہیں لیکن اتنا یاد ہے کہ (ساری کائنات کے پیدا ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے حجاباتِ عظمت میں سے) چوتھے پردۂ عظمت میں ایک (نورانی) ستارہ چمکا کرتا تھا اور وہ ستارہ ستر ہزار سال کے بعد ایک مرتبہ طلوع ہوتا تھا۔ میں نے اپنی زندگی میں وہ نورانی ستارہ بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم (تبسم کناں ہوئے اور) فرمانے لگے اے جبرئیل مجھے اپنے رب ذوالجلال کی عزت کی قسم وہ (چمکنے والا ستارہ) میں ہی ہوں۔

۱۲ امام ابن القطان اور امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں جسے حضرت امام زین العابدین نے اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما سے اور انہوں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا، فرماتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کنت نورا بین یدی ربی قبل خلق ادم علیہ الصلوٰۃ والسلام باربعۃ عشر الف عام [1]

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کی بارگاہ میں نور کی صورت میں موجود تھا۔

یہاں ایک سوال ذہنوں میں ابھر سکتا ہے کہ پچھلی روایت میں مذکورہ ہے کہ سیدنا جبرئیل علیہ السلام نے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو 72,000 مرتبہ چمکتے ہوئے ستارے کی صورت میں دیکھا ہے اور ہر دو مرتبہ کی زیارت کے دوران 70,000 سال کا زمانہ بیان ہوا ہے۔ اس طرح تخلیق آدم علیہ السلام سے بہت مدت پہلے نورِ محمد

[1] احکام ابن القطان ۱:۱۰، السیرۃ الحلبیہ ۱:۳۰، نشر الطیب ۱۷

ﷺ کا ظہور معلوم ہو رہا ہے جبکہ دوسری روایت کے مطابق (جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے) تخلیق آدم علیہ السلام سے صرف **14,000** سال قبل کا ذکر ہے۔ ظاہرًا دونوں میں اختلاف ہے۔ ہم اس کا جواب مولانا اشرف علی تھانوی کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

''اس عدد (۱۴ ہزار سال) میں کم کی نفی ہے، زیادتی کی نہیں۔ پس اگر زیادتی کی روایت پر نظر پڑے تو شبہ نہ کیا جائے، رہ گئی یہ بات کہ مدت کی تخصیص کیوں کی گئی تو عین ممکن ہے اس مجلس میں (جس میں حضور ﷺ نے بات ارشاد فرمائی) کوئی تذکرہ ہی ایسا ہو رہا ہو، یعنی کسی حوالہ سے چودہ ہزار سال کی مدت کا ذکر یا سوال ہوا ہو اور حضور ﷺ نے اسی ضمن میں ارشاد فرمایا ہو [1]

گویا یہ مدت کسی خاص پس منظر میں بیان ہوئی ہوگی اور سیدنا جبرئیل امین علیہ السلام کی بیان کردہ مدت ان کی اپنی عمر کے تناظر میں بیان ہوئی ہوگی، مگر دونوں مدتوں سے حقیقت میں نورِ محمدی ﷺ کا اصل زمانہ تخلیق یا صحیح عرصۂ حیات معلوم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ اس نے نورِ محمدی ﷺ کو کب اور کتنا عرصہ قبل تخلیق فرمایا۔ البتہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ والی روایت سے (جسے امام عبدالرزاق نے بیان کیا ہے) زمانۂ تخلیق کا اس قدر اندازہ ہوتا ہے کہ جب نورِ محمدی ﷺ کو خلق کیا گیا تو اس وقت کائناتِ پست و بالا اور عالم ہائے مکان ولا مکان میں سے کچھ بھی نہ تھا۔

1 نشر الطیب ۱۷

۱۴ وبروی انه لما خلق الله تعالیٰ ادم الهمه ان قال یارب لم کنیتنی ابا محمد قال الله تعالیٰ یا ادم ارفع راسك فرفع راسه فرای نور محمد ﷺ فی سرادق العرش فقال یارب ماھذا النور قال ھذا نور نبی من ذریتك اسمه فی السماء احمد وفی الارض محمد لولاء ما خلقتك ولا خلقت سماء ولا ارضا [1]

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو آپ کو ابو محمد کی کنیت سے بلایا۔ آپ نے عرض کیا: باری تعالیٰ میری یہ کنیت کیسے ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اپنا سر اٹھاؤ۔ آپ نے اوپر دیکھا تو عرش پر نورِ محمدی ﷺ جلوہ گر تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا باری تعالیٰ یہ نور کس کا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ محمد ﷺ کا نور ہے۔ یہ تیری اولاد میں سے ہوں گے ان کا نام آسمانوں میں احمد ﷺ اور زمین میں محمد ﷺ ہے۔ اگر میں اسے پیدا نہ کرتا تو نہ تمہیں پیدا کرتا اور نہ زمین و آسمان کو پیدا کرتا۔

۱۵ عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال: قال رسول الله: لما اصاب ادم الخطیئة رفع راسه فقال: رب بحق محمد الا غفرت الیه۔ فاوحیٰ الله تعالیٰ الیه: وما محمد و من محمد؟ فقال: رب، انك لما اتممت خلقی رفعت راسی الی عرشك، فاذا علیه مکتوب و لا اله الا الله محمد رسول الله، فعلمت انه اکرم خلقك علیك اذ قرنت اسمه مع اسمك قال: نعم قد غفرت

[1] المواہب اللدنیہ ج1 ص 45 ناشر فرید بک سٹال لاہور

لك، وهو اخر الانبياء من ذريتك، ولولاه ما خلقتك [1]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب آدم علیہ السلام سے بھول ہوئی تو انہوں نے بارگاہ باری تعالیٰ میں عرض کیا: اے پروردگار! میں تجھ سے بواسطہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت فرما دیجیے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم علیہ السلام! تم نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسے پہچانا حالانکہ ابھی میں نے ان کو (دنیا میں) پیدا بھی نہیں کیا؟ عرض کیا: اے رب! میں نے اس طرح پہچانا کہ جب آپ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی طرف سے روح میرے اندر پھونکی میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا: لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سو میں نے معلوم کر لیا کہ آپ نے اپنے نام پاک کے ساتھ ایسے ہی شخص کے نام کو ملایا ہے جو آپ کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارا ہوگا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: اے آدم! تم سچے ہو واقعی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں اور جب تم نے ان کے واسطہ سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی اور اگر محمد نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔

گویا نظام ''کن فیکون'' کا نقشِ اول نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے اور پھر اسی سے سلسلہ ایجاد و تخلیق کی افزائش ہوئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی روایات میں

1 الوفاء باحوال المصطفیٰ ۱:۳۳

مذکور ہے کہ جب سیدنا آدم علیہ السلام نے اپنی تخلیق کے بعد جنت اور عرش الٰہی کی زیارت کے لیے نگاہ اٹھائی تو ہر دو جگہ "نام محمد ﷺ" کو پہلے سے لکھا ہوا پایا۔

۱۳ عن میسرة قال: قلت یا رسول الله متی کنت نبیا؟ قال: لما خلق الله تعالیٰ الارض واستوی الی السماء فسوھن سبع سموات وخلق العرش، کتب علی ساق العرش: محمد رسول الله خاتم الانبیاء، وخلق الله تعالیٰ الجنة التی اسکنها ادم وحوا، فکتب اسمی علی الابواب، والاوراق، القباب، والخیام، وادم بین الروح والجسد، فلما احیاه الله تعالیٰ نظر الی العرش فرای اسمی، فاخبره الله تعالیٰ انه سید ولدك، فلما غرھما الشیطان تابا واستشفعا باسمی الیه [1]

حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ میں نے بارگاہ نبوت ﷺ میں عرض کیا کہ حضور ﷺ! آپ کب سے شرف نبوت کے ساتھ مشرف ہوئے ہیں؟ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے زمین کو پیدا فرمایا اور آسمانوں کی طرف قصد فرمایا اور ان کو سات طبقات کی صورت میں تخلیق فرمایا، عرش کو ان سے پہلے بنایا تو عرش کے پائے پر محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء لکھا، جنت کو پیدا فرمایا جس میں بعد ازاں حضرت آدم اور حضرت حوا علیہم السلام کو ٹھہرایا تو میرا نام نامی جنت کے دروازوں پر، اس کے درختوں کے پتوں اور اہل جنت کے خیموں

[1] الوفاء باحوال المصطفیٰ ۱:۳۳

پر لکھا حالانکہ ابھی آدم علیہ السلام کے روح وجسم کا باہمی تعلق بھی قائم نہیں ہوا تھا۔ پس جب ان کی روح کو جسم میں داخل فرمایا اور زندگی عطا فرمائی تب انہوں نے عرش معظم کی طرف نگاہ اٹھائی تو میرے نام کو عرش پر لکھا ہوا دیکھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ یہ تمہاری اولاد کے سردار ہیں۔ جب ان کو شیطان نے دھوکا دیا انہوں نے بارگاہ الٰہی میں توبہ کی اور میرے نام سے ہی شفاعت طلب کی۔

۱۶۔ من کعب الاحبار قال: لما اراد الله تعالیٰ ان یخلق محمد ﷺ امر جبرئیل علیه السلام ان یاتیه فاتاه بالقطضة البیضاء التی هی موضع قبر رسول الله ﷺ فعجنت بماء التسنیم، ثم غست فی انها الجنة، وطیف بها فی السموات والارض، فعرفت الملائکة محمدا وفضله قبل ان تعرف ادم، ثم کان نور محمد ﷺ یری فی غرة جبهة ادم۔ وقیل له: یا ادم هذا سید ولدك من الانبیاء والمرسلین فلما حملت حواء بشیث انتقل عن ادم الی حواء، وکانت تلد فی کل بطن ولدین الا شیثا، فانها ولدته وحده، کرامة لمحمد ﷺ ثم لم یزل ینقتل من طاهر الی طاهر الی ان ولد ﷺ

ولما توفی ادم کان شیث علیه الصلوٰة والسلام وصیا علی ولده ثم اوصی شیث ولده بوصیة ادم ان لا یضع هذا النور الا فی المطهرات من النساء ولم تزل هذه الوصیة جاریة تنقل من قرن

الی قرن الی ان ادی اللہ النور الی عبد المطلب و ولدہ عبد اللہ [1]

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے محمد عربی ﷺ کے پیکر بشری کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایسی مٹی میرے پاس لے آؤ جو میرے محبوب پاک کے جسم اقدس اور جسد اطہر کی تخلیق کے لائق ہو تو وہ سفید مٹی کی ایک مٹھی روضہ اطہر والی جگہ سے لے کر بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہوئے تو امر خداوندی سے اس کو تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا۔ جنت کی لہروں میں اسے دھویا گیا پھر نور نبوت اس میں رکھ کر اس کو عرش و کرسی، لوح وقلم اور آسمانوں اور زمینوں میں ہر جگہ پھرایا گیا تا کہ ہر شے حضور ﷺ کے شرف وکمال کو پہچان لے۔ آپ ہی سے مروی ہے کہ تخلیق آدم علیہ السلام کے بعد نورِ محمدی ﷺ کو ان کی پشت میں ودیعت کیا گیا جو کہ آدم علیہ السلام کی پیشانی سے جھلکنے والے انوار سے محسوس ہوتا تھا اور ان سے کہا گیا: اے آدم! یہ تیری نسل میں پیدا ہونے والے انبیاء و مرسلین کے سردار ہیں۔ جب حضرت حواء رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر میں حضرت شیث علیہ السلام منتقل ہوئے تو وہ نور بھی حضرت حوا کے بطن اقدس کی طرف منتقل ہوگیا، وہ ہر دفعہ دو جڑواں بچوں کو جنم دیتی تھیں سوائے حضرت شیث علیہ السلام کے، کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کے جد امجد ہونے کی برکت سے تنہا پیدا ہوئے اور سب بھائیوں سے مرتبہ وکمال کے لحاظ سے یکتا بنے۔ پھر نبی الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نورِ انور یکے بعد دیگرے پاک پشتوں اور

[1] المواهب اللدنیہ ج1 ص42 ناشر فرید بک سٹال لاہور

پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا تا آنکہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ تمہاری پشت میں حضرت محمد ﷺ کا نور مبارک ہے، اسے پاکیزہ رحم میں منتقل کرنا سوائے پاک عورتوں کے کسی کا رحم اس نور کا مسکن اور ٹھکانہ نہیں بن سکے گا۔ سو یہ وصیت نسلاً بعد نسل حضور ﷺ کے نسب مبارک کا ہر فرد اپنے بیٹے کو کرتا رہا تا آنکہ یہ نور تمام زمانوں میں پاکیزہ پشتوں اور پاکیزہ رحموں سے منتقل ہوتا ہوا حضرت عبد المطلب کے بیٹے حضرت عبد اللہ کی پشت مبارک تک آن پہنچا۔

وقال العباس: یارسول الله انی اریدان استدحك. فقال له قل لا یفضض الله فاك فانشا یقول: من قبلها طبت فی الضلال وفی ثم هبطت البلاد لا بشر انت بل نطفة ترکب السفین وقد وردت نار الخلیل مکنما تنقل من صلب الی رحم حتی احتوی بیتك المهیمن من و انت لما وردت اشرقت الارض فنحن فی ذاك الضیاء وفی النور مستودع حیث یخصف الورق ولا مضغة ولا علق الجم نسرا واهله الغرق اذا مضی عالم بدا طبق خندی علیاء تحتها النطق وضائت بنورك الافق وسبل الرشاد نخترق۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی شانِ اقدس میں درج ذیل نعتیہ اشعار کہے ہیں: جب حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہا السلام اپنے اپنے

(1) الوفاء باحوال المصطفیٰ ۱:۳۵

جسموں کو (جنت میں) پتوں سے ڈھانپ رہے تھے۔ اس وقت سے بہت پہلے آپ ﷺ مسرت وشادمانی کے ساتھ ذکر الٰہی میں مصروف تھے۔ (ان کے جنت سے زمین پر اتارے جانے کے بعد) آپ بھی ان کے ہمراہ زمین پر تشریف لے آئے جب کہ آپ ﷺ تو قبل ازیں بشری صورت میں تھے اور نہ ہی گوشت علق کی حالت میں۔ (بشریت کے) ظہور کے بعد آپ احسن صورت میں محفوظ مقامات کے اندر ایک سوار کی طرح جلوہ فرما رہے۔ گھوڑے کو لگام لگا کر تیار رکھا ہوا تھا جس کی اگلی منزل پر پہنچتے اور پچھلی روپوش ہو جاتی۔ آپ کا ہر مسکن (ہر قسم کی آلودگی اور خطرات سے) محفوظ تھا۔ جیسے خندقوں اور بلند چٹانوں سے گھرا ہوا ہو۔ لیکن آپ ان مقامات میں بھی اس کائنات کی زبان بن کر رہے۔ آپ ﷺ مقدس اصلاب سے پاکیزہ ارحام کی جانب منتقل ہوتے رہے۔ جب ایک دور گزرتا تھا دوسرا شروع ہو جاتا۔ جب آپ ﷺ (سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں) بزم آرائے جہاں ہوئے تو تشریف آوری کے باعث زمین پر نور ہو گئی اور فضائیں جگمگا اٹھیں۔

ہم آپ کی ضیا پاشی اور نورانیت کے صدقے ہی تو راہ ہدایت پر گامزن ہیں۔

خلاصہ کلام:

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نورِ محمدی ﷺ کے عالم ملکوت سے عالم ناسوت تک کے سفر کی اجمالی تاریخ بڑے پیارے انداز میں بیان کر دی ہے۔ مذکورہ بالا احادیث اور روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ نورِ محمدی ﷺ جسے کائنات کے وجودِ

اول کے طور پر باری تعالیٰ نے ہر شے سے قبل تخلیق فرمایا اور اسے غیر معلوم عرصہ تک اپنے حضور میں رکھ کر انوارِ ذات سے فیض یاب فرمایا۔ پھر اس نورِ مقدس سے عالم ارواح میں ارواح انبیاء فیض یاب ہوتی رہیں۔ جب سلسلۂ بشریت کا آغاز ہوا تو اس نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سیدنا آدم علیہ السلام کی پشت مبارک میں بطورِ امانت رکھ دیا گیا۔ یہاں سے اس عظیم نور کو عالمِ ملکوت سے عالمِ بشریت میں منتقل کر دیا گیا اور اسی کے ساتھ ہی سفر شروع ہوا جو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی مبارک گود پر آ کر اختتام پذیر ہوا [1]

نسب نامہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث نقل کی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نسب مبارک کی طہارت و پاکیزگی کا ذکر یوں کیا ہے:

انا محمد، بن عبد الله، ان عبد المطلب، بن هاشم، بن عبد مناف، بن قصی، بن کلاب، بن مره، بن کعب، بن لوی بن غالب، بن فهر، بن مالك، بن نضر، بن کنانة بن خزیمة، بن مد رکته، بن الیاس، بن مضر بن نذار، وما افترق الناس فرقتین الا جعلنی الله فی خیر هما۔ فاخرجت من بین ابوین، فلم یصبنی شی من عهد

[1] ماخذ سیرۃ الرسول جلد نمبر 2 ص 195 تا 218 ناشر منہاج القرآن لاہور

الجاهلیۃ وخرجت من نکاح، ولم اخرج من سفاح من لدن ادم، حتی انتھیت الی ابی و امی، فانا خیر کم نفسا و خیر کم ابا [1]

میں محمد ﷺ بن عبداللہ، بن عبدالمطلب، بن ہاشم، بن عبدمناف، بن قصی، بن کلاب، بن مرۃ، بن کعب، بن لوی، بن غالب، بن فھر، بن مالک، بن نضر، بن کنانہ، بن خزیمہ، بن مدرکہ، بن الیاس، بن مضر، بن نزار ہوں۔ اس کے بعد فرمایا: جب بھی نسل انسانی کو دو طبقات میں تقسیم کیا گیا تو مجھے (یعنی میرے نور کو) ان میں سے بہتر طبقہ میں رکھا گیا، پس میرے نسب کو ہر جگہ ایسے والدین (کی صلبوں اور رحموں) میں سے نکالا گیا کہ میرے نسب کو دورِ جاہلیت کی کسی برائی نے چھوا تک نہیں۔ میرے سلسلہ نسب میں ہمیشہ نکاح قائم رہا ہے، کبھی بھی میرے تولد (یعنی نور کی منتقلی) میں غلط کاری کا دخل نہیں ہوا، یہ پاکیزگی وطہارت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرے حقیقی والدین (حضرت عبداللہ اور حضرت آمنہ) تک برقرار رہی ہے حتیٰ کہ (اسی طہارت نسبی کے ساتھ) میری ولادت ہوئی۔ پس میں اپنے ذاتی شرف اور نسبی شرف دونوں میں تم سب سے بہتر ہوں۔

معد بن عدنان تک نسب نامہ نبوی میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہ حصہ مستند طریقے سے ثابت ہے، چونکہ یہاں تک نسب اطہر کو حضور نبی اکرم ﷺ نے خود بیان فرمایا ہے۔ لہٰذا ہم بھی سنت نبوت کی اتباع میں نسب نامہ نبوی کے باب میں معدن بن عدنان تک تمام اسمائے گرامی کا ذکر کرتے ہیں۔

1. دلائل النبوۃ للبیہقی ۱:۱۷۴۔۱۷۵، البدایہ والنہایہ ۲:۲۵۵

اس سلسلۃ الذہب (سنہری زنجیر) کی کڑیوں کے اسماء مبارکہ یوں ہیں۔
سیدنا مولانا محمد رسول اللہ ﷺ بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔ ۱

اب ان ساداتِ کرام کے احوال وخدمات سطور ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں

۱ جنابِ سیدنا عدنان علیہ السلام

ان کے والد کا نام "اُود" یا "اُد" ہے، ان کے دو اور بھائی تھے جو باپ کی طرف سے سگے تھے: ایک کا نام نبط اور دوسرے کا عمرو تھا۔ ان کے تفصیلی حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ البتہ علامہ ابن جریر طبری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اہل عرب کے مسلمہ سردار تھے، کیونکہ جب بخت نصر نے اپنے لشکر جرار کے ساتھ اہل عرب پر دھاوا بولا تو عربی لشکر کے قائد عدنان تھے۔

"علامہ طبری لکھتے ہیں ذات عرق کے مقام پر عدنان اور بخت نصر کا مقابلہ ہوا، بخت نصر نے عدنان کو شکست دی اور وہ عرب علاقہ میں پیش قدمی کرتا ہوا "حضور" کے مقام پر پہنچا۔ عدنان بھی وہاں پہنچ گئے اور عرب کے اکناف واطراف سے جنگ جو اور بہادر عدنان کے جھنڈے کے نیچے مجتمع ہو گئے، آپ نے "حضور" کے اردگرد خندق کھودی اور فریقین میں جنگ شروع ہوئی لیکن عدنان نے اپنے سپاہیوں کو ہدایت کی کہ اگر بخت نصر ان کے قابو میں آئے تو اسے قتل نہ کریں۔ اس طرح بخت نصر نے بھی اپنی فوج کو حکم دیا کہ وہ عدنان کو قتل کرنے سے باز رہیں" ۲

علامہ ابن خلدون نے اس واقعہ کو ذرا تفصیل سے لکھا ہے کہ وہ لکھتے ہیں:

"سیدنا شعیب علیہ السلام بنی اسرائیل کے مشہور و معروف انبیاء میں سے ہوئے ہیں، جن کا تذکرہ کئی بار قرآن کریم میں بھی آیا ہے۔ آپ کو فصیح و بلیغ اور مؤثر انداز تبلیغ کے باعث خطیب الانبیاء کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ آپ کے علاقے کے مرکزی شہر کا نام حضور یا حضوراء تھا۔ علامہ یاقوت حموی نے اس کی تحقیق کرتے ہوئے لکھا ہے:

بَلَدَةٌ بِالْيَمَنِ مِنْ اَعْمَالِ زُبَيْدٍ [1]

علامہ سہیلی نے اس کی املاء یوں کی ہے:

حضوراء هكذا رواه بالالف الممدودة

یعنی حضور یا حضوراء یمن کے مشہور شہر زبید کی نواحی بستی کا نام ہے۔

المنجد میں ہے:

حَضُوْرُ بَنِيْ شُعَيْب: جَبَلٌ فِيْ جُنُوْبِ بِلَادِ الْعَرَبِ مِنْ جِبَالِ السَّرَاةِ وَمِنْ سِلْسِلَةِ جِبَالِ الْهَانِ اِلَى الْغَرَبِ مِنَ الصَّنْعَاءِ عَلَيْهِ قَبْرُ النَّبِيِّ شُعَيْب علیہ السلام

"کوہ سراۃ کے طویل پہاڑی سلسلہ کے ایک پہاڑ کا نام "حضور" ہے جو بلاد عرب کے جنوب میں واقع ہے۔ اسی مقام پر حضرت شعیب علیہ السلام کا مزار ہے۔" [1]

1 معجم البلدان ۲:۲۷۲

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں کہ جب حضور کے باشندوں نے اپنے نبی شعیب کو شہید کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ارمیاء اور ابر خیاء علیہما السلام جو بنی اسرائیل کے نبی تھے، انہیں وحی فرمائی کہ وہ بخت نصر کو حکم دیں کہ وہ عرب پر چڑھائی کرے اور انہیں اس ظلم اور بغاوت کی سزا دے۔ نیز اس کو یقین دلائیں کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اس کے شامل حال ہوگی اور وہ اس مہم میں کامیاب ہوگا۔ اسے یہ حکم بھی دیں کہ وہ عرب کے سردار عدنان کے بیٹے معد کو (جس کی عمر اس وقت بارہ سال ہے) اپنے ہمراہ لے آئے اور اس کی حفاظت اور تربیت کا پورا پورا اہتمام کرے، کیونکہ قدرت ان کی پشت سے ایک عظیم الشان نبی کو پیدا کرنا چاہتی ہے۔

جب بخت نصر نے ملک عرب پر یلغار کی تو عرب کے سارے جنگ جو جن میں حضور کے لوگ بھی شامل تھے، عدنان کی قیادت پر متفق ہو کر ان کے پرچم کے نیچے جمع ہو گئے اور ذات العرق کے مقام پر میدان کارزار گرم ہوا۔ جس میں اہل عرب کو شکست ہوئی اور بخت نصر بے حساب مال غنیمت اور بیشمار جنگی قیدی مرد و زن لے کر واپس لوٹا۔ اس نے جنگی قیدیوں کو ابناء کے شہر میں آباد کیا ابناء ایک قدیم شہر کا نام ہے جو عراق میں دریائے فرات کے کنارے آباد تھا جس کو حضرت خالد نے ۶۳۴ء میں فتح کیا۔

فرمان الٰہی کے مطابق یہ دونوں پیغمبر عدنان کے بارہ سالہ فرزند معد کو اپنے ہمراہ لے آئے اور حران میں اپنے پاس ٹھہرایا۔ اس عرصہ میں آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ فرمائی اور اپنی آسمانی کتاب کی تعلیم دی۔

کچھ عرصہ بعد عدنان نے انتقال فرمایا۔ان کی وفات کے بعد عرب برباد اور ویران ہوگیا۔ جب بخت نصر راہی ملک عدم ہوا تو معد انبیاء بنی اسرائیل کی معیت میں مکہ مکرمہ واپس آئے اور سب نے مل کر فریضہ حج ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔اس کے بعد اپنے خاندان کے افراد کو جو یمن اور دیگر ملکوں میں منتشر ہوگئے تھے ،ان کو واپس بلا کر مکہ مکرمہ میں آباد کیا [1]

سب سے پہلے بیت اللہ شریف کو غلاف پہنانے والے

علامہ احمد بن زینی دحلان لکھتے ہیں

عَدْنَانُ اَوَّلُ مَنْ کَسَا الْبَیْتَ۔ وَجَاءَ اَنَّہٗ سُمِّیَ عَدْنَانُ مِنَ الْعَدْنِ وَھُوَ الْاِقَامَۃُ لِاَنَّ اللہَ اَقَامَ الْمَلٰٓئِکَۃَ لِحِفْظِہٖ

”عدنان پہلے شخص ہیں جنہوں نے بیت اللہ شریف کو غلاف پہنایا (سبل الھدیٰ والرشاد جلد اول میں یہ لکھا ہے کہ وہ غلاف چمڑے کا تھا جو چڑھایا گیا تھا) ”آپ کا نام عدنان“ اس لیے مشہور ہوا کہ یہ عدن سے مشتق ہے جس کا معنی قائم اور باقی رہنا ہے۔چونکہ اللہ تعالیٰ نے شیاطین جن وانس کے شر سے ان کو محفوظ رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لیے فرشتے مقرر کر دیے تھے“ اس لیے یہ عدنان کے نام سے موسوم ہوئے۔“ [2]

عدنان نہایت وجیہہ،خوش خلق ،بہادر اور سخی تھے۔مجبوروں کی خبر گیری ، مظلوموں کی امداد ،بے کسوں کی دست گیری اور غم نصیبوں کی غم گساری ان کا شعار

1. ضیاء النبی شریف جلد اول ص400 ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز
2. السیرۃ النبویہ احمد بن زینی دحلان صفحہ 22

تھا۔سخاوت کے دریا بہادیتے تھے اس لیے کسی شاعر نے ان کی شان میں کہا ہے:

وما زال عدنان اذا عد فضله
توحد فیه عن قرین و صاحب [1]

اور عدنان کی یہ شان اور خصوصیت آخر تک قائم رہی کہ جب ان کے فضائل و کمالات کو شمار کیا جاتا تو وہ یکتا ثابت ہوتا تھا۔

مشہور شہر ''عدن'' کا نام ان ہی کے نام پر اصلاً عدنان رکھا گیا تھا، جو زمانہ گزرنے کے ساتھ عدنان سے عدن بن گیا ہے۔

آبائے نبوی میں بیسوی نمبر 20 جنابِ معد

۲ حضرت سیدنا معد علیہ السلام کی اعلیٰ شان

یہ عدنان کے صاحبزادے تھے، ان کے دوسرے بھائی عک تھے جو یہاں سے ترک وطن کر کے یمن چلے گئے، معد کی عمر ابھی بارہ سال تھی کہ بخت نصر نے قبائل عرب پر یلغار کر دی اللہ تعالیٰ نے اپنے دو نبیوں ارمیاہ اور برخیا کو بذریعہ وحی مطلع کیا کہ میں نے اہل عرب پر بخت نصر کو مسلط کر دیا ہے تا کہ وہ ان انبیاء کے قتل کا ان سے انتقام لے جنہیں اہل عرب نے بے گناہ قتل کر دیا ہے۔تم عدنان کے بیٹے معد کو وہاں سے نکال لاؤ۔

فَعَلَيْكُمَا بِمَعَدِ بْنِ عَدْنَانَ الَّذِي مِنْ وُلْدِهٖ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي أُخْرِجُهٗ فِي اٰخِرِ الزَّمَانِ أُخْتِمُ بِهِ النُّبُوَّةَ فَأَرْفَعُ بِهٖ مِنَ الضَّعَةِ

تم معد بن عدنان کو یہاں سے نکال لے جاؤ، کیونکہ ان کی نسل سے ''محمد

[1] البدایہ ۲:۱۹۷

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہونے والے ہیں: جن کو میں آخری زمانہ میں مبعوث کروں گا: ان کی ذات سے سلسلہ نبوت ختم کردوں گا اور ان کی برکت سے جو لوگ پستی میں گر پڑے ہیں ان کو بلندی تک پہنچاؤں گا۔''

چنانچہ وہ معد کو بحفاظت نکال لائے۔ بخت نصر نے ان کو قتل کرنا چاہا تو ان انبیاء نے اسے منع کیا اور اسے بتایا: ان کی نسل سے ایک جلیل القدر نبی پیدا ہونے والا ہے۔ بخت نصر کے مرنے کے بعد دونوں نبی انہیں لے کر مکہ آئے اور اس طرح ایک بار اجڑ جانے کے بعد مکہ پھر آباد ہوا۔

علامہ احمد بن زینی دحلان لکھتے ہیں

اِنَّ اللہَ لَمَّا سَلَّطَ بُخْتَ نَصَّرَ عَلَی الْعَرَبِ اَمَرَ اللہُ اَرْمِیَاءَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنْ یَّحْمِلَ مَعَہٗ مَعَدَّ بْنَ عَدْنَانَ عَلَی الْبُرَاقِ کَیْلَا تُصِیْبَہٗ النَّقْمَۃَ وَقَالَ فَاِنِّیْ سَاُخْرِجُ مِنْ صُلْبِہٖ نَبِیًّا کَرِیْمًا اُخْتِمُ بِہِ الرُّسُلَ وَفَعَلَ اَرْمِیَاءُ ذٰلِکَ وَاحْتَمَلَہٗ مَعَہٗ اِلٰی اَرْضِ الشَّامِ وَنَشَا مَعَ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ ثُمَّ عَادَ بَعْدَ اَنْ ھَدَاَتِ الْفِتَنُ بِمَوْتِ بُخْتِ نَصَّرَ

''اللہ تعالیٰ نے جب بخت نصر کو عرب پر مسلط کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ارمیاء علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ یہاں سے معد بن عدنان کو براق پر سوار کر کے نکال لے جائیں تا کہ انہیں کوئی اذیت نہ پہنچے۔ نیز اللہ تعالیٰ نے ارمیاء کو بتایا کہ میں ان کی پشت سے ایک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کرنے والا ہوں، اس کے ذریعہ میں سلسلہ رسالت کو ختم کردوں گا۔ پس حضرت ارمیاء نے حکم الٰہی کی تعمیل کی اور معد کو اپنے ہمراہ شام لے

گئے۔ چنانچہ معد نے وہاں بنی اسرائیل کے درمیان پرورش پائی اور بخت نصر کی موت کے بعد جب فتنہ فرو ہوگیا تو پھر آپ واپس مکہ آگئے۔ (۱)

علامہ ابن خلدون کی عبارت سے بھی یہی مفہوم مستفاد ہوتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

اَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ اَنْ يَّاْمُرَ بُخْتَنَصَّرَ بِالْاِنْتِقَامِ مِنَ الْعَرَبِ وَاَنْ يَّحْمِلَ مَعَدًّا عَلَى الْبُرَاقِ اَنْ تُصِيْبَهُ النَّقْمَهُ لِاَنَّهُ مُسْتَخْرِجٌ مِنْ صُلْبِهٖ نَبِيًّا كَرِيْمًا خَاتِمًا لِلرُّسُلِ فَكَانَ كَذٰلِكَ (۲)

''اللہ تعالیٰ نے ارمیاء کی طرف وحی کی کہ وہ بخت نصر کو حکم دے کہ وہ اہل عرب سے انتقام لے اور ارمیاء کو حکم دیا کہ وہ معد کو اپنے ساتھ براق پر سوار کر کے لے جائے تا کہ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے، کیونکہ اس کی پشت سے ایک نبی کریم کو نکالنے والا ہوں جو سب رسولوں کا آخری ہوگا۔''

اس واقعہ کے بعد علامہ ماوردی تحریر فرماتے ہیں

فَاَوَّلُ مَنْ اَسَّسَ لَهُمْ مَجْدًا وَشَيَّدَ لَهُمْ ذِكْرًا مَعَدُّ بْنُ عَدْنَانَ اِسْتَوْلٰى عَلٰى تِهَامَةَ بِيَدٍ عَالِيَةٍ وَاَمْرٍ مُطَاعٍ وَفِيْهِ يَقُوْلُ مُهَلْهِلُ الشَّاعِرُ۔ غَنِيَتْ دَارُنَا تِهَامَةُ بِالْاَمْسِ وَفِيْهَا بَنُوْ مَعَدٍّ حُلُوْلًا (۳)

''پہلا شخص جس نے بنی اسماعیل کے شرف و مجد کی بنیاد رکھی اور اس کا قلعہ تعمیر کیا وہ عدنان کے فرزند معد تھے، آپ نے تہامہ پر قبضہ کر لیا آپ کے ہر حکم کی تعمیل کی جاتی تھی عرب کا مشہور شاعر مہلہل انہیں کے بارے میں لکھتا ہے: ہمارا علاقہ تہامہ آج کل اس وجہ سے غنی اور خوشحال ہوگیا کہ وہاں معد کی اولاد سکونت پذیر تھی۔''

۱ ۲ ۳ ضیاء النبی جلد اول ص 403 و السیرۃ النبویہ دحلان جلد اول ص 22 ناشر ضیاء القرآن

جب عربوں کی حالت سنبھل گئی، وہ جنگ کی تباہ کاریوں کے خوفناک نتائج سے باہر نکلے اور اجتماعی طور پر سکھ کا سانس لیا تو معد بن عدنان کو پھر واپس آنے کا حکم ہوا اور وہ از سرِ نو دوسرے لوگوں کی طرح سرزمین حجاز میں آباد ہو گئے۔

وَکان رجوع معد الی ارض الحجاز بعد ما رفع اللہ باسہ عن العرب و رجعت بقایاھم التی کانت فی الشواھق الی محالھم و میاھھم بعد ان دوخ بلادھم بخت نصر و خرب المعمور و استاصل اھل حضور وھم الذین ذکرھم اللہ فی قولہ وکم قصمنا من قریۃ کانت ظالمۃ [1]

جب اللہ تعالیٰ نے بخت نصر کی تباہ کاری کے اثرات کو زائل کر دیا تو معد بن عدنان اس کے بعد حجاز مقدس میں واپس آ گئے اور جو لوگ پہاڑوں پر جا کر پناہ گزیں ہو گئے تھے وہ بھی اپنے گھر بار اور چشموں پر آ کر آباد ہو گئے۔ بخت نصر نے ان کی بستیوں کو ویران، شہروں کو برباد اور اہل شہر کو پامال کر کے رکھ دیا تھا۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اشارہ کیا ہے: ''اور کتنی ہی بستیاں ہم نے مسل کر رکھ دیں جن کے رہنے والے ظالم تھے۔''

معد بن عدنان اپنی قوم میں ایک جہاندیدہ اور تجربہ کار سپہ سالار تصور کیے جاتے تھے۔ ان کی جنگی تدبیریں اور حربی صلاحیتیں میدان جنگ میں قوم کے بہت کام آتی تھیں۔ سوجھ بوجھ، خداداد صلاحیت اور بے مثال ذہانت کی بدولت روح فرسا اور اعصاب شکن حالات میں بھی حوصلہ نہیں ہارتے تھے۔ فنی مہارت

1 الروض الانف ا

سے کام لے کر دشمن پر دباؤ بڑھا دیتے تھے جس سے وہ پسپا ہو جاتا تھا۔ اس لیے نوجوانوں کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ ان کے زیر سایہ اور دائیں بائیں رہ کر لڑیں تا کہ ان کی شجاعت و مہارت کی بدولت انہیں جان کا تحفظ حاصل رہے۔

جناب معد علیہ السلام حفاظت فرمانے والے

ابو العباس شاعر نے ایک شعر میں ان کی اس خوبی کو اپنے اسلوب میں اس طرح بیان کیا ہے:

وکان معد عدۃ لو لیہ
اذا خاف من کید العدو المحارب

جب دشمن کی مکاری اور فنی مہارت کی بدولت جنگ باز نوجوانوں پر دہشت طاری ہو جاتی تھی تو اس وقت معد بن عدنان دوستوں کے لیے پناہ گاہ اور سامان تسکین ثابت ہوتا تھا۔

اہل تحقیق کہتے ہیں معد کا مفہوم ہے ہر وقت جنگ کے لیے تیار رہنے والا۔ انہیں یہ لقب اس لیے دیا گیا تھا:

لانہ کان صاحب حروب و غارات علی بنی اسرائیل
ولم یحارب احدا الا یرجع بالنصیر و الظفر [۲]

اس لیے کہ وہ بنی اسرائیل پر حملوں کا سلسلہ جاری رکھتے تھے اور انہیں تاخت وتاراج کرتے رہتے تھے۔ جب بھی کسی سے جنگ کرتے تو اس پر فتح یاب ہو کر لوٹتے تھے۔

۱ البدایہ والنھایہ ۲
۲ الزرقانی علی المواہب ۱:۷۹

جس نیک بخت کو حضور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب مبارک میں سے ہونے کا شرف حاصل ہوا وہ معد تھے۔ معد کا زمانہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے قریب تر ہے۔ یہ وہی دور ہے جب عراق کے حکمران بخت نصر کو بہت عروج حاصل ہوا اور اس نے عسکری قوت کے بل بوتے پر پورے عرب کو تہہ و بالا کر دیا تھا۔ اس وقت معد بن عدنان کی عمرہ بارہ سال تھی [1]

ابن سعد بیان کرتے ہیں

کان معد مع بخت نصر، حین غزا حصون الیمن [2]

جب بخت نصر نے یمن کے قلعہ پر حملہ کیا تو اس وقت معد بن عدنان اس کے ہمراہ تھے۔

تاریخ طبری میں ایک بڑی اہم بات درج ہے

ان اللہ اوحی فی ذالك الزمان الی ارمیاء بن حلقیا ان اذھب الی بخت نصر فاعلمہ انی قد سلطتہ علی العرب و احمل معدا علی البراق کی لا تصیبعہ النقمۃ فیھم فانی مستخرج من صلبہ نبیا کریما اکتم بہ الرسول فاحتمل معدا علی البراق الی ارض الشام فنشاء مع بنی اسرائیل و تزوج ھناك اسواۃ اسمھا مانۃ [3]

1. الروض الانف ۱:۹
2. طبقات ۱:۵۸
3. الروض الانف ۱

اس دور میں اللہ تعالیٰ نے ارمیاء بن حلقیاء کی طرف وحی بھیجی کہ بخت نصر کے پاس جاؤ اور اسے بتاؤ کہ میری مشیت نے اسے عرب پر تسلط دینے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ تم معد بن عدنان کو براق پر سوار کر کے (عرب سے شام کی طرف) اپنے ساتھ لے آؤ تا کہ اسے کوئی گزند نہ پہنچے، کیونکہ میں اس کی پشت سے ایسا عظیم نبی ظاہر فرمانے والا ہوں جس پر رسولوں کی آمد کا سلسلہ ختم کر دوں گا۔ یہ حکم پا کر ارمیاء نے معد کو براق پر اپنے ساتھ لیا اور ملک شام چلے گئے۔ وہاں معد نے بنی اسرائیل کے ساتھ نشو نما پائی اور جوان ہوئے تو ایک عورت سے شادی کی جس کا نام معانہ تھا۔

اس طرح باری تعالیٰ نے بخت نصر کے عرب پر حملہ کے دوران نور محمدی ﷺ کی حفاظت کا اہتمام فرمایا۔ اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ظہور سے کچھ عرصہ قبل عرب کی اخلاقی اور عملی حالت بہت پست اور دگرگوں تھی۔ جس کے باعث مشیت الٰہی نے انہیں سبق سکھانے اور سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ ایک زبردست دشمن بخت نصر کو ان پر مسلط کر دیا جس نے اس قوم کو پیس کر رکھ دیا۔ پھر عرصہ دراز کے بعد اس قوم کو سنبھلنے اور ابھرنے کا موقعہ ملا۔

آبائے نبوی میں یہ انیسویں نمبر پر ہیں

۳ جناب سیدنا نزار علیہ السلام

نسب نبوی کی خیر و برکت سے بہرہ ور خاص اشخاص کی طرح نزار بھی نادر خصائص کے مالک تھے۔ ابو الفرج اصفہانی کہتے ہیں انہیں یہ لقب ہی اس لیے دیا گیا تھا کہ وہ یگانہ روزگار تھے۔ [1]

[1] فتح الباری، ۷: ۱۶۴، باب مبعث النبی

حضرت نزار نور کا تراشہ اور حسن و جمال کا پیکر تھے۔ ا کھرے بدن کے ساتھ تیکھے نقوش نے ان کے قامتِ زیبا میں بے پناہ دلکشی پیدا کر دی تھی، لطافت و نزاہت کے اس مجسمے کو جو دیکھتا وہ بس دیکھتا ہی رہ جاتا۔

خاص بات یہ ہے کہ ان کی مبارک پیشانی میں نور محمدی ﷺ پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گر تھا۔ باپ کو جب اس نور تاباں کا پتہ چلا تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی ہزار جاں سے اپنے بیٹے پر فریفتہ ہو گیا۔ اسی خوشی میں ایک بہت بڑی دعوت کی جس پر انواع و اقسام کے کھانے پکوائے لیکن عقیدت و محبت اور نور کی قدر شناسی کا یہ عالم تھا کہ اتنا زبردست اہتمام کرنے کے باوجود ذہن پر احساس غالب رہا کہ یہ سب کچھ اس نور کی عظمت و رفعت کے پیشِ نظر بالکل معمولی ہے۔ اس نور کے حصول پر خوشی منانے کا حق اور تقاضا یہ ہے کہ آسمان کے برابر دستر خواں بچھایا جائے ، دنیا بھر کی نعمتیں اس پر سجائی جائیں اور کل زمانہ مہمان ہو۔

وکان ابو حین ولدله ونظر الی النور بین عینیه وھو نور النبوة الذی کان ینتقل فی الاصلاب الی محمد ﷺ فرح فرحا شدید ابه ونحر واطعم وقال ان ھذا کله نزر لحق ھذا المولود [1]

معد بن عدنان کے گھر جب بچہ پیدا ہوا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان نورِ نبوت درخشاں دیکھا، جو پشتوں میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف منتقل ہو رہا تھا

[1] المواہب اللدنیہ جلد اول ص 59 ناشر فرید بک سٹال لاہور
سبل الھدیٰ و الرشاد جلد اول ص 248 مترجم ناشر زاویہ پبلیکیشنز لاہور

تو وہ بے حد خوش ہوا۔قربانی کی، کھانا پکایا اور کہا: اس بچہ کے حقوق و مرتبہ کے مقابلے میں تو یہ بہت حقیر و قلیل ہے

ان کو نزار کہنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ نزار کا معنی ہے: "قلیل" باپ نے تمام شان و شوکت اور تزک و احتشام کو ان کی شان کے مقابلے میں قلیل تصور کیا تھا اور کہا تھا: یہ سب کچھ "نزار" ہے۔اس وجہ سے ان کا نام نزار پڑ گیا۔

يقال ان قبر نزار بذات الجيش قرب المدينة (زرقانی ۱:۷۹)

کہا جاتا ہے مدینہ طیبہ کے نزدیک ایک موضع کا نام ذات الجیش ہے، نزار کی قبر وہیں ہے [1]

۴ جناب سیدنا مضر بن نزار علیہم السلام

یہ حضور نبی اکرم ﷺ کی اٹھارہویں پشت میں جدِ اعلیٰ ہیں

حسن کسی بھی چیز میں ہو وہ اظہار و نمائش کی راہیں خود تلاش کر لیا کرتا ہے، جوہر کبھی چھپے نہیں رہتے اور مشک کی مہک پھیل کر ہی رہتی ہے۔

جناب سیدنا مضر علیہ السلام، حسن و جمال اور دولت کی فراوانی کے ساتھ خوش آواز بھی تھے۔ بولتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے جل ترنگ بج رہے ہوں یا جھرنے مترنم لے میں گنگنا رہے ہوں، اس ذاتی خوبی نے تخلیق کی راہ از خود نکال لی۔ چنانچہ ان کی طبع موزوں نے "حدی" ایجاد کی۔اونٹوں کو چلانے کے لیے جو گیت گائے جاتے ہیں انہیں حدی کہتے ہیں۔عرب میں پہلے حدی خوانی کا رواج نہیں تھا مگر جب مضر

۱ سیرۃ الرسول جلد نمبر 2 ناشر منہاج القرآن

نے اس کی بنیاد رکھی اور اہل عرب اور صحرائی سار بانوں نے اس کے مثبت فوائد و اثرات مشاہدہ کیے تو وہ دنگ رہ گئے، حدی کے لے پر وجد و طرب کے عالم میں اونٹوں نے ذوق وشوق کے ساتھ سفر کرنا شروع کر دیا اور ان کی کارکردگی میں بے پناہ اضافہ ہو گیا۔

"یہ اپنے حسن و جمال کی وجہ سے دلوں کو اپنا شیدائی بنا لیتے تھے جو شخص بھی ان کو دیکھتا ان پر فریفتہ ہو جایا کرتا تھا، کیونکہ ان کے چہرے پر نور مصطفوی کے جلوے ضوفشاں ہوا کرتے تھے [1]

ومضر اول من سن للعرب حداء الاهل [2]

مضر پہلے شخص ہیں جنہوں نے عربوں کے لیے حدی خوانی کا رواج دیا۔

مضر، حسین صورت اور موزوں طبع وسیرت ہی کے مالک نہیں تھے بلکہ حکیم و دانا بھی تھے۔ ان کی فکر و دانش نے پورے عرب کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا۔ جب گفتگو کے لیے لب کھولتے تو حکمت و بصیرت کے موتی بکھیرتے چلے جاتے

ان کے بہت سے حکیمانہ اقوال، تاریخ کے صفحات کی زینت ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں :

١ من یزرع شرا یحصد ندامة

جو بدی کا بیج بوتا ہے، وہ ندامت کی کھیتی کاٹتا ہے۔

٢ خیر الخیر اء عجله

١ السیرۃ النبویہ جلد اول از دحلان ناشر ضیاء القرآن

٢ الروض الانف ١:٨

سب سے بہتر نیکی وہ ہے جو جلد کی جائے۔

۳ فاحملوا انفسکم علی مکروھھا واصرفوھا عن ھواھا فیما افسدھا فلیس بین الصلاح والفساد الاصبر فواق [۱]

اپنے نفسوں کو ان کاموں کے لیے تیار کرو جو انہیں ناپسند ہوں، انہیں ہوا وہوس سے بچاؤ جس میں ان کے فساد کا خطرہ ہے۔ کیونکہ اصلاح اور فساد کے درمیان کوئی زیادہ فاصلہ نہیں ہے اتنی ہی دیر لگتی ہے جتنی دودھ دوہنے میں [۲]

انوکھی ذہانت وفطانت کے مالک

یہ چار بھائی تھے: مضر، ربیعہ، ایاد اور انمار۔ ان کے والد نزار جب فوت ہونے لگے تو انہوں نے وصیت کی: اے میرے بیٹو! یہ سرخ رنگ کا قبہ اور اس سے متعلقہ چیزیں ایاد کی ہیں ندوہ، مجلس اور اس سے متعلقہ چیزیں انمار کی ہیں، اگر کسی بات پر تم میں اختلاف پیدا ہو تو تصفیہ کے لیے نجران کے افعیٰ جرہمی کے پاس جانا اور اس سے اپنے جھگڑے کا فیصلہ طلب کرنا۔ اتفاق سے تقسیم جائیداد میں باہمی اختلاف پیدا ہو گیا، باپ کی وصیت کے مطابق وہ نجران روانہ ہوئے تاکہ افعیٰ جرہمی سے اس تنازعہ کا فیصلہ کرائیں، اثنائے سفر مضر نے گھاس دیکھی جس کو کسی اونٹ نے چرا تھا کہنے لگے: جس اونٹ نے اس گھاس کو چرا ہے، وہ کانا ہے۔ ربیعہ نے کہا: وہ لنگڑا ہے۔ ایاد نے کہا: وہ دم بریدہ بھی ہے۔ انمار نے کہا: وہ بھاگا ہوا ہے اس گفتگو کے بعد وہ تھوڑی دور ہی چلے تھے کہ انہیں ایک شخص ملا جس نے کجا۔ وہ سر پر اٹھایا اس نے

۱ زرقانی ۱:۹۷

۲ ماخذ سیرۃ الرسول جلد نمبر 2 ص نمبر 137 ناشر منہاج القرآن

ان سے اپنے اونٹ کے بارے میں دریافت کیا: مضر نے کہا: کیا وہ کانا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ ربیعہ نے کہا: کیا وہ لنگڑا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ ایاد نے پوچھا: کیا وہ دم کٹا ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔ انمار نے کہا: کیا وہ بھاگا ہوا ہے؟ اس نے کہا: ہاں! خدارا مجھے بتائیے میرا اونٹ کہاں ہے؟ انہوں نے کہا: بخدا ہم نے اس کو نہیں دیکھا۔ بدو نے کہا: یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ دیکھے بغیر اس کے تمام نشانات تم نے بتا دیئے ہیں؟ وہ بھی ان کے ساتھ چل پڑا کہ افعیٰ سے اپنے اونٹ کا فیصلہ کرائے۔ جب اس کے پاس پہنچے تو سب سے پہلے اونٹ کے مالک نے اپنا دعویٰ پیش کیا کہ ان لوگوں نے میرا اونٹ دیکھا ہے لیکن مجھے بتاتے نہیں۔ کہتے ہیں ہم نے دیکھا ہی نہیں۔ افعیٰ نے ان سے پوچھا: اگر آپ لوگوں نے اسے دیکھا نہیں تو اس کی ساری نشانیاں کیسے گنوادی ہیں؟ مضر نے کہا: میں نے جب اس گھاس کو دیکھا جس کو اس نے چرا ہے تو وہ ایک طرف سے چری ہوئی تھی دوسری طرف سے جوں کی توں لہلہا رہی تھی، میں نے سمجھ لیا کہ وہ کانا ہے، جو دیکھا ہے اسے چر لیا اور دوسری طرف جو اس نے نہیں دیکھی چھوڑ دی۔ ربیعہ نے کہا: اس کے ایک پاؤں کے نشان بالکل واضح تھے دوسرے پاؤں کے نشان ادھورے تھے میں نے سمجھ لیا کہ یہ لنگڑا ہے۔ ایاد نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ اس کی مینگنیاں صحیح سالم ہیں تو میں نے سمجھ لیا کہ اس کی دم کٹی ہوئی ہے۔ ورنہ اس کی مینگنیاں ٹوٹی ہوئی ہوتیں۔ انمار نے کہا: میں نے دیکھا کہ اس نے گنجان گھاس چرنے کے لیے منہ ڈالا ہے لیکن اسے ادھورا چھوڑ کر آگے نکل گیا ہے، میں نے سمجھا کہ وہ بھاگا ہوا ہے اس لیے اطمینان سے گھاس کو نہیں چر

رہا۔ یہ سن کر جرہمی نے اونٹ کے مالک کو کہا: جاؤ اپنا اونٹ تلاش کرو، ان کے پاس تمہارا اونٹ نہیں ہے۔ پھر اس نے پوچھا: آپ لوگ کون ہیں اور کیوں آئے ہیں؟ انہوں نے بتایا: ہم نزار بن معد کے فرزند ہیں اور اپنے باہمی جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لیے آپ کے پاس آئے ہیں۔ اس نے کہا: بڑے تعجب کی بات ہے اس فہم و ذکا کے مالک ہوتے ہوئے آپ میرے پاس آئے ہیں؟ پھر اس نے ان کی پر تکلف دعوت کی۔ آخر میں شراب پیش کی۔ کھانے پینے سے فارغ ہوئے تو مضر نے کہا: ایسی بہترین شراب عمر بھر کبھی نہیں پی، کاش! اس کے انگور کی بیل قبر پر نہ اگی ہوتی۔ ربیع نے کہا: ایسا لذیذ گوشت آج تک نہیں کھایا، کاش! اس بکری کی پرورش کتیا کے دودھ سے نہ کی گئی ہوتی۔ ایاد نے کہا: میں نے آج تک ایسا آدمی نہیں دیکھا، کاش! اس کی نسبت غیر باپ کی طرف نہ کی گئی ہوتی۔ انمار نے کہا: میں نے آج تک ایسی گفتگو نہیں سنی جو ہمارے مقصد کے لیے مفید ہو جرہمی، نے ان کی باتیں سنیں اور تصویرِ حیرت بن کر رہ گیا۔ وہ اپنی ماں کے پاس گیا اور کہا: سچ بتاؤ میں کس کا بیٹا ہوں؟ اس نے بتایا: میں ایک سردار کی منکوحہ تھی، وہ لاولد تھا۔ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ وہ لاولد مر جائے۔ چنانچہ میں نے ایک شخص سے بدفعلی کی جس سے تو پیدا ہوا۔ اس نے اپنے ناظم مطبخ سے شراب[1] کے بارے میں پوچھا: اس نے بتایا کہ میں نے تیرے باپ کی قبر پر انگور کی ایک بیل لگائی تھی، اس کے انگوروں سے یہ شراب کشید کی گئی۔ اس نے اپنے چرواہے سے گوشت کے بارے میں دریافت کیا: اس نے بتایا: بکری نے بچہ جنا اور مر گئی، میں نے اس میمنہ کی پرورش کتی کے دودھ

سے کی۔ جرہمی ان کی ذہانت وفطانت کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ پھر اس نے دعویٰ سنا اور اس کا فیصلہ دیا۔

اس ایک واقعہ سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اللہ کریم نے اپنے رؤف رحیم نبی ﷺ کے اجداد کو جمال سیرت وصورت اور حسن صوت کے ساتھ فہم وفراست کا وہ بے پایاں ملکہ عطا فرمایا تھا جسے دیکھ کر زمانہ کے دانش ور پھڑک اٹھتے تھے [1]

حدیث شریف میں ہے کہ ربیعہ اور مضر کو برا بھلا مت کہو، کیونکہ وہ دونوں مومن تھے۔ دوسری روایت ہے کہ مضر کو برا بھلا نہ کہو، وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دین پر تھے [2]

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

⑤ حضرت سیدنا الیاس بن مضر رضی اللہ عنہ

انسانوں کے احوال ومقامات کی کوئی حد نہیں، دل زندہ و بیدار ہو تو حقائق کے پردے اٹھتے چلے جاتے ہیں اور انسان ایسے نادیدہ جہانوں سے آگاہ ہوتا ہے جو اس کے فکر وشعور سے ماورا ہوتے ہیں۔ حیرت واستعجاب کے عالم میں وہ حسن ونور میں ڈوبی ہوئی ایسی اشیاء کا مشاہدہ کرتا ہے جو اس نے مادی آنکھوں سے کبھی نہیں دیکھی ہوتیں اور ایسے فردوسی نغمے سنتا ہے جو اس کے گوشت پوست کے کانوں نے کبھی نہیں سنے ہوتے، وہ غرق حیرت ہو کر بے ساختہ پکار اٹھتا ہے:

1. ضیاء النبی جلد اول ص 408 ناشر ضیاء القرآن
2. تاریخ طبری

تَبَارَكَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ

ایسے نادیدہ جہان اور نظر نہ آنے والے احوال ومقامات ایک حقیقت ہیں مگر ان سے آشنائی اور آگاہی کے لیے حسنِ باطن، روح کی پاکیزگی، دلِ زندہ و بیدار بخشائش الٰہی، الطافِ ربانی اور فیضانِ خاص کی ضرورت ہے جو قدم قدم پر اس کے رہنما اور دستگیر ہوں اور اسے منزل عشق اور حریم قدس کی طرف رواں دواں رکھیں اور ادھر ادھر نہ ہونے دیں۔ جنہیں یہ توفیقات وعنایات ارزانی ہوتی ہیں وہ روحانی فیض اور حسن ونور سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور بلا حجاب ان کا دیدار کرتے ہیں اور کلام بے کیف سنتے ہیں یعنی ایسا کلام جس کی کیفیت سے وہ آشنا ہوتے ہیں۔ مادیت میں غرق اکثریت کو اگر یہ مقام دیدار اور سماع نوری حاصل نہ ہو تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ ایسا ممکن ہی نہیں۔

نسب نبوت کے فرد خاص ہونے کے ناتے حضرت معد بن عدنان کی طرح حضرت الیاس کو بھی یہ خصوصیت حاصل تھی کہ وہ نورِ محمدی ﷺ کی جلوہ آرائی کو باقاعدہ محسوس کرتے تھے اور لطف اندوز ہوتے تھے۔ لطف خاص نے ان کو ایک عظیم شرف بخشا ہوا تھا وہ شرف عظیم کیا تھا:

ذکر انہ کان یسمع فی صلبہ تلبیۃ النبی ﷺ بالحج [1]

حج وعمرہ کے موقع پر جو تلبیہ پڑھا جاتا ہے حضرت الیاس اپنی پشت سے اس کی آواز سنا کرتے تھے کہ نورِ محمدی ﷺ تلبیہ پڑھ رہا ہے۔

ماشاءاللہ سبحان اللہ

1. شرح سیرت ابن ہشام جلد اول ص 39 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

ایک اور روایت ہے :

کان یسمع من ظھرہ احیانا دوی تلبیۃ النبی ﷺ بالحج 1

حضرت الیاس وقتاً فوقتاً نورِ محمدی ﷺ کے تلبیہ شیریں آواز میں اپنی پشت سے سنا کرتے تھے 1

اس لیے جاننے پہچاننے اور معرفت والے لوگ کہہ رہے ہیں

کن فیکون تاکل دی گل ہے اساں اگے پریت لگائی
کن فیکون تو کل کی بات ہے ہم نے اس سے بہت پہلے پریت لگائی تھی۔
توں میں حرف نشان نہ آہا جدوں دتی میم گواہی
میم نے اس وقت گواہی دی جب تیرا میرا نشان بھی نہ تھا
اجے وی سانوں اوہ پئے دسدے بیلے بوٹے کاہی
اس وقت کے آثار ہمیں اب بھی نظر آرہے ہیں
مہر علی شاہ رل تاہیوں بیٹھے جداں سک دوہاں نوں آہی
اے مہر علی شاہ دونوں کو ایک دوسرے کی طلب تھی اس لیے مل بیٹھے ہیں

از کلام: فاتح قادیاں حضرت پیر سیدنا مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ گولڑہ شریف

1 المواہب اللدنیہ جلد اول ص 59 ناشر فرید بک سٹال لاہور
= سیرت حلبیہ حصہ اول ص78 ناشر دارالاشاعت کراچی
= مدارج النبوت جلد نمبر 2 ص 21 ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
= سیرت النبویہ دحلان جلد اول ص22

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآن وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ
وہ دانائے سبل، ختم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادی سینا

مصور پاکستان علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

دل دریا سمندروں ڈونگھے کون دلاں دیاں جانے ہُو
وِچے بیڑے وِچے جھیڑے وِچے ونجھ مُہانے ہُو
چوداں طبق دلے دے اندر تنبو وانگوں تانے ہُو
دل دا محرم ہووے باہُو سوئی رب پچھانے ہُو

سلطان العارفین حضرت سلطان محمد باہو رحمۃ اللہ علیہ

اس اعزاز کے ساتھ بہرہ ور ہونے کے ساتھ حضرت الیاس پر وقار شخصیت کے مالک، قبائلی سردار، پنچائیت کے سربراہ اور معاشرے کے سربرآوردہ رکن بھی تھے۔ ان کے مشورے قول فیصل ہوتے تھے جو کہہ دیتے قوم کے لیے قانون ہوتا۔ لوگوں کی نظروں میں وہ ایک ایسے مدبّر حکمران، دانا وفہیم انسان اور دور اندیش قائد

تھے جو صدیوں بعد پیدا ہوتے ہیں۔ اس لئے لوگ انہیں اپنے معاشرے میں وہ حیثیت دیتے تھے جو حکیم و با تدبیر اور تجربہ کار ہونے کے حوالے سے اپنے دور میں حکیم لقمان کو حاصل تھی۔

ا

ولم تزل العرب تعظمه تعظيم اهل الحكمة كلقمان واشباهه

اور اہل عرب ان کی ایسی تعظیم کرتے تھے جیسے حضرت لقمان اور ان جیسے حکماء کی کی جاتی ہے۔

ان کی کنیت: ابو عمرو اور لقب کبیر القوم تھا۔ اہل عرب انہیں سید العشیر ہ کے لقب سے ملقب کیا کرتے تھے۔ جملہ فیصلہ طلب امور ان کی خدمت میں پیش کیے جاتے۔

سبل الہدیٰ والرشاد میں امام صاحب نے فرمایا: ابن زبیر نے لکھا ہے کہ جب الیاس نے وہ برائیاں دیکھیں جو بنو اسماعیل علیہ السلام نے اپنے آباء کے طور طریقوں میں پیدا کیں تھیں۔ جب سیدنا الیاس کا فضل و کرم عام ہو گیا اور ان کا قبیلہ ان پر راضی ہو گیا تو انہوں نے بنو اسماعیل کو ان کے آباء کے طور طریقے پر واپس کیا۔ اہلِ عرب ان کی اس طرح تعظیم کرتے تھے جس طرح وہ حکیم لقمان کی عزت کرتے تھے۔

ابن وحیہ نے لکھا ہے کہ وہ اپنے باپ کے وصی تھے اور با جمال و حسین تھے۔ جناب سیدنا الیاس وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے خانہ کعبہ کی طرف اونٹوں کے ہدیے بھیجے۔ یعنی قربانی کے لیے اونٹ روانہ کیے۔

ابن خلدون کے مطابق قیس عیلان، الیاس کے بھائی تھے۔ خیال رہے کہ مشہور

ا سیرت حلبیہ جلد اول ص 78 ناشر دار الاشاعت کراچی

= سیرۃ النبویہ جلد اول ص 22 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

قبائل بنو غطفان ، بنو ہوازن بنو ثقیف ، بنو سلیم اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قبیلہ بنو سعید بن بکر۔ یہ سب کے سب قبائل قیس عیلان کی نسل سے ہیں۔ بنو تمیم الیاس کے بیٹے طانجہ سے ہیں۔ اس طرح یہ قبائل جناب مضر اور جناب الیاس کے ذریعے خاندانِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں شامل ہو جاتے ہیں۔

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا الیاس کو برا بھلا مت کہو کیونکہ وہ مومن تھے

حدیث شریف میں ہے

لَا تَسُبُّو الْاِلْيَاسَ فَاِنَّهٗ كَانَ مُؤْمِنًا۔ وَّكَانَ فِي الْعَرَبِ مِثْلَ لُقْمَانِ الْحَكِيْمِ فِيْ قَوْمِهٖ

"الیاس کو برا بھلا مت کہو وہ مومن تھے، اہل عرب میں ان کی مثال ایسی تھی جیسے لقمان حکیم اپنی قوم میں" [1]

آپ کے حکیمانہ کلام سے ایک نمونہ آپ بھی ملاحظہ فرمائیں:

مَنْ يَزْرَعْ خَيْرًا يَحْصُدْ غِبْطَةً

"جو خیر کو بوتا ہے وہ خوشی کی فصل کاٹتا ہے۔"

مَنْ يَزْرَعْ شَرًّا يَحْصُدْ نَدَامَةً

"جو برائی کو بوتا ہے وہ ندامت کی فصل کاٹتا ہے۔" [2]

٦ جناب سیدنا مدرکہ

ان کا صحیح نام عمرو تھا، اسی وجہ سے ان کے والدِ گرامی جناب الیاس کی

١ ضیاء النبی جلد اول ص 409 ناشر ضیاء القرآن

٢ سبل الھدیٰ والرشاد جلد اول ص 246 ناشر زاویہ پبلیکیشنز لاہور

کنیت ابوعمرو تھی۔ مدرکہ نام کا سبب مدارج النبوۃ کے مطابق یہ تھا کہ ایک دن یہ اپنے والدِ گرامی کی موجودگی میں ایک خرگوش کے پیچھے دوڑے اور اسے آسانی سے پکڑ لیا، تو جنابِ الیاس نے ان کو مدرکہ یعنی پا لینے والا کا خطاب دے دیا جبکہ بعض سیرت نگاروں نے تحریر فرمایا ہے کہ ان کے اونٹ دوڑ گئے تھے اور انہوں نے ان کا تعاقب کر کے پکڑ لیا تھا، اس لیے ان کو مدرکہ کہا گیا۔ "روضۃ الاحباب" کے مطابق خاندانی شرافت وعزت میں عظیم حصہ پا لینے پر ان کو مدرکہ کہا جاتا تھا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم) ان کے دو صاحبزادے تھے: جناب خذیمہ اور ہذیل۔ مشہور صحابی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما جنابِ ہذیل ہی کی نسل سے ہیں [1]

۷ جنابِ سیدنا خذیمہ

جنابِ خذیمہ حضور نبی کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پندرھویں پشت میں جدِ امجد ہیں۔ ان کی کنیت ابوالاسد تھی۔ ابن ہشام کے مطابق ان کے چار صاحبزادے تھے: جناب کنانہ، اسد، اسدہ اور ہون۔

حضرت ام المومنین زینب رضی اللہ عنہا دودانی اسد بن خذیمہ کی نسل سے ہیں۔ جناب کنانہ کی والدہ کا نام عوانہ بنت سعد بن قیس بن عیلان بن مضر (عمودِ نبوی میں اٹھارھواں نام) تھا۔

امام محمد بن یوسف الصالحی ان کے بارے میں لکھتے ہیں ان کے چار بیٹے تھے جن کی والدہ کا نام: برۃ بنت مر بن اوبن طانجہ تھا۔ پھر کہتے ہیں

[1] ماخذ خاندانِ مصطفیٰ ص 67 ناشر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

وَكَانَتْ لَهٗ عَلَى النَّاسِ مَكَارِمُ اَخْلَاقٍ وَّ اَفْضَالٍ بِعَدَدِ الزَّمَانِ حَتّٰى قِيْلَ فِيْهِ

اَمَّا خُزَيْمَةُ فَالْمَكَارِمُ جَمَّةً سَبَقَتْ اِلَيْهِ وَلَيْسَ ثَمَّ عَتِيْدُ

''لوگوں پران کے انعامات واحسانات کا شمار نہیں کیا جاسکتا، ان کے فضائل و مکارم کے بارے میں کسی نے خوب کہا ہے۔ فضائل ومکارم جتنے تھے وہ تو سب کے سب تیزی سے خذیمہ کی ذات میں جمع ہو گئے ہیں اوران میں سے کوئی مکرمہ باقی نہیں رہ گئی۔'' (۲)

وَرَوَى ابْنُ حَبِيْبٍ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُمَا قَالَ مَاتَ خُذَيْمَةُ عَلٰى مِلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

''یعنی خزیمہ کی وفات ملت ابراہیمی پر ہوئی۔'' (۳)

۸ جنابِ سیدنا کنانہ

جناب کنانہ کی کنیت ابوالنّضر تھی۔ یہ چودھویں پشتِ نبوی میں جدِاطہر ہیں۔ ان کی عزت وعظمت کی گواہی اس فرمانِ عالی شان سے ہوجاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

۱ تاریخ طبری جلد دوم ص 89-188

۲ ضیاء النبی جلد اول ص 410 ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز

نے فرمایا: **ان اللہ اصطفی من ولد ابراھیم اسمعیل واصطفیٰ من ولد اسماعیل بنی کنانۃ واصطفیٰ من بنی کنانۃ قریشا واصطفیٰ من قریش بنی ھاشم واصطفانی من بن ھاشم۔**

(رواہ مسلم عن واثلۃ بن الاسقع)

ترجمہ: بے شک اللہ تبارک و تعالیٰ نے اولادِ ابراہیم علیہ السلام سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چن لیا اور اولادِ اسماعیل سے بنو کنانہ کو چن لیا اور بنو کنانہ سے قریش کو چن لیا اور قریش سے بنو ہاشم کو چن لیا اور بنو ہاشم سے (عظمت و بزرگی کے لیے) مجھے چن لیا۔

سُبْحَانَ اللهِ الَّذِیْ اصْطَفٰی نَبِیَّنَا مِنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ

ابن ہشام کے مطابق جناب کنانہ کے بھی چار ہی بیٹے تھے: جناب نضر، مالک، عبدمناہ اور ملکان۔ قبیلہ بنو مصطلق والے عبدمناہ بن کنانہ کی نسل سے ہیں۔ کنانہ اس تھیلے کو کہتے ہیں جس میں تیر جمع کر کے رکھے جاتے ہیں اور پھر بوقت ضرورت استعمال کیے جاتے ہیں۔ انہیں یہ نام اس لیے دیا گیا تھا کہ وہ اپنی قوم کے پشت پناہ اور سہارا تھے، پوری قوم ان کے تدبر و شعور اور فہم و فراست پر بھروسہ کرتی اور ان کے زیرِ سایہ زندگی گزارنے میں عافیت، سکون اور امن و چین محسوس کرتی تھی۔ یہ وہ تاریخی شخصیت ہیں جنہیں اولاد اسماعیل اور قریش میں سنگھم کی حیثیت حاصل ہے، ان کی اولاد کو بنو کنانہ کہا جاتا ہے۔ لیکن آگے ان کے بیٹے نضر کی اولاد کو قریش کہتے ہیں۔ گویا ان کی ذات پر آ کر اولادِ اسماعیل دو حصوں پر

تقسیم ہو جاتی ہے اور قدرت کی نظر میں بنو کنانہ کا منتخب حصہ قریش بن جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد عرب کے اطراف واکناف میں پھیلی ہوئی تھی جن کے قبائل مختلف مقامات پر آباد تھے۔ ایک دفعہ اشعث بن قیس کندی یمن سے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

یارسول الله انا نزعم انك منا آقا ہم سمجھتے ہیں کہ آپ ﷺ ہم میں سے ہیں!

آپ ﷺ نے فرمایا:

نحن بنو نضر بن کنانة ہم نضر بن کنانہ کی اولاد ہیں۔[1]

گویا اولاد کنانہ کو ممتاز اور منفرد قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح یہ بتانا مقصود تھا کہ کنانہ پر آکر انتخابِ قدرت نے آگے پھر ہمارے نسب میں امتیاز پیدا فرما دیا ہے۔ [2]

کنانہ کے بارے میں امام طبری نے لکھا ہے کہ ان کی والدہ کا نام عوانہ بنت سعد بن قیس بن عیلان تھا اور بعض نے یہ کہا ہے کہ ان کی والدہ ہند بنت عمرو بن قیس تھیں۔

امام محمد بن یوسف الصالحی رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ کنانہ کا معنی ترکش ہے جس طرح ترکش تیروں کو اپنے اندر چھپالیتا ہے اسی طرح انہوں نے بھی اپنی ساری

1 فتح الباری ٦ ، البدایہ والنہایہ ٢

2 ماخذ سیرۃ الرسول جلد 2 ص 133 ناشر منہاج القرآن لاہور

قوم کو اپنے جود و کرم کے دامن سے چھپالیا تھا۔ اس لیے ان کا یہ نام مشہور ہوا۔ ان کی کنیت ابو النضر تھی اور ان کی والدہ کا نام عوانہ بنت سعد تھا۔

حضور ﷺ کی آمد کی لوگوں کو خبر سناتے تھے

''عامر العدواتی نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا: اے میرے فرزند! میں نے کنانہ بن خزیمہ کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ بہت زیادہ بوڑھے ہو چکے تھے اور ان کے علم و فضل کی وجہ سے اہل عرب دور دراز سے ان کی زیارت کے لیے آتے تھے۔ انہوں نے ان کو کہا: مکہ سے ایک نبی ﷺ کے ظاہر ہونے کا وقت قریب آ گیا ہے ان کا نام نامی احمد ﷺ ہوگا اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت کریں گے۔ نیکی احسان اور مکارم اخلاق کی تلقین فرمائیں گے۔ پس اے اہل عرب تم اس نبی مکرم ﷺ کی پیروی کرنا۔ اس سے تمہاری عزت و شرف میں اضافہ ہوگا۔''

جناب سیدنا کنانہ کو خواب میں کہا گیا

یہی مصنف اس کے معًا بعد تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز کنانہ حطیم میں سو رہے تھے کہ انہوں نے خواب دیکھا انہیں کہا گیا کہ ان چار چیزوں میں سے ایک کا انتخاب کر لو۔ گھوڑے، اونٹ، تعمیرات اور دائمی عزت۔

آپ نے عرض کیا: اے میرے رب! مجھے یہ ساری نعمتیں عطا فرما۔''

''اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کے طفیل قریش کو یہ ساری نعمتیں ارزانی فرما دیں''[1]

⑨ جناب سیدنا نضر علیہ السلام

ان کا نام قیس تھا اور اپنے چہرے کی دمک اور حسن و جمال کی وجہ سے یہ نضر کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ان کی والدہ کا نام: برہ بنت مُر بن اُد بن طابخہ تھا۔

① سبل الہدیٰ والرشاد جلد اول ص 243 ناشر زاویہ پبلیشرز لاہور

غلط فہمی دور کیجیے

ان کی والدہ کے بارے میں ایک غلط بات مشہور ہوگئی ہے جس کا ازالہ ضروری ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کی والدہ برہ بنت مر پہلے نضر کے دادا خزیمہ کی منکوحہ تھیں۔خزیمہ کی وفات کے بعد ان کے والد کنانہ نے عرب کے رواج کے مطابق ان سے بیاہ کرلیا۔اس کے نتیجہ میں نضر کی ولادت ہوئی۔ بیٹے کا باپ کی بیوہ کے ساتھ نکاح کرنا اگر چہ وہ اس کی سگی ماں نہ ہومکروہ اور قبیح فعل ہے۔اس لئے وہ لوگ جن کے دلوں میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے ساتھ بغض کی بیماری ہے وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نسب پاک پر طعنہ زنی کرنے کے لیے اس واقعہ کو بہت اچھالتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحمت فرمائے علماء محققین پر، جنہوں نے اپنے نشتر تحقیق سے اس جھوٹ کا پردہ چاک کیا اور حقیقت کا رخ زیبا سب کے سامنے آشکار کردیا۔

ہم قارئین کی خدمت میں ابوعثمان الجاحظ کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے حقیقت حال واضح ہوجائے گی۔ جاحظ ایک آزاد منش محقق تھے، اپنی تحقیق سے جس بات کی حقانیت ان پر واضح ہوجاتی اس کے اظہار میں وہ بڑے بے باک تھے اور کسی مخالفت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔وہ لکھتے ہیں:

اَنَّ کَنَانَۃَ خَلَفَ عَلٰی زَوْجَۃِ اَبِیْہِ وَمَاتَتْ وَلَمْ تَلِدْ لَہٗ ذَکَرًا وَلَا اُنْثٰی وَنَکَحَ بِنْتَ اَخِیْھَا وَھِیَ بَرَّۃُ بِنْتُ مُرِّ بْنِ اُدِّ بْنِ طَابِخَۃَ فَوَلَدَتْ لَہُ النَّضْرَ وَاِنَّمَا غَلَطَ کَثِیْرٌ لَمَّا سَمِعُوا اَنَّ کَنَانَۃَ خَلَفَ عَلٰی زَوْجَۃِ اَبِیْہِ لِاتِّفَاقِ اِسْمَیِ الزَّوْجَتَیْنِ وَتَقَارُبِ النَّسَبِ وَ

مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ يَكُوْنَ اَصَابَ نَسَبُهُ الشَّرِيْفَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِكَاحُ مَقْتٍ وَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَا زِلْتُ اَخْرُجُ مِنْ نِكَاحٍ كَنِكَاحِ الْاِسْلَامِ وَمَنْ قَالَ غَيْرَ هٰذَا وَقَدْ خَطَأَ وَشَكَّ فِيْ هٰذَا الْخَبَرِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ طَهَّرَهُ مِنْ كُلِّ وَصْمٍ تَطْهِيْرًا

"کنانہ کے والد خزیمہ کا جب انتقال ہوا تو زمانہ جاہلیت کے رواج کے مطابق انہوں نے اپنے باپ کی بیوہ کو اپنی زوجیت میں لے لیا لیکن وہ جلد ہی فوت ہو گئیں۔ ان کے شکم سے نہ کوئی بیٹا پیدا ہوا نہ کوئی بیٹی پیدا ہوئی، ان کے بعد کنانہ نے اپنی پہلی بیوی کے بھائی کی بیٹی کے ساتھ نکاح کیا جس کا نام برہ بنت مُر بن اد بن طابخہ ہے ان کے شکم سے کنانہ کے فرزند النضر پیدا ہوئے۔ بہت سے لوگوں نے جب یہ سنا کہ کنانہ نے اپنے باپ کی بیوہ کو اپنی زوجیت میں لیا ہے تو وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ کنانہ نے اپنے باپ کی بیوہ کو زوجیت میں لے لیا ہے اور اس کے شکم سے نضر پیدا ہوا۔ اس غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ دونوں بیویوں کے نام بھی ایک تھے اور ان کا باہمی رشتہ بھی بہت نزدیک کا تھا لیکن ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ ہم اس غلط فہمی میں مبتلا ہوں کہ نبی کریم ﷺ کے نسب پاک پر ناپسندیدہ اور مبغوض نکاح کا داغ لگائیں حالانکہ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا ہے: کہ میں ابتداء سے آخر تک اسلامی نکاح کے مطابق ایک پشت سے دوسری پشت میں منتقل ہوتا رہا۔" [1]

جو تحقیق ہم نے پیش کی ہے، جو شخص اس کے علاوہ کچھ کہتا ہے گویا اس نے حضور ﷺ کے

[1] ضیاء النبی شریف جلد اول ص 413 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

اس فرمان میں شک کیا اور سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اپنے حبیب کی ذات کو اور آپ کے سارے آباؤ واجداد کو ہر قسم کے عیبوں سے اور کمزوریوں سے پاک وصاف رکھا۔ [1]

⑩ جنابِ سیدنا مالک

عمودِ نبوی میں یہ بارہویں نمبر پر ہیں، ان کی والدہ ماجدہ کا نام عاتکہ بنت عدوان بن عمرو بن قیس بن عیلان تھا۔ بعض نے عِکرِشَہ کو ان کی والدہ بتایا ہے جس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ کوئی دوسری خاتون ہے حالانکہ ایسا نہیں، عاتکہ نام تھا اور عکرشہ ان کا لقب تھا اور یہی مالک کی والدہ تھیں۔ جناب مالک کی کنیت ابوالحارث تھی اور ان کے دو بیٹے تھے: فہر اور حارث یا حرث۔ ان کی حکمت آموز باتوں میں سے ہیں: "بہت سی صورتیں اپنے بارے معلومات کی مخالفت کرتی ہیں۔ وہ حسن و جمال سے دھوکا دیتی ہیں۔ ان کے افعال قبیح ہوتے ہیں۔ صورتوں سے اجتناب کرو۔ معلومات کی جستجو کرو"۔ [2]

⑪ جنابِ سیدنا فہر بن مالک

ان کی والدہ کا نام جندلہ بنت عامر بن حارث بن مضاض الجرہمی تھا۔ یہ اجماع قریش کے لقب سے مشہور تھے اور اپنے زمانہ میں وہ اہل مکہ اور اردگرد بسنے والے قبائل کے رئیس تھے۔ حسان بن عبدالکلال الحمیری نے یمنی قبائل کے لشکر

① ضیاء النبی شریف جلد اول ص 413 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز

② خاندانِ مصطفیٰ، ضیاء النبی، سبیل الہدیٰ والرشاد

جرار کے ساتھ مکہ پر چڑھائی کی اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ پتھر جن پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے کعبہ شریف تعمیر کیا تھا ان کو یہاں سے اکھیڑ کر لے جائیں اور ان پتھروں سے وہاں کعبہ تعمیر کریں اور لوگوں کو حکم دیں کہ وہ حج کرنے کیلئے بجائے مکہ آنے کے یمن آئیں ان کے بنائے ہوئے کعبہ کے ارد گرد طواف کریں اور دیگر مناسک حج بجالائیں۔ جب قریش اور دیگر قبائل نے یہ دیکھا تو اس کے ساتھ فیصلہ کن جنگ کرنے کے لیے تیار ہو گئے قریش اور اہل عرب کے لشکر کے سپہ سالار فہر تھے ان کی قیادت میں گھمسان کی جنگ لڑی گئی جس میں حمیری کو شکست فاش ہوئی اور فہر کو شاندار کامیابی نصیب ہوئی۔ ان کے قائد لشکر حسان بن عبد کلال کو جنگی قیدی بنالیا گیا۔ فہر کے بیٹے حارث نے اسے قید کیا تھا عربوں کا بھی کافی جانی نقصان ہوا۔ فہر کے پوتے غالب، بن فہر کے بیٹے قیس اس جنگ میں کام آئے۔ حسان تین سال تک مکہ میں جنگی قیدی کی حیثیت سے رہا۔ آخر کار اس نے فدیہ ادا کر کے رہائی حاصل کی۔ جب اپنے وطن واپس جا رہا تھا راستہ ہی میں اسے موت کو لبیک کہنا پڑا [1]

۱۲ جنابِ سیدنا غالب

عمودِ نبوی میں جناب غالب کا نام دسویں نمبر پر ہے۔ ان کی کنّیت ابو تیم تھی۔ ان کے دو بیٹے تھے: لوی اور تیم الادرم ابن ہشام نے ان کے ایک اور بیٹے کا بھی ذکر کیا ہے جس کا نام قیس بن غالب تھا، جناب غالب کے یہ سب بیٹے

[1] تاریخ طبری جلد 2 ضیاء النبی جلد اول ص 415 ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

سلمیٰ بنت کعب بن عمرو کے شکم سے تھے۔

۱۳ جناب سیدنا لؤی

ان کی کنیت ابوکعب تھی اور ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت یخلد بن نضر بن کنانہ تھا۔ قریش میں عاتکہ نام کی خواتین جن کا ذکر نبی رحمت ﷺ کے نسب شریف میں آتا ہے ان میں سے یہ پہلی عاتکہ ہیں۔ لؤی کے دو سگے بھائی تھے ایک کا نام تیم تھا۔ دوسرے بھائی کا نام قیس تھا اور ان کی کوئی اولاد باقی نہیں۔ ان کے خاندان کے آخری فرد نے خالد بن عبداللہ القسری کے زمانہ میں وفات پائی۔ ان کے گھرانے کا کوئی فرد زندہ نہ تھا جو ان کی میراث کا مستحق قرار پاتا۔ [1]

وَكَانَ لُؤَیّ حَلِيمًا حَكِيمًا نَطَقَ بِالْحِكْمَةِ صَغِيرًا

"لوی کو اللہ تعالیٰ نے حلم اور حکمت کی صفات سے نوازا تھا۔ بچپن میں ہی ایسے جملے آپ کی زبان سے نکلتے تھے جو ضرب المثل بن جایا کرتے تھے" (۲)

مثال جیسے: نیکیاں بوسیدہ نہیں ہوتیں نہ گمنام ہوتی ہیں۔ جب چیز گمنام ہو جاتی ہے تو اس کا تذکرہ نہیں کیا جاتا۔ جسے نیکی کا والی بنایا جاتا ہے اس کی نیکی پھیل جاتی ہے۔"

۱۴ جناب سیدنا کعب

ہر جمعۃ المبارک کو سرکار ﷺ کی آمد کا خطبہ دیتے رہے

جناب کعب کی کنیت ابو ہصیص تھی، یہ آٹھویں پشت میں رسول اللہ ﷺ کے جدِ امجد ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اجداد کرام میں سے کعب کی شخصیت بڑی ممتاز تھی۔ وہ ہر جمعہ کو اپنے قبیلہ قریش کو جمع کرتے اور انہیں خطاب

۱ تاریخ طبری جلد 2

فرماتے۔ان کے خطبات ان کے ایمانِ صادق کی عکاسی بلکہ تصدیق کرتے ہیں۔ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیتے، عرفان الٰہی کی اہمیت کا انہیں احساس دلاتے، انہیں تلقین کرتے کہ وہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق، گردش لیل ونہار اور دیگر مظاہر قدرت میں غور وفکر کریں۔عقل وفہم کی جو بیش بہا نعمت انہیں بخشی گئی ہے اس کو بے کار نہ رہنے دیں، بلکہ اس سے کام لیں۔گزشتہ قوموں کے حالات سے عبرت حاصل کریں۔صلہ رحمی، وعدہ کی پابندی اور افشاء سلام کو اپنا شعار بنائیں۔ فقراء ومساکین کو صدقہ دیا کریں۔وہ انہیں موت اور اس کی ہولناکیوں کی یاد دلاتے روز محشر کے حالات سے انہیں آگاہ کرتے۔آپ انہیں حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کی بشارت دیتے اور یہ بتاتے کہ حضور انور ﷺ ان کی اولاد سے ہوں گے۔ اپنی قوم کو تاکید فرماتے کہ اگر انہیں حضور ﷺ کا عہد نصیب ہو تو فوراً ایمان لائیں اور ایسے شعر پڑھتے جن سے اس محبت ووارفتگی کی خوشبو آتی جو حضور ﷺ سے ان کے دل میں موجزن رہتی تھی۔اس شوق کا اظہار ہوتا ہے کہ کاش انہیں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہو اور وہ حضور ﷺ کی دعوت کو عام کرنے کے لیے اپنی ساری قوتیں وقف کر دیں۔

یارسول اللہ ﷺ

میرے آقا آؤ کہ مدت ہوئی ہے   آپ کی راہ میں اکھیاں بچھاتے بچھاتے

امام محمد بن یوسف الصالحی [1] نے اس خطبہ کا متن نقل کیا ہے، جو اپنی تاریخی اور دینی حیثیت سے اس بات کا سزاوار ہے کہ قارئین کی خدمت میں وہ خطبہ بعینہ پیش کیا جائے۔ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف کے حوالہ سے حضرت کعب کا خطبہ

1 سبل الہدیٰ والرشاد جلد اول 235 تا 237-236 ناشر زاویہ پبلیشرز

بایں الفاظ مروی ہے۔

اَمَّا بَعۡدُ

فَاسۡمَعُوۡا وَعُوۡا سنو اور یاد رکھو۔

وَافۡهَمُوۡا وَتَعَلَّمُوۡا سمجھو اور سیکھو۔

لَیۡلٌ سَاجٍ وَنَهَارٌ ضَاحٍ رات کی تاریکی چھا جاتی ہے اور دن کی روشنی پھیل جاتی ہے۔

وَالۡاَرۡضُ مِهَادٌ وَالسَّمَآءُ بِنَآءٌ زمین بچھونا ہے اور آسمان پختہ عمارت ہے۔

وَالۡجِبَالُ اَوۡتَادٌ وَالنُّجُوۡمُ اَعۡلَامٌ پہاڑ میخیں ہیں اور ستارے نشانات ہیں۔

فَلَمۡ تُخۡلَقۡ عَبَثًا یہ ساری چیزیں بے مقصد پیدا نہیں کی گئیں۔

فَتَضۡرِبُوۡا عَنۡهَا صَفۡحًا تا کہ تم ان تکوینی آیات سے منہ پھیرلو۔

اَلۡاٰخِرُوۡنَ کَالۡاَوَّلِیۡنَ بعد میں آنیوالوں کا حال بھی وہی ہوگا جو پہلوں کا ہوا۔

وَالذَّکَرُ کَالۡاُنۡثٰی مرد بھی عورت کی طرح ہے۔

وَالزَّوۡجُ وَالۡفَرۡدُ اِلٰی بِلًی انسان جوڑا جوڑا اور تنہا فنا کی طرف بڑھ رہا ہے۔

فَصِلُوۡا اَرۡحَامَکُمۡ پس صلہ رحمی کرو۔

وَاَوۡفُوۡا بِعُهُوۡدِکُمۡ اور اپنے وعدوں کا ایفا کرو۔

وَاحۡفِظُوۡا اَصۡهَارَکُمۡ اپنے سسرال کی حفاظت کرو۔

وَثَمِّرُوۡا اَمۡوَالَکُمۡ اور اپنے مالوں میں اضافہ کرتے رہو۔

فَاِنَّهَا قِوَامُ مُرُوَّتِكُمْ کیونکہ ان اموال پر ہی تمہاری مروت واحسان کا دارومدار ہے۔

فَهَلْ رَاَيْتُمْ مِنْ هَالِكٍ رَجَعَ کیا کسی ہلاک ہونے والے کو تم نے دیکھا ہے کہ وہ لوٹ آیا ہو؟

اَوْمَيِّتٍ نُشِرَ یا کسی مردہ کو دیکھا ہے کہ وہ قبر سے اٹھ کھڑا ہوا ہو

اَلدَّارُ اَمَامَكُمْ دار آخرت تمہارے سامنے ہے۔

حَرَمُكُمْ زَيِّنُوْهُ وَعَظِّمُوْهُ اپنے حرم کو آراستہ کرو اور اس کی تعظیم بجالاؤ۔

وَتَمَسَّكُوْا بِهٖ اور اس کو مظبوطی سے پکڑے رہو۔

فَسَيَاتِيْ لَهٗ نَبَاٌ عَظِيْمٌ اس سے ایک بہت شاندار اور اہم خبر آئے گی۔

وَسَيَخْرُجُ مِنْهُ نَبِيٌّ كَرِيْمٌ اور اسی سے ایک نبی کریم ﷺ ظاہر ہوں گے۔

بِذٰلِكَ جَاءَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِمَا وَسَلَّمَ یہی خوشخبری موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام نے اپنی امتوں کو دی۔

ثُمَّ يَقُوْلُ پھر آپ یہ شعر پڑھتے۔

نَهَارٌ وَلَيْلٌ كُلٌّ اَوْبٍ بِحَادِثٍ ہر دن میں اور رات میں واقعات رونما ہوتے ہیں۔

سَوَاءٌ عَلَيْنَا لَيْلُهَا وَنَهَارُهَا ہم پر ان کی رات اور ان کا دن یکساں ہیں۔

عَلٰى غَفْلَةٍ يَاْتِي النَّبِيُّ مُحَمَّدٌ اور اچانک نبی کریم ﷺ جن کا اسم گرامی محمد ﷺ ہے

تشریف لائیں گے۔ لازوال خطبہ

يُخَبِّرُ اَخْبَارًا اَصْدُوقًا خَبِيْرُهَا اور ہمیں ایسی خبروں سے آگاہ کریں گے جن کا خبر دینے والا سچا ہوگا۔

وَاللّٰهِ لَوْ كُنْتُ ذَا سَمْعٍ وَّبَصَرٍ وَّيَدٍ وَّرِجْلٍ

بخدا کاش اس وقت میرے کان اور آنکھیں، میرے پاؤں اور ہاتھ صحیح ہوں۔

لَتَنَصَّبْتُ فِيْهَا تَنَصُّبَ الْجَمَلِ وَلَاَرْقَلْتُ فِيْهَا اِرْقَالَ الْفَحْلِ

تو میں اس دعوت کو پھیلانے کے لیے سر بلند کر کے کھڑا ہوتا جیسے اونٹ کھڑا ہوتا ہے اور اس طرح فخر و ناز سے چلتا جس طرح نر سانڈ چلا کرتا ہے۔

ثُمَّ يَقُوْلُ: پھر یہ شعر کہتے:

يٰلَيْتَنِيْ شَاهِدٌ فَحْوَاءُ دَعْوَتَهٗ   حِيْنَ الْعَشِيْرَةُ تَبْغِي الْحَقَّ خُذْلَانًا

اے کاش! میں اس وقت موجود ہوتا جب کہ قبیلہ ان کو نامراد کرنے کے لیے مصروف عمل ہوگا۔ (۱)

یارسول اللہ ﷺ

میرے آقا آؤ کہ مدت ہوئی ہے   آپ کی راہ میں اکھیاں بچھاتے بچھاتے

کعب کی موت اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے درمیان 560 سال کا عرصہ ہے۔

ان کے یہ ارشادات اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ وہ دین ابراہیمی پر کاربند تھے۔ ابن اثیر لکھتے ہیں:

كَانَ كَعْبٌ عَظِيْمُ الْقَدْرِ عِنْدَ الْعَرَبِ لِهٰذَا اَرَّخُوْا بِمَوْتِهٖ اِلٰى عَامِ الْفِيْلِ ثُمَّ اَرَّخُوْا بِالْفِيْلِ وَكَانَ يَخْطُبُ النَّاسَ اَيَّامَ الْحَجِّ وَخُطْبَةٌ مَّشْهُوْرَةٌ يُخْبِرُ فِيْهَا بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(۱) سبل الہدیٰ والرشاد جلد اول ص 37-236 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

"کعب کی اہل عرب کے نزدیک بڑی قدر ومنزلت تھی ، اہل عرب نے اپنی تاریخ کا آغاز ان کے یوم وفات سے کیا اور عام الفیل تک یہی سن تاریخ استعمال کرتے رہے۔ عام الفیل کے بعد اس واقعہ سے اہل عرب نے تاریخ کا کام لینا شروع کیا۔ وہ حج کے ایام میں لوگوں کو خطبہ دیا کرتے تھے اور آپ کا خطبہ مشہور ہے۔ اس خطبہ میں سرکار دو عالم ﷺ کی بعثت کے بارے میں بھی لوگوں کو آگاہ کیا کرتے تھے [۱]

اس نوعیت کا یہ پہلا خطبہ نہیں تھا۔ ایسے حقیقت افروز اور دلکشا خطبات وہ اکثر ارشاد فرماتے رہتے تھے اور حضور نبی اکرم ﷺ کی آمد کے بارے میں لوگوں کو آگاہ کرتے رہتے تھے۔

مشہور صحابہ کرام حضرت فاروق اعظم ، حضرت ابوعبیدہ ، حضرت عمر بن العاص ، حضرت ہشام بن العاص ، حضرت عبداللہ بن حذیفہ وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا سلسلۂ نسب بھی حضرت کعب سے مل جاتا ہے [۲]

و کانت تجمع الیه قریش فی هذا الیوم فیخطبهم و یزکرهم بمبعث النبی ﷺ و یعلمهم بانه من ولده و یامرهم باتباعه والایمان به [۳]

قریش جمعہ کے دن اکٹھے ہو جاتے تھے۔ چنانچہ کعب انہیں خطبہ دیتے اور حضور ﷺ

1. ضیاء النبی شریف جلد اول ص 418/419 ناشر ضیاء القرآن
2. خاندان مصطفیٰ ص 71 ناشر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
3. زرقانی علی المواہب ۱:۷۵ ، محمد رسول اللہ ﷺ ۱۵

کی آمد و بعثت کا ذکر کیا کرتے تھے اور بتاتے تھے کہ وہ ان کی اولاد میں سے ہیں اور حکم دیا کرتے تھے کہ اگر ان کا زمانہ پالیں تو فوراً ان پر ایمان لے آئیں اور ان کی اتباع کریں۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان کے پاس ان معلومات کا ذریعہ کیا تھا، وہ کس اساس پر ایسی خبریں دیتے اور مستقبل کی باتیں بتایا کرتے تھے؟

اس کا جواب امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں دیا ہے:

وعلمه هو به من الواصية المستمرة من ادم عليه السلام ان من كان فيه ذالك النور لا يضعه الا فى المطهرات لان ختام الانبياء منه [1]

اس علم کی بنیاد وہ وصیت تھی جو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت ہی سے سینہ بسینہ منتقل ہوتی چلی آرہی تھی کہ جس ہستی میں یہ نور محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم درخشاں ہو گا وہ اسے پاکیزہ پیکروں ہی کے سپرد کرے گا اور وہ نور والا خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو گا۔

⑮ جنابِ سیدنا مُرّہ

لوگوں کو اکٹھا کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشخبری دیتے اور فرماتے وہ میری نسل میں سے ہوں گے

ان کی کنیت ابو یقیظہ ہے۔ مرہ، کعب کے بیٹے تھے، انہیں یہ نام دشمن پر ہیبت و دہشت طاری کرنے کے لیے دیا گیا تھا۔ مرہ تلخ اور انتہائی کڑوی چیز کو کہتے ہیں، یہ سفاک دشمنوں کے حق میں واقعی کڑوے اور بہت تلخ تھے۔ مزاج میں تلخی اور سختی کے باعث دشمن ان سے خم کھاتے اور سامنے آتے ہوئے دہلتے تھے۔ یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے یومِ عروبہ (یوم الجمعہ کا پہلا نام) مقرر کیا۔ یہ اس

① زرقانی ۱:۷۵

دن قریش کو جمع کرتے اور خطبہ دیتے تھے۔ جناب مُرّہ بن کعب لوگوں کو حضورِ انور ﷺ کی ولادت باسعادت کی **خوشخبری** دیتے اور فرماتے ہیں: وہ میری نسل سے ہوں گے، ان پر ایمان لانا اور ان (ﷺ) کی پیروی کرنا بہت ضروری ہے۔ انہوں نے اس ضمن میں بہت سے اشعار بھی کہے۔ ان میں ایک یہ بھی ہے۔

لیتنی شاهدا فحواء دعوته — اذا قریش تنفی الحق خذلانا

"اے کاش کہ میں حاضر ہوتا ان کی اس دعوت میں کہ جب قریش اپنی پستی کی وجہ سے حق کا انکار کریں گے" ١

میرے آقا آؤ کہ مدت ہوئی ہے — آپ کی راہ میں اکھیاں بچھاتے بچھاتے

جناب مرہ بن کعب کے تین بیٹے تھے حکیم عرف کلاب، تیم اور یقظہ۔ حکیم عرف کلاب کی والدہ کا نام ہند بنت سریر بن ثعلبہ بن حارث بن مالک (عمودِ نبوی میں بارہواں نام) تھا۔ حضرت صدیق اکبر و خالد بن ولید کے علاوہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ، ارقم بن ابی ارقم، ابوسلمہ عبداللہ (حضرت ام سلمہ کے پہلے خاوند) عکرمہ بن ابی جہل، حارث بن ہشام، ام المومنین ام سلمہ، ہشام بن ابی حذیفہ، عبداللہ بن ابی ربیعہ اور مسیّب (والدِ ماجد حضرت سعید ابن مسیّب) رضی اللہ عنہم یہ سب جنابِ مرہ بن کعب کی اولاد سے ہیں۔

وفی مرة یجتمع نسب الامام مالك بنسب رسول الله ﷺ ٢

اور حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ کا نسب مبارک بھی یہاں پہنچ کر حضور نبی اکرم

١ خاندانِ مصطفیٰ ﷺ ناشر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

٢ محمد رسول اللہ ﷺ، مصنف محمد رضا ١٥، ناشر تاج کمپنی کراچی و لاہور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک نسب کے ساتھ مل جاتا ہے۔

۱۶ جناب سیدنا ابوزہرہ (کلاب)

ان کی کنیت ابوزہرہ تھی۔ان کا اصل نام عروہ، مہذب یا حکیم تھا۔مگر انہیں کلاب کے نام سے مشہور کیا گیا تھا۔کلاب، کلب کی جمع ہے۔کلب چیر پھاڑ کرنے والے خوفناک کتے کو کہتے ہیں۔بڑی عجیب بات ہے اس دور میں عرب اپنے بیٹوں کے لیے ایسے خوفناک نام بڑی بے تکلفی سے تجویز کرتے ہیں۔لوی زبردست جنگلی سانڈ کو کہتے ہیں۔مرہ میں تلخی کے معنی پائے جاتے ہیں۔ایک شخص کو اسی قسم کا تعجب لاحق ہوا تو اس نے سوال کیا:

لم تسمون ابناء کم بشر الاسماء نحو کلب وذئب وعبید کم باحسن الاسماء نحو رزق ومرزوق ورباح۔فقال: انما نسمی ابنائنا لاعدائنا وعبیدنا لانفسنا یرید ان الابناء عدۃ للاعداء وسھام فی نحورھم فاختاروا لھم ھذا الاسماء [1]

تم اپنی اولاد کے اتنے برے نام کیوں رکھتے ہو؟ جیسے کتا اور بھیڑیا جبکہ اپنے غلاموں کے بڑے اچھے اور خوبصورت نام رکھتے ہو؟ جیسے آسودہ حال، دولت مند مفید اور نفع رساں۔اس نے جواب دیا بیٹوں کے نام دشمنوں کے لیے اور غلاموں کے نام اپنے لیے رکھتے ہیں۔(مطلب یہ تھا کہ بیٹوں کو دشمنوں سے ٹکر لینے کے لیے تیار کرتے ہیں اور ایسے خوفناک نام تجویز کرتے ہیں تا کہ خود اولاد اور دشمنوں

[1] زرقانی علی المواہب ا جلد اول ص 58 ناشر فرید بک سٹال لاہور

دونوں پر اس کے نفسیاتی اثرات ہوں۔)

اسلامی مہینوں کے اسم جناب سیدنا ابو زہرہ نے تجویز کیے

ان کے دو صاحبزادے جناب قصی اور زہرہ تھے۔ میرے آقا رسولِ عربی ﷺ کی والدہ ماجدہ محسنہ اسلام حضرت سیدہ آمنہ خاتون (ان پر ہم سب کے جسم و جان و جمال قربان) جنابِ زہرہ کی پڑپوتی ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نسب شریفہ یوں ہے: آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب۔ یہاں آکر حضور ﷺ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ کا نسب جمع ہو جاتا ہے اور مشہور یہ ہے کہ عربی مہینوں کے موجودہ نام انہوں نے تجویز کیے [1]

عشرہ مبشرہ کے مشہور صحابی سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی بنو زہرہ سے ہیں۔ ان کا نسب یوں ہے: سعد بن ابی وقاص بن اہیب بن عبد مناف بن زہرہ۔ اس طرح رشتہ کے اعتبار سے یہ رسول اللہ ﷺ کے ماموں کے بیٹے بنتے ہیں۔ مشہور ہے کہ روزِ احد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حفاظت میں کفار کی طرف سب سے پہلا تیر چلانے کا شرف بھی ان ہی کو حاصل ہوا تھا (واللہ تعالیٰ اعلم) روز بدر ان کے پاس تیر ختم ہو گئے، تو رسول اکرم شفیع معظم ﷺ ان کو میدان بدر سے تنکے اٹھا اٹھا کر پکڑانے لگے، اور فرماتے جاتے تھے:

ارم یا سعد فداك امی و ابی

اے سعد! (یہ لو) "تیراندازی کرو، میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں۔"

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں تنکا دستِ اقدس سے لے کر کمان میں

[1] کتاب محمد رسول اللہ ص نمبر 16 ناشر تاج کمپنی

[2] ضیاء النبی شریف جلد اول ص 421

رکھ کر چلاتا تو معاً وہ تنکا تیر بن جاتا۔ سبحان اللہ تعالیٰ!

مقامِ حیرت واستعجاب ہے کہ ان ہی سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیٹا عمرو بن سعد میدانِ کربلا میں حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابل فوج لیے کھڑا تھا اور ایک سے بڑھ کر ایک ظلم کر رہا تھا۔ اللہ اکبر! کس قدر بے نیاز ہے ذاتِ خدائے لم یزل [1]

۱۷ جنابِ سیدنا قصی

قصی نام کا سبب صاحبِ مدارج النبوۃ یہ نقل فرماتے ہیں کہ جب ان کی ولادت ہوئی، تو ان کی والدہ فاطمہ بنت سعد بن سیل اپنے قبیلے سے بہت دور بلا دقضاعہ میں ٹھہری ہوئی تھیں۔ چونکہ قصی کا معنی بعید یعنی دور ہے، اس لیے ان کو قصی کہا جانے لگا یہ بھی منقول ہے کہ زید ابھی آغوشِ مادر ہی میں تھے کہ قصی نے بھی باپ ہی کی طرح نام پیدا کیا۔ عرب کے طول وعرض میں اپنی عظمت کا پھریرا لہرا دیا اور قریش کو وہ عزت وشہرت اور اجتماعیت بخشی جو انہیں پہلے حاصل نہیں تھی۔

قصی کے لغوی معنی ''دور'' کے ہیں۔ ان کا اصل نام زید تھا۔ جب ان کے والد کلاب کا انتقال ہوا تو ان کی والدہ فاطمہ نے ربیعہ بن حرام سے نکاح کرلیا، وہ انہیں ملک شام لے گیا، یہ چونکہ بچے تھے اس لیے انہیں بھی والدہ کے ہمراہ وطن سے دور جانا پڑا اس لیے ان کا نام ''قصی'' پڑ گیا۔

قصی بڑے ہی جہاندیدہ، بزرگ اور دانا انسان تھے۔ اپنے پیش رو بزرگوں کی طرح اکثر نورِ محمدی ﷺ کی آمد اور قرب زمانہ بعثت کا ذکر کرتے

[1] خاندان مصطفیٰ ﷺ ص 72 ناشر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

رہتے تھے اور انہیں اشتیاق دلاتے تھے کہ وہ ذہنی طور پر تیار ہو جائیں۔

کان یجمع قومہ یوم العروبۃ فذکرھم ویامرھم بتعظیم الحرم ویخبرھم انہ سیبعث فیھم نبی (شرح الزرقانی، ۱:۷۳)

جمعہ کے روز اپنی قوم کو جمع کر کے نصیحت کرتے تھے اور حکم دیتے تھے کہ حرم شریف کی تعظیم کریں اور بتاتے تھے کہ عنقریب ان میں ایک نبی ﷺ تشریف لانے والے ہیں۔ قصی وہ پہلے دوراندیش سردار ہیں جنہوں نے قریش کی منتشر افرادی قوت کو مجتمع کرنے کی طرف سنجیدگی سے توجہ دی اور انہیں اطراف و جوانب سے اٹھا کر مکہ میں آباد کرنے کے لیے زمین الاٹ کی، پلاٹ اور قطعات دیئے تا کہ وہ مکانات تعمیر کر کے حرم کعبہ کے قریب آباد ہوں ۔ جب انہیں ضرورت پڑے یہ ان کے لیے دست و بازو ثابت ہوں۔ ان کی یہ تدبیر کارگر رہی اور قریش کو حرم شریف کی کلیدی اسامیوں پر بالادستی حاصل ہوگئی۔

انہوں نے سیادت کی باگ ڈور ہاتھ میں لیتے ہی منصوبہ بندی کی، عوام اور حجاج کی ضروریات کا جائزہ لیا، لوگوں کو پیش آمدہ مشکلات کی فہرست تیار کی پھر ان کے حل کے لیے باقاعدہ رفاہی اور اصلاحی پروگرام وضع کیے جو تاریخ میں سقایہ رفادہ، ندوہ اور حجابت کے نام سے مشہور ہیں۔

ان رفاہی کاموں کی تفصیل یہ ہے:

(۱) سقایہ:

آج کل کعبہ مکرمہ کے نزدیک زمزم کا کنواں موجود ہے، جس میں پانی کی

کثرت اور برکت کے باعث کسی کو قلت کا احساس نہیں ہوتا۔ صرف وہاں زائرین ہی سیراب نہیں ہوتے بلکہ اپنے ملکوں میں بھی تبرک کے طور پر لے جاتے ہیں۔ اس وقت یہ کنواں معلوم نہیں تھا۔ بنو جرہم نے اسے بند کر دیا تھا ، کوئی نہیں جانتا تھا کہ زمزم کا کنواں کہاں ہے۔ اس لیے پانی کی شدید قلت تھی اور حجاج و زائرین کو بے حد تکلیف محسوس ہوتی تھی۔

قصی نے اس تکلیف کو شدت سے محسوس کیا اور وسیع پیمانے پر پانی کے ذخائر کے انتظامات کیے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حجاج کو بے حد سہولت ہوگئی اور پانی کی قلت اور تنگی کی شکایت جاتی رہی اور انتظام کو "سقایہ" کہتے ہیں۔

(۲) رفادہ:

حجاج کے لیے کھانے وغیرہ کا بھی کوئی معقول اور ان کی شایان شان انتظام نہیں تھا جس وجہ سے انہیں بے شمار دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا، قصی نے قریش کو جمع کیا اور فرمایا:

"حجاج و زائرین اللہ تعالیٰ کے مہمان ہیں۔ یہ لوگ ہر لحاظ سے قابلِ احترام ہیں۔ یہ انتہائی افسوس ناک بات ہے کہ وہ یہاں آکر طرح طرح کی تکالیف میں مبتلا ہوں اور ہم ان کا تماشا دیکھیں، یہ میز بانی کے اصولوں کے منافی ہے اور احترام کے بھی خلاف ہے۔ آپ لوگ یہاں کے معزز مکین ہیں، یہاں کے رہائشی اور مقیم ہونے کے حوالے سے ہمارا فرض بنتا ہے کہ آنیوالوں کو ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائیں اور کھانے پینے کی تکلیف نہ ہونے دیں۔ اس کی احسن

صورت یہی ہے کہ ہم تمام قبائل پر لازم کر دیں کہ وہ ہر سال رضا کارانہ طور پر زیادہ سے زیادہ چندہ دیا کریں، جس سے آنے والے زائرین کی ضیافت و دعوت ہو سکے اور وہ اضافی خرچ سے بچ جائیں۔"

تمام لوگوں نے اس تجویز کو پذیرائی بخشی، اسے بخوشی قبول کیا اور چندہ دینے کی حامی بھری اس طرح حجاج کے لیے مفت کھانے کا انتظام ہونے لگا۔ اس انتظام کو "رفادہ" کہتے ہیں۔

(۳) ندوہ:

اجتماعی اور قومی نوعیت کی تقریبات کے لیے ان کے پاس کوئی جگہ اور منصوبہ بندی نہیں تھی قصی نے اس کمی اور ضرورت کو پورا کرنے کے لیے لوگوں کو "دارالندوہ" قائم کرنے کی ضرورت کا احساس دلایا۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے ایک عمارت مختص کی گئی جسے آج کی اصطلاح میں اسمبلی ہال کہہ سکتے ہیں۔ قومی سطح کے فیصلے اور مشورے وہاں ہونے لگے اور انفرادی اور اجتماعی مشکلات کے حل کیلئے لوگ وہاں اپنے مسائل پیش کرنے لگے۔ اس طرح اس عمارت نے عدالت کی حیثیت بھی اختیار کر لی، شادی بیاہ کی تقریبات بھی وہاں انجام پذیر ہونے لگیں۔ اس طرح ان کی معاشرتی اور قبائلی زندگی میں اس عمارت کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی اور وہ اسے اپنی زندگی کا ناگزیر حصہ سمجھنے لگے۔ اسے "ندوہ" کہتے ہیں۔

(۴) حجابت:

کعبۃ اللہ اور مسجد حرام کی تعمیر اور تزئین کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی

تھی حالانکہ صورتِ حال کے پیش نظر اس چیز کی بہت زیادہ ضرورت تھی اور وہ اولین توجہ کی متقاضی تھی تا کہ وقت پر مسجد اور کعبہ کی صفائی اور مرمت ہوتی رہے۔ دیکھ بھال کے لیے جو ضروری امور ہیں ان کی طرف باقاعدہ توجہ رہے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے ایک نظام وضع کیا گیا جسے ''حجابہ'' کہتے ہیں۔

حضرت قصی کو رفاہ عامہ کے ان کاموں کی بدولت عوام میں بے حد پذیرائی اور مقبولیت حاصل ہوئی۔ انہیں ایک طرح کا سربراہ مملکت تسلیم کرلیا گیا اور وہ بلاشرکت غیرِ سب کے حکمران بن گئے اور وفات تک ان تمام امور کے نگران وسرپرست رہے۔

كان قصي اول بنى كعب اصاب ملكا طاع له به قومه و كانت اليه الحجابة والسقاية والرفادة والندوة واللواء فحاز شرف مكة كله [1]

حضرت قصی کعب کی اولاد میں پہلے شخص تھے جو حکومت کے سربراہ بنے اور ان کی قوم نے مکمل طور پر انہیں اپنی اطاعت کا یقین دلایا۔ چنانچہ حجابہ، سقایہ، رفادہ، ندوہ اور لواء (جنگ کے لیے جھنڈا لہرانے) کے تمام انتظامات بھی انہی کے ہاتھ میں تھے۔ اس طرح انہوں نے مکہ میں مکمل شرفِ اقتدار حاصل کرلیا۔

بنى دار الازاحة الظلمات و فصل الخصومات سماها دار الندوة اذا اعضلت قضية اجتمع الرؤساء من كل قبيلة فتشوروا فيها و فصلوها ولا يعقد عقد لواء ولا عقد نكاح الا بها [2]

1. البدایہ والنہایہ جلد نمبر 2، صفحہ 207
2. البدایہ والنہایہ جلد نمبر 2، صفحہ 207

انہوں نے تنازعات کا فیصلہ اور ظلم کے ازالہ کے لیے ایک عمارت تیار کی جس کا نام ''دارالندوہ'' رکھا، جب بھی کوئی مقدمہ پیش ہوتا تمام قبیلوں کے سردار اکٹھے ہو جاتے باہم مشورہ کرتے اور فیصلہ دیتے۔ جنگ کے لیے جھنڈا یہیں سے لہرایا جاتا اور نکاح بھی یہیں کیا جاتا تھا۔

شراب کی لت بہت بری ہے، پورا عرب اس کی زد میں آچکا تھا، اعلانیہ محفلیں جماتے، خم لنڈھاتے اور جام گردش میں لاتے تھے جب دور چلتے تو اخلاق و ناموس کی دھجیاں اڑ جاتیں، فضائیں سائیں سائیں کرنے لگتیں اور نوجوانوں کی مستی خرمستی میں بدل جاتی۔

قصی نے اس آتش سیال کی تباہ کاریوں کو بھانپ لیا، انہوں نے اپنی اولاد کو سختی سے منع کر دیا کہ وہ اس منحوس بلا کے سائے سے بھی بچیں اور اس سے کُلِّیَۃً پرہیز کریں۔ انسانیت اور اخلاق کی بقا اسی میں ہے۔

ان کے نصائح آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں

١ من اکرم لئیما شارکه فی لومه

جو شخص کمینے کی عزت کرتا ہے، وہ اس کی کمینگی میں حصہ دار بن جاتا ہے۔

٢ من طلب فوق قدره استحق الحرمان

جو اپنی حیثیت سے زیادہ مانگتا ہے وہ محروم رہتا ہے۔

٣ الحسود هو العدو الخفی

حاسد مارِ آستین ہوتا ہے:

۴ من لم تصلحه الكرامة اصلحه الهوان

جس کو عزت راس نہیں آتی پھر اسے ذلت ہی ٹھیک کرتی ہے۔

(پھولوں سے نفرت کرنے والے پتھروں سے ٹھوکریں کھاتے ہیں)

قصی کی اولاد:

علامہ ابن ہشام نے ابنِ اسحاق کے حوالہ سے نقل فرمایا کہ جناب قصی کے چار بیٹے تھے: عبد مناف، عبداللہ، عبد العزّٰی اور عبد الدار اور دو بیٹیاں تھیں تخمر اور برہ، جبکہ علامہ ابن خلدون نے فرمایا: تین بیٹے تھے، انہوں نے عبداللہ کا نام نہیں لکھا۔ حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نسب شریف بھی قصی سے جا ملتا ہے۔ یعنی حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خویلد بن اسد بن عبد العزّٰی بن قصی بن کلاب۔ اسی طرح حضرت عثمان بن طلحہ کعبۃ اللہ کے کلید بردار، حضرت زبیر بن عوام، حضرت ورقہ بن نوفل، حضرت ابو السنابل، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت عبد اللہ بن زمعہ اور حضرت حکیم بن حزام بن خویلد وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب کے سب جناب قصی کی نسل سے ہیں [1]

۱۸ جنابِ سیدنا عبدِ مناف

ان کا نام مغیرہ تھا، ان کے حسن و جمال کی وجہ سے انہیں قمر البطحاء (بطحا کا چاند) کہا جاتا تھا۔ ایک پتھر ملا جس پر ان کی تحریر کندہ تھی۔ اس میں ایک جملہ یہ

[1] کتاب خاندان مصطفیٰ ﷺ ص 76 ناشر نوریہ رضویہ فیصل آباد

تھا:

اَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ قُصَيّ اُوْصِیْ قُرَيْشًا بِتَقْوَى اللهِ جَلَّ وَعَلَا وَصِلَةِ الرَّحِمِ وَكَانَ نُوْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُضِئُ فِيْ وَجْهِهٖ۔ كَانَ فِيْ يَدِهٖ لَوَاءُ نِزَارٍ وَقَوْسُ اِسْمَاعِيْلَ۔

''میں مغیرۃ بن قصی ہوں۔ میں قریش کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ جل وعلا سے ڈرتے رہا کریں اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ نبی کریم ﷺ کا **نور ان کے چہرے میں چمکتا تھا۔** ان کے ہاتھ میں نزار کا جھنڈا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی کمان ہوا کرتی تھی''[1]

ان کے بارے میں امام الوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

فَقَدْ كَانَ يُقَالُ لَهٗ قَمَرُ الْبَطْحَاءِ لِحُسْنِهٖ وَجَمَالِهٖ۔ وَعَنِ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّهٗ وَجَدَ حَجَرًا مَنْقُوْشًا عَلَيْهِ اَنَا الْمُغِيْرَةُ بْنُ قُصَيٍّ اُوْصِیْ قُرَيْشًا بِتَقْوَى اللهِ وَصِلَةِ الرَّحِمِ وَكَانَ يَبْغُضُ الْاَصْنَامَ وَكَانَ يَلُوْحُ عَلَيْهِ نُوْرُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

''ان کو ان کے حسن و جمال کی وجہ سے بطحا کا چاند کہا جاتا تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہیں ایک پتھر ملا جس پر یہ عبارت کندہ تھی: میں مغیرہ بن قصی ہوں، میں قریش کو وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کریں اور اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کریں۔ آپ بتوں سے بغض رکھتے

1 السیرۃ النبویہ جلد نمبر 1 ص 30 ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز

تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ان کے چہرہ پر چمکتا تھا'' [1]

اپنی سخاوت اور غیر معمولی سیاسی فہم و فراست کی وجہ سے اپنے والد کے بعد یہی اپنی قوم کے سردار مقرر ہوئے۔ ان کے بارے میں ایک شاعر نے کہا ہے:

كَانَتْ قُرَيْشُ بِيْضَةً فَتَفَلَّقَتْ   فَالْمُحُّ خَالِصَةً لِعَبْدِ مَنَافٍ

''قریش ایک انڈا کی مانند ہے اور جب اسے پھوڑا گیا تو اس کا مغز اور جوہر عبد مناف ہیں۔''

عبد مناف کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے علامہ سہیلی فرماتے ہیں

مُفْعَلٌ مِنْ اَنَافَ يُنِيْفُ اَنَافَةً: اِذَا ارْتَفَعَ وَقَالَ الْمُفَضَّلُ رَحْمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْاِنَافَةُ: اِلْاَشْرَافُ وَالزِّيَادَةُ وَبِهِ سُمِّيَ عَبْدُ مَنَاف

''اس کا وزن مفعل ہے۔ یہ اناف ینیف انافتہ سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے: بلند و بالا ہونا۔ فضل اناف کا معنی ہے: شرف و کرامت اور زیادتی۔ اسی وجہ سے آپ عبد مناف کے لقب سے مشہور ہوئے، کیونکہ اپنے خصائل و مکارم کے باعث یہ اپنے ہمعصروں سے اعلیٰ وارفع تھے'' [2]

۱۹ حضرت سیدنا ہاشم

یہ ''ہشم'' سے اسم فاعل ہے۔ اس کا معنی ہے: توڑنا ان کا نام عمرو العلاء تھا۔ یہ تو عمر سے مشتق ہے۔ جس کا معنی ہے: بقاء اس معنی کو ابوالفتح نے **المبهج**

1. ضیاء النبی جلد اول ص 434 ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
2. سبل الهدیٰ والرشاد جلد اول ص 229 ناشر زاویہ پبلیکیشنز لاہور

میں ذکر کیا ہے بطور دلیل ابی القاقم کا یہ شعر پڑھا ہے:

یارب زد من عمرہ فی عمری　　واستوف منی یاالھی نذری

اے میرے مولا! میری عمر میں اس کی عمر میں اضافہ فرما دے۔ مولا! میری نذر کو پورا فرما۔

روایت ہے کہ عیسیٰ بن عمر نے عمرو بن عبید سے پوچھا: ''تمہارا نام عمر کیوں رکھا گیا ہے؟'' انہوں نے کہا عمر کا معنی: بقاء رب تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے۔ ابن دحیۃ نے کہا: کہ قسم اٹھانے کے لیے صرف عمر استعمال ہوتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ　(الحجر:۷۲)

ترجمہ: (اے محبوب) آپ کی زندگی کی قسم یہ (اپنی طاقت کے نشہ میں) مست ہیں (اور) بھٹکے بھٹکے پھر رہے ہیں۔

ان کا لقب ہاشم تھا، کیونکہ انہوں نے اہل مکہ کو ثرید کھلائی تھی۔ اہلِ مکہ کو سخت قحط سالی نے آلیا۔ یہ فلسطین گئے وہاں سے بہت سا آٹا خریدا، کیک خریدے اور انہیں لے کر مکہ معظّمہ آئے۔ اس کے بارے میں حکم دیا اس کی روٹیاں پکائی گئیں۔ پھر انہوں نے اونٹ ذبح کیے، ثرید بنائی اور اہل مکہ کو کھلائی حتیٰ کہ وہ مستغنی ہو گئے۔ انہوں نے ہی سب سے پہلے دو سفر شروع کیے تھے: ایک سفر حبشہ کی طرف اور دوسرا سفر شام کی طرف۔

رشاطی نے لکھا ہے: قریش کی تجارت مکہ مکرمہ سے آگے نہ تھی، عجمی لوگ ساز و سامان میں ان سے بڑھ کر تھے۔ یہ عجمیوں سے سامان خریدتے تھے۔ ہاشم

سوار ہو کر شام گئے۔ قیصر کے ہاں ٹھہرے، وہ ہر روز ایک بکری ذبح کرتے تھے، اسے ایک پیالے میں ڈالتے تھے، وہ اپنے ساتھیوں کو بلاتے تھے اور سارے مل کر کھاتے تھے۔ اس بات کا تذکرہ قیصر سے کیا گیا۔ اسے کہا گیا: اس جگہ قریش کا ایک شخص ہے جو روٹی کو ثرید بناتا ہے پھر اس پر شوربا انڈیلتا ہے اور اس پر گوشت رکھتا ہے۔ اہل عجم شوربا پیالوں میں رکھتے تھے، پھر روٹی سے اسے کھاتے تھے۔ قیصر نے انہیں بلایا، ان سے گفتگو کی اور ان کی گفتگو کو عجیب سمجھا۔ وہ انہیں پیغام بھیجتا رہا اور ان سے ملاقات کرتا رہا۔ جب انہوں نے بادشاہ کے دربار میں اپنا مقام دیکھا تو کہا: میری قوم عرب کے تاجر ہیں۔ اگر تم مناسب سمجھو تو مجھے ایک خط لکھ دو جو انہیں امن دے اور ان کی تجارت امن کے ساتھ ہو۔ وہ تمہارے پاس حجاز کے چمڑے اور کپڑے لے کر آئیں گے۔ ان کے لیے ممکن ہوگا کہ وہ انہیں تمہارے ہاں فروخت کریں۔ وہ تمہارے لیے سستے ہوں گے۔ بادشاہ نے انہیں امان نامہ لکھ دیا۔ جناب حضرت ہاشم نے وہ خط لیا شام کے راستے میں جب بھی وہ کسی قبیلہ کے پاس سے گزرتے، وہ ان کے سرداروں سے معاہدہ کرتے وہ انہیں کہتے کہ وہ اہلِ عرب کو اپنے ہاں راستہ میں اور اپنی زمین میں پناہ دیں۔ یہ راستہ کی امان تھی۔ ہاشم ایسے معاہدے کرتے کرتے مکہ معظّمہ پہنچ آئے۔ اہلِ مکہ کو وہ امان نامہ دیا، وہ بڑا بابرکت تھا پھر وہ بڑے کارواں کے ساتھ تجارت کے لیے نکلے۔ ہاشم بھی ان کے ساتھ تھے۔ وہ ان معاہدوں کو پورا کر رہے تھے جو ان کے اور اہلِ عرب کے مابین تھے حتیٰ کہ وہ شام پہنچ گئے۔

اسی سفر میں وہ غزہ میں، وصال کر گئے اسی وجہ سے انہیں ہاشم کہا جاتا تھا۔ یہ مشہور وجہ تسمیہ ہے۔ ممکن ہے کہ اس کی وجہ سے انہیں عرب میں ہاشم کہا جاتا ہے۔ اسی طرح قیصر کے پاس بھی انہیں ہاشم کہا جانے لگا۔

ان کا بھائی عبد شمس نجاشی کے پاس گیا، اس سے معاہدے کیے۔ نوفل کسریٰ کے پاس گیا، اس سے معاہدے کیے۔ مطلب حمیر، یمن گیا اور ان سے معاہدے کیے۔ ہاشم، عبد شمس، مطلب اور نوفل کو مجیزون کہا جاتا تھا۔ یہ سارے سردار بنے۔ ان کے بارے میں عبداللہ بن زبیر یا ان کے باپ نے کہا ہے:

یا ایھا الرجل المحول رحله	هلا نزلت بآل عبد مناف
الآخذون العهد من آفاقها	الراحلون لرحلة الايلاف
والرائشون وليس يوجد رائش	والقائلون هلم للاضياف
والخالطون غنيهم بفقيرهم	حتىٰ يكون فقيرهم كالكافي
عمرو العلا هاشم الثريد لقومه	سفر الشتاء ورحلة الايلاف

ترجمہ: اے وہ شخص جس نے اپنا کجاوہ الٹا کیا ہوا ہے۔ کیا تو آلِ عبد مناف کے ہاں نہیں اترا؟ جنہوں نے آفاق میں اپنے معاہدے کیے تھے اور وہ اپنے عہد و پیمان کے ساتھ سفر کرتے تھے۔ وہ اس وقت کھلاتے تھے جب کوئی کھلانے والا نہیں ہوتا تھا۔ وہ مہمان سے فرماتے تھے: ''ادھر آؤ'' عمرو العلا نے اپنی قوم کے لیے ثرید بنائی۔ وہ موسم سرما اور موسم گرما کا سفر کرتے تھے۔

زبیر بن بکار نے ''الموفیقات'' میں حضرت عمر بن عبدالعزیز سے روایت کیا ہے کہ

زمانہ جاہلیت میں قریش اختفاد کیا کرتے تھے۔ اختفاد یہ تھا کہ جب ان میں سے کسی کے اموال ضائع ہو جاتے، وہ بلند زمین کی طرف نکل جاتے اور وہاں خیمے لگا لیتے۔ وہ ان میں چلے جاتے وہ اس سے خوف سے مر جاتے کہ ان کی مفلسی کا کسی کو علم نہ ہو۔ حتیٰ کہ ہاشم جوان ہو گئے اور اپنی قوم میں معزز ہوئے۔ انہوں نے کہا: اے قوم! عزت کثیر تعداد میں ہے۔ اب تم سارے عرب سے زیادہ مالدار ہو گئے ہو اور تعداد میں زیادہ ہو۔ اس اختفاد کے بارے میری ایک رائے ہے۔ قریش آپ کی رائے درست ہو گی، ہمیں حکم دیں ہم سر تسلیم خم کریں گے۔ انہوں نے کہا: میری رائے ہے کہ اپنے غریبوں کو امیروں کے ساتھ ملا دو۔ ایک غنی کے ساتھ غریب کو ملایا جائے۔ وہ موسم گرما اور موسم سرما کے سفروں میں اس کی مدد کرے، گرما کا سفر شام کی طرف اور سرما کا سفر یمن کی طرف ہوتا تھا۔ غنی کے پاس جو زائد مال ہو گا غریب اور اس کے اہلِ خانہ اس کے سایہ میں زندگی گزاریں گے۔ اس طرح یہ اختفاد ختم ہو جائے گا، لوگوں میں باہم الفت پیدا ہو گی۔ بلاذری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، انہوں نے کہا: بخدا! قریش جانتے ہیں کہ جس ذات نے سب سے زیادہ معاہدے کیے تھے اور کارواں کی اجازت حاصل کی تھی، وہ ہاشم تھے۔ بخدا! قریش نے سفر کے لیے رسی نہ لی حضر کے لیے اونٹ نہ بٹھایا مگر ہاشم کی وجہ سے۔

ہاشم ایک مالدار شخص تھے۔ جب ذوالحجہ کا پہلا دن آتا وہ خانہ کعبہ کے ساتھ کمر لگاتے اور وہ خطبہ دیتے ہوئے کہتے: اے گروہِ قریش! تم نسب کے اعتبار

سے سارے عرب کے سردار ہو، تم رشتہ داری میں عرب کے سب سے زیادہ قریبی ہو اور تم بیت اللہ کے پڑوسی ہو۔ اس نے تمہیں اپنے مقدس گھر کا نگران بنایا ہے اور ساری اولاد اسماعیل کو چھوڑ کر تمہیں اس کا پڑوس عطا فرمایا ہے۔ اس نے تمہاری اس سے بہترین حفاظت کی ہے جس طرح ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کی حفاظت کرتا ہے۔ تم اس کے مہمانوں کی تعظیم کرو۔ وہ دور دراز سے تمہارے پاس اس طرح آتے ہیں کہ ان کے سر گرد آلود ہوتے ہیں۔ وہ سارے شہروں سے دبلی پتلی اونٹنیوں پر آتے ہیں، وہ تھک جاتے ہیں، ان کا سامان ختم ہو گیا ہے، ان میں جوئیں پڑی ہوئی ہیں، انہیں اپنے پاس ٹھہراؤ اور ان کی مدد کرو۔ اگر میرے پاس اتنا مال ہوتا جو یہ سب کچھ برداشت کر سکتا تو میں کافی ہو جاتا۔ میں اپنے مال میں سے حلال اور پاکیزہ مال نکالنے لگا ہوں جس سے نہ قطع رحمی کی گئی ہے نہ جسے ظلم کرتے ہوئے چھینا گیا ہے اور نہ اس میں حرام کا عمل دخل ہے جو اس طرح کرنا چاہے وہ ضرور کرے۔ میں تمہیں اس گھر کی حرمت کا واسطہ دیتا ہوں کہ تم میں ہر شخص بیت اللہ کے مہمانوں کے لیے ایسا مال نکالے جسے ظلم کرتے ہوئے چھینا نہ گیا ہو، جس میں نہ قطع رحمی کی گئی ہو۔ نہ ہی غصب کیا گیا ہو۔ سارے بنو کعب اس میں کوشش کرتے پھر اپنے اموال میں سے نکالتے۔ ہر گھر اپنی حیثیت کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور بھیجتا کہ اہل ثروت ایک سو ہرقلیہ بھیجا کرتے تھے۔ وہ سامان ہاشم کے پاس لے کر آتے، وہ یہ سارا سامان دارالندوہ میں رکھ دیتے تھے۔

حضرت ہاشم ہر سال بہت سا مال نکالتے تھے، وہ چشمۂ زمزم کے پاس

چمڑے کے حوض بنانے کا حکم دیتے تھے۔ یہ زمزم کی کھدائی سے پہلے کی بات ہے پھر ان میں مکہ مکرمہ کے کنوؤں کا پانی لایا جاتا تھا۔ وہ حاجیوں کو پلایا جاتا تھا۔ وہ حاجیوں کو ترویہ سے قبل مکہ میں پھر منیٰ میں پھر عرفات میں کھلاتے تھے۔ وہ ان کے لیے روٹی اور گوشت کو روٹی میں ملا کر ثرید بناتے تھے۔ ان کو پانی پلاتے تھے پھر لوگ اپنے شہروں میں چلے جاتے۔ ہاشم سارے لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور باجمال تھے۔ اہل عرب انہیں قدح النضار اور بدر کہتے تھے۔

ابوسعد نیشاپوری نے لکھا ہے کہ ان کے چہرے پر نور نبوت دیکھا جا سکتا تھا۔ انہیں جو بھی دیکھتا تھا اُن کی محبت میں گرفتار ہو جاتا تھا۔ قیصر نے ان کی طرف پیغام بھیجا تاکہ اپنی بیٹی کا نکاح ان سے کردے، کیونکہ اس نے انجیل میں ان کے اوصاف پڑھے تھے مگر انہوں نے انکار کر دیا۔

ہاشم کی اولاد میں نضلہ، عبدالمطلب، اسد، ابوصیفی، شفاء، خلدہ، رقیہ اور حبیبہ شامل ہیں۔

علاوہ ازیں مطلب، عبدشمس، تماضر، فلابہ، نوفل، ابوعمرو، عبید اور امیمہ ان کے بھائی تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ہاشم اور عبدشمس جڑواں تھے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے پہلے پیدا ہوا۔ دوسرے قول کے مطابق پہلے ہاشم پیدا ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک انگلی دوسرے کے جسم سے ملی ہوئی تھی۔ جب اسے جدا کیا گیا تو خون نکلا تو یہ کہا گیا: عنقریب ان کے مابین خونریزی ہوگی۔ ہاشم اپنے والد عبد مناف کے بعد سقایۃ اور رفادہ کے نگران بنے۔ امیہ بن عبدشمس نے ان سے حسد کیا۔

بلاذری نے ہشام بن محمد بن سائب سے روایت کیا ہے کہ امیہ بن عبد مناف مالدار تھا۔ اس نے اس طرح بننے کی کوشش کی جس طرح ہاشم تھے تا کہ وہ بھی قریش کو کھلائے مگر وہ عاجز آ گیا۔ مگر قریش نے اس پر کوتاہی کا عیب لگایا۔ وہ ناراض ہو گیا۔ اس نے ہاشم کے ساتھ فخر میں اس شرط پر مقابلہ کیا کہ ہرنے والا پچاس اونٹنیاں دے گا جنہیں مکہ مکرمہ میں ذبح کیا جائے گا اور دس سال جلا وطن رہے گا۔ خزاعی کاہن ان کا ثالث تھا، یہ کاہن عسفان میں رہتا تھا۔ کاہن نے کہا: مجھے چمکنے والے ستارے، تاباں چاند، برستے بادل، فضا میں منڈلاتے ہوئے پرندے کی قسم! نشیب و فراز کی قسم! ہاشم امیہ سے کارناموں میں سبقت لے گئے ہیں۔ وہ اول و آخر ہیں۔ ہاشم نے وہ اونٹ لیے، انہیں ذبح کیا اور ان کا گوشت اہل مکہ کو کھلایا۔ امیہ شام کی طرف چلا گیا، وہاں دس سال ٹھہرا رہا۔ یہ پہلی عداوت تھی جو بنو ہاشم اور امیہ میں رونما ہوئی تھی۔ ہاشم نے بیس سال کی عمر میں یا پچیس سال کی عمر میں غزہ میں وصال کیا۔

علامہ بلاذری نے لکھا ہے کہ درست مؤقف یہی ہے۔ بنو عبد مناف میں پہلے انہی کا وصال ہوا [1]

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ حَبِيْبِكَ الْكَرِيْمِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰبَائِهٖ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيْمِ

1 سبل الہدیٰ والرشاد جلد اول ص 227 تا 229 ناشر زاویہ پبلیشرز لاہور

۴۰ جنابِ سیدنا عبد المطلب

جنابِ عبد المطلب کا صحیح نام عامر اور لقب شیبہ تھا۔ شیبہ کا معنیٰ بوڑھے کے ہیں، بوقتِ ولادت ان کے سر میں سفید بال تھے، اس لیے ان کو شیبہ کہا جانے لگا۔ چونکہ ان کا کردار بھی شاندار اور قابلِ تعریف تھا اس لیے ان کو شیبۃ الحمد بھی کہا جاتا تھا۔

عبد المطلب کی وجہ تسمیہ

حضرت عبد المطلب کے والد ماجد جنابِ ہاشم مدینہ منورہ (اس وقت یثرب) میں آئے تو انہوں نے بنونجار کی ایک نہایت باوقار خاتون سلمٰی بنت عمرو کے ساتھ شادی کی۔ ان کے بطن سے شیبہ یعنی عبد المطلب پیدا ہوئے۔ معاہدہ کے مطابق سلمٰی مدینہ منورہ میں ہی رہیں اور جنابِ ہاشم اپنے بیٹے شیبہ کو اس کی والدہ کی نگرانی میں چھوڑ کر واپس مکہ مکرمہ آ گئے۔ جنابِ ہاشم کی وفات کے بعد ان کے بھائی مطلب بن عبد مناف اپنے بھتیجے کو لینے کیلئے مدینہ منورہ میں آئے پہلے تو سلمٰی نے شیبہ کو ان کے چچا کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا، پھر کچھ بحث و تمحیص کے بعد آمادہ ہو گئیں اور شیبہ کو چچا کے سپرد کر دیا۔ چنانچہ جب مطلب واپس مکہ مکرمہ میں آئے تو شیبہ سواری پر ان کے پیچھے سوار تھے۔ لوگوں نے سمجھا شاید مطلب غلام خرید کر لائے ہیں۔ اس لیے انہوں نے جناب شیبہ کو عبد المطلب (مطلب کا غلام) کہنا شروع کر دیا۔ چچا کی محبت کی وجہ سے جنابِ عامر عرف شیبہ نے عبد المطلب کہلانا زیادہ پسند کیا، چنانچہ یہی نام ان کی پہچان بن گیا۔

فضائلِ عبد المطلب

حضرت عبد المطلب کے فضائل میں عظیم تر فضیلت یہ ہے کہ وہ میرے آقا رسول عربی ﷺ (میرے ماں باپ ان پر قربان ہوں) کے جدِ محترم یعنی حامل نورِ نبوی تھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کمال درجہ کی محبت اور شفقت کا مظاہرہ فرمایا۔ ''سیرت ابن ہشام'' میں ہے کہ جنابِ مطلب کی وفات کے بعد کعبہ کی دربانی اور حاجیوں کو زمزم کا پانی پلانے کے عہدوں کے ساتھ ساتھ قوم کے باقی تمام معاملات کے انتظامات بھی عبد المطلب ہی کیا کرتے تھے۔ انہوں نے اپنی قوم میں اتنا بلند مرتبہ حاصل کر لیا تھا کہ ان کے باپ دادا میں کوئی اس مرتبہ کو نہ پہنچا تھا۔ اہل مکہ ان کا بے حد احترام کرتے تھے اور ان کو سیدِ قریش کہا جاتا تھا۔

خوشبو کی لپٹیں

صاحبِ مدارج النبوۃ فرماتے ہیں کہ تمام اہل مکہ ان کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے اور ان کی حد درجہ تعظیم و تکریم کرنے لگے۔ حضرت عبد المطلب کے جسم سے مشک و عنبر جیسی خوشبو کی لپٹیں آیا کرتی تھیں۔ آپ کی پیشانی مبارک میں رسول اللہ ﷺ کا نورِ اقدس روشن و تاباں تھا اور جب بھی کبھی اہل مکہ کو کوئی حادثہ درپیش ہوتا، تو وہ ان کو جبل ثبیر پر لے جاتے اور ان کے وسیلہ سے بارگاہِ رب العزت میں دعا کرتے، تو اس نورِ محمدی ﷺ کی برکت سے جو ان کی پیشانی میں تاباں تھا، مشکلیں آسان ہو جاتیں [1]

1 مدارج النبوت جلد دوم ص 19 ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

آپ کی شان

حضرت عبدالمطلب کے چہرے سے نور کی شعاعیں نکلتی تھیں، آپ کے خدوخال سے خیر و برکت کے آثار نمایاں ہوتے تھے وہ اپنی اولاد کو سرکشی اور ظلم سے منع کرتے تھے، مکارم اخلاق کو اپنانے کی انہیں ترغیب دیتے تھے اور گھٹیا کاموں سے انہیں روکتے تھے۔ آپ کی دعا ہمیشہ قبول ہوتی تھی۔ آپ نے اپنے اوپر شراب کو حرام کر دیا تھا، وہ پہلے شخص ہیں جو غارِ حراء میں جا کر مصروف عبادت ہوا کرتے تھے اور ماہ رمضان کا چاند دیکھتے حراء میں تشریف لے جاتے ۔ مسکینوں کو کھانا کھلاتے آپ کے دستر خوان سے پرندوں اور وحشی درندوں کیلئے بھی خوراک مہیا کی جاتی تھی۔ آپ کے جسم اطہر سے خالص کستوری کی خوشبو آتی تھی، قریش کو جب قحط کی مصیبت گھیر لیتی تو وہ آپ کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے اور اللہ تعالیٰ ان کی برکت سے موسلا دھار بارش برساتا۔ (۱)

کعب الاحبار کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا نورِ پاک جب حضرت عبد المطلب میں جلوہ فرما ہو گیا تو انہیں ایک مرتبہ حالت خواب میں حطیم میں انہوں نے دیکھا کہ کوئی شخص انہیں سرمہ لگا گیا، سر میں تیل لگا گیا اور خوبصورت لباس بھی پہنا گیا۔ اٹھے تو یہ سب کچھ قائم تھا۔ بڑا تعجب کیا کہ یہ کس کا کام ہو سکتا ہے؟ ان کے والد نے انہیں ساتھ لیا اور قریشی کاہنوں کے پاس لے آئے۔ انہوں نے کہا: اس کی شادی کر دو۔ چنانچہ شادی کر دی گئی۔ آپ کے جسم سے خالص کستوری کی خوشبو آتی تھی اور سرکار دو عالم ﷺ کا نورِ مبارک آپ کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ قریش کی یہ عادت تھی جب بھی انہیں خشک سالی کا سامنا ہوتا تو وہ

(۱) ضیاء النبی شریف جلد اول، ص 456 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

جناب عبد المطلب کو اپنے ساتھ لے کر جبل شبیر کی طرف نکل پڑتے، وہاں انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں قربت کا ذریعہ بناتے اور ان کے وسیلہ سے بارش طلب کرتے تو اللہ تعالیٰ انہیں بارش عطا کرتا اور سیراب کر دیتا۔ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور پاک کی برکت کی وجہ سے تھا [1]

ایک یہودی عالم کی پیشگوئی کہ اے عبدالمطلب تیرے ایک ہاتھ میں بادشاہی اور دوسرے میں نبوت ہوگی۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ حضرت عبدالمطلب کے حوالے سے بیان کرتے ہیں: میں ایک مرتبہ سردیوں میں یمن گیا، تو وہاں ایک یہودی عالم سے ملاقات ہوئی۔ ایک زبور کے ماننے والے شخص نے مجھ سے پوچھا کس خاندان سے ہو؟ میں نے کہا: قریش سے۔ پوچھا ان کی کونسی شاخ میں سے؟ میں نے کہا: بنی ہاشم سے۔ پھر وہ کہنے لگا: اے ابو عبدالمطلب! اجازت ہو تو میں تمہارا کچھ جسم دیکھ سکتا ہوں؟ میں نے کہا: شرمگاہ کے علاوہ دکھا سکتا ہوں۔ اس نے میری ناک کا دایاں نتھنا پھر بایاں دیکھا۔ پھر کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارے ایک ہاتھ میں حکومت اور دوسرے میں نبوت ہے ہم تو اس کا حقدار بنی زہرہ کو جانتے تھے۔ یہ کیا معاملہ ہے؟ میں نے کہا: مجھے کیا خبر۔ کہنے لگا: تمہاری

[1] نور العینین جلد اول ص 242 ناشر فرید بک سٹال لاہور، زرقانی جلد اول و دیگر کتب کثیرہ

بیوی ہے؟ میں نے کہا: ابھی تو نہیں۔ پھر عبد المطلب بیان کرنے لگے: میں جب واپس مکہ آیا، تو اس نے کہا: کہ بنی زہرہ میں سے شادی کرنا۔ چنانچہ میں نے ہالہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ سے شادی کی۔ اس سے میرے ہاں حمزہ اور صفیہ پیدا ہوئے۔ پھر جناب سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے آمنہ بنت وہب سے شادی کی، تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے [۲]

بقول قیافہ شناس یہودی نے جب آپ کا نتھنا دیکھا تو کہا:

"میں آپ میں نبوت اور سلطنت دیکھ رہا ہوں۔ یہ دونوں مجھے دونوں منافوں (یعنی مناف نامی آدمیوں) کے خاندانوں میں نظر آرہی ہیں۔ یعنی عبد مناف بن قصی اور عبد مناف بن زہرہ یعنی نبوت اور سلطنت (ان) دو خاندانوں کے آپس میں رشتہ داری پیدا کرنے کے نتیجے میں حاصل ہوگی۔ عبد مناف بن قصی خود حضرت عبد المطلب کا خاندان یعنی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا گھرانہ [۳]



آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منسوب مبارک پیالہ

۱ سیرت حلبیہ ج 1، ص 156 ناشر دار الاشاعت کراچی

۲ طبقات ابن سعد جلد اول ص 103 ناشر نفیس اکیڈمی کراچی تاریخ ابن کثیر جلد نمبر 2 ص 157

۳ نور العینین ص 260 ناشر فرید بک سٹال لاہور

شاہ یمن نے جب انہیں یہ پیشگوئی کی کہ تمہاری پشت سے بت شکن نبی آخرالزماں ﷺ (یعنی عبدالمطلب کو) آئیں گے تو آپ سجدہ میں گر گئے

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب سیف بن یزن کا یمن میں قبضہ ہوا تو اس نے وہاں سے اہل حبشہ کو مار بھگایا۔

یہ واقعہ نبی ﷺ کی ولادت سے دوسال بعد کا ہے۔تو عرب کے سرداران وشعراء وفد در وفد اسے مبارک باد دینے پہنچے۔قریش کا وفد بھی گیا۔جن میں عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی۔امیہ بن عبد شمس۔عبداللہ بن جدعان خویلد بن اسد بن عبد العزی۔ وہب بن عبد مناف بن زہرہ اور دیگر کچھ سردار ان قریش بھی تھے۔

یہ لوگ (یمن کہ پایہ تخت) صنعا پہنچے ، سلطان اس وقت اپنے محل کی چھت پر تھا جسے غمدان کہتے تھے۔وفد نے اذن دخول مانگا اور سلطان کے پیش ہو گئے۔ اس وقت ان کے بدن پر عبیر (ایک خوشبو) لگا رکھی تھی اور سر سے خوشبو کی لہریں اٹھ رہی تھیں۔دائیں بائیں کئی سلاطین وقت ، شہزادے اور امراء بیٹھے تھے۔ عبدالمطلب نے اذن کلام چاہا۔سلطان سیف نے کہا: اگر تم شہنشاہوں کے درباروں میں بات کرنے کا سلیقہ رکھتے ہو تو تمہیں اجازت دی جاتی ہے۔عبدالمطلب گویا ہوئے اے شاہ! اللہ نے آپ کو نہایت بلند و بالا مقام عطا کیا ہے اور آپ کا نسب سب سے بہتر بنایا ہے۔جس کا اصل مضبوط ہے اور شاخ نہایت بلند۔آپ

کی کبھی برائی نہ ہو۔ آپ عرب کا افتخار اور اس کی بہار ہیں جو ہر طرف خیر لاتی ہے اور آپ عرب کا سر ہیں جو جھکنے سے نا آشنا ہے۔ عرب کا ستون ہیں جس پر عرب کا مدار ہے اور آپ وہ پناہ گاہ ہیں جہاں لوگ اطمینان پاتے ہیں۔ آپ کے آباء ہمارے لیے بہترین سلف (گزشتہ لوگ) تھے اور آپ ہمارے لیے ان کے بہترین خلف ہیں۔ وہ خاندان مٹ نہیں سکتا جس کے لیے آپ جیسے خلف (پچھلے لوگ) ہوں اور اس خاندان کا ذکر کبھی پارینہ نہیں ہو سکتا جس کے آپ جیسے سلف ہوں۔

اے شاہ یمن! ہم اہل حرم الٰہی ہیں، خدام حرم ہیں۔ ہمیں ایک مسرت یہاں لے آئی ہے، کیونکہ آپ نے ہماری ایک مستقل پریشانی ختم کر دی ہے۔ (حبشی اقتدار کا خاتمہ کر دیا ہے) ہم مبارک باد دینے والا وفد ہیں، کچھ مانگنے والا نہیں۔ سیف نے کہا: اے متکلم اہل حرم میں سے تم کون ہو؟ آپ نے کہا میں عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف ہوں۔ وہ کہنے لگا: ہماری بہن کا بیٹا؟ (۱)

یاد رہے سیف بن ذی یزن کا خاندان ہمیشہ سے یمن کے تخت و تاج کا وارث چلا آرہا تھا اور اہل حجاز سے اس خاندان کے بڑے اچھے مراسم تھے، کیونکہ باہم پڑوسی تھے۔ اچانک حالات بگڑے اور اہل حبشہ نے حملہ کر کے یمن پر قبضہ کر لیا۔ اس خاندان کی حکومت ختم ہوگئی اور یمن پر غیر یمنیوں کی حکومت قائم ہوگئی۔ سیف کے والد ذی یزن اس وقت حکمران تھا، اس نے بھاگ کر نوشیروان شاہ فارس کے ہاں پناہ لی اور وہیں مر گیا۔ پھر سیف نے ہوش سنبھالا اور بڑا ہو کر

۱ نوٹ کیونکہ شاہ یمن کی ماں بنو نجار کے شرفا میں سے تھی

نوشیرواں کے پاس پہنچا اور بڑی کوشش کے ساتھ اسے اپنا گرویدہ کیا۔ پھر نوشیروان نے اسے فوج تیار کر کے دی اور اس نے یمن کی استعماری حکومت یعنی حبشی اقتدار سے ٹکر لی۔ اہل یمن نے اس کا ساتھ دیا اور حبشیوں نے بھاگ جانے میں عافیت سمجھی۔ چنانچہ کچھ لوگ بھاگ گئے ، باقی کو کتوں اور گدھوں کی خوراک بنا دیا گیا ۔ سیف اپنے موروثی تخت وتاج کا وارث بن گیا۔ (سیرت ابن ہشام) اس لیے کہ شاہ یمن کی ماں بنونجار کے شرفاء میں سے تھی۔

کہا: ہاں! چنانچہ شاہ نے آپ کو قریب کر لیا۔ اور وفد کی طرف متوجہ ہو کر بولا: بہت بہت خوش آمدید۔ ہم آپ لوگوں کی بہتر سے بہتر میزبانی کریں گے اور نوازیں گے۔ شاہ یمن نے تمہاری گفتگو سن لی ہے ،تم سے رشتہ داری جان لی ہے تمہارا آنا پسند کیا ہے۔ **آپ ہمارے دن رات کے مالک ہیں۔** جب تک آپ ٹھہریں گے عزت افزائی ہوگی اور واپسی پر ہماری نیک تمنائیں آپ لوگوں کے ساتھ ہوں گی۔ اب آپ لوگ دار الضیافت (سرکاری گیسٹ ہاؤس) میں تشریف لے چلیں۔ ساتھ ہی اس نے مہمانوں کے لیے ضروری امر کر دیا۔

یہ لوگ وہاں ایک مہینہ ٹھہرے۔ شاہ نے انہیں اپنے پاس بلایا نہ واپس جانے کی اجازت دی۔ ایک مہینہ بعد اسے مہمانوں کا فکر لاحق ہوا تو اس نے انہیں بلایا ، عبد المطلب کو اپنے قریب کر لیا اور خوش آمدید کہا۔ پھر وہ گویا ہوا اے عبد المطلب! میں تمہیں ایک راز منتقل کرنے لگا ہوں ، کوئی اور ہوتا تو اسے یہ نہ بتلاتا مگر میں نے تمہیں اس کا امین پایا ہے۔ تو یہ راز تمہارے پاس محفوظ رہنا

چاہیے۔ تا آنکہ اللہ تعالیٰ اپنا فیصلہ ظاہر کر دے، کیونکہ وہ اپنے امر پر غالب ہے۔ میں نے خفیہ کتاب اور مخزون علم میں پڑھا ہے جو صرف ہمارے خاندان کے لیے ہے، کوئی اور اسے نہیں پا سکتا، ایک عظیم بھلائی ظاہر ہونے والی ہے، جو بعض لوگوں کے لیے بڑا خطرہ بھی ہوگی۔ اس میں حیات انسانی کے لیے شرافت وفضیلت کا خزانہ ہوگا۔ تمہارے وفد کے لیے عموماً اور تمہارے لیے خصوصاً۔ عبد المطلب کہنے لگے: آپ جیسا بادشاہ ہمیشہ صاحب مسرت وخیر رہے۔ وہ بھلائی کیا ہے؟ آپ پر ہم جیسے بادیہ نشین گروہ در گروہ قربان ہوں؟

قال اذا ولدتها غلام به علامة بين كتفيه
شامة كانت له الامامة ولكم به الزعامة

شاہ نے کہا: جب مکہ میں وہ بچہ پیدا ہوگا جس کے دونوں کندھوں کے درمیان علامت (مہر نبوت) ہوگی۔ اس کے لیے امامت ہوگی اور اس کی برکت سے تمہاری کرامت تا قیامت ہوگی۔

عبد المطلب کہنے لگے: آپ برائی سے دور رہیں میں سمجھ رہا ہوں ہمارا وفد نہایت خوش بخت ہے اور وہ کچھ لے کر لوٹیں گے، جو ایک کامیاب وفد کا حصہ ہوتا ہے۔ اگر جلالت سلطان مانع نہ ہو تو اس کی کچھ وضاحت چاہوں گا تاکہ میری مسرت میں مزید اضافہ ہو۔ شاہ نے کہا وہ بچہ پیدا ہونے والا ہے یا ہو چکا ہے، ''اسمہ محمد'' ﷺ ان کا نام ہے ''محمد'' ﷺ بين كتفيه شامة ان کے کاندھوں مبارک کے درمیان ایک علامت ہے، ان کے والدین فوت ہو جائیں گے، دادا اور چچا اس کی

پرورش کریں گے۔ ہم نے یہ پیش گوئی بار ہا پڑھی ہے۔

اللہ اسے روز روشن کی طرح ظاہر کرے اور ہمیں اس کا خادم و ناصر کرے ، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے اپنے اولیاء کو معزز اور دشمنوں کو ذلیل کرے گا۔ دشمن اپنی عزت کھو بیٹھیں گے اور ان کی عالی نسب عورتیں مباح کر لی جائیں گی ، رحمٰن کی عبادت ہوگی اور شیطان ذلیل ہوگا۔ آگ بجھ جائے گی بت ٹوٹ جائیں گے اس کا فیصلہ تقدیر الٰہی اور اس کا حکم سراپا عدل ہوگا۔ نیکی کا حکم دے گا اور اسے خود بھی کرے گا ، برائی سے روکے گا اور اس سے خود بھی باز رہے گا۔

عبدالمطلب کہنے لگے اے شاہ یمن ! آپ کے پڑوسی معزز رہیں ، آپ کی ہر کوشش کامیاب اور شان بلند رہے ، عمر لمبی ہو اور ملک ہمیشہ قائم رہے۔ کیا بادشاہ مزید وضاحت کر سکتا ہے ؟ سیف نے کہا: غلاف والے کعبہ کی قسم ! جس کی شہرت دور دور تک ہے۔ اے عبدالمطلب ! اس بچے کے دادا تو تم ہو ، اس میں کوئی جھوٹ نہیں۔ **عبدالمطلب یہ سن کر سجدے میں گر گئے۔** شاہ نے کہا: سر اٹھائیں تمہارا سینہ ٹھنڈا ہے ، کیا میری ذکر کردہ علامات تم میں موجود ہیں ؟

عبدالمطلب کہنے لگے : ہاں اے بادشاہ ! میرا ایک بیٹا تھا جس کے ساتھ مجھے بے حد پیار تھا، میں نے اسے اپنی قوم کی ایک عالی نسب عورت آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وھب بن عبد مناف بن زہرہ رضی اللہ عنہما سے بیاہ دیا۔ ان سے لڑکا پیدا ہوا ہے ، میں نے ان کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھا۔ ان کے ماں باپ مر گئے ، میں نے اور ان کے چچا نے اس کی پرورش کی۔ ان کے کندھوں کے درمیان ایک نشانی ہے اور وہ آپ کی ذکر کردہ جملہ

علامات کا حامل ہے۔ سیف نے کہا: اپنے بیٹے کی حفاظت کرواور اسے یہود سے بچاؤ۔ اگر چہ اللہ تعالیٰ یہود کو اس تک نہیں پہنچنے دے گا۔ میرا یہ راز اپنے ساتھی وفد سمیت کسی پر ظاہر نہ کرنا ممکن ہے ان کے دلوں میں حسد اتر آئے کہ ریاست تمہیں حاصل ہونے والی ہے۔ پھر یہ لوگ اس کے لیے مصائب کھڑے کریں گے۔ اس کے خلاف سازش کریں گے۔ اگر موت مجھے ہلاک کرنے والی نہ ہوتی تو میں اپنے پیادے اور سوار لے کر چلتا اور یثرب (مدینہ شریف) کو پایہ تخت بنا لیتا۔ اس لیے کہ میں نے اس بولتی کتاب میں پڑھا ہے کہ نبی پاک ﷺ کا قرار بھی یثرب (مدینہ شریف) میں ہوگا اور مزار بھی یثرب (مدینہ شریف) میں۔ اگر میرا مقصد یہ نہ ہوتا کہ اسے آفات زمانہ سے محفوظ رکھا جائے تو میں عرب کے چپے چپے پر ان کا چرچا کر دیتا اور نوعمری میں ہی اس کا ذکر بلند ہو جاتا مگر میں یہ کام تمہارے سپرد کرتا ہوں۔

بعد ازاں شاہ یمن نے وفد کے ہر فرد کو 100 اونٹ، 10 غلام، 10 لونڈیاں 10 رطل چاندی، 5 رطل سونا اور عنبر سے بھرا ہوا ایک برتن دیا۔ جب کہ عبدالمطلب کے لیے اس سے دس گناہ زیادہ ہدیہ جاری کیا۔ چلتے ہوئے وہ عبدالمطلب سے کہنے لگا: یہ سال ختم ہونے پر مجھے اس بچہ کی خبر لا کر دینا مگر سال ختم ہونے سے قبل ہی سیف داعی اجل کو لبیک کہہ گیا۔ عبدالمطلب اپنی قوم قریش سے کہا کرتے تھے:

اے قریش! تم میں سے کوئی شخص مجھ پر اس لیے رشک نہ کرے کہ شاہ یمن نے مجھے بہت نوازا تھا، یہ مال تو ختم ہونے والی چیز ہے بلکہ مجھے اس شرافت کی مبارک باد دو جو ہمیشہ باقی رہے گی۔ جب پوچھا جاتا کہ وہ شرافت کیا ہے تو

آپ جواب دیتے : وہ ضرور ظاہر ہو کر رہے گی ، خواہ اسے کچھ وقت لگے۔[1]

ہاتھی کا سجدہ کرنا

روایت ہے کہ جب ابرہہ والی یمن اپنا لشکر اور ہاتھی لے کر بیت اللہ شریف کے گرانے کے لیے مکہ معظّمہ کی طرف بڑھا تو قوم قریش بڑے خائف ہوئے۔ جب یہ خبر حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پہنچی تو قریش کو جمع کیا اور فرمایا: کوئی خوف نہ کرو ، اس گھر کا محافظ خود اللہ تعالیٰ ہے اور وہی اسے ابرہہ کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ میں صرف در یتیم (نور محمدی) کا محافظ ہوں۔ ابرہہ آیا اور قریش کے اونٹ اور بکریاں پکڑ کر لے گیا۔ جن میں حضرت عبدالمطلب کے چار سو اونٹ بھی پکڑ لیے حضرت عبدالمطلب قریش کے ہمراہ ثبیر پہاڑ پر تشریف لائے ، تو ان کی پیشانی سے نورِ مصطفےٰ ﷺ کی شعائیں چمکیں جو خانہ کعبہ پر پڑیں جس سے وہ روشن ہو گیا۔ عبدالمطلب نے ان شعاعوں کو دیکھ کر قریش سے کہا : اے گروہ قریش! واپس چلے جاؤ ، تمہاری مہم سر ہوگئی اور ابرہہ تمہارا کچھ بگاڑ نہ سکے گا۔ خدا کی قسم جب کسی مہم میں س نور کی شعاعیں اس طرح روشن ہوتی ہیں تو ضرور کامیابی ہوتی ہے۔ (یہ ہے نور محمدی کی مشکل کشائی) تمام لوگ اپنے اپنے گھر واپس آ گئے۔ جب ابرہہ نے ایک جرنیل کو فوج دے کر کہا: تو اہل مکہ کو شکست دے اور بیت اللہ کو گرا دے۔ جب وہ شخص مکہ معظّمہ میں داخل ہوا اور حضرت عبدالمطلب کی صورت پر نظر پڑی تو بے اختیار چیخا جیسا کہ گائے وقت ذبح چیختی ہے اور بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ جب ہوش میں آیا تو عبدالمطلب کو سجدہ کیا اور کہا:

اشهد انک سید قریش حقا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ قریش کے سچے سردار ہیں [2]

[1] دلائل النبوۃ چھٹی فصل ص 95 تا 98 ناشر ضیاء القرآن نور العینین ص 253 تا 258

[2] مدارج النبوۃ جلد دوم ص 19 انوار محمدیہ ص 18 سیرت نبوی ص 30 و دیگر کتب کثیرہ

روایت ہے کہ جب سفید ہاتھی نے جو انہدام کعبہ کے لیے لایا گیا تھا، حضرت عبدالمطلب کے چہرہ کو دیکھا تو سجدہ میں گر گیا حالانکہ اس نے کبھی ابرہہ کو بھی سجدہ نہیں کیا تھا جیسا کہ دوسرے ہاتھی سجدہ کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس سفید ہاتھی کو قوت گویائی عطا فرمائی تو ہاتھی نے کہا: اے عبدالمطلب! اس نور پر سلام ہو جو تیری پشت میں جلوہ گر ہے [1]

نام میں کیا رکھا ہے؟
عبدالمطلب کے گھرانے میں ایک عبداللہ!

کہتے ہیں کہ نام میں کیا رکھا ہے؟ یا یہ کہ نام میں کچھ بھی نہیں ہوتا! لیکن مطلقاً یا بلا قید درست بات نہیں ہے۔ نام میں سب کچھ یا بہت کچھ نہ سہی مگر کچھ نہ کچھ تو ضرور ہوتا ہے، کم سے کم اچھا اور خوبصورت نام اچھی اور خوبصورت شخصیت کا آئینہ دار تو یقیناً ہوتا ہے، یہ تو درست مانا جاسکتا ہے کہ گلاب کے پھول کو کسی نام سے بھی پکارو وہ خوشبو تو دیتا ہی ہے مگر اسی پھول کا نام اگر ''کیچڑ'' پڑ جائے تو اس کے نام کی گھن ہی طبیعت کو گدلا کر دیتی ہے! کسی کالے کا نام اگر ''سفید خان'' رکھ دیا جائے تو اس کی سیاہی تو اگرچہ کم نہ ہوگی مگر اس کے نام کی آواز کانوں میں ضرور خوشگوار لگتی رہے گی، اسی لیے تو سید الاولین والآخرین رسول اللہ ﷺ قبول اسلام کے بعد اپنے صحابہ کرام کے جاہلیت والے اور بھدے نام اچھے اسلامی ناموں

[1] مدارج النبوۃ جلد نمبر دوم ص 19 ، انوار محمدیہ ص 19 ، سیرت نبوی ص 30

سے بدل دیا کرتے تھے، حتیٰ کہ اپنے عم زاد عبد شمس (جو آپ کے سب سے بڑے چچا الحارث بن عبدالمطلب کے بیٹے کا نام تھا) آپ نے اسے بدل کر (عبداللہ) رکھ دیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو اپنا معاون رکھنا چاہا اور اس نے جب اپنا نام "ظالم بن سراق" (بہت بڑے چور کا ظالم بیٹا) بتایا تو اسے اپنی ملازمت میں لینے سے معذرت کر لی تھی [1]

حسنِ تسمیہ کے لیے ہمیں کلام ربانی سے بھی رہنمائی میسر آتی ہے۔ چنانچہ نیک لوگوں کی دائمی رہائش کو جنت (باغ) اور جنۃ الفردوس (ہر لحاظ سے مکمل، کثرتِ میوہ جات والا وسیع وعریض باغ) فرمایا گیا ہے جبکہ برے کے لیے لوگوں سزا کی جگہ کو جہنم (دہکتی آگ والی گہری جگہ) کا نام دیا گیا ہے۔ لہٰذا اچھے نام رکھنے کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں ہے۔

عمرو العلیٰ ہاشم قریشی کے عظیم فرزند (شیبہ یا شیبۃ الحمد) عبدالمطلب کے دس (یا بارہ) بیٹوں اور چھ بیٹیوں میں سے صرف رسول اللہ ﷺ کے والد گرامی کو ہی عبداللہ (یعنی اللہ کا بندہ، اللہ کا غلام) کا نام عطا ہوا، عبدالمطلب، عربی زبان و



شب معراج نبی کریم ﷺ نے جس پتھر پر قدم مبارک رکھا اس کی تصویر یہ پتھر آپ کے معجزے کی وجہ سے ہوا میں معلق ہے۔

[1] عبداللہ بن عبدالمطلب ص 46 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

کلام کا بلند ذوق رکھنے والی فاضل شخصیت کے مالک تھے مگر ان کے ایک بیٹے کا نام عبدالعزّٰی (اور ابولہب اس کا لقب تھا یعنی دہکتے ہوئے چہرے والا) تھا یعنی عزّٰی نامی بت کا غلام یا بندہ اور وہ واقعی ایسا ہی تھا اور دنیا سے بھی ایسے ہی گیا۔ بتوں کا غلام، خدا کا دشمن اور جہنم کے شعلوں کے سپرد ہوا۔ صرف یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والد گرامی ہی پاکیزہ سیرت و بلند اخلاق عبداللہ تھے جو اپنے وقت کے سب سے زیادہ خوبصورت قریشی نوجوان، ستودہ صفات بہترین نام اور قابل تقلید کردار کے مالک نوجوان سردار تھے۔

زمانہ جاہلیت میں عرب اللہ تعالیٰ کی ذات کو تو بھولے ہوئے تھے اس لیے رب العالمین کے ذاتی اسم پاک یعنی اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں (الاسماء الحسنیٰ) سے تو ظہور اسلام سے پہلے کے عرب واقف ہی نہ تھے، اس لیے کسی کا نام عبداللہ یا عبدالرحمٰن یا عبدالعزیز وغیرہ رکھنا تو شاذ و ناز ہی مروج تھا۔ خود قبیلہ قریش میں بھی یہ نام عبداللہ تقریباً مفقود تھا ۔ عبدالعزیٰ، عبدیغوث، عبد شمس، عبدالکعبہ یا عبدالدار جیسے ناموں کا بہت رواج تھا ۔ حضرت عبدالمطلب سے لے کر قریش کے جد اعلیٰ عدنان تک کے پورے سلسلہ نسب میں عبداللہ نام کا کوئی بزرگ نظر نہیں آتا۔ مگر یہ کوئی یونہی اتفاقی معاملہ نہ تھا بلکہ اللہ جل شانہ کا ازل سے مقدر کیا ہوا تھا کہ آپ کے والد گرامی کا نام اللہ کا بندہ یعنی عبداللہ ہو اور والدہ ماجدہ کا نام امن اور سکون عطا کرنے والی یعنی آمنہ ہوتا کہ ان بابرکت اور پاکیزہ ناموں کے مالک جوڑے کو تمام جہانوں کے لیے سراپا رحمت و شفقت ہستی کے

والدین کریمین ہونے کا شرف حاصل ہوا اور پھر بی بی آمنہ (سلام اللہ علیہا) اپنے فرزندِ ارجمند کا نام ''احمد'' (سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرنے والا) اور آپ کے والد گرامی کی جگہ لینے والے آپ کے دادا آپ کا اسم پاک ''محمد'' (جس پر سب سے زیادہ درود بھیجا جائے، جس کی سب سے زیادہ مدح وستائش ہو) نام رکھیں تو بات مکمل ہو جائے ۔ یوں محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ رسول اولین وآخرین (یعنی سب سے پہلا اور سب سے آخری رسول ﷺ) کے منصب پر فائز ہوں تو تورات وانجیل جیسے صحف سماویہ میں مذکور نبی منتظر کا صحیح مصداق بن کر دنیا میں جلوہ گر ہوں! یہ سب حسین اتفاقات یونہی نہیں یا یہ مسلمانوں کے اپنے گھڑے ہوئے تصورات نہیں ہیں بلکہ یہ تو توفیق بخشنے والے قادر مطلق کی مقدر کی گئی تقدیر اور اٹل فیصلہ کا نتیجہ تھا۔

یہ بھی اللہ رب العزت قادر مطلق کو اپنا ہی فیصلہ تھا کہ یہ پاک جوڑا کسی اور بچے کو جنم دینے کا سبب بھی نہ بن سکے بلکہ ان دونوں میں سے ہر ایک انفرادی طور پر بھی کسی انسانی بچے کا باپ یا ماں نہ بن سکے، مرد ایک سے زیادہ شادیاں بھی تو کرتے تھے، بیوہ بھی تو بعد میں دوسری شادی کر لیا کرتی تھی، مگر ابھی آپ اپنی والدہ ماجدہ کے بطنِ مقدس میں امانت تھے کہ حضرت عبد اللہ سلام اللہ علیہ اللہ کو پیارے ہو گئے اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ابھی بیوگی کے ابتدائی سالوں میں ہی تھیں کہ یثرب میں اپنے شوہر نامدار کی قبر کی زیارت کر کے اپنے بیٹے کے ہمراہ واپس مکہ مکرمہ آتے ہوئے بلاد بنوضمرہ میں ابواء کے مقام پر وفات پا گئیں[1]!

1. حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب صفحہ 46تا48 ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

حضور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ (والد کریم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم)

آپ[۱] عالی نسبت ، پارسا ، با صفا
انتخاب خداوند جود وُ سخا
مہ جبیں ، دلنشین ، خوش ادا ، خوش لقا
آپ[۱] اشرف عالم کے ہیں پیشوا
آپ عبداللہ [۱] ہیں والدِ مصطفےٰ [۲]

ہاشمی بوستان کے گلِ سر سبد
ناز پرور ، حسین ، پاک دل ، سرقد
جان اہل کمال و جمال و خرد
صاحب منزلت ، بے خطر ، بے ریا
آپ [۱] عبداللہ والدِ مصطفےٰ [۲]

نور احمد [۲] جبیں میں جو تھا ضوفشاں
بھیجتے تھے سلام آپ پر بے گماں
کوہ ، اشجار ، چشمے ، زمیں آسماں
آپ[۱] کی عظمتوں پر جہاں ہے فدا
آپ عبداللہ [۱] ہیں والدِ مصطفےٰ [۲]

کلام پروفیسر افضال احمد انور

۱ رضی اللہ عنہ ۲ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

باب سوم

والدین رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کائنات کی خوش قسمت ترین ہستیاں

فصل اوّل

حضرت سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کا سوانحی خاکہ وفضائل ومناقب

دنیا کا کوئی باپ آپ سے زیادہ خوش بخت اور بلند اقبال نہیں ہے ۔آپ اس عظیم ہستی کے باپ ہیں جو باعثِ تکوینِ کائنات ہے اولین وآخرین انبیاء و مرسلین اوران کی امتیں جس کے فیض سے فیض یاب ہیں جو شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو فلک نبوت و رسالت کا آفتاب عالم تاب ہیں ۔جس کے طلوع ہونے کے بعد ہدایت کی روشنی اتنی فراواں ہوگئی کہ اس کے بعد کسی دوسرے نور ہدایت کی ضرورت ہی نہ رہی اور جس نے اپنی شبانہ روز محنت سے انسان کا ٹوٹا ہوا رشتہ اپنے رب سے جوڑ دیا۔ جس نے دل لوٹ لینے والی اپنی معصوم اداؤں سے اور دل لبھانے والی اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی سچی محبت کا چراغ روشن کیا۔ جس نے اپنی نگاہ کرم سے جاں بلب انسانیت کو حیات جاوداں سے بہرہ ور کیا۔ آپ ایسی بے مثال و بے نظیر ہستی ہیں کہ باپ کا نام عبداللہ رضی اللہ عنہ ہے [1]

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

[1] ضیاء النبی شریف جلداول ص457 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کا نام عبداللہ (رضی اللہ عنہ) اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر رکھا

بیان کیا گیا ہے کہ ایک مرتبہ جناب عبدالمطلب گھر سے نکلے تو ان کے ساتھ ان کے بیٹے جناب عبداللہ بھی تھے۔ خاندان قریش میں سب سے زیادہ حسین اور اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ پاک ان کی پیشانی میں جلوہ گر تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ عبدالمطلب کے بیٹوں میں سے حضرت عبداللہ کامل ترین، خوبصورت اور محبوب ترین شخص تھے۔ اللہ تعالیٰ نے عبدالمطلب کو ان کا نام رکھنے کی مخصوص رہنمائی فرمائی، کیونکہ ان کا نام وہ نام ہے جو از روئے احادیث اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام ناموں سے عبداللہ نام زیادہ محبوب ہے [1] یعنی عبداللہ اور عبدالرحمٰن۔

اسم الجلالہ (اللہ عزوجل) کی طرف اضافت کے ساتھ نامِ پاک (عبداللہ) توحید اسمی کے درس اول کی حیثیت رکھتا ہے، اس اسم پاک سے لات و منات، عزیٰ و یغوث جیسے بتان آزری سے نسبت و اضافت کو قطعی طور پر مسترد کر کے اس تسمیہ سے اولاد آدم کو اللہ جل شانہ کے اسم ذات سے جوڑ دیا گیا ہے۔ اس تسمیہ کے

[1] سیرت حلبیہ جلد اول ص 117 ناشر دارالاشاعت کراچی نورالعینین ص 264

ذریعہ عبدیت کی شان کا راز بھی کھول دیا گیا ہے اور آدمیت کا بھی بول بالا ہوگیا ہے۔ یوں گویا بندہ کا رشتہ حقیقی آقا سے جوڑ کر جھوٹے آقاؤں کو بھی حرف غلط سمجھ کر مٹا دیا گیا ہے۔ انسان کا سر صرف اور صرف اللہ جل شانہ کے سامنے جھک سکتا ہے ، جو اس کا خالق ہے رازق بھی ہے۔ اس لیے مالک اور معبود بھی وہی ہے !

جب آدم کا خالق اللہ وحدہ لاشریک کا دست قدرت ہے تو اس آدم کے تمام بیٹے بھی برابر، ایک جیسے اور بھائی بھائی ہیں۔ یہ رنگ ونسل کے جھگڑے تو حادثات کی پیدوار ہیں، اس طرح وحدت ربوبیت وحدت نسل انسانی کی اساس بھی ہے۔ درس عبرت اس میں برابری ، مساوات کی تلقین بھی ہے اور اخوت برادری کا پیغام بھی۔ تمام انسان بلاتفریق اور بغیر امتیاز برابر اور بھائی بھائی ہیں۔

عبداللہ میں عبدیت کی جو نسبت صرف اللہ کی ذات پاک سے ہے ، وہ اس رب کائنات کو کس قدر محبوب اور کتنی پسند ہے۔ اس کا اندازہ ایک تو اس ارشاد نبوی سے ہو جاتا ہے کہ عبداللہ اور عبدالرحمٰن جیسے نام ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ نام ہیں لیکن اصل پسندیدگی اس حقیقت میں پنہاں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک عبدیت کی شان اور کمال صرف فرزند عبداللہ یعنی حضرت مصطفیٰ ﷺ ہیں ، اس لیے ان کی ذات کے ساتھ اللہ کے اسم ذات کے بجائے اسم ضمیر (ہ اور ہو) ہی کافی سمجھا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

سبحٰن الذی اسری بعبدہ پاک ہے وہ ذات (یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ) جس

نے رات کو سفر کروایا اپنے بندے (یعنی عبد کامل مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو یہاں نقطۂ عبرت یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ کے لیے بھی صرف اسم موصول الذی) آیا ہے اور مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لیے بھی عبد کے ساتھ (ہ) کی ضمیر کام کر گئی ہے

''عبدیت'' مصطفٰےؐ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ایک اور قرآنی پہلو بھی خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہے بلکہ قابل توجہ و اہتمام بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ عزیز میں دیگر انبیاء کرام کے لیے جہاں جہاں ''عبد'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے وہ مطلق یا بلا قید نہیں ہے، یا تو سیاق وسباق میں نبی کا ذکر آیا ہے یا ہر نبی کا اسم پاک مذکور ہے، سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کا تذکرہ ہو رہا ہے سیدہ مریم سلام اللہ علیہا سے یہود بنی اسرائیل نومولود کے متعلق استفسار کر رہے ہیں مگر معصوم نومولود گہوارہ میں خود کو متعارف کراتے ہوئے بول اٹھتا ہے: میں عبداللہ یعنی اللہ کا بندہ ہوں جس نے مجھے کتاب بھی دی ہے اور نبوت بھی عطا کی ہے [1]، یہاں کوئی اطلاق یا ابہام نہیں ہے، سب کو معلوم ہے کہ اللہ کا یہ بندہ مسیح ابن مریم ہی ہے جس کا ذکر اوپر ہو رہا ہے، اسی طرح حضرت سلیمان و ایوب علیہم السلام کے سلسلے میں ''نعم العبد'' (اچھا بندہ) آیا ہے، یہاں بھی کوئی اشتباہ یا التباس نہیں ہے کیونکہ دونوں نبیوں کے اسمائے مبارکہ بھی مذکورہ ہیں، حضرت خواجہ خضر علیہ السلام کے لیے عبد کا لفظ بطور نکرہ آیا ہے اور فرمایا گیا ہے: **فوجدا عبدا من عبادنا** (موسیٰ علیہ السلام اور ان کے جوان ساتھی کو ایک بندہ ملا جو ہمارے بندوں میں سے ایک تھا) [2] لیکن

[1] قرآن مجید سورۂ مریم [2] قرآن مجید

محبوب رب العالمین ﷺ کا ذکر مطلق انداز میں فرمایا جاتا ہے، کیونکہ منطق کا قاعدہ ہے: المطلق اذا اطلق یرادبه الفرد الکامل (یعنی مطلق جب اطلاقی انداز میں بولا جائے تو اس سے کامل فرد مراد ہوتا ہے اور انسان کامل تو صرف مصطفیٰ ﷺ ہی ہیں نا!) چنانچہ قرآن کریم میں عبدہ، عبدنا اور عبداللہ جہاں بھی مطلق کے طور پر آیا ہے وہاں صرف اور صرف محبوب رب العالمین ہی مراد ہوتے ہیں (حضرت زکریا کے لیے عبدہ آیا ہے مگر ان کا اسم پاک بھی ساتھ ہی آیا ہے عبدہ زکریا) سورت الجن میں ''عبداللہ'' مطلق ہے جس سے مراد انسان کامل مصطفیٰ ﷺ ہی ہیں۔ سورت بنی اسرائیل اور سورت الزمر میں بھی ''عبدہ'' مطلق ہے جس سے مقصود صاحب اسراء و معراج ہیں! یہاں سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہ کے نزدیک اپنے محبوب علیہ السلام کی کیا عظمت اور کیا مرتبہ ہے اور یہ بھی کہ عبدالمطلب کے گھرانے میں ایک عبداللہ کا وجود بھی بلا سبب نہیں تھا بلکہ موحد اول و اعظم خلیل اللہ علیہ السلام کی سنت کا احیاء کرنے والا عبدہ بن عبداللہ جو اللہ تعالیٰ کا عبد مطلق بھی ہے اور موحد مطلق بھی! اس بت شکن کی سنت کو زندہ کرنے والے موحد مطلق کی فیصلہ کن ضرب کاری بتوں کو نابود کرنے والی ہوگی۔ عبدہ عبدنا اور عبداللہ کے اطلاق میں کیا حکمت ہے؟ اس کے لیے شاعر اسلام سے رجوع کرنا بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا جو فرماتے ہیں:

عبدہ از فہم تو بالا تر است　زانکه او ہم آدم وہم جوہر است

جوہر وائے عرب نے عجم است　آدم است وہم ز آدم اقدم است

(۱) عبدہ تیری سمجھ سے بالاتر ہے! کیونکہ عبدہ تو آدم بھی ہے مگر آدم سے قدیم تر بھی ہے۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اپنی اس بات کی تکمیل یوں فرماتے ہیں

عبد دیگر ، عبدہ چیزے دیگر
ما سراپا انتظار او منتظر
عبدہ دھر است و ھر از عبدہ است
ما ھمہ زنگیم و او بے رنگ و بوست

(۱) عبد ہونا اور ہے عبدہ کچھ اور ہے، ہم تو سراپا انتظار ہیں مگر عبدہ تو منتظر ہیں جن کا انتظار سب کو تھا!

(۲) عبدہ دہر ہے بلکہ دہر کا وجود بھی عبدہ کا مرہون منت ہے، ہم تو بس رنگ ہی رنگ ہیں مگر عبدہ نہ رنگ ہے نہ بو!

حضرت سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما

لقب: ذبیح ثانی

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ تاریخ انسانی کی ایسی عظیم اور خوش قسمت ہستی ہیں، جس کا کوئی ثانی نہیں۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی ہونا بہت بڑا اعزاز ہے۔

والدہ ماجدہ

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بنت عمرو بن عایدین بن عمران

۱ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب ص 57-56 ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز

بن مخزوم ہے، آپ کی والدہ کا نسب حضرت عبد المطلب سے پانچویں پشت میں مرہ بن کعب سے جاملتا ہے۔

آپ کی والدہ فاطمہ بنت عمرو کے بطن سے 3 بیٹے اور 5 بیٹیاں پیدا ہوئیں آپ کے دیگر بھائی حضرت ابو طالب اور حضرت زبیر ہیں۔ ہمشیر گان: ام الحکیم البیضا، برہ، عاتکہ، اروٰی، امیمہ ہیں۔ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دیگر بھائی دوسری ماؤں سے تھے جن کی تعداد 10، 11، 12 یا 13 ہے۔

ولادت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ

جس شب کو حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کے والد گرامی حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت ہوئی، اہل کتاب کو معلوم ہوا تو کہا: اب نبی آخر الزمان ﷺ کی بعثت مبارکہ کا وقت قریب آ گیا، کیونکہ حضور سرورِ عالم ﷺ کی بعثت کے قرب کا علم ان کو اس طرح ہوا کہ جامہ صوف جس میں حضرت سیدنا یحییٰ علیہ السلام کو کافروں نے شہید کیا تھا وہ جامہ صوف خون آلودہ ان کے پاس تھا۔ کتب آسمانی میں یہ لکھا تھا جب یہ جامہ تازہ خون سے تر ہو جائے گا اور خون کے چند قطرے زمین پر گریں گے تو نبی آخر الزمان ﷺ کے والد ماجد کی پیدائش کی علامت ہے۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی ولادت سے یہ واقعہ ان کے در پیش آیا تو ان کو معلوم ہو گیا کہ نبی آخر الزمان ﷺ کے والد ماجد کی ولادت ہو گئی ہے، وہ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے دشمن ہو گئے اور ان کے قتل کے درپے ہو گئے [1]

(1) ابوین مصطفےٰ ﷺ ص 156 ناشر مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور
؎ تاریخ الخمیس جلد ۱، خیر المونس جلد ۲، المواردالحفیہ

نورانی عبد اللہ رضی اللہ عنہ: حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میرے بھائی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے [1]

كان وجهه نورا يظهر كنور الشمس

توان کے چہرہ مبارک پر ایسا نور چمک رہا تھا جیسا کہ سورج کا نور چمکتا ہے۔ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر فرمایا: اس بچہ کی نرالی شان ہے [2]

ولادت کے بعد نرالی شان: حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ناک مبارک سے ایک سفید پرندہ نکلا ، اس نے مشرق و مغرب میں پرواز کی، پرواز کرنے کے بعد وہ بیت اللہ شریف میں آکر بیٹھ گیا، سب قریش نے اس پرندہ کو سجدہ کیا پھر وہ زمین و آسمان کے درمیان اڑا۔ اس خواب کو میں نے ایک کاہنہ کے سامنے بیان کیا تو اس نے کہا: لئن صدقت رؤياك ليخرج من صلبه ولد يصير اهل المشرق والمغرب له تبعا

اگر تیرا یہ خواب سچا ہے تو (حضرت عبداللہ) کی پشتِ اقدس سے ایسا فرزندار جمند ظاہر ہوگا ، تمام مشرق و مغرب والے اس کے تابع ہو جائیں گے [3]

1. ابوین مصطفیٰ ص 157 ناشر مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور
2. ابوین مصطفیٰ //
3. الخصائص الکبریٰ للسیوطی جلد 1 ص 125/1 ناشر مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی

پیکرِ حسن و جمال

حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ انتہائی حسین و جمیل تھے۔ آپ اپنی والدہ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے، چھوٹے بچوں سے والدین کا پیار و محبت اپنی جگہ مگر حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے پیار، والہانہ لگاؤ اور محبت ایک قدرتی کشش تھی، اس پیار کا اصل محور وہ نور نبوت تھا، جو نسل در نسل منتقل ہوتا ہوا حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی جبین مبارکہ میں چمکا۔ نور مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پشت در پشت منتقل ہوتا ہوا۔ حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی پشت مبارکہ میں جلوہ فگن ہو گیا۔

حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نور کے پتلے تھے اور حسن و جمال کے مجسمے تھے۔ مؤرخ و محدث ابن جریر طبری امام زہری سے نقل کرتے ہیں:

ان عبد الله بن عبد المطلب كان اجمل رجال قريش

سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ بن عبد المطلب قریشیوں میں سب سے زیادہ صاحب حسن و جمال تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا نور موروثی تھا، اسی وجہ سے جو کوئی آپ کی طرف دیکھتا آپ رضی اللہ عنہ آنکھوں کے راستے اس کے دل میں اتر جاتے [۱]

حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی جبین مبارکہ میں نور نبوت کی روشنی ہر دیکھنے والے کے قلب و ذہن میں اتر جاتی۔ اسی لیے مکہ کی اکثر خواتین آپ کی پیشانی میں چمکنے والے نور نبوت کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو جاتیں [۲]

۱ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے والدین ص 38 ناشر نور الہدیٰ فاؤنڈیشن فیصل آباد
سیرت المصطفےٰ ج ۱، ص ۱۰۱، ۱۰۲ "مولوی ابراہیم میر غیر مقلد" ناشر نعمانی کتب خانہ لاہور

۲ خصائص الکبریٰ جلد اول ص 125 ناشر مدینہ پبلشنگ کراچی

ایک خاتون نے جب سیدنا حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو گزرتے دیکھا "ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک ایسا نور روشن ہوا کہ اس کی چمک آسمان تک پہنچی ہوئی ہے [1]

ایک اور روایت میں قتیلہ نے حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے کہا: جس طرح گھوڑے کی پیشانی چمکتی ہے، اسی طرح جب تو یہاں سے گزرا تھا تو تیری دونوں آنکھوں کے درمیان ایک واضح چمک تھی۔"

الغرض۔ حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نہ صرف اولاد حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ میں سب سے خوبصورت تھے بلکہ اپنے وقت کے تمام قریشی نوجوانوں میں ان کا کوئی ہم پلہ نہ تھا۔ ان کے حسن و جمال کا یہ عالم تھا کہ قریش کی دوشیزائیں ان کی شریکِ حیات بننے کی آرزومند تھیں۔ ان کے حسن اخلاق و اعلیٰ کردار سے تمام اہل قریش خوش تھے اور ان کی عزت و احترام کرتے تھے۔ حسن و جمال کی رعنائی اور اخلاق و کردار کی یہ شہرت دراصل ایک عظیم ہستی کی بشارت تھی اور وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ نبوت کی رونقیں تھیں۔

حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے بیٹے قریش میں جمال، شکل وصورت اور اپنے اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے سب سے برتر اور اچھے نوجوان تھے۔ سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ان کے چہرے پر صاف دکھائی دیتا تھا۔ ایک روایت ہے کہ وہ قریش کے تمام نوجوانوں میں سب سے زیادہ حسین وخوبصورت نوجوان مانے جاتے تھے۔ بعض کا کہنا ہے کہ قبیلہ قریش کے لوگوں کے نزدیک حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ اپنے

1 طبقات ابن سعد ج1، ص116 ناشر نفیس اکیڈمی کراچی

باپ کی تمام اولاد میں ہر لحاظ سے سب سے زیادہ مکمل، سب سے زیادہ حسین، سب سے زیادہ پاک دامن اور سب سے زیادہ محبوب تھے۔

جس طرح خواتین مصر حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن کی تاب نہ لا کر مدہوش ہوگئی تھیں، اسی طرح عرب کی عورتیں اس جوانِ رعنا کے حسن و جمال پر فریفتہ ہوگئیں تھیں اور اپنے ہوش وحواس کھو بیٹھی تھیں۔

وكان اجملهم فشغفت به نساء قريش و كدن ان تذهب عقولهن

''وہ حسین ترین انسان تھے، قریش کی عورتیں ان کی محبت میں پاگل اور دیوانی ہوئی جاتی تھیں۔''

وكان نور النبی صلی الله عليه وسلم يری فی وجهه كالكوكب الدری [1]

''آپ کے روئے انور پر نورِ مصطفیٰ ﷺ یوں جھلکتا تھا جیسے چمکتا ہوا تارا۔''

الغرض! نورِ نبوت کا حامل یہ جوان بے مثال وذی شان، اللہ تعالیٰ کی شانِ تخلیق کا عظیم شاہکار اور پیکر حسن و جمال تھا [۲]

اخلاق وحوصلہ ابوالنبی سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے تمام بھائیوں میں ممتاز تھے کہ جن کو اسماً نسبت اللہ تعالیٰ سے اسم ذات کی طرف ہے اور اخلاق، مہمان نوازی، سخاوت، حیا، ادب میں بے مثل تھے۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مہمان نوازی کی یہ شان تھی کہ ملک شام سے ایک سوار

1. سیدالوریٰ ج1، ص63-62 ناشر علم وعرفان پبلشرز لاہور
2. طبقات ابن سعد جلد1 ص116 ناشر نفیس اکیڈمی کراچی

نجومی کامل کا فرستادہ آپ کے قتل کی غرض سے آیا کہ اس کے صلب سے وہ شخص پیدا ہو گا جو سارے مذہبوں کو مٹا دے گا اور اپنا ڈنکا بجا دے گا۔ وہ آ کر مسجد عمرہ کے قریب ٹھہرا، سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی سیر کی غرض سے وہاں تشریف لے گئے تھے اس سوار نے پوچھا: عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما اس وقت کہاں ملے گا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ کھجوریں اور انگور تناول فرمائیے میں شہر میں جا کر دریافت کیا: سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ اس وقت کہاں ہے۔ وہ سوار پھل کھانے میں مشغول ہوا۔ آپ شہر میں آ کر طعام لذیذ و فواکہ نفیس لے کر واپس آئے۔ اس نے دریافت کیا کہ کیا پتہ چلا؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں آپ پہلے طعام نوش فرمائیے، اس نے کھانا کھا کر اور میوہ جات سے فراغت پا کر کہا: اب بتائیے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے نہایت اخلاق سے فرمایا: کیا کام ہے؟ اس نے اپنا محسن سمجھ کر کہہ دیا: مجھے ایک یہودی نجومی نے دس ہزار دینار کے وعدے پر بھیجا ہے کہ تم عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے سر کا ٹکڑا لے آؤ۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مسکرا کر جواب دیا: عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما تو میں ہی ہوں **آؤ سر اتار لو** تاکہ تمہیں دس ہزار دینار مل جائیں۔ وہ آپ رضی اللہ عنہ کی خدمت گزاری اور مہمان نوازی سے نہایت متاثر ہوا اور شرمندہ ہو کر آپ رضی اللہ عنہ کے قدموں میں گر پڑا اور کہنے لگا: جو ایسا مہمان نواز ہو، اس کی غلامی باعث نجات ہے۔ لعنت ہو اس یہودی نجومی پر اور اس کے دس ہزار دینار پر [1]

نورِ حق کی ضوفشاں شمع بجھا سکتا ہے کون ۔۔۔ جس کا حامی ہو خدا اسے مٹا سکتا ہے کون

فائدہ: ایسے اخلاق کریمانہ محبوبوں کے ہوتے ہیں جب کہ مغضوبوں کو تو اخلاق جمیلہ کی بو تک نصیب نہیں ہوتی۔

1. ابوین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص 170 ناشر مکتبہ اویسیہ بہاولپور

ابو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سخی عبد اللہ رضی اللہ عنہ

ایک دفعہ حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کمبل اوڑھے ہوئے بازار میں تشریف لے گئے۔ سردی میں ایک فقیر ننگے جسم سے پھر رہا تھا۔ اس نے عرض کیا: یہ کمبل مجھے دے دو، جب دھوپ نکلے گی واپس کر دوں گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فوراً کمبل اتار کر دے دیا اور فرمایا: میں تم کو بخوشی اللہ تعالیٰ کے لیے دے چکا، واپس نہ کرنا۔ بعد ازاں جو لباس پہنے ہوئے تھے سوائے تہمد کے، سب اتار کے دے دیا۔ وہ سائل عرض کرنے لگا: اب مجھے ضرورت نہیں ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کمبل تو تمہارے سوال کرنے پر دیا اور یہ ہم اپنی خوشی سے دیتے ہیں [1]

سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کی شان

ایک دن حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا: جب میں بطحائے مکہ کی طرف جاتا ہوں تو میری پشت سے ایک نور نکلتا ہے۔ اس کے دو حصے ہو جاتے ہیں، ایک حصہ مشرق کو اور دوسرا مغرب کو گھیر لیتا ہے۔ پھر وہ نور مدور ہو کر بادل بن کر میرے سر پر سایہ کرتا ہے۔ میں دیکھتا ہوں کہ آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں وہ نور بادل کی صورت میں آسمان کی طرف مسعود کرتا ہے۔ پھر وہ واپس آ کر میری پشت میں داخل ہو جاتا ہے اور جس جگہ میں بیٹھتا ہوں وہاں سے آواز آتی ہے: اے شخص! تیری پشت میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلوہ گر ہے، تجھ پر سلام ہو۔ نیز جس خشک درخت

[1] ابوین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص 172 ناشر مکتبہ اویسیہ رضویہ بہاولپور

کے نیچے بیٹھتا ہوں وہ فوراً سر سبز ہو جاتا ہے اور مجھ پر سایہ کرتا ہے۔ جب میں وہاں سے اٹھ جاتا ہوں تو درخت پہلے کی طرح خشک ہو جاتا ہے۔

بت خانے کی آواز

جب کسی بت خانے کے قریب سے گزرتا ہوں تو بت چیخنا شروع ہو جاتے ہیں اور کہتے ہیں: اے عبداللہ ! تو ہمارے قریب نہ آ کیونکہ تیری پیشانی میں نورِ رسول آخر الزمان ﷺ جلوہ گر ہے۔ جو بتوں اور بت پرستوں کی ہلاکت کا باعث ہوگا۔ پس حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے کہا: اے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ ! تجھے بشارت ہو کہ تمہاری پشت میں نورِ محمدی ﷺ جلوہ گر ہے میں امید کرتا ہوں کہ وہ تمہاری پشت سے ظاہر ہوگا [1]

روایت ہے جب نورِ محمدی ﷺ حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی میں چمکا تو عرب میں ان کے حسن و جمال کا شہرہ بلند ہوا۔ جوق در جوق یہود آتے اور دیکھ کر کہتے یہ نور عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نہیں بلکہ حضرت محمد رسول اللہ آخر الزمان نبی ﷺ کا ہے جو ان کی پشت سے پیدا ہوگا۔ تمام یہودی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دشمن بن گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے قتل کی تیاریاں شروع کر دیں۔ چنانچہ 90 یہودی ملک شام سے زہر آلودہ تلواریں لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے قتل کے ارادے سے مکہ معظّمہ کی طرف روانہ ہوئے ، رات کو سفر کرتے اور دن کو چھپ جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ مکہ میں پہنچ گئے۔ موقع کے منتظر رہے ،ایک روز حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تن تنہا جنگل میں شکار کے لیے تشریف لے گئے اور دشمنوں نے آپ کو گھیر لیا۔ اتفاقاً اسی روز سیدنا وہب بن عبدالمناف

[1] معارج النبوت رکن اول ص 403

شکار کے لیے اسی صحرا میں تھے اور دور سے یہ سارا واقعہ دیکھ رہے تھے۔ ان کے دل میں آیا کہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی مدد کروں مگر کثرت دشمن سے ڈر گئے۔ پھر خیال کیا کہ اچھا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی سفارش کر دوں کہ دشمن دفع ہو جائیں۔ ابھی اسی خیال میں تھا کہ کچھ سوار عالم غیب سے ظاہر ہوئے جن کی شکل وصورت ہماری طرح نہ تھی۔ انہوں نے دشمن ناہنجار کو قتل کیا۔ واقعی اللہ تعالیٰ سچ فرماتا ہے۔

والله متم نوره ولو كره الكافرون

نور حق کی ضوفشاں شمع بجھا سکتا ہے کون
جس کا حامی ہو خدا اسے مٹا سکتا ہے کون
فانوس بن کر جس کی حفاظت ہوا کرے
شمع کیسے بجھے جسے روشن خدا کرے

حضرت شیخ محقق محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں تحریر کرتے ہیں کہ اہل کتاب بعض علامتوں اور نشانیوں سے پہچان گئے تھے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے صلب میں ودیعت ہے۔ وہ ان کے دشمن بن کر ہلاکت کے درپے ہو گئے اور اطراف وجوانب سے ان کو ہلاک کرنے کے ارادے سے مکہ آنے لگے: یہاں انہوں نے عجیب وغریب آثار قرائن کا مشاہدہ کیا اور خائب وخاسر بے نیل مرام لوٹ گئے۔

① مدارج النبوۃ جلد دوم ص 26 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور

والد ماجد جناب عبداللہ ذبیح اللہ رضی اللہ عنہ

جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد کے نام نامی کے ساتھ ''ذبیح اللہ'' دیکھ کر آپ حیران تو ہوئے ہوں گے، کیونکہ عام طور پر ذبیح صرف حضرت اسماعیل علیہ السلام کو سمجھا جاتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح حضرت عبد اللہ بھی ذبیح ہیں۔ جبھی تو جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی خاندانی عظمت و شرافت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' انا ابن الذبیحین '' (میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں)

ذبیح اول حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ذبیح ثانی حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔

ذبح عبداللہ کا واقعہ بھی ذبح اسماعیل علیہ السلام سے کم حیرت انگیز نہیں ہے۔ لیکن اس کا پس منظر سمجھنے کے لیے تاریخ ماضی کے چند اوراق پلٹنے پڑیں گے [1]

زمزم کی گمشدگی

ایک زمانہ تھا جب مکہ مکرمہ پر جرہم قبیلہ کی حکمرانی ہوا کرتی تھی۔ یہ قبیلہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے زمانہ سے مکہ مکرمہ میں آباد چلا آ رہا تھا۔ اپنے کردار و عمل کے لحاظ سے یہ لوگ پہلے تو بہت اچھے رہے لیکن پھر بتدریج بدکاریوں کی طرف راغب ہوتے چلے گئے۔

رئیس قبیلہ عمر بن حارث جرہمی ایک اچھا آدمی تھا۔ اس نے بہت کوشش کی کہ لوگ اپنی روش اور طرزِ حیات بدل لیں مگر لوگوں کو تو عیاشیوں کا چسکا پڑ چکا تھا

1 سید الوریٰ جلد اول ص 37 ناشر علم و عرفان پبلشرز لاہور

اس لیے اس کی نصیحتوں پر کسی نے کان بھی نہ دھرا۔

اپنی قوم کی مسلسل روبہ زوال اخلاقی حالت دیکھ کر عمر بن حارث کو خیال آیا کہ اگر میری قوم کے یہی شب و روز رہے اور ان کی بے باکی کا یہی عالم رہا تو ایک نہ ایک دن ہم پر عذابِ الٰہی نازل ہو کر رہے گا اس لیے بہتر یہ ہے کہ کعبہ فنڈ میں جمع شدہ سونا اور دیگر قیمتی سامان کہیں چھپا دیا جائے، تاکہ اگر عذابِ الٰہی نازل ہو ہی جائے تو ہم پر جو گزرے گی سو گزرے گی، لیکن کعبہ مکرمہ کا مال تو بہرحال محفوظ رہے گا۔

چنانچہ اس نے کعبہ فنڈ میں جمع شدہ اموال کو جن میں سونے کے بنے ہوئے دو ہرن، کچھ تلواریں اور کچھ زرہیں شامل تھیں، یکجا کیا اور چاہِ زمزم میں دفن کر دیا۔ ان دنوں جرہم کی بداعمالیوں کے سبب زمزم بھی خشک ہو چکا تھا اس لیے اموال کعبہ کو دفن کرنے کے بعد اس نے کنواں بھی بھر دیا۔

آخر وہی ہوا جس کا عمر بن حارث کو ڈر تھا۔ جب جرہم کی سیاہ کاریاں حد سے بڑھ گئیں تو خزاعہ نامی قبیلہ کی متعدد ذیلی شاخوں نے مل کر جرہم پر حملہ کر دیا۔ جرہم نے مقابلہ کیا لیکن بری طرح شکست کھائی اور حملہ آور مکہ مکرمہ پر قابض ہو گئے۔

اس لڑائی میں جرہم کے بہت سے افراد مارے گئے اور جو زندہ بچے وہ در در کی ٹھوکریں کھانے کے لیے یمن کی طرف بھاگ گئے [1]

[1] سید الوریٰ جلد اول ص 38 ناشر علم و عرفان پبلشرز لاہور تفسیر کشاف سورۃ صفت ۷ زیر آیہ

امتدادِ زمانہ کے باعث رفتہ رفتہ چاہِ زمزم کا نام ونشان تک مٹ گیا اور کسی کو یاد بھی نہ رہا کہ وہ کہاں ہوا کرتا تھا۔ اسی عالم میں پانچ سو سال کا طویل عرصہ گزر گیا۔

جب میراثِ حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے وارثِ اعظم، باعثِ ایجاد کعبہ وزمزم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری کا وقت قریب آیا تو ارادۂ الٰہی ہوا کہ اس کنویں کو دوبارہ منظر عالم پر لایا جائے اور لوگوں کو پھر سے اس مبارک پانی سے سیراب کیا جائے۔ اور یہ عظیم سعادت جانِ دو عالم ﷺ کے دادا جان حضرت سیدنا عبدالمطلب کو حاصل ہوئی کہ ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے صدیوں کے گم گشتہ چاہِ زمزم کو پھر سے جاری فرمادیا۔

حضرت عبدالمطلب کا خواب

حضرت عبدالمطلب نے ایک رات خواب دیکھا، کوئی کہہ رہا تھا" طیبہ کھودو!"

" طیبہ کیا چیز ہے؟" عبدالمطلب نے پوچھا۔ مگر کوئی جواب نہ ملا۔ دوسری رات پھر خواب دیکھا، کہا گیا" برہ کھودو!"

" برہ کیا؟" عبدالمطلب نے پوچھا۔ پھر بھی کوئی جواب نہ ملا۔ تیسری رات پھر حکم ملا۔" مضنونہ کھودو!"

" مضنونہ سے کیا مراد ہے؟" حسبِ سابق جواب میں خاموشی رہی۔

عبدالمطلب اہل زبان تھے، تینوں الفاظ کے معانی (۲) بخوبی جانتے تھے، مگر حیران تھے کہ ان سے مراد کیا ہے؟ پھر ایک رات صراحتہً کہا گیا کہ زمزم کھودو!

اب تو معاملہ صاف ہو گیا۔ عبدالمطلب سمجھ گئے کہ طیبہ، برہ اور مضنونہ زمزم ہی کے صفاتی نام ہیں۔

صبح آپ نے اپنی قوم سے ذکر کیا کہ مجھے خواب میں زمزم کھودنے کا حکم ملا ہے۔ چونکہ زمزم کو گم ہوئے صدیاں گزر چکی تھیں اور کسی کو بھی اس کی صحیح جگہ معلوم نہیں تھی، اس لیے لوگوں نے پوچھا۔ ”کیا یہ بھی بتایا گیا ہے کہ زمزم ہے کہاں پر؟“

”نہیں۔۔ یہ تو نہیں بتایا گیا۔“ عبدالمطلب نے جواب دیا۔

”اگر یہ خواب سچا ہوا“ لوگوں نے کہا ”اور حکم، اللہ کی طرف سے ہوا تو آپ کے لیے جگہ کی نشاندہی بھی کر دی جائے گی۔“

خواب سچا تھا، اس لیے دوبارہ حکم ہوا،

احفر زمزم، انك ان حفرتها لن تندم، وهي ميراث من ابيك الاعظم، لا تنزف ولا تذم، تسقي الحجيج الاعظم

(زمزم کھودو، اسے کھود کر تمہیں شرمسار نہیں ہونا پڑے گا۔ وہ تمہارے بڑے باپ (حضرت اسماعیل علیہ السلام) کی میراث ہے۔ نہ کبھی خشک ہوگا، نہ اس کا پانی کم ہوگا۔ بے شمار حاجیوں کو سیراب کرے گا۔)

عبدالمطلب نے پوچھا ”این هي؟ (وہ ہے کہاں پر؟)

جواب ملا ”بين الفرث والدم، عند قرية النمل حيث ينقر الغراب الاعصم“

(چیونٹیوں کے بل کے پاس، جہاں سفید سینے والا کوا گوبر اور خون میں چونچ مار رہا ہو [1]

[1] سیدالوریٰ جلد اول ص 40 ناشر علم وعرفان پبلشرز لاہور

طیبہ کا معنی ہے عمدہ چیز، برہ کا معنی ہے نیکو کار لوگوں کیلئے اور مضنونہ کا معنی ہے مخصوص شئی"

زمزم کی تلاش

سیدنا عبد المطلب بیدار ہو کر صبح صبح حرم کی طرف چلے۔ وہاں چیونٹیوں کا بل تو آسانی سے مل گیا، لیکن گوبر اور خون میں چونچ مارتا ہوا کوا کہیں بھی نظر نہ آیا۔ سیدنا عبد المطلب حیران و پریشان کھڑے سوچ ہی رہے تھے کہ ناگاہ کہیں قریب سے نیم ذبح شدہ گائے لوگوں کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی۔ عبد المطلب نے دیکھا کہ گائے دوڑتی دوڑتی آئی اور چیونٹیوں کے بل کے پاس بے دم ہو کر گر پڑی۔ اتنے میں پیچھے سے لوگ بھی آ پہنچے۔ انہوں نے وہیں گائے کو ذبح کیا، چمڑا اتارا اور گوشت وغیرہ کاٹا۔ اس سارے عمل کے نتیجے میں وہ جگہ گوبر اور خون سے لتھڑ گئی۔ تھوڑی دیر بعد کہیں سے سفید سینے والا کوا اڑتا ہوا آیا اور گوبر اور خون میں چونچ مارنے لگا [1]

خواب میں بتائی گئی ساری علامتیں پوری ہو گئیں تو عبد المطلب کو یقین ہو گیا کہ چاہ زمزم اسی جگہ مستور ہے۔

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا حُبَّكَ وَحُبَّ حَبِيْبِكَ الْكَرِيْمِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰبَائِهٖ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَفْضَلُ الصَّلٰوةِ وَالتَّسْلِيْمِ

[1] سید الوریٰ جلد اول ص 40 ناشر علم وعرفان پبلشرز لاہور، البدایہ والنہایہ جلد دوم ص 245 ، السیرۃ الحلبیہ جلد اول ص 119، شرح ابن ہشام جلد اول ص 329

زمزم کی کھدائی اور قریش کا جھگڑا

اگلے دن عبدالمطلب نے کدال وغیرہ لی اور اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لے کر مقرر کردہ جگہ آپہنچے۔ کھدائی کا آغاز کرنے ہی لگے تھے کہ قریش نے شور مچا دیا۔

خدا کی قسم! جن دو بتوں کے پاس لا کر ہم اپنی قربانیاں ذبح کرتے ہیں ان کی درمیانی جگہ میں ہم آپ کو کھدائی کی ہرگز اجازت نہیں دیں گے [1]

مگر عبدالمطلب تو اس کھدائی پر خدا کی طرف سے مامور تھے، اس لیے لوگوں کے شور و غوغا سے متاثر ہوئے بغیر حارث سے کہنے لگے "بیٹا جب تک میں کھدائی نہ کرلوں، اس وقت تک ان لوگوں کو مجھ تک پہنچنے سے روکے رکھنا۔ واللہ! مجھے جس کام کا حکم دیا گیا ہے، اسے بہر صورت کر کے چھوڑوں گا۔" قریش نے جب سیدنا عبدالمطلب کے اس عزم واستقلال کو دیکھا تو ٹھنڈے پڑ گئے اور رک گئے۔

---

[1] واضح رہے کہ عبدالمطلب کیلئے جس جگہ کی نشاندہی کی گئی تھی، وہ جگہ اساف اور نائلہ نامی دو، بتوں کے درمیان تھی۔ قریش اپنی قربانیاں انھی دو بتوں کے پاس ذبح کیا کرتے تھے۔

آیئے، اساف و نائلہ کی حقیقت معلوم کرلیجئے، اور اندازہ کیجئے کہ انسان جب شرک کی پستیوں میں گرتا ہے تو کہاں تک گرتا چلا جاتا ہے۔

اساف و نائلہ قبیلہ جرہم کے دو افراد تھے۔ مرد اور عورت ۔ مرد کا نام اساف تھا اور عورت کا نائلہ۔ ان دونوں نے ایسی گھناؤنی حرکت کی تھی کہ ابلیس بھی چیخ اٹھا ہوگا۔ انہوں نے عین ایامِ حج میں جب کعبہ مکرمہ کو تھوڑی دیر کیلئے خالی پایا تو اندر گھس کر زنا کیا اور غضب الٰہی کو دعوت دی۔ اللہ تعالیٰ اس قدر ناراض ہوا کہ دونوں کو مسخ کر کے پتھر بنا دیا۔ لوگوں نے جب انہیں مسخ شدہ حالت میں پایا تو ان کو کعبہ کے قریب نصب کر دیا، تا کہ ہر دیکھنے والا ان کے انجام سے عبرت حاصل کرے۔

کچھ عرصہ تک تو یہ سامانِ عبرت بنے رہے، مگر جب طویل مدت گزر گئی اور عرب میں شرک و بت پرستی کا رواج عام ہوگیا تو رفتہ رفتہ ان مسخ شدہ مجسموں پر بھی تقدس کا رنگ چڑھنا شروع ہوگیا اور بالآخر اندھی عقیدت کی بوقلمونیوں نے یہ کرشمہ بھی دکھایا کہ وہ ملعون و مغضوب مجسمے جن پر رہتی دنیا تک لعنت کی جانی چاہئے تھی، اس قدر محترم ہو گئے کہ ان کے پاس لا کر جانوروں کی قربانی دینا قبولیت کی سند ٹھہرا اور ان کے آس پاس کی جگہ بھی اتنی مقدس اور پاکیزہ قرار پائی کہ وہاں عبد المطلب کا کھدائی کیلئے کدال چلانا سوء ادب شمار کیا جانے لگا۔

فیا للعجب! الحمد للہ الذی ھدانا للتوحید،

ما کنا لنھتدی لولا ان ھدانا اللہ

١ سید الوریٰ جلد اول ص 41

عبدالمطلب کی عجیب نذر

اس وقت تک عبدالمطلب کا ایک ہی بیٹا تھا۔ اس لیے دل میں خیال پیدا ہوا کہ فی الحال تو یہ لوگ رک گئے اور خاموش ہو گئے ہیں، لیکن اگر یہ اپنی بات پر اڑ جاتے تو میرا ایک ہی بیٹا کس طرح ان کو روک سکتا تھا؟

عدی بن نوفل نے تو آپ کو ''لاولد'' 1 ہونے کا طعنہ بھی دے دیا، کہا

یا عبدالمطلب ! تستطیل علینا و انت فذ لا ولد لك ولا مال لك، وما انت الا واحد من قومك

(عبدالمطلب ! آپ ہم پر رعب گانٹھتے رہتے ہیں، حالانکہ نہ آپ کی اولاد ہے، نہ آپ کے پاس مال ہے، آپ تو ایک تنہا آدمی ہیں۔)

ایسے میں عبدالمطلب کو اپنی بے سروسامانی اور تنہائی کا شدت سے احساس ہوا اور یہ عجیب وغریب نذر مان لی۔

لئن جائله عشر بنین و صاروا له اعوانا لیذبحن اخدهم قربانا عند الکعبة

اگر اللہ تعالیٰ نے اسے دس بیٹے دیے جو جوان ہو کر اس کے دست و بازو بنے تو ان میں سے ایک کو وہ کعبہ کے پاس راہ خدا میں قربان کرے گا 2

---

1 واضح رہے کہ عرب معاشرہ میں جہاں ہر آدمی کئی کئی شادیاں کرتا تھا اور کثیر اولاد ہوتا تھا، صرف ایک بیٹے کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔

1 البدایہ والنہایہ جلد دوم ص 153، شرح سیرت ابنِ ہشام جلد اول ص 341

دوبارہ جھگڑا

بہر حال کھدائی کا کام جاری رہا۔ آخر جب کنویں کے نشانات ظاہر ہونے لگے اور قریش کو یقین ہوگیا کہ سیدنا عبد المطلب زمزم دریافت کرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں تو انہوں نے پھر جھگڑا کھڑا کردیا۔ کہنے لگے:

"سیدنا عبد المطلب! یہ کنواں صرف آپ کی ملکیت نہیں ہوگا، بلکہ ہم سب اس میں شریک ہوں گے، کیونکہ دراصل یہ ہم سب کے جدِ امجد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی میراث ہے، اس لیے ہمارا بھی اس میں حق ہے۔"

"نہیں!" سیدنا عبد المطلب نے جواب دیا، یہ کنواں صرف میرا ہوگا۔ میں اس میں کسی کو بھی شریک کرنے کے لیے تیار نہیں، کیونکہ یہ صرف مجھے عطا کیا گیا ہے اور میرے لیے خاص کیا گیا ہے۔"

بات معقول تھی، حکم صرف سیدنا عبد المطلب کو دیا گیا تھا، مگر ہٹ دھرمی کا کیا علاج؟ قریش کہنے لگے، ہمارے ساتھ انصاف کیجئے ورنہ ہم آپ کو بھی نہیں کھودنے دیں گے اور جھگڑا بڑھ جائے گا:

سیدنا عبد المطلب کو چونکہ اپنے مؤقف کی سچائی کا یقین تھا، اس لیے جواب دیا تم جسے چاہتے ہو، حکم (جج) مقرر کرلو، ہم اپنا معاملہ اس کے روبرو پیش کریں گے، پھر اس نے جو بھی فیصلہ کیا سب کو تسلیم کرنا پڑے گا۔

سب نے کہا: ہم سعد بن ہذیم قبیلہ کی کاہنہ کو اپنا حکم مقرر کرتے ہیں

1 البدایہ والنھایہ ج۲،ص۱۵۱ السیرۃ الحلبیہ ج۱،ص۱۲۳ سیرت ابن ھشام ج۱،ص۱۲۱

یہ کاہنہ [1] شام کی رہنے والی تھی، اس لیے سیدنا عبدالمطلب اوران کے چند حامی اور فریقِ مخالف کے متعدد افراد تیاری کر کے شام کی طرف روانہ ہو گئے [1] واضح رہے کہ عرب معاشرے میں جہاں ہر آدمی کئی کئی شادیاں کرتا تھا اور کثیر الاولاد ہوتا تھا، صرف ایک بیٹے کا ہونا نہ ہونا برابر تھا۔

---

[1] کاہن اور کاہنہ عرب میں ان مردوں اور عورتوں کو کہا جاتا تھا جو مابعد الطبیعاتی علوم، یعنی قیافہ، پامسٹری، جفر، نجوم، علم الاعداد اور سحر وغیرہ، میں گہری دسترس رکھتے تھے اور بعض نے بزعم خویش جنات وغیرہ بھی مسخر کیے ہوتے تھے۔ ان علوم میں مہارت کی وجہ سے ان کی اکثر پیشنگوئیاں درست ثابت ہوتی تھیں، اس لیے لوگ آئندہ کے حالات معلوم کرنے کے لیے انہی کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ علاوہ ازیں یہ لوگ عموماً پڑھے لکھے اور کافی سوجھ بوجھ کے مالک ہوا کرتے تھے۔ اس لیے اہلِ عرب اپنے نزاعی اور اختلافی مسائل میں بھی انہی سے تصفیہ کرایا کرتے تھے۔ انگریزی میں ایسے ہی لوگوں کو وچ ڈاکٹرز (WITCH DOCTORS) کہا جاتا ہے۔ یورپ کے اہل علم ایک زمانے تک ان علوم کو خرافات اور ہمیات سمجھتے رہے مگر بالآخر انہی میں ایک عظیم محقق ''کیرو'' نے ان علوم پر عبور حاصل کیا اور نہ صرف یہ کہ ان کی حقانیت کو تسلیم کیا بلکہ ان تمام علوم پر نہایت بلند پایہ کتابیں لکھیں۔ آج بھی ان علوم کے شائقین ان کتابوں سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ تاہم اس میں شک نہیں کہ یہ تمام علوم ظنی ہوتے ہیں اور ان علوم کے ماہرین کو بھی تمام تر احتیاط و باریک بینی کے باوجود کبھی کبھی شدید غلطی لگ جاتی ہے، اس لیے اسلام نے ان علوم سے حاصل شدہ نتائج پر یقین کرنے سے منع کیا ہے۔

[1] البدایہ والنہایہ ج ۲، ص ۱۵۳ سیرت ابن ھشام ج ۱، ص ۱۲۴

سفرِ شام میں سیدنا عبدالمطلب کی عظمت کا ظہور

ان دنوں مکہ مکرمہ اور شام کے درمیان بہت سے بے آب وگیاہ صحرا ہوا کرتے تھے، جن میں تاحدِ نظر کسی آبادی کا نام ونشان تک نہیں ہوتا تھا۔ ایک ایسے صحرا میں سفر کرتے ہوئے سیدنا عبدالمطلب اوران کے ساتھیوں کے پاس پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔

پیاس سے جب یہ لوگ بے جان ہو گئے تو مجبوراً فریقِ مخالف سے پانی مانگا۔ ان کے پاس پانی موجود تھا مگر ان سنگ دلوں نے دینا گوارانہ کیا۔ کہنے لگے:

''اگر ہم اپنا پانی تم لوگوں کو پینے کے لیے دے دیں تو پھر ہم کیا پیئں گے؟

اس طرح تو ہم بھی پیاس سے ہلاک ہو جائیں گے۔

اس وسیع وعریض تپتے ہوئے جہنم زار میں تاحدِ نظر کوئی آبادی بھی نہ تھی، جہاں سے پانی ملنے کا امکان ہوتا۔ جب عبدالمطلب ہر طرف سے مایوس ہو گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ اب زندہ بچ رہنے کی کوئی صورت نہیں، تو انہوں نے سوچا کہ ادھر اُدھر بھٹکنے کے بجائے کیوں نہ یہیں بیٹھ کر موت کا انتظار کیا جائے؟

اپنے ساتھیوں سے پوچھا ''ماترون'' تمہاری کیا رائے ہے؟

''ہم تو آپ کے تابع ہیں'' انہوں نے جواب دیا ''جو رائے آپ کی وہی ہماری''

عبدالمطلب نے کہا، ''میرا خیال ہے کہ ہم میں سے ہر شخص اپنے لیے گڑھا کھود لے اور اس میں بیٹھ کر اپنی موت کا انتظار کرے، جب کوئی مر جائے تو دوسرے زندہ ساتھی اس پر مٹی ڈال دیں، البتہ سب سے آخر میں مرنے والے آدمی کی لاش کھلے صحرا میں پڑی رہے گی، لیکن سب کے بے گور وکفن پڑے رہنے سے تو یہ

صورت بہر حال بہتر ہی ہے'' [1]

''یہ بہت اچھی رائے ہے'' سب نے کہا ''ہمیں آپ سے مکمل اتفاق ہے چنانچہ سب گڑھے کھود کر ان میں بیٹھ گئے اور لگے اپنی موت کا انتظار کرنے۔ فریق مخالف کے لوگ یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے مگر ان کا دل پھر بھی نہ پسیجا۔ کچھ دیر اسی طرح گڑھوں میں بیٹھے رہے، پھر اچانک عبدالمطلب کی رائے بدل گئی اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگے [2]

واللہ! یوں اپنے ہاتھوں موت کے منہ میں جانا انتہا درجے کی کمزوری ہے۔ ہمیں بہر صورت سفر جاری رکھنا چاہیے اور آخری سانس تک جدوجہد کرنا چاہیے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمیں پانی سے نواز ہی دے'' [3]

ساتھیوں نے اس رائے کے ساتھ بھی اتفاق کیا اور اٹھ کر اپنی اپنی سواریوں کی طرف چل دیئے۔ عبدالمطلب بھی اپنے اونٹ پر بیٹھ گئے اور اسے اٹھانے لگے۔ جب اونٹ اٹھا تو۔ اللہ کی قدرت۔ اس لق ودق صحرا میں اونٹ کے پاؤں کے نیچے سے ٹھنڈے میٹھے پانی کا چشمہ ابل پڑا۔ عبدالمطلب نے بے ساختہ اللہ اکبر کا نعرہ لگایا اور ان کے ساتھیوں نے بھی مسرت سے وارفتہ ہو کر نعرہ ہائے تکبیر بلند کرنے شروع کر دیے۔

پھر عبدالمطلب اور ان کے ساتھیوں نے خوب سیر ہو کر پانی پیا، اپنے جانوروں کو بھی پلایا اور برتن بھی بھر لیے۔

اس کے بعد عبدالمطلب ان لوگوں کے پاس گئے جنہوں نے عبدالمطلب کو اس وقت بھی پانی نہیں دیا تھا، جب وہ زندگی سے مایوس ہو کر گڑھے میں جا

(1) البدایہ والنہایہ ج۲،ص۱۵۲ طبقات ابن سعد ج۱،ص۱۰۱، ۱۰۰
(2) سیدالوریٰ جلد اول ص 46 السیرۃ الحلبیہ ج۱،ص۱۲۴
(3) البدایہ والنہایہ ج۲ تاریخ طبری ج۲ طبقات ابن سعد ج۱،ص 101

بیٹھے تھے۔ اندازہ کیجیے فراخ دلی اور اعلیٰ ظرفی کا کہ کسی قسم کا طنز و تشنیع کئے بغیر ان سے کہنے لگے: ۱

''اللہ تعالیٰ نے ہمیں بہت عمدہ اور وافر پانی عطا فرما دیا ہے، تم لوگ بھی آؤ، خود بھی تازہ پانی پیو اور اپنے جانوروں کو بھی پلا لو!''

وہ لوگ بھی آئے اور تازہ پانی کے مزے لوٹنے لگے۔

سیدنا عبد المطلب کی یہ عظمت سب نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے ان کیلئے چٹیل صحرا میں چشمہ جاری فرما دیا۔ پھر دل ہی دل میں جب اپنی تنگ ظرفی اور سیدنا عبد المطلب کی فراخ دلی کا موازنہ کیا تو انتہائی ندامت محسوس کی۔

کس قدر نادم ہوا ہوں میں، برا کہہ کر اسے
کیا خبر تھی جاتے جاتے وہ دعا دے جائے گا

سب یک زبان ہو کر پکار اٹھے

واللہ! لا نخاصمك فی زمزم ابدا، ان الذی سقاك الماء بھذہ الفلاۃ لھو الذی سقاك زمزم

(خدا کی قسم! آئندہ ہم آپ کے ساتھ کبھی بھی آبِ زمزم کے بارے میں جھگڑا نہیں کریں گے۔ بلاشبہ جس ذات نے آپ کو اس خشک صحرا میں پانی سے نوازا ہے، اسی نے آپ کو وہاں بھی زمزم سے سرفراز فرمایا ہے۔)

جس جھگڑے کو نمٹانے کیلئے شام کا سفر اختیار کیا تھا، اس کا یہیں پر فیصلہ ہو گیا، اب کسی کاہنہ کے پاس جانے کی ضرورت ہی نہ رہی، اس لئے سب یہیں سے مکہ مکرمہ واپس لوٹ گئے ۲

۱ سیرت حلبیہ جلد اول ص 125، سید الوریٰ جلد اول ص 47
۲ البدایہ والنہایہ جلد 2 ص 152، طبقات ابن سعد جلد اول ص 101

دوبارہ کھدائی اور زمزم کی رونمائی

واپسی کے بعد جب سیدنا عبدالمطلب نے دوبارہ کھدائی شروع کی تو عمر بن حارث کے دفن کردہ سونے کے دو ہرن اور دیگر سامان بھی برآمد ہوا۔ قریش نے اس موقع پر بھی جھگڑا کیا اور برآمد شدہ سامان میں شرکت کے دعویدار بن بیٹھے۔ عبدالمطلب نے قرعہ اندازی کے ذریعہ فیصلہ کرنے کی تجویز پیش کی اور سب نے اس سے اتفاق کیا۔ قرعہ اندازی ہوئی تو سونے کے دو ہرن کعبہ کے نام نکلے دیگر سامان سیدنا عبدالمطلب کے نام نکلا۔ قریش کے نام کچھ نہ نکلا۔

چنانچہ سیدنا عبدالمطلب نے لوہے کے سامان کو ڈھال کر کعبے کا دروازہ بنادیا اور سونے کے ہرن پگھلا کر ان کا سونا دروازے پر چڑھا دیا [1]

یوں وہ مقدس کنواں پھر سے جاری ہوگیا جس سے خلقِ خدا اب تک سیراب ہو رہی ہے اور انشاء اللہ تا قیامت سیراب ہوتی رہے گی۔

آبِ مقدس

سیدنا عبدالمطلب اس پانی کو انتہائی متبرک اور پاکیزہ سمجھتے تھے اس لیے پینے کے علاوہ کسی اور ضرورت میں صرف کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے لیکن عام لوگوں نے اس کے تقدس کو ملحوظ نہ رکھا اور دیگر ضروریات میں بھی استعمال کرنے لگے۔

ایک دن سیدنا عبدالمطلب نے ایک شخص کو دیکھا کہ اس پانی سے نہا رہا ہے۔ انہیں بے حد غصہ آیا۔ ایسا مبارک پانی اور اسے غسل وطہارت کے کام میں لایا جائے!

1 البدایہ والنہایہ جلد دوم ، تاریخ طبری جلد دوم ، طبقات ابن سعد جلد اول

دن بھر کڑھتے رہے اور اسی پریشانی کے عالم میں سو گئے۔ خواب میں حکم ملا۔

قال انی لا احلھا لمغتسل، وھی لشارب حل وبل... ثم کفیتھم

(لوگوں سے کہہ دیجیے کہ "میں اس پانی سے نہانے دھونے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ یہ تو صرف پینے والوں کے لیے حلال ومباح ہے"۔ پھر آپ بے فکر ہو جائیں۔)

اللہ تعالیٰ کے کرم سے عبدالمطلب کی پریشانی دور ہوگئی۔ انہوں نے حرم شریف میں تمام لوگوں کے سامنے اعلان کیا: انی لا اجلھا لمغتل، وھی لشارب جل وبل

یہ ایک خدائی اعلان تھا۔ پھر اس کی مخالفت کرنے والوں کو سزا کیوں نہ ملتی؟ نتیجہ یہ نکلا کہ جو شخص بھی اس پانی کی حرمت پامال کرتا، کسی نہ کسی بیماری میں مبتلا ہو جاتا۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آب زمزم شریف کی حرمت و نظافت لوگوں کے ذہن نشین ہوگئی اور انہوں نے دیگر ضرورتوں کے لیے اس کا استعمال ترک کردیا [1]

ایفائے نذر کا مطالبہ

زمزم جاری ہونے کے بعد تقریباً 30 سال کا عرصہ گزر گیا۔ اس دوران سیدنا عبدالمطلب کو اللہ تعالیٰ نے مزید بیٹوں سے نواز دیا۔ اب ان کے دس بیٹے تھے۔

(۲) ۱حارث، ۲زبیر، ۳حجل، ۴ضرار، ۵مقوم، ۶ابولھب، ۷عباس، ۸حمزہ، ۹ابوطالب، ۱۰عبداللہ

ایک رات سیدنا عبدالمطلب سو رہے تھے کہ خواب میں کسی نے کہا

اوف بنذرك (اپنی نذر پوری کرو!)

سیدنا عبدالمطلب نے جو نذر مانی تھی وہ تیس سال پہلے کی بات تھی اور ان کے ذہن سے بالکل ہی نکل چکی تھی اس لیے وہ نہ سمجھ سکے کہ کونسی نذر مراد ہے۔

1 السیرۃ الحلبیہ ج۱، ص128 عبدالمطلب کا یہ اعلان البدایۃ النھایہ ج۲ روض الانف ج۱، پر بھی مذکور ہے۔ مگر اس کا مندرجہ بالا پس منظر علامہ برھان الدین حلبی نے ذکر کیا ہے۔

بہر حال احتیاطاً ایک دنبہ راہِ خدا میں قربان کر دیا۔

دوسری رات پھر کہا گیا: ''اس سے عمدہ چیز کی قربانی پیش کرو!''

سیدنا عبد المطلب نے ایک بیل کی قربانی دے دی۔

تیسری رات پھر حکم ملا: ''اس سے بھی بڑی شے قربان کرو!''

عبد المطلب نے ایک اونٹ ذبح کر کے تقسیم کر دیا۔

چوتھی رات پھر کہا گیا: ''اونٹ سے بھی اعلیٰ چیز کی قربانی دو!''

اہل عرب کے نزدیک اونٹ سے زیادہ قیمتی شے کوئی نہیں تھی جس کی قربانی دی جا سکتی۔ اس لیے سیدنا عبد المطلب نے حیرت سے پوچھا: ''اونٹ سے بہتر کونسی چیز ہے؟ خواب میں ہی جواب ملا:

قرب احد اولادك الذی نذرت ذبحه

(اپنے ایک بیٹے کی قربانی پیش کرو، جسے ذبح کرنے کی تم نے نذر مانی تھی۔)

تب عبد المطلب کو اپنی تیس سال پرانی نذر یاد آئی۔

''اگر مجھے خدا نے دس بیٹے دیے جو بڑے ہو کر میرے دست و بازو بنیں تو ان میں سے ایک کو کعبہ کے پاس اللہ کی راہ میں قربان کروں گا۔''

---

۲ عبد المطلب کے بیٹوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ ابن اسحاق، ابن ہشام اور ابن قتیبہ جیسے ائمہ تاریخ نے صرف انہی دس بیٹوں کو ذکر کیا ہے۔ لیکن کچھ مؤرخین کا خیال ہے کہ عبد المطلب کے تیرہ بیٹے تھے۔ مذکورہ بالا دس کے علاوہ تین یہ ہیں۔ غیداق، عبد الکعبہ اور قثم۔ علامہ سہیلی روض الانف میں لکھتے ہیں

ان جماعة من العلماء قالوا ان اعمامه ﷺ كا اثنی عشر

(علماء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ جانِ دو عالم ﷺ کے چچاؤں کی تعداد بارہ ہے) اور تیرھویں آپ ﷺ کے والد ماجد سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ سید الوریٰ ج1 ص50

سیدنا عبدالمطلب کی استقامت اور ذبح کے لیے قرعہ اندازی

سیدنا عبدالمطلب کوئی پیغمبر نہ تھے، خلیل اللہ نہ تھے، مگر تاریخ شاہد ہے کہ اس موقع پر انہوں نے جس کردار کا مظاہرہ کیا، اس سے ان کے جدِ امجد ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی یاد تازہ ہوگئی۔ انہوں نے اپنے تمام بیٹوں کو جمع کیا اور ان کے سامنے زمزم کی کھدائی کے وقت اپنی نذر کا قصہ بیان کیا۔ یہ بھی بتایا کہ اب مجھے اس نذر کو پورا کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ بیٹوں نے بھی باپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا حق ادا کر دیا۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا:

انا نطیعك، فمن تذبح منا؟

(ہم آپ کی مکمل اطاعت کریں گے، آپ ہم میں سے کسے ذبح کرنا چاہتے ہیں؟)

سیدنا عبدالمطلب نے کہا: ''تم سب ایک ایک تیر لو، اس پر اپنا نام لکھو، پھر ان سب تیروں کو میرے پاس لے آؤ!''

جب سب نے تیروں پر اپنا اپنا نام لکھ لیا تو سیدنا عبدالمطلب اپنے سب بیٹوں کو ساتھ لے کر کعبہ مکرمہ گئے۔

کعبہ میں ایک شخص قرعہ اندازی کیا کرتا تھا۔ جناب سیدنا عبدالمطلب نے اس کو قرعہ اندازی کے لیے وہی دس تیر دیئے جن پر ان کے بیٹوں کے نام لکھے تھے اور خود دعا کی:

اللھم! انی نذرت نحر احدھم وانی
اقرع بینھم فاصب بذلك من شئت

(الٰہی! میں نے دس میں سے کسی ایک کی قربانی پیش کرنے کی نذر مانی تھی اس لیے قرعہ اندازی کرنے لگا ہوں، اب ان میں سے قربانی کے لیے جو تجھے پسند ہو اس کا نام نکل آئے۔)

سیدنا عبد المطلب دعا سے فارغ ہوئے تو مجاور نے قرعہ اندازی کا آغاز کیا۔ سب نہایت بے تابی سے منتظر کھڑے تھے۔ جس کے نام کا تیر نکلتا، اسے اپنے آپ کو قربانی کیلئے پیش کرنا تھا۔ بالآخر مجاور نے تیر نکالا اور سب نے دیکھا کہ اس پر سیدنا عبد المطلب کے سب سے چھوٹے اور سب سے لاڈلے بیٹے جناب سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا نام لکھا ہوا تھا[1]

سیدنا عبد المطلب نے ایک لمحہ توقف کئے بغیر ایک ہاتھ میں جناب سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا، دوسرے ہاتھ میں چھری لی اور مذبح کی طرف چل دیئے۔

ذبح کی کوشش، لوگوں کی مزاحمت

جب سیدنا عبد المطلب نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے لیے زمین پر لٹایا تو ہر طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور حیرت سے پوچھنے لگے:

"آپ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

"اوفی بنذری" (میں اپنی نذر پوری کرنا چاہتا ہوں) سیدنا عبد المطلب نے جواب دیا۔

"نہیں سیدنا عبد المطلب! واللہ ایسا نہ کیجئے" سردارانِ قریش نے کہا۔ "پہلے فلاں کاہنہ سے پوچھ لیجئے، ممکن ہے وہ اس سے بہتر کوئی صورت تجویز کر دے۔ اس طرح تو اپنی اولاد کی قربانی کی رسم چل نکلے گی۔ ہاں، اگر کاہنہ نے کہا کہ متبادل صورت کوئی نہیں تو پھر آپ بے شک ذبح کر دیجیے۔"

[1] سیرت الحلبیہ جلد اول ص 129 سید الوریٰ جلد اول ص 51 و دیگر کتب کثیرہ

بعض سرداروں نے پیش کش کی کہ اگر عبداللہ کو چھوڑ دیا جائے اور اس کے فدیہ میں راہِ خدا میں کچھ مال دے دیا جائے تو اس سلسلہ میں ہم ہر ممکن تعاون کریں گے۔ ان کان فداءہ باموالنا فدیناہ
سیدنا عبدالمطلب کے دیگر بیٹے بھی اپنے بھائی کو یوں ذبح ہوتے نہ دیکھ سکتے تھے قریش کی اس رائے کے ساتھ متفق ہو گئے کہ پہلے کاہنہ سے مشورہ کر لینا چاہیے۔ قریش کے مسلسل اصرار پر اور اپنے بیٹوں کے کہنے سننے پر بالآخر سیدنا عبدالمطلب کاہنہ کے پاس جانے کے لیے رضامند ہو گئے۔

کاہنہ کی حیرت انگیز تجویز

اس کاہنہ کا نام قطبہ تھا۔ بعض نے سجاح بھی لکھا ہے۔ ان دنوں خیبر میں مقیم تھی، اس لیے سیدنا عبدالمطلب اور ان کے بہت سے رشتہ دار اس کے پاس خیبر گئے اور ساری صورت حال بیان کی۔ اس نے کہا:

"ایک جن میرا تابع ہے، میں آج اس کے ساتھ اس سلسلے میں مشورہ کروں گی اور تم لوگوں کو کل جواب دوں گی۔"

دوسرے دن اس نے جو تجویز ان کے سامنے رکھی وہ بلاشبہ فہم و دانش اور عقل و خرد کا شاہکار تھی۔

اس نے ان لوگوں سے پوچھا: "تمہارے ہاں ایک جان کی دیت (خون بہا) کتنی ہوتی ہے؟"

"دس اونٹ" انہوں نے جواب دیا۔

''تم اس طرح کرو'' کاہنہ نے بتایا: '' دس اونٹ اور سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ پر قرعہ اندازی کرو، اگر قرعہ دس اونٹ پر نکلے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے عوض دس اونٹ کی قربانی قبول فرمالے گا۔ اگر قرعہ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے نام کا نکلے تو پھر بیس اونٹ اور سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ پر قرعہ ڈالو، اگر پھر بھی عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا نام نکلے تو پھر تیس اونٹ اور عبد اللہ رضی اللہ عنہ پر قرعہ اندازی کرو۔ اسی طرح ہر مرتبہ دس اونٹ بڑھاتے جاؤ۔ یہاں تک کہ قرعہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی بجائے اونٹوں پر نکل آئے۔ اونٹوں کی جتنی تعداد پر قرعہ برآمد ہو، اتنے اونٹ اللہ کی راہ میں قربان کردیئے جائیں اور سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا جائے۔ اس طرح تمہارا رب بھی راضی ہوجائے گا اور سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی بچ جائے گا۔'' اس عمدہ تجویز سے سب نے اتفاق کیا اور واپس آگئے۔

قرعہ اندازی

مکہ مکرمہ واپس پہنچ کر کاہنہ کے بتائے ہوئے طریقہ پر قرعہ اندازی کی گئی۔ دس اونٹوں اور عبد اللہ رضی اللہ عنہ پر قرعہ ڈالا گیا، تو عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا نام نکلا، بیس اونٹوں کی قرعہ اندازی پر بھی عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا نام نکلا۔ اسی طرح ہر دفعہ دس اونٹ بڑھتے رہے اور ہر مرتبہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا نام ہی نکلتا رہا۔ بالآخر جب سو اونٹ اور عبد اللہ رضی اللہ عنہ پر قرعہ اندازی ہوئی تو سو اونٹوں پر قرعہ نکل آیا۔ حاضرین کے مرجھائے ہوئے چہروں پر تازگی دوڑ گئی، سب خوشی سے چلائے: [1]

قد انتهى رضاء ربك يا عبد المطلب

(عبد المطلب! آپ کے رب کی رضا معلوم ہوگئی)

سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی گلوخلاصی پر سب سے زیادہ مسرت عبد المطلب کو ہی ہوسکتی تھی

(1) السیرۃ الحلبیہ ج۱،ص130 ، البدایہ والنھایہ ج۲ تاریخ طبری ج۲

کیونکہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ ان کے سب سے پیارے بیٹے تھے، لیکن ان کے باوجود ان کی احتیاط پسندی ملاحظہ ہو۔ کہنے لگے:

"صرف ایک دفعہ اونٹوں پر قرعہ نکلنا کافی نہیں ہے۔ جب تک مسلسل تین دفعہ اونٹوں پر قرعہ نہیں نکلے گا، مجھے یقین نہیں آئے گا۔"

دوبارہ سو اونٹوں اور سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ پر قرعہ ڈالا گیا اور دوبارہ سو اونٹوں پر نکلا۔ پھر جب سہ بارہ بھی اونٹوں پر ہی قرعہ نکلا، تب کہیں سیدنا عبدالمطلب کو یقین آیا کہ اللہ تعالیٰ نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے عوض سو اونٹوں کا فدیہ قبول فرمالیا ہے۔

چنانچہ عبدالمطلب نے سو اونٹ ذبح کیے اور کھلی اجازت دی کہ جس کا جی چاہے اور جتنا جی چاہے گوشت لے جائے۔ گوشت اتنی وافر مقدار میں تھا کہ انسانوں کے علاوہ گوشت خور پرندوں اور درندوں نے بھی خوب سیر ہو کر کھایا۔

قارئین کرام! یہ ہیں وہ حالات و واقعات جن کی بنا پر مؤرخین حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو بھی ذبیح قرار دیتے ہیں اور جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: [1]

انا ابن الذبیحین: میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔

درسِ عبرت:

پروردگار عالم نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو بچایا، کیونکہ دونوں کی پیشانیوں میں سرورِ عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور تھا اور انہیں کی نسل سے آپ کا ظہور مقدر ہو چکا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور ہی کی برکت سے دونوں کی قربانیاں بھی منظور ہوئیں اور جانیں بھی بچیں۔

استدلال:

اس واقعہ سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نہ صرف مومن تھے۔ بلکہ ولی کامل تھے ورنہ اللہ تعالیٰ کا نذر منظور فرمانا پھر ان کے لیے اشارہ

1 تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۷۴ البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۴۸، ۲۴۹ محمد رسول اللہ ص ۹

غیبی کا کیا معنیٰ؟

سرکار دو عالم ﷺ نے فخریہ طور پر اپنے آپ کو ذبیحین کا بیٹا فرمایا۔ ان دونوں ذبیحوں سے مراد سیدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام اور سیدنا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ والد ماجد سرکار دو عالم ﷺ ہیں۔

نوٹ: مذکورہ واقعہ میں چند باتیں بطور خاص قابل غور ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں۔

١ سرکار دو عالم ﷺ کے والد گرامی کے قربان کیے جانے کے اس واقعہ سے قبل دیت صرف دس اونٹ تھی۔ اسی کے مطابق سب سے پہلے دس اونٹوں اور جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ کے درمیان قرعہ اندازی کی گئی لیکن جب سو اونٹوں پر جا کر بات ختم ہوئی تو گویا اشارہ تھا کہ ایک انسان کا اگر بدل ہو سکتے ہیں تو سو اونٹ ہیں۔ اسی بنا پر دیت دس کی بجائے سو اونٹ مقرر ہوئی اور یہی دیت اس وقت سے تاقیامت جاری وساری رہے گی [1]

٢ حضور سرور کائنات ﷺ کو "ابن ذبیحین" کہلانا بہت پسند تھا اور آپ اسے اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے۔ چنانچہ قحط سالی کے دوران ایک اعرابی نے جب آپ سے ان الفاظ کے ساتھ سوال کیا: اے ابن ذبیحین! اس چیز سے ہمیں بھی کچھ عطا کیا جائے، جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلا مشقت عطا کیا ہے۔ ان الفاظ کے سنتے ہی آپ خوش ہوئے اور تبسم فرمایا۔

ہم ایک مرتبہ بارگاہِ رسالت میں حاضر تھے کہ ایک اعرابی آیا اور شکایت

١ سیرت حلبیہ جلد اول ص 131 الرحیق المختوم

کی کہ زمین خشک ہوگئی ہے اور کہنے لگا: یا رسول اللہ ﷺ! میں شہروں کو خشک چھوڑ آیا ہوں۔ مال ہلاک ہوگئے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے جو آپ کو عطا کیا اس میں سے مجھے بھی کچھ دیجئے۔ اے ابن ذبیحین ! یہ لفظ سن کر سرکار دو عالم ﷺ مسکرادیئے اور انکار نہ فرمایا [1]

اللہ تعالیٰ نے مزید اپنے بندوں کو عزت دی

عکرمہ رضی اللہ عنہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان دنوں 10 اونٹوں دیت (خون بہا) ہوتی تھی یعنی دستور تھا کہ ایک جان کے بدلے 10 اونٹ دیئے جائیں، عبدالمطلب پہلے شخص ہیں جنہوں نے ایک جان کا بدلہ 100 اونٹ قرار دیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قربانی نے انسان کی قدرو منزلت میں 10 گنا اضافہ کیا تھا۔

فائدہ

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قربانی سے پیشتر عرب میں انسانی دیت (خون بہا) کے 10 اونٹ مقرر تھے لیکن اس واقعہ کے بعد دیت کی مقدار 100 اونٹ مقرر ہوگئی دیت کی مقدار زیادہ ہوجانے سے ظاہر ہے کہ انسان کی قدرو قیمت بڑھ گئی ہوگی اور قتل کی واردات میں بھی نمایاں کمی ہوگئی ۔ یہ گویا اسی نور قدسی کے ظہور کی تمہید تھی جس کے عالم وجود میں آنے سے انسانیت کی قدرو قیمت میں اضافہ اور ظلم وستم کا خاتمہ ہونا تھا۔ یہ واقعہ اگرچہ حضور علیہ السلام کی بعثت سے پہلے کا ہے لیکن حضور علیہ السلام نے اسے اپنی شریعت میں جاری وساری فرمایا ہے۔ قاعدہ ہے

[1] طبقات ابن سعد جلداول ص 107 ناشر نفیس اکیڈمی کراچی

کہ احکام شرعیہ کا اجراء منجانب اللہ ہوا تھا تو اس واقعہ کی حقیقت کے ساتھ حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی عنداللہ محبوبیت کا بھی پتہ چلا۔

احسان سیدنا عبداللہ پاک کا

راقم فقیر قصوری عرض گذار ہے: دنیا والو! سوچو بار بار سوچو۔ مردوں کی قدر و قیمت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ابوالنبی سیدنا عبداللہ پاک رضی اللہ عنہ کے صدقہ و وسیلہ سے آپ رضی اللہ عنہ کے ذریعے اور توسل سے اس دن سے لیکر قیامت تک کے لیے قصاص (دیت) سو اونٹ قرار پائی۔ معلوم ہوا انسانوں کی عزت کے اندر جو اضافہ ہوا ہے وہ میرے نبی رحمت غمگسار جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کے صدقہ سے ہے یہ احسان ہے والد گرامی سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ساری دنیا کے انسانوں پر۔

لمحہ فکریہ! اگر جناب عبدالمطلب کی یہ قربانی غلط ہوتی تو پھر اس کو بطور دیت جاری و ساری رکھنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ مختصر یہ کہ جس طرح تا قیامت ہر صاحب توفیق شخص عید قربانی کے دنوں میں قربانی دے کر سنت ابراہیمی پر عمل پیرا ہوتا ہے اور ان تمام قربانیوں کا ثواب بغیر اس کے کہ کرنے والا کا کم ہو، جناب خلیل اللہ کے نامہ اعمال میں درج ہو رہا ہے۔ اسی طرح جب تک دیت کے طور پر سو اونٹ دیے جاتے رہیں گے، اس سنت کا اجر و ثواب جناب عبدالمطلب کے نامہ اعمال میں درج ہوتا رہے گا۔ سیدنا عبداللہ پاک رضی اللہ عنہ کی یاد آتی رہے گی اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے، جسے چاہے عطا کر دے تو معلوم ہوا کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد اور دادا دونوں پکے مومن اور موحد تھے [1]

[1] نور العینین ص 115 ناشر فرید بک سٹال لاہور

ایک ذبیح اللہ یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے والد گرامی حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے انتہائی پیارے اور لاڈلے فرزند تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی ذبح کرنے کا حکم دیا۔ دوسرے ذبیح حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بھی اپنے باپ کی نظروں میں اپنے دوسرے بھائیوں سے زیادہ محبوب تھے۔ ایفائے نذر کا قرعہ بھی ان کے نام نکلا۔ تو جس طرح حضرت خلیل علیہ السلام نے ارادہ ذبح میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی، اسی طرح حضرت عبد المطلب نے قرعہ اندازی میں ایک نہیں تین بار قرعہ ڈال کر یقین کرلیا۔[1]

جناب عبد المطلب اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کے لیے کھڑے ہوئے اور قرعہ اندازی کی۔ اس دفعہ قرعہ اونٹوں پر پڑا تو قریش اور حاضرین نے کہا: اللہ تعالیٰ اب اس پر راضی ہے اور اس نے تمہارے بیٹے کی جان بخشی کردی ہے۔ جناب عبد المطلب نے کہا۔ نہیں۔ خدا کی قسم! میں جب تک تین مرتبہ قرعہ نہ ڈال لوں۔ اس وقت تک یقین نہ آئے گا۔ لہٰذا انہوں نے تین مرتبہ قرعہ ڈالا اور ہر مرتبہ قرعہ اونٹوں کے نام نکلا۔ جس پر اونٹ ذبح کردیئے گئے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور جناب عبد المطلب نے اپنے اپنے صاحبزادوں سے ذبح ہونے کے بارے میں پوچھا: تو دونوں نے کوئی انکار نہ کیا، یہ ایک امتحان تھا۔ جب دونوں اپنے اپنے امتحان میں سرخرو ہوئے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ نے ایک دنبہ کی قربانی قبول فرمالی اور عبد اللہ کی جگہ سو اونٹ منظور ہوئے۔ دونوں کو خود قربان ہونے سے بچانے میں حکمت

[1] نور العینین ص 13-312 ناشر فرید بک سٹال لاہور

یہ تھی کہ دونوں کی پیشانی میں نورِ محمد ﷺ جلوہ گر تھا۔

دونوں قربانیاں خدا کی رضا کی خاطر تھیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو سرکار دو عالم ﷺ اپنے آپ کو دو ذبیح ہونے والوں کا فرزند کہنے میں خوشی کا اظہار نہ فرماتے اور نہ ہی اپنے آپ کو "ابن الذبیحین" کا لقب دیتے۔ ادھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب اللہ کی طرف سے تھا، جس کی انہوں نے تکمیل کی، تو اسماعیل ذبیح اللہ کہلائے۔ اِدھر جناب عبدالمطلب کی نذر درست تھی اور ان کی تعمیل پر ان کے صاحبزادے ذبیح اللہ کہلائے۔ اگر جناب عبدالمطلب کی نذر غلط ہوتی اور ان کی قربانی دینا شرعاً محمود وممدوح نہ ہوتا تو ایسے غلط کام پر رسول اللہ ﷺ کوئی فخر نہ کرتے اور نہ ہی تبسم فرماتے [1]

ابو محمد ﷺ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا مکہ والوں پر احسان جب مکہ معظمہ فتح ہوا

کفار مکہ سے خطاب: شہنشاہ کونین ﷺ نے اس ہزاروں کے مجمع میں ایک گہری نگاہ ڈالی تو دیکھا کہ سر جھکائے، نگاہیں نیچی کیے ہوئے اور لرزاں وترساں اشراف قریش کھڑے ہوئے ہیں۔ ان ظالموں اور جفا کاروں میں وہ لوگ بھی تھے، جنہوں نے آپ کے راستوں میں کانٹے بچھائے تھے۔ وہ لوگ بھی تھے، جو بارہا آپ پر پتھروں کی بارش کر چکے تھے اور خونخوار بھی تھے۔ انہوں نے بار بار

[1] نور العینین ص 315 ناشر فرید بک سٹال، ابوین مصطفٰے

آپ پر قاتلانہ حملے کیے تھے، وہ بے رحم و بے درد بھی تھے جنہوں نے آپ کے دندان مبارک شہید کیے اور آپ کے چہرہ انور کو لہولہان کر ڈالا تھا۔ وہ اوباش بھی تھے جو برسہا برس تک اپنی بہتان تراشیوں اور شرمناک گالیوں سے آپ کے قلب مبارک کو زخمی کر چکے تھے۔ وہ سفاک و درندہ صفت بھی تھے، جو آپ کے گلے میں چادر کا پھندا ڈال کر آپ کا گلہ گھونٹ چکے تھے۔ وہ ظلم و ستم کے مجسمے اور پاپ کے پتلے بھی تھے جنہوں نے آپ کی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نیزہ مار کر اونٹ سے گرا دیا تھا، ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا اور وہ آپ کے خون کے پیاسے تھے۔ جن کی تشنہ لبی اور پیاس نبوت کے پھول کو مرجائے بغیر کسی چیز سے نہیں بجھ سکتی تھی۔ وہ جفا کار و خون خوار بھی تھے جن کے جارحانہ حملوں اور ظالمانہ یلغار سے بار بار مدینہ منورہ کے درو دیوار دہل چکے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیارے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل اور ان کے ناک، کان کاٹنے والے، ان کی آنکھیں پھوڑنے والے اور ان کا جگر چبانے والے بھی اس مجمع میں موجود تھے۔ وہ ستمگر جنہوں نے شمع نبوت کے جاں نثار پروانوں حضرت بلال، حضرت صہیب، حضرت عمار، حضرت خباب، حضرت خبیب اور حضرت زید رضی اللہ عنہم وغیرہ کو رسیوں سے باندھ باندھ کر کوڑے مار مار کر جلتی ہوئی ریت پر لٹایا تھا تو پھر کسی کو آگ کے دہکتے ہوئے کوئلوں پر سلایا تھا، کسی کو چٹائیوں میں لپیٹ لپیٹ کر ناکوں میں دھوئیں دیے تھے اور سینکڑوں بار گلا گھونٹا تھا۔ یہ تمام جور و جفا اور ظلم و ستمگری کے پیکر جن کے جسم کے رونگٹے، بدن کے بال بال ظلم و عدوان، سرکشی طغیان

کے وبال سے خوفناک جرموں اور شرمناک مظالم کے پہاڑ بن چکے تھے۔ آج یہ سب کے سب دس بارہ ہزار مہاجرین و انصار کے لشکر کی حراست میں مجرم بنے ہوئے کھڑے کانپ رہے تھے اور اپنے دلوں میں یہ سوچ رہے تھے کہ شاید آج ہماری لاشوں کو کتوں سے نچوا کر ہماری بوٹیاں چیلوں اور کوؤں کو کھلا دی جائیں گی۔ انصار و مہاجرین کی غضب ناک فوجیں ہمارے بچے بچے کو خاک و خون میں ملا کر ہماری نسلوں کو نیست و نابود کر ڈالیں گے۔ ہماری بستیوں کو تاخت و تاراج کر کے تہس نہس کر ڈالیں گے۔ ان مجرموں کے سینوں میں خوف و ہراس کا طوفان اٹھ رہا تھا۔ دہشت اور ڈر سے ان کے بدنوں کی بوٹی بوٹی پھڑک رہی تھی، دل دھڑک رہے تھے، کلیجے منہ میں آ گئے تھے اور عالم یاس میں انہیں زمین سے آسمان تک دھوئیں ہی دھوئیں کے خوفناک بادل نظر آ رہے تھے۔ اسی مایوسی اور ناامیدی کی خطرناک فضا میں ایک دم شہنشاہ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ رحمت ان پاپیوں کی طرف متوجہ ہوئی۔ اور ان مجرموں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا: ''بولو تم کو کچھ معلوم ہے کہ آج میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں؟''

اس دہشت انگیز اور خوفناک سوال سے مجرمین حواس باختہ ہو کر کانپ اٹھے لیکن جبین رحمت کے پیغمبرانہ تیور کو دیکھ کر امید و بیم کے محشر میں لرزتے ہوئے سب یک زبان ہو کر بولے: **اخ کریم و ابن اخ کریم**

آپ مہربان بھائی اور مہربانی کرنے والے باپ کے بیٹے ہیں۔

ابوالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طہارت پاکیزگی کاذکر کیا گیا یعنی توسل پیش کیا گیا لکھنے والے وہ ہیں جو توسل کے قائل بھی نہیں اور وہ جو احسان کافروں پر بھی ہے

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طہارت نفس ، کردار کی پاکیزگی اور اخلاق کی بلندی کی نسبت جو کچھ لکھا جا چکا ہے، اس کے علاوہ اتنا اضافہ ضروری ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موذی دشمن اسیران جنگ کی حیثیت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا:

یا اھل مکۃ ما تون انی فاعل بکم قالوا اخیرا اخ کریم وابن اخ کریم [۱]

"یعنی اے اہل مکہ! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تم سے (کیسا سلوک) کروں گا؟ انہوں نے کہا: نیکی! (کیونکہ) آپ صاحب کرم بھائی ہیں اور صاحب کرم بھائی (عبداللہ رضی اللہ عنہ) کے بیٹے ہیں"

اس سے صاف عیاں ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ باجود نوعمری کے جیسے طہارت نفس اور پاک دامنی میں مشہور تھے، اسی طرح کریم النفسی اور مروت واحسان میں بھی شہرۂ آفاق ہو چکے تھے۔ قوم کے دلوں پر اس کا اتنا گہرا اثر تھا کہ ان کی وفات کے قریبًا 60 سال کے بعد بھی اپنی عفو تقصیرات کے لیے ان کے اخلاقی فضائل کو سفارشی لاتے ہیں۔ گویا ساٹھ سال کی طویل مدت تک بھی ان کے پاکیزہ اخلاق اور پسندیدہ عادات کا نقش ان کی نظروں کے سامنے ہے اور اس کا اثر ان کے دلوں سے محو نہیں ہوا [۲]

۱ طبری جلد 2 ص 120 و مدارج النبوت جلد 2 ص 359
۲ سیرت المصطفیٰ جلد اول ص 103، مصنف ابراہیم میر سیالکوٹی ناشر نعمانی کتب خانہ لاہور

لمحہ فکریہ! جن کا ذکر کافر بھی اچھے لفظوں میں کریں اور جو کلمہ نبی پاک ﷺ کا پڑھ کر ان کا ذکر خیر نہ کرے اس کا کیا بنے گا؟ اس پر سوچیے!

طہارت نفس اور پرہیز گاری

آپ کی پرہیز گاری کے بارے میں مصنف سیرت المصطفیٰ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی تحریر کرتے ہیں

حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کیسے پاک صاف رہے؟ یہ ابتلاء اسی قسم کی تھی جو حضرت یوسف علیہ السلام کو پیش آئی۔ ہر دو کے پاک رہنے کی وجہ یہ تھی کہ حضرت یوسف علیہ السلام تو نبی بننے والے تھے اور حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی پشت سے پیغمبر آخر الزمان پیدا ہونے والے تھے۔ اس میں اسی امر کی بین دلیل ہے کہ جن پشتوں اور پیٹوں سے کوئی پیغمبر پیدا ہونے والا ہو وہ پشتیں اور پیٹ اس قسم کی برائیوں سے بالکل پاک رہتے ہیں اور ان کے لیے خدائے تعالیٰ اپنی حفاظت کا خاص سامان پیدا کر دیتا ہے۔ (وما ذالك على الله بعزيز)
آگے چل کر لکھتے ہیں:

طہارت نفس اعلیٰ مقام ہے، بزرگ کارنامے تو درجہ ثانوی میں آتے ہیں اس لئے آنحضرت ﷺ کے والد ماجد کا طہارت نفس، اخلاق کی پاکیزگی اور عادات کی سنجیدگی کی یادگار چھوڑ کر وفات پا جانا آنحضرت ﷺ کی جدی شرافت کے لیے کافی ہے۔
(واللہ الہادی) [1]

(1) سیرت المصطفیٰ ج۱،ص 102 ناشر نعمانی کتب خانہ لاہور

حافظ ابوبکر خرائطی، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو شادی کی غرض سے لے جار ہے تھے کہ راستے مین شہر تبادلہ (یمن کا ایک شہر) کی ایک تعلیم یافتہ یہودی کاہنہ فاطمہ بنت مر خثعمیہ موجود تھی۔ اس نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر نور نبوت دیکھ کر فوراً شادی کا اظہار کیا اور ہمراہ سو اونٹ دینے کی پیش کش کی۔[۱]

عرب میں جاہلیت کی رسومِ بد

عرب جاہلیت کی رسوم بد میں سے نکاح کی اقسام بھی ہیں، نکاح کی ایک صورت اتخاذ اخذان یعنی یار بنانا بھی تھا۔ نکاح کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ عورت کسی مرد کو وقتی نکاح کی اجازت بھی دے دیتی تھی اور اس سے باہمی رضامندی سے ایک قسم کا عقدِ نکاح ہو جاتا تھا اور مرد عورت ایک ساتھ رہ سکتے تھے۔ شریف لوگ نکاح کی اس صورت کو حرام قرار دیتے تھے مگر کچھ لوگ اسے بھی گوارا کر لیتے تھے۔ اس تعلق یا دعوت تعلقات کو نسل کشی کے لیے جواز مل جاتا تھا۔ یوں لگتا ہے کہ یہ کاہن، راہب اور قیافہ شناس وغیرہ جو نورِ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چمک دمک کو پہچان چکے تھے اسے معاذ اللہ لوٹ کا مال تصور کرتے تھے۔ جو جائز و ناجائز طریقے سے منتقل ہو سکتا تھا۔ انہیں کیا معلوم کہ اس نورِ مقدس کا تحفظ اور عصمت و صیانت کا تو نظام خداوندی ازل سے ابد تک طے ہو چکا تھا اور اس نورِ مقدس نے اصلاب طاہرہ سے ارحام طاہرہ میں منتقل ہونا تھا۔[۲]

۱ تاریخ ابن کثیر ج 1، ص888
۲ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے والدین رضی اللہ عنہم ص53-50

ایسی پیش کشوں کا عرب میں رواج تھا، تاہم شرفاء اس کو بدکاری ہی تصور کرتے تھے۔ جس کاہنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو دعوت دی وہ کوئی معمولی عورت نہ تھی بلکہ وہ کتب سماویہ کی ماہرہ و عالمہ تھی حسین و جمیل تھی۔ اس نے نورِ نبوت پر اپنا مال و دولت، حسن و جوانی اور عزت و آبرو پیش کی مگر قربان جائیں ایسے اوصاف حمیدہ کے پاکباز جوان رعنا پر جنھوں نے اپنے دامن طہارت کو آلودگی سے محفوظ و مامون رکھا۔ بدکاری کی پیش کش کے ساتھ ساتھ سو اونٹوں کی بھاری پیش کش ٹھکراتے ہوئے اسے حرام قرار دیا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فی البدیہ یہ ایمان افروز رباعی کہی:

اما الحرام فالممات دونه
و الحل لاحل فاستبينه
يحمي الكريم عرضه و دينه
فكيف باالامر الذي تبغينه

ترجمہ: حرام کام کرنے سے تو یہ بہتر ہے کہ اس سے پہلے میری موت آجائے اور جس کام کا تم کہہ رہی ہو وہ حلال تو ہے نہیں کہ میں اس پر آمادہ ہو جاؤں
ہر شریف آدمی اپنی عزت اور اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے، پھر جس چیز کا تم تقاضا کر رہی ہو وہ کس طرح پوری کی جا سکتی ہے؟

حفیظ جالندھری نے کیا خوب کہا:

کہ ہٹ جا دور کرتے نہیں اشراف کام ایسا
سمجھتا ہوں میں بد تر موت سے فعل حرام ایسا

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ اپنے دین کی حفاظت، آپ کی اخلاقی پاکیزگی اور طہارت نفس و پرہیزگاری کا اعلیٰ نمونہ تھے۔

یہی کردار کی عظمت اور دامن کی پاکیزگی رحمت عالم ﷺ کے تمام آباؤ اجداد کا طرۂ امتیاز ہی رہی ہے۔

اس باب میں کاہنہ کے ناموں میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ وہ عورت ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ تھی اور کسی کے نزدیک فاطمہ بنت مرخثعمیہ تھی۔ واللہ اعلم

آپ نے فرمایا: میں ایسا ناجائز کام کر کے اپنی عزت و دین کو برباد نہیں کر سکتا۔

پھر وہی نور سیدہ آمنہ کے بطن اقدس میں منتقل ہو گیا۔

اسی نور کو پاکیزہ رحم میں منتقل کرنے کی وصیت آدم سے چلی آرہی تھی۔

عروہ بن زبیر، محمد صفوان اور سعید بن محمد جبیر کہتے ہیں کہ:

یہ عورت (جس نے اپنے آپ کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر پیش کیا تھا) ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ بنت نوفل تھی وہ دیکھ کر اپنے لیے شوہر پسند کرتی تھی [1]

ابو یزید مدنی کہتے ہیں کہ ایک کاہنہ کی پیشین گوئی کے مطابق جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شادی حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے ہوگئی تو تھوڑا وقت گزرنے کے بعد واپسی میں اس عورت کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اس سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ آج تو وہ پیش کش نہیں کر رہی جو

1 طبقات ابن سعد جلد اول ص 115 ناشر نفیس اکیڈمی کراچی

پچھلی مرتبہ کی تھی؟ اس عورت نے پوچھا! تو کون ہے؟ انہوں نے بتلایا: میں فلاں ہوں، تو اس عورت نے (بے نیازی سے) کہا: ''نہیں!'' تم وہ نہیں ہو۔ میں نے اس وقت تمہاری آنکھوں کے درمیان ایک نور دیکھا تھا جو اس وقت مجھے نظر نہیں آ رہا۔

میرے پاس سے جانے کے بعد تم نے کیا کیا؟

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کو بتایا کہ یہاں سے جانے کے بعد میری شادی ہوئی، میں نے بیوی کے ساتھ رات گزاری۔ اس پر اس عورت نے کہا۔

خدا کی قسم! میں بدکار نہیں ہوں بلکہ میں نے تمہارے چہرے پر ایک نور دیکھا تھا، اس لیے میں نے چاہا کہ وہ نور مجھ میں آ جائے مگر اللہ کی مرضی یہ نہیں تھی بلکہ جہاں اس نے چاہا وہاں اس نور کو بھیج دیا۔ تم اپنی بیوی کو خوش خبری دو کہ دنیا کا بہترین انسان اس کے پیٹ میں ہے [1]

کیا حضرت عبداللہ رضی اللہ کو نور نبوت کا اندازہ تھا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اس عورت کی اس پیش کش پر انتہائی حیرت تھی جو عورتوں کی فطرت کے بھی خلاف ہے اور ساتھ ہی غالبًا اس نور نبوت کا بھی کچھ نہ کچھ اندازہ تھا جس سے ان کا چہرہ منور رہتا تھا۔ اس لیے باوجود اس کے کہ حضرت عبداللہ طبعی اور نسبی طور پر انتہائی شریف اور پاکباز تھے اور وہ اپنی اسی شرافت کے تحت اس عورت کو مایوس کر کے چلے گئے تھے۔ مگر اس کا امتحان بھی کرنا چاہتے تھے کہ آیا اس نے محض نفسانی خواہش کے تحت ایسا کیا تھا یا درحقیقت اس

1 سیرت حلبیہ ج 1، ص 140-139 ناشر دارالاشاعت کراچی

نور کو پہچان کر یہ چاہتی تھی کہ اس میں منتقل ہو جائے۔ چنانچہ اس جستجو میں وہ بطور آزمائش دوبارہ اس عورت کے پاس آئے تھے جس کے بعد اس کے جواب سے اس حقیقت کی تصدیق ہوگئی [1]

ف: اہم بات جو ان واقعات سے ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس زمانہ جاہلیت میں جب اخلاقی اقدار پامال ہو رہے تھے اس وقت بھی حضورِ اقدس ﷺ کے والدین اعلیٰ اخلاقی اور دینی اقدار کے پاسبان تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کتنی ہی خاندانی اور خوب صورت عورتوں کی پیش کش ٹھکرائی اور اپنا دامن آلودہ نہیں ہونے دیا۔ ایسی پیش کش ٹھکرانے پر رسول اللہ ﷺ نے ایک عظیم خوشخبری سنائی جو مندرجہ ذیل ہے۔

توجہ طلب پہلو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ سات اشخاص پر اللہ تعالیٰ کا سایہ (رحمت) ہوگا جس دن اس کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا یعنی قیامت کے دن ۱ عادل بادشاہ۔ ۲ وہ جوان جو اللہ کی عبادت میں جوانی گزارے۔ ۳ وہ شخص جس کا دل جب وہ مسجد سے نکلے مسجد میں لگا رہے حتیٰ کہ مسجد میں لوٹ آئے۔ ۴ وہ شخص جو اللہ کے لیے محبت کریں جمع ہوں تو اسی محبت پر جدا ہوں تو اسی پر۔ ۵ وہ شخص جو تنہائی میں اللہ کو یاد کرے تو اس کی آنکھیں بہیں۔
۶ وہ شخص جسے خاندانی حسین عورت بلائے وہ کہے میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔
۷ وہ شخص جو چھپ کر خیرات کرے حتیٰ کہ اس کا بایاں ہاتھ نہ جانے کہ دایاں ہاتھ کیا دے رہا ہے [2]

1. سیرت حلبیہ ج 1، ص 139
2. مسلم بخاری ماخذ مشکوۃ باب المساجد

اس حدیث میں جن خوش قسمت افراد کا تذکرہ ہوا ان میں وہ بھی شامل ہے جو خاندانی اور خوب صورت عورت کی پیش کش صرف اللہ کی رضا کی خاطر ٹھکرا دے۔ اس حدیث کی رو سے بھی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سایہ رحمت میں ہوں گے۔ انہوں نے تو کئی عورتوں کی پیش کش کو ٹھکرایا ہے اور وہ سب ہی اعلیٰ خاندان والی اور حسن و جمال والی تھیں۔ قارئین! آپ سے بھی عرض ہے کہ ان سات صفات میں سے ایک تو اپنے اندر پیدا کریں۔ اگر زندگی میں ایک مرتبہ بھی وہ کمال مل گیا جس کا اس حدیث میں ذکر ہے تو انشاء اللہ اللہ کی رحمت آپ پر قیامت کے دن سایہ فگن ہو جائے گی اور آپ کامیاب ہو جائیں گے۔

فصاحت و بلاغت

حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ جامع صفات تھے دیگر صفات کے علاوہ ان میں شعر گوئی کا ذوق بھی تھا، آپ کے اشعار کا تذکرہ الصلاح العفدی میں کیا گیا ہے۔ ان میں سے دو شعر نقل کیے جاتے ہیں جن سے آپ کے ذوق شعر گوئی اور فصاحت و بلاغت نمایاں نظر ہوتی ہے۔

۱۔ لقد حکم البادون فی کل بلدۃ

باان لنا فضلا علی سادۃ الارض

دیہاتیوں نے ہر ہر شہر میں یہ اعلان کر دیا ہے کہ ساری دنیا کے سرداروں پر ہمیں فضیلت حاصل ہے۔

۲۔ ان ابی ذوا المجد و السود الذی

یشار بہ ما بین نشز الی خفض

اور میرے والد عزت اور سرداری والے ہیں جن کی طرف ان کی عزت و سرداری کی وجہ سے بلند و پست ہر جگہ اشارہ کیا جاتا ہے [1]

جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان: **والد کی رضا میں رب کی رضا** (ترمذی)

دوسرے مقام پر فرمایا: والد جنت کا بڑا دروازہ ہے کن لوگوں کے لیے؟ جن مسلمان اولاد نے مسلمان باپ کو راضی کیا۔ ذرا سوچیئے ہمارے باپ کا یہ مقام ہے تو آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد گرامی کا مقام کیا ہوگا؟

والدِ سرورِ کائنات سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا اپنے والد کا ادب

جناب عبدالمطلب اپنے بیٹے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف چل دیئے۔ راستے میں خانہ کعبہ کے قریب انہیں ایک عورت ملی جس کے بارے میں لوگوں کا خیال ہے کہ وہ بنی اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی میں ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی کی بہن ام قتال تھی۔

اس عورت نے ان دونوں باپ بیٹوں یعنی عبدالمطلب اور عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ساتھ ساتھ وہاں سے گزرتے دیکھا تو عبداللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ”عبداللہ رضی اللہ عنہ تم کہاں جا رہے ہو؟“ آپ بولے: مجھے میرے والد اپنے ساتھ لیے جا رہے ہیں، جہاں بھی یہ لے جائیں گے وہیں چلا جاؤں گا۔“

وہ عورت یعنی ام قتال نے عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ”کیا تم کوئی قربانی کے اونٹ ہو تمہیں نکیل پکڑ کے جہاں کوئی چاہے لے جائے؟“

---

[1] سیرت حلبیہ ج 1، ص 137

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ''یہ میرے والد ہیں، نہ میں ان کی حکم عدولی کر سکتا ہوں اور نہ ان سے جدائی برداشت کر سکتا ہوں''۔

بہر کیف یہ کہہ کر عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد عبدالمطلب کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔

قارئین کرام! پڑھا آپ نے کیسے جملے والد گرامی عبدالمطلب کے لیے [1]

مجسمۂ حیا

ابرہہ جب خانہ کعبہ کو گرانے کی نیت سے مکہ پر حملہ آور ہوا تو حضرت عبدالمطلب کعبہ کے دروازے کے پاس آئے ، اس سے چمٹ گئے اور کہنے لگے :

''اے اللہ! آدمی اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔ کل وہ (ابرہہ) اپنی صلیب اور چالوں سے تیری تدبیر پر غالب نہ آجائیں۔

جب دوسرا دن ہوا تو آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو حالات کی خبر لانے کے لیے بھیجا اور وہ قریب ہوئے تو قریش کی ایک جماعت ان کے پاس آئی تا کہ اگر ان کے لیے ممکن ہو تو وہ اس کے ساتھ ہو کر جنگ کریں۔ پس حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سرخ رنگ کے گھوڑے کو دوڑاتے ہوئے آئے اور آپ کا گھٹنا ننگا ہو گیا۔ حضرت سیدنا عبدالمطلب کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے کہا: اے قوم! عبداللہ رضی اللہ عنہ تمہارے پاس ''بشیر و نذیر'' بن کر آیا ہے۔ خدا کی قسم! اس کے جوان ہونے کے بعد میں نے کبھی اس کا گھٹنا نہیں دیکھا۔'' [2]

اس سے معلوم ہوا کہ آپ اتنے باحیا تھے کہ اپنی ستر پوشی کا خاص خیال

1. تاریخ ابن کثیر جلد دوم ص 155 ناشر نفیس اکیڈمی کراچی
2. تاریخ یعقوبی ج 1، 365

رکھتے تھے کہ اس سے پہلے آپ کے باپ نے آپ کے گھٹنے کو ننگا نہیں دیکھا، دوسرے لوگوں سے پردہ کا کیا عالم ہوگا۔ اس سے آپ کی نفاست طبع بھی نمایاں نظر آتی ہے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ وادی بطحا کے ریگستانوں میں ماہتاب لازوال تا حیات تھے۔ جوانی بھرپور رعنائیوں، شہرہ آفاق صفات اور حسن و جمال کے ساتھ جگ مگ کر رہے تھے۔ خوش بخت، سراپا حیاء اور اطاعت شعار اولاد والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل و جان کا قرار ہوتی ہے۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جیسا سجیلا نوجوان جو ذبح ہونے سے بچ گیا تھا جس سے والدین کی مسرت و شادمانی اور محبت و شفقت میں بے پناہ اضافہ ہوگیا تھا۔

اس دور میں حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جوانی کی پر کیف بہاروں کے آغوش میں قدم رکھا تو والدِ ذیشان کو آپ کی شادی کی فکر دامن گیر ہوئی۔ سردار مکہ کے پیارے، حسن و جمال کے پیکر اور نوجوان صاحبزادے کے لیے رشتوں کی کمی نہ تھی۔ شارح مواہب اللدینہ کا ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیں۔

"حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ قریش میں ایک تابندہ نور تھے اور سب سے زیادہ خوبصورت تھے، قریش کی عورتیں ان کے دام محبت میں اسیر تھیں اور قریب تھا کہ وہ ان کی محبت میں ہوش و حواس کھو بیٹھتیں" [1]

نورِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسی عظیم نعمت کے پیشِ نظر قریش مکہ کی اکثر نوجوان لڑکیاں آپ سے شادی کی خواہش مند تھیں مگر مشیت ایزدی کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی میں چمکنے والے نورِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نرالی شان تھی۔

[1] ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ج 1، ص 460

اللہ تعالیٰ کا اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کرنے کا ارادہ

حضرت کعب بن الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب اللہ تعالیٰ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو حکم دیا کہ ایسی مٹی میرے پاس لاؤ جو میرے محبوب پاک کے جسم اقدس اور جسدِ اطہر کی تخلیق کے لائق ہو؟ تو وہ سفید مٹی کی ایک مٹھی روضہ اطہر والی جگہ سے لے کر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوئے۔ بارگاہ خداوندی سے اس (مٹی) کو تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا، جنت کی نہروں سے اسے دھویا گیا پھر (نور نبوت اس میں رکھ کر) اس کو عرش و کرسی، لوح و قلم، آسمانوں اور زمینوں میں ہر جگہ پھرایا گیا تا کہ ملائکہ اور ہر شے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شرف و فضل کو پہچان لے۔ پھر نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ انور یکے بعد دیگرے پاک پشتوں اور پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ آپ کی ولادتِ باسعادت ہوئی [1]

ایسی عزت و شرف والی ''مٹی'' جس کو عالم بالا میں تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا ہو، جنت کی نہروں میں اسے دھویا گیا ہو۔ ایسے بے مثل و بے مثال مشک عنبرین جسم اطہر کے لیے میرے رحیم و کریم، خالقِ کائنات نے پاک و طاہر، منزہ و افضل اعلیٰ شکم مادر کا انتخاب فرما لیا تھا۔ یہ سعادت قبائل قریش کی شاخ بنو ہاشم و بنو زہرہ کے مقدر میں روز ازل سے ہی رقم تھی۔

رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ حق بیان سے دو قبائل (بنو ہاشم و بنو زھرہ) کو تمام انسانی قبائل میں سب سے زیادہ افضل اور بہترین قبیلے قرار دیا گیا ہے۔

1 اسلامی تربیتی نصاب جلد دوم ص 270 ناشر منہاج القرآن لاہور

قبیلہ بنو زہرہ

بنی زہرہ قریشیوں میں سے ایک معزز و معتبر خاندان ہے، جو بنی زہرہ بن کلاب کی اولاد ہیں، زہرہ بن کلاب نبیٔ محتشم ﷺ کے چوتھے جدِ امجد قصی کے بھائی تھے۔ زہرہ کے دو بیٹوں سے ان کی نسل بڑھی۔

(۱) حارث بن زہرہ (۲) عبد مناف بن زہرہ ۔ عبد مناف حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے دادا محترم ہیں۔ ان کو بھی کافی عزت و شہرت نصیب ہوئی۔

زہرہ کے لغوی معنی رنگ کی چمک دمک (اشراق فی اللون) خواہ رنگ سفید ہو یا کوئی اور۔ بنی زہرہ کے لوگ اسلام سے پہلے کے زمانے میں زیادہ مشہور نہ تھے۔ تاہم ان کی شرافت اور عظمت مسلمہ تھی۔ اس شرافت و عظمت کے طفیل ہی حسب و نسب میں پاکیزہ فطرت شمار ہوتے تھے۔ خاتم الانبیاء اور رسول اعظم و آخر کے ننھیال بننے والے تھے [۱]

قبیلہ بنو ہاشم و بنو زہرہ کے دیرینہ تعلقات

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شادی سے پہلے بھی ان دو قبائل کے درمیان رشتے داریاں قائم ہوتی رہیں اور طلوع اسلام کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا [۲]

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ سَيِّدِ الْاَبْرَارِ وَعَلٰى وَالِدَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقَرَارْ۔

۱ اسلامی تربیتی نصاب ج دوئم ص270 منہاج القرآن (مولد العروس ابن جوزی)
۲ پیارے رسول ﷺ کے پیارے والدین رضی اللہ عنہما ص 56

نرالی شان سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا والدۂ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

قریش کی ایک مشہور کاہنہ سودہ (۱) ایک دفعہ بنی زہرہ کی عورتوں سے کہنے لگی: ''تمہارے درمیان ایک ایسی لڑکی ہے جو یا تو خود لوگوں کو عذاب الٰہی سے

(۱) علم قیافہ بھی پامسٹری جیسا ایک علم ہے۔ فرق یہ ہے کہ پامسٹری کا موضوع صرف انسانی ہاتھ ہے جبکہ قیافہ کا تعلق پورے انسانی جسم سے ہے۔ اس علم کو جاننے والے جسم کے مختلف حصوں پر نظر آنے والی علامات اور نشانیاں دیکھ کر مستقبل کے حالات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ ایک اچھے قیافہ شناس کا تجزیہ عموماً بالکل صحیح ثابت ہوتا۔

عرب میں یہ علم عام تھا اور اس پر عربوں کے اعتماد کا یہ عالم تھا کہ کسی بھی مسئلے میں قیافہ شناس کا فیصلہ حرفِ آخر سمجھا جاتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو بہت مسرور تھے۔ مجھ سے فرمانے لگے: عائشہ رضی اللہ عنہا! کیا تجھے معلوم ہے کہ آج زید اور اسامہ اس طرح چادر اوڑھے لیٹے تھے کہ ان کے چہرے چادر میں چھپے ہوئے اور پاؤں باہر نکلے ہوئے تھے۔ اسی دوران **مجزز مدلجی** ان کے قریب آیا اور جب اس کی نظر ان دونوں کے پاؤں پر پڑی تو پکارا اٹھا:

ان ھذہ الاقدام بعضھا من بعض ۱

بلاشبہ یہ پاؤں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں

۱ بخاری ج۲، ص۱۰۰۱ مسلم ج۱ ص۴۷۱ ابوداؤد ص۳۰۹

ڈرانے والی ہوگی یا اس کا بیٹا یہ کام کرے گا، اس لیے تم اپنی تمام لڑکیاں میرے رو برو پیش کرو تا کہ میں اسے پہچان لوں۔"

چنانچہ یکے بعد دیگرے اس کے سامنے لڑکیاں لائی جاتی رہیں اور وہ ہر ایک کو مستقبل کے بارے میں کچھ نہ کچھ بتاتی گئی۔ تاریخ انسانی کی عظیم ترین ہستی جناب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا جب اس کے روبرو آئیں تو انہیں دیکھتے ہی کہنے لگی:

هذه النذيرة او تلد نذير الا شان وبرهان منير

(یہ وہ لڑکی ہے جو یا تو خود "نذیرہ" ہوگی، یا اس کا بیٹا نذیر (عذابِ الٰہی سے ڈرانے والا) ہوگا، جو بڑی شان والا اور واضح دلیل والا ہوگا۔) [1]

کاہنہ کی اس پیشنگوئی کے علاوہ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے والد وہب، بنی زہرہ کی سب سے ممتاز شخصیت تھے۔

اس حدیث کا مفہوم سمجھنے کے لیے اس کے پس منظر سے آگاہی ضروری ہے۔

(۱) حضرت زید رضی اللہ عنہ، جانِ دو عالم ﷺ کو اتنے پیارے تھے کہ آپ نے انہیں اپنا بیٹا بنا رکھا تھا۔

(۲) جب زید رضی اللہ عنہ کے ہاں اسامہ رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے، تو اتفاق سے ان کا رنگ کالا تھا، جب کہ زید رضی اللہ عنہ انتہائی سرخ وسپید تھے۔

(۳) اتنی سی بات کو بنیاد بنا کر منافقین نے یہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ چونکہ اسامہ رضی اللہ عنہ کا رنگ روپ زید سے مشابہت نہیں رکھتا، اس لیے یہ زید رضی اللہ عنہ کا نہیں، بلکہ غیر کا بیٹا ہے۔

(۴) جانِ دو عالم ﷺ اس بے ہودہ الزام تراشی پر بے حد رنجیدہ اور آزردہ خاطر تھے۔

[1] سیرۃ الحلبیہ جلد اول ص 155 ناشر دار الاشاعت کراچی
سید الوریٰ جلد اول ص 59 ناشر علم وعرفان پبلشرز لاہور

وھو یومئذ سید بنی زھرۃ نسبا و شرفا

(وہ اپنی عالی نسبی اور شرافت کی وجہ سے بنی زہرہ کے سردار تھے) اور ان کی بیٹی سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بھی قریش کی سب سے پاکیزہ بیٹی تھیں۔

وھی یومئذ افضل امراۃ فی قریش نسبا و موضعا [1]

جس لڑکی کے بطن سے بڑی شان والے اور واضح دلیل والے نذیرہ کے جلوہ افروز ہونے کی بشارت دی جا چکی ہو، جس کا باپ شریف اور عالی نسب سردار ہو اور جو خود سارے قبیلہ قریش میں سب سے بہتر اور افضل ہو، اس سے زیادہ موزوں لڑکی اور کون سی ہو سکتی تھی جس پر عبدالمطلب کی نظر انتخاب پڑتی ؟

(۵) مجزز عرب کا ایک مشہور قیافہ شناس تھا، اس کا یہ کہنا: ''پاؤں ایک دوسرے سے وابستہ ہیں'' بہتان تراشیوں کا سد باب کرنے اور منافقین کا منہ بند کرنے کے لیے کافی تھا، کیونکہ قیافہ شناس کی بات پتھر پر لکیر سمجھی جاتی تھی۔ اس بنا پر جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجزز کے اس اعلان سے بے پناہ مسرت حاصل ہوئی مردوں کے علاوہ بعض عورتوں کو بھی اس علم میں کمال حاصل ہوا ہے۔ مثلاً قریش کی مشہور کاہنہ سودہ۔ یہ کاہنہ پیدائشی طور پر نادیدہ اور پراسرار طاقتوں کی منظور نظر تھی۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ جب یہ پیدا ہوئی تو اس کا رنگ کالا اور آنکھیں نیلی تھیں۔ اہل عرب تو یوں بھی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے، پھر ایسی لڑکی کو تو کچھ زیادہ ہی منحوس سمجھتے تھے، اس لیے اس کے باپ نے اسی وقت اس بچی کو ایک شخص کے حوالے کیا کہ اسے لے جا کر صحرا میں دفن کر دو۔ اس شخص

[1] سیرت الحلبیہ جلد اول ص 155 ، سید الوریٰ جلد اول ص 59

سخاوت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ

مروی ہے کہ حضرت عبدالمطلب اپنے صاحبزادوں میں سے ہر ایک کو روزانہ ایک دینار خرچ کے لیے دیا کرتے تھے دیگر فرزند تو خرچ کرتے مگر سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ محلّہ میں جا کر بیوہ عورتوں، یتیم بچوں اور مسافروں میں تقسیم کر دیتے اور اپنے ذاتی خرچ میں نہ لاتے۔ بھائیوں نے شکایت کی، عبدالمطلب نے دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ میں ایسی جگہ صرف کرتا ہوں کہ میرے کھانے سے بہتر ہے اور مجھے

نے صحرا میں گڑھا کھود کر جب اسے دفن کرنا چاہا تو آواز آئی:

لا ئید الصبیة و خلها البریة

(اس بچی کو مت دفن کرو! اسے اسی طرح صحرا میں چھوڑ دو!)

اس شخص نے ادھر اُدھر دیکھا مگر کسی آدمی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اس نے آواز کو اپنا وہم سمجھ کر دوبارہ دفن کرنا چاہا، دوبارہ غیبی آواز آئی: اس بچی کو مت دفن کرو، مت دفن کرو۔

وہ شخص خوفزدہ ہو کر لڑکی کے باپ کے پاس دوڑا ہوا گیا اور جو کچھ پیش آیا تھا، بیان کیا۔ باپ سمجھ گیا کہ یہ کوئی غیر معمولی لڑکی ہے اور اسے دفن کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

یہی بچی بڑی ہو کر بہت اونچے درجے کی کاہنہ بنی [1]

(1) سیرت حلبیہ ج ا ص 155 ناشر دارالاشاعت کراچی
〃 سید الوریٰ ج اول ص 59 ناشر علم و عرفان پبلیشر لاہور
〃 زرقانی علی المواہب ج 1 ص 71 ناشر فرید بک سٹال لاہور

اس کے صلے میں نعماء فردوس ملیں گے اور میں احکم الحاکمین سے تجارت کر رہا ہوں یعنی بیواؤں، یتیموں اور مسکینوں کو دیتا ہوں۔ یہ تقریر سن کر سیدنا عبد المطلب بہت خوش ہوئے، دعا دی اور بجائے ایک دینار کے دو دینار دیا کرتے۔ آپ ان دونوں کو انہیں تین گروہوں میں خرچ کرتے۔

نوید نکاح از سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام

حضرت سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ پر اکثر عورتیں بوجہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی عاشق تھیں اور خواہش نکاح کرتیں۔ جب سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے ان کے والدین دریافت کرتے کہ تم کس خاندان اور کس لڑکی سے نکاح کرو گے؟ آپ خاموش ہو جاتے۔ سیدنا عبد المطلب نے سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ہم مجلس لڑکوں کو بلایا اور فرمایا: ہم تم کو دس دینار دیں گے تم عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے یہ دریافت کرو کہ ان کا دل شادی کرنے کو چاہتا ہے؟ کس خاندان میں؟ اور کس لڑکی سے؟ وہ سب دوست دینار کی لالچ میں سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور دریافت کیا آپ نے جواب دیا: میری شادی تو ہو گئی۔ اب

مؤرخین کہتے ہیں کہ بنی زہرہ کی لڑکیوں کے بارے میں اس نے جتنی بھی پیشینگوئیاں کی تھیں وہ اسی طرح وقوع پذیر ہوئیں۔

فقالت فی کل واحدۃ منھن قولا ظھر بعد حین [1]

ہمیں اور لڑکیوں کے بارے میں تو کچھ پتہ نہیں، لیکن تاریخ شاہد ہے کہ خوش نصیب حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں اس نے جو کچھ کہا وہ حرف بحرف درست ثابت ہوا۔ فسبحان العلیم الخبیر، یعلم من یشاء ما یشاء

1 سید الوریٰ جلد اول ص 59

دوسری شادی کیسی؟

وہ سب دوست بھی حیران ہوئے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کوخواب میں دیکھا ہے آپ فرماتے ہیں: تیرا نکاح عرش معلّٰی پر آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوگیا ہے، مبارک ہو! والدین سے دست بستہ عرض کرو کہ آپ اس کا اعلان سیدنا وہب کے مکان پر چل کر کرا دیجئے، جب وہ دوست چلنے لگے تو سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میری اور آمنہ خاتون کی عادت بھی ایک ہے اور اسماً مناسبت تام ہے۔ سنو! میرے نام میں حرف عین پہلے ہے، آمنہ میں حرف الف پہلے ہے اور دونوں حرفوں پر نقطہ نہیں ہے۔ میرے نام میں نیچے نقطہ ہے اتنا فرق ضرور ہے کہ میرے نام میں نیچے نقطہ ہے حرف بے کا اور آمنہ میں نون کا نقطہ ہے۔ پیٹ میں اس میں حکمت الٰہی یہ ہے کہ نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے صلب سے منتقل ہوکر شکم سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا میں محفوظ رہے گا، میرے نام میں دوسرے حرف پر اس میں اشارہ ہے کہ مرد سردار ہیں اپنی زوجہ کے۔ میرا نام بھی ہائے ہوز پر ختم ہوتا ہے اور آمنہ رضی اللہ عنہا کا نام بھی ہائے ہو پر ختم ہوا ہے۔ وہ سب لڑکے خوشی خوشی سیدنا عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سب نے تقریر سنائی، آپ بہت خوش ہوئے اور بجائے دس دینار کے بیس دینار دیئے، دس سیر کھجوریں دیں اور تمام خاندان والوں سے مشورہ کر کے سیدنا وہب کے مکان پر پہنچے۔ دستک دی جواب آیا: ''مَنْ'' کون ہو؟ اُدھر سے کہا گیا: انا عبدالمطلب! اُدھر سے جواب آیا: فنعم المجئی جاء پس اچھا آنا آئے، بعدازاں دریافت کیا: آپ نے کیسے تکلیف کی؟ سیدنا عبدالمطلب

نے ساراقصہ بیان فرمایا۔اس پر سیدنا وہب نے فرمایا: بخدائے لایزال سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے مجھے بھی یہی بشارت دی ہے میں آپ کا منتظر تھا۔ یہ دستور نہیں ہے کہ بیٹی والا خود پیغام لے کر جاوے مگر حق الیقین تھا کہ جب مجھے بشارت ہوئی ہے تو آپ کو بھی ضرور ہوگی۔[1] ماشاء اللہ

دولہا کی ایک جھلک

قارئین کرام! آیئے، ذرا شادی سے پہلے اس دولہا کی ایک جھلک دیکھ لیں جس کی خوبصورتی کا اوراقِ تاریخ میں بڑا چرچا ہے۔

جس طرح مصر کی خواتین حضرت یوسف علیہ السلام کے شاہکار حسن کو دیکھ کر مدہوش ہوگئی تھیں، اسی طرح عرب کی عورتیں قریش کے اس جوانِ رعنا کے جمالِ بے مثال پر فریفتہ تھیں اور ہوش و خرد سے بے گانہ ہو چکی تھیں۔

و کان اجملهم فشغفت به نساء قریش و کدن ان تذهب عقولهن

(وہ حسین ترین انسان تھے، قریش کی عورتیں ان کی محبت میں پاگل اور دیوانی ہوئی جاتی تھیں۔) [2]

دس، بیس نہیں، سینکڑوں لڑکیاں ان کی محبت میں گرفتار تھیں اور آس لگائے بیٹھی تھیں کہ ہماری شادی عبداللہ سے ہو جائے گی مگر جب عبدالمطلب نے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو منتخب کر لیا تو عشقِ عبداللہ رضی اللہ عنہ میں وارفتہ دیگر لڑکیاں، عمر بھر غمِ محبت کو دل میں بسائے کنواری بیٹھی رہیں اور انہوں نے کہیں بھی شادی نہیں کی۔

ان کا یہی نظریہ تھا کہ اگر عبداللہ رضی اللہ عنہ نہیں تو پھر کوئی بھی نہیں۔

1. ابوین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص 174 ناشر مکتبہ اویسیہ بہاولپور
2. سید الوریٰ جلد اول ص 61 ناشر علم و عرفان پبلشرز لاہور

ہاں ! مجھے اب اپنی ان تنہائیوں سے پیار ہے
یہ جو میرے ساتھ ہیں تیرے چلے جانے کے بعد

چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لما بنی عبد اللہ بامنة احصوا ما ئتی امراة من بنی مخذوم و بنی عبد مناف متن ولم یتزوجن اسفا علی ما فاتھن من عبد اللہ

(جب سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شادی آمنہ سے ہوئی تو بنی مخزوم اور بنی عبد مناف کی 200 لڑکیاں شمار کی گئیں، جنہوں نے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو نہ پاسکنے کے غم میں مرتے دم تک شادی نہیں کی۔ کیا تاریخ عالم میں کوئی ایسا البیلا آپ کی نظروں سے گزرا ہے جس کے غمِ فراق میں دوسولڑ کیوں نے شادی سے انکار کردیا ہو؟ نہیں! ہرگز نہیں۔[1]

قارئین کرام! اصل بات یہ ہے کہ ذاتی طور پر کوئی شخص اتنا حسین ہو ہی نہیں سکتا۔ جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ کے جمالِ بے محابا کا اصل راز یہ تھا کہ آپ نورِ نبوت کے حامل تھے، نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امین تھے۔ اسی نور کے جھلکنے کی بناء پر آپ کا چہرہ غیر معمولی طور پر تاباں و درخشاں تھا۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے:

وکان نور النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یری فی وجھه کالکوکب الدری

(ان کے روئے انور پر نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یوں جھلکتا تھا جیسے چمکتا ہوا تارا)

نورِ نبوت کا حامل یہ بانکا سجیلا اٹھارہ سالہ نوجوان جب بن سنور کر دولہا بنا ہوگا تو اس کی سج دھج کا کیا عالم رہا ہوگا؟[2]

1. سید الوریٰ جلد اول ص 61 الزرقانی علی المواہب ج ا، ص 133 الاثار المحمدیۃ ج س ص ۳۸
2. سید الوریٰ جلد اول ص 62 سیرت الحلبیہ جلد اول ص 136 الزرقانی علی المواہب ج ا، ص ۱۲۴

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نکاح

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا عظیم المرتبت عظیم البرکت، نیک طینت، طیبہ وطاہرہ، اعلیٰ وافضل صفات کی حامل تھیں۔

محدث ابن جریر طبری حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اور ان کے والدِ گرامی وہب کی نسبت لکھتے ہیں: ''وہب بن عبد مناف بن زہرہ نے جو اس وقت اپنی عمر اور شرافت کی وجہ سے بنی زہرہ کا رئیس تھا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شادی آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے کی جو باعتبار شرافت، نسب اور مرتبہ کے تمام قریش سے افضل تھیں [1]

نوری نبوت کے حامل حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نکاح کے لیے ایسی صفات کی حامل عظیم المرتبت خاتون سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب قدرت کا عظیم احسان تھا۔ جسے مسکن خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس نعمت عظمیٰ کے حاصل ہونے پر حضرت عبدالمطلب نے فرمایا:

''تعریف بزرگ و برتر خدا ہی کے لیے ہے اور میں اس کا شکر گزار ہوں کہ اس نے مجھے بنوزہرہ کی سفید چہرے والی خاتون بطور بہو عطا فرمائی [2]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شادی کے بارے میں مختلف روایات ہیں جن سے یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہ واقعہ کس ماہ وسن اور کس زمانے میں وقوع پذیر ہوا۔ تاہم تاریخ یعقوبی کی روایات کے مطابق آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا سے حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا نکاح زمزم کی کھدائی کے دس سال بعد ہوا۔ بعض کا قول ہے کہ بارہ یا چودہ سال بعد ہوا۔

(1) تاریخ طبری جلد دوم ص 126 ناشر نفیس اکیڈمی کراچی (2) الامین ج 1، ص 181

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے فدیہ دینے اور آپ کی شادی کے درمیان ایک سال کا فاصلہ تھا [1]

نکاح کے وقت حج کا موسم تھا

مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اس نکاح کے وقت حج کا موسم تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مع آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا حج کے لیے گئے۔ خیال رہے کہ یہ مہینہ رجب کا تھا۔ جیسا کہ اُن کی پرانی عادت تھی کہ مہینوں میں تبدیلیاں کر دیتے تھے۔ قرآن کریم فرماتا ہے: **یحلونه عاما ویحرمونه عاما** لہٰذا واقع پر شبہ نہیں ہوسکتا کہ اگر حج کے زمانے میں حمل شریف کا استقرار ہوا تو ربیع الاول تک نو مہینے کیسے پورے ہوئے [2]

آپ کی شادی مبارک پر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو ایک اوقیہ چاندی، ایک اوقیہ سونا، ایک سو اونٹ، ایک سو گائیں اور ایک سو بکریاں عطا کی گئیں۔ بہت سے جانور ذبح کر کے کھانا تیار کیا گیا اور لوگوں کو کھلایا گیا (گویا یہ حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ولیمہ تھا) اس دن رجب المرجب کا کوئی جمعہ تھا [3]

نکاح:

روایت ہے کہ سیدنا وہب نے اپنے خاندان والوں کو جمع کیا اور باقاعدہ اس شریعت کے موافق نکاح ہوگیا۔ اس وقت چند لڑکیوں نے دف بجا کر چند

(1) نعمتِ کبریٰ ص 84 ناشر زاویہ پبلیشرز لاہور

(2)، (3) مواعظہ نعیمیہ ص386 ناشر نعیمی کتب خانہ لاہور

اشعار عربیہ بطور مبارک باد پڑھے ، یہ ناچیز ان اشعار کا ترجمہ ہندی میں کر کے ہدیہ مومنین کرتا ہے:

رب نے کھسی کا دن دکھلایو
اچھی گھڑی سے بیاہ رچایو
عبد اللہ کو دولہا بنایو
نور کا سہرا سیس بندھایو
نوبت باجی دین نبی کی
ہر ڈنکے نے آنکھ جگایو
آمنہ بی بی بھاگ تہارے
جگ داتا نے نبی بنایو
حیا کہسن دولہا آیو دوارے
نور خدا کا ہر سو چھایو

خطبہ نکاح کے بعد درود شریف اور طواف کعبہ شریف

بعد رخصت ہونے کے پہلے خانہ کعبہ میں لے گئے اور دولہا دولہن کو طواف کروا کر مقام ابراہیم پر دو دو رکعت نوافل پڑھائے گئے ، بعد نماز یہ درود محمود عبرانی سو سو مرتبہ پڑھوایا۔ درود یہ ہے:

اللھم صل وسلم علی یردہ طعن اھر نودہ طعن علع اونی اغفرلی

شاعری: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ والد ماجد حضور نبی کریم ﷺ کے چند

یہ اشعار ہیں، جن کو الصلاح صفری نے اپنے تذکرہ میں بیان کیا ہے :

لقد حکم السارون فی کل بلدۃ
بان لنا فضلا علی سادۃ الارض
و ان ابی ذو المجد و السود و الذی
یشار بہ صابین بسر الی حفض
وجدی و آباء لہ ابلو العلی
قدیما یطلب العرف و الحسب المحض

(مسالک الحنفاء)

ترجمہ: ہر شہر کے باسی مانتے ہیں کہ ہمیں زمین پر تمام سرداران پر فضیلت ہے۔ میرا والد بزرگی اور سیادت کا مالک ہے، بسر و حفض تک اسی ہی کی شرافت کے ڈنکے بج رہے ہیں اور دادا ایسے ہی تمام اجداد بلند قدر ہیں اور قدیم سے خالص حسب و نسب والے اور نیکی کے متوالے ہیں [1]

زمین، آسمان اور جنت میں خوشیاں

جب نورِ محمد ﷺ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر میں منتقل ہوا تو زمین، آسمانوں اور جنت میں خوشیاں منائی گئیں۔ علامہ البکری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نکاح حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے پڑھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم فرشتوں کی صفوں میں سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر اعلان کردو۔ ارشاد الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت جبریل علیہ السلام نے اعلان کیا: بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کی تکمیل فرمادی اور اپنی مشیت کو پورا فرمادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ اپنے نبی کے بھیجنے کے سلسلے میں حق ہے کہ وہ بشیر، نذیر سراج منیر نیکی کی دعوت دینے والا، برائی سے منع کرنے والا، اللہ

[1] ابوین مصطفیٰ ﷺ ص 175 مصنف شیخ الحدیث فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ

کی طرف لوگوں کو رغبت دلانے والا اور امانتدار ہوگا۔ ان کے نور کو اللہ تعالیٰ تمام ممالک میں ظاہر فرمائے گا، وہ تمام لوگوں کے لیے رحمت ہوں گے، وہ شرف و رضا کو پسند کرنے والے اور برائی سے اجتناب کرنے والے ہوں گے۔ وہ ایک ایسا نور ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تخلیق آدم سے قبل تم پر منکشف فرمایا تھا۔ ان کا نام آسمانوں پر احمد، زمین پر محمد اور جنت میں ابوالقاسم ہے۔ اس موقع پر فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و تقدیس، تحمید اور تسبیح پڑھتے ہوئے حضرت جبریل علیہ السلام کے اعلان کا جواب دیا۔ بعدازاں جنت کے دروازے کھول دیے گئے، دوزخ کے دروازے بند کر دیے گئے اور حور و غلماں خوشی سے جھوم اُٹھے۔ حوروں نے اپنے آپ کو سجا لیا، پرندے درختوں کی ٹہنیوں پر اللہ تعالیٰ کی تہلیل، تسبیح اور تقدیس کے گیتوں میں مصروف ہوگئے [1]

خانگی معاملات

شادی کے بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنا الگ گھر بسا لیا۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کے لیے ایک حبشی کنیز لائے جس کا نام برکت اور کنیت ام ایمن رضی اللہ عنہا تھی۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کو یہ سعادت حاصل رہی کہ آپ نے اپنی پوری زندگی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت بجالاتے ہوئے گزاری۔ (زہے قسمت) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے پانچ اونٹ، بکریوں کا ایک ریوڑ تھا اور اپنی شریک حیات کے ہمراہ ہنسی خوشی رہنے لگے۔

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا سفر تجارت

تجارت آپ کا آبائی پیشہ تھا۔ شادی کے کچھ عرصہ بعد قریش کا ایک تجارتی قافلہ شام کے لیے روانہ ہوا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی مال تجارت لے کر اس کے ساتھ شامل ہوگئے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے لیے یہ تجارتی سفر کوئی نیا سفر نہ تھا بلکہ آپ کے باپ دادا کا آبائی پیشہ تھا اور کاروباری معاملات میں مہارت آپ کو ورثہ میں ملی

[1] کتاب الانوار و مصباح السرور والافکار مطبوعہ مصطفیٰ البابی مصر ص39، ماخذ ایمان والدین مصطفےٰ ص13

تھی۔آپ نے یقیناً اس سے پہلے بھی سفرِ تجارت کیے ہوں گے ، کیونکہ قریش اپنے نوجوان بیٹوں کو تربیت کے لیے قافلوں میں ساتھ لے جاتے تھے تا کہ وہ سفر کی منزلوں ، قافلوں کے راستوں اور جن قبائل وشیوخ کے علاقوں سے ان کے قافلے گزرتے تھے ،ان سے واقف ہو جائیں۔پھر دور دراز کی منڈیوں میں خرید و فروخت کے طریقے سیکھ جائیں۔

نکتہ: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان بھی ہے کہ ایمان دار تاجر قیامت کے دن میرے ساتھ ہو گا۔ تو ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد بھی تجارت کے لیے شام تشریف لے گئے ۔اس طرح وہ بھی تاجر پیشہ تھے۔ دیانت دار ہونے کی وجہ سے قیامت کے دن اپنے شان والے بیٹے کے ساتھ ہوں گے۔ انشاءاللہ

جدائی:

پھر جدائی کی گھڑی آ گئی :

جب پو پھٹی ، کوچ کی گھنٹی بجی اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی محبوب بیوی کو خدا حافظ کہا۔

صحن میں کھڑے ہو کر انہیں صبر کی تلقین کی اور تسلی دیتے ہوئے فرمایا :

چند دن ہی تو ہیں ، میں بہت جلد سفر سے واپس آ جاؤں گا۔اے آمنہ رضی اللہ عنہا ! تو تو جانتی ہے کہ میں کس قدر تم سے محبت کرتا ہوں ، میں محبت وعشق کے پروں کے ساتھ اڑتا آپ کے پاس پہنچوں گا۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی آواز بھرا گئی ، غم نے گویا ان کی قوت گویائی چھین لی ہو۔

آپ کے بعد میں کیسے جیئوں گی ؟

سیدنا حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے بڑی ملاطفت سے جواب دیا:

میرے خوابوں سے گفتگو کیا کیجیے جو ہمیشہ آپ کے اردگرد طواف کرتے رہیں گے اور چکر کاٹتے رہیں گے۔ میرے اس دل کو سنبھال رکھیے جسے میں اپنے جسم سے نکال کر آپ کے پاس چھوڑے جا رہا ہوں اور بے روح جسم کے ساتھ سفر کر رہا ہوں۔ میرا یہ بے روح جسم ہمیشہ اپنی محبوب ترین جگہ کی طرف کشش محسوس کرتا رہے گا۔ اور اللہ کی مخلوق میں سے محبوب و جمیل ترین ہستی کی محبت کے دام میں گرفتار رہے گا۔

مخدومہ دو جہاں آمنہ کی ہچکی بندھ گئی اور ہاتھ کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔

سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ! ہائے یہ جدائی کی لمبی سیاہ راتیں!

سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ بوجھل قدموں سے آہستہ آہستہ گھر کے دروازے کی طرف چل پڑے اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی طرف دیکھ کر فرمایا:

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا! صبر سے کام لو۔ سنہرے سپنے آپ کے مونس و غمخوار ہوں گے۔ جدائی کی لمبی سیاہ راتوں میں تجھے تسلی دیں گے۔ کیا بنت نوفل کی بات بھول گئی ہیں۔ فاطمہ بنت مر کی گفتگو یاد نہیں۔ کل جو تم نے خواب دیکھا تھا اسے کیا بھلا دیا ہے؟

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ جب دروازے پر پہنچے تو اس سے پہلے کہ جذبات سے مغلوب ہو جاتے اور صبر کا پیمانہ چھلک پڑتا آپ تیزی سے چل دیے۔ جبکہ حضرت آمنہ جہاں تھیں وہیں پر خاموش کھڑی رہیں۔ گھر تو وہی تھا مگر اس کے درو دیوار اجنبی سے لگ رہے تھے۔ گھر کی چوکھٹ سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے دل تھام لیا کہ کہیں غم واندوہ کے مارے پھٹ ہی نہ جائے۔ آپ کی خادمہ ''برکہ ام ایمن رضی اللہ عنہا'' نے آپ کی حالت دیکھی تو دوڑی آئی۔

آپ رضی اللہ عنہا کو پکڑ کر بستر پر بٹھایا اور پھر پاس بیٹھ کر ادھر ادھر کی باتیں کر کے انہیں تسلی دینا چاہی۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جدائی کا جو غم پہنچا تھا اس کا مداوا کرنے لگی۔

کئی دن اور کئی راتیں گزر گئیں مگر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے بستر سے الگ نہ ہوئیں۔ وہ اپنے محبوب خاوند کے غم کی تلخیوں کو برداشت کر رہی تھیں اور ان کی جدائی میں دل تھامے بیٹھی تھیں۔ گھر والوں نے بہت کوشش کی کہ وہ انہیں تنہائی کی اس کیفیت سے نکالیں۔ حضرت عبدالمطلب نے تسلی دی۔ ہمت بندھائی کہ کہیں اس غم میں گھل گھل کر ان کی صحت ہی خراب نہ ہو جائے مگر جدائی کا غم گھر والوں اور سہیلیوں کی تسلی پر غالب تھا۔ بلکہ وہ نہ پسند کرتی تھیں کہ عزلت و تنہائی کے ان لمحوں میں کوئی مخل ہو اور جانے والے کے تصورات اور سپنوں کا تسلسل ٹوٹے۔

ایک ماہ کا عرصہ گزرتے یوں لگا گویا صدیاں بیت گئی ہوں۔ اس عرصہ میں کوئی خاص بات نہیں کہ ذکر کی جائے۔ ہاں آمنہ رضی اللہ عنہا حمل کی گرانی محسوس فرماتیں۔ اس سے انہیں ایک خاص خوشی اور طمانیت حاصل ہوتی۔ حافظ ابن سید الناس واقدی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں اور واقدی نے یہ روایت وہب بن زمعہ عن عمتہ کے طریق سے لی ہے۔ وهب بن زمعہ کی پھوپھی صاحبہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ کے بطنِ اقدس میں تھے تو وہ فرماتی تھیں: میں عام عورتوں کی طرح حمل کی گرانی یا بوجھ محسوس نہیں کرتی تھی۔ حمل کے دوران میرے پاس ایک آنے والا آیا۔ میں نیند اور بیداری کی درمیانی کیفیت میں تھی اور کہنے لگا: کیا تجھے احساس ہے کہ تو حاملہ ہے؟

گویا میں نے جواب دیا: میں نہیں جانتی۔ تو اس نے کہا: تو اس امت کے سردار اور

نبی کی ماں بننے والی ہے۔ یہ سوموار کے دن کا واقعہ ہے۔ اس خواب سے مجھے یقین ہوگیا کہ میرے بطن میں بچہ ہے۔

زھری سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: دوران حمل مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ ہوئی حتیٰ کہ رسول اللہ کا تولد ہوا۔

اس خواب کو دیکھ کر اور حمل محسوس کر کے میں چاہتی تھی کہ مجھے پر لگ جائیں، میں اڑ جاؤں اور یہ خوشخبری حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو جا سناؤں۔

ان کی خوشیاں گویا لوٹ آئی تھیں۔ فراق کی تلخی قدرے کم ہوگئی تھی۔ جدائی کو زیادہ عرصہ بیت گیا تھا۔ اب ہر دن ملاقات جس کا شدت سے انتظار تھا، قریب ہوتا جا رہا تھا۔ آمنہ رضی اللہ عنہا کو یقین سا ہونے لگا تھا کہ عنقریب وہ مبارک گھڑی آنے والی ہے جس میں وہ اپنے بچھڑے ہوئے محبوب سے ملاقات کریں گی۔

دوسرے مہینے کا چاند طلوع ہوا یا کچھ دن اس کے گزرے ہوں گے کہ قافلے کی واپسی کی باتیں ہونے لگیں۔ ''سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا'' نے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات کی تیاری شروع کر دی۔ دن اور رات ایک ایک کر کے گنے جا رہے تھے۔ وہ اپنے خاوند کا تصور کرتیں کہ جب وہ اچانک آئیں گے تو کیسا منظر ہوگا، اپنی وارفتگی اور محبت کے جذبات پر قابو نہیں پا سکے گی۔ اپنی حالت و کیفیت کو مخفی نہیں رکھ سکیں گیں۔ اچانک انہیں نہ چاہتے ہوئے بھی خوشخبری سے آگاہ کر دے گیں۔ یا پھر اسے ان سے چھپانے میں کامیاب ہوگی۔ وہ یہی سوچتی اور بہت خوش ہوتی۔ قافلے کی واپسی تک آمنہ رضی اللہ عنہا انہیں خیالات میں گم رہیں۔ قافلے کی واپسی کے آثار دکھائی دینے لگے۔ آمنہ رضی اللہ عنہا کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ وہ بیرونی دروازے کی چوکھٹ سے لگ کر کھڑی ہوگئیں کہ ابھی دروازہ کھلے گا اور وہ

اپنے محبوب کے خوبصورت مکھڑے کو دیکھے گی۔ ایک ایک لمحہ صدیوں پر بھاری تھا۔ ایک ایک ساعت کٹتے نہیں کٹتی تھی۔

انتظار کی گھڑیاں لمبی ہو گئیں۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نہیں آئے۔ خیر تو ہے؟ اب آمنہ رضی اللہ عنہا کی خوشیاں پھیکی پڑ گئیں۔ رہ رہ کر مختلف اندیشے ستانے لگے۔ وہ سوچنے لگیں نہ آنے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ اس نے اچانک دیکھا اس کی لونڈی برکہ گھر نہیں تھی [1]

شاید وہ مسافروں کے بارے میں کچھ جاننے کے لیے گھر سے باہر چلی گئی تھی۔ وہ چاہتی تھی کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی آمد سے پہلے اپنی سیدہ کو ان کے محبوب خاوند کے آنے کی خوشخبری دے۔ آمنہ رضی اللہ عنہا گھر کے بھاری کواڑوں کے ساتھ کان لگائے کھڑی تھی کہ ابھی باہر سے سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کے آنے کی آواز آئے گی۔ وہ سوچ رہی تھیں وہ کہاں غائب ہو گئے ہیں؟ آئے کیوں نہیں؟ میری طرف دوڑے کیوں نہیں آئے۔

پھر سوچا۔ شاید طواف کعبہ کے لیے رک گئے ہوں کہ ایک عرصہ کے بعد واپس آئے ہیں۔ یا شاید والد گرامی کی معیت میں آ رہے ہوں اور اس وجہ سے دیر ہو گئی ہو۔ اپنے والد گرامی کے احترام کی وجہ سے جلدی نہ کر رہے ہوں۔ شاید۔۔ شاید

(1) سیرت سیدہ آمنہ ص 107 مصنف ڈاکٹر عائشہ عبدالرحمٰن الشاطی مترجم ناشر زاویہ فاؤنڈیشن لاہور
عیون الاثر ۴۵/۱ شرح المواہب زرقانی ۱۰۶

قاصد یثرب کی راہ پر

مخدومہ کونین سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا پاؤں کی آہٹ سن کر دروازے سے لگ کر کھڑی ہوگئیں۔ کوئی آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ یہ سوچ کر کہ ابھی عبداللہ رضی اللہ عنہ سے آنکھیں دوچار ہونگی ، سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا چہرہ شرم کی وجہ سے سرخ ہوگیا اور ایک ایک لمحہ صدیوں پر بھاری تھا۔ ان کے پاؤں جیسے زمین میں گڑھ گئے ہوں۔ وہ بے حس و حرکت کھڑی آنے والے کا انتظار کر رہی تھیں۔

دروازہ کھلا۔ لیکن آنے والا عبداللہ تو نہیں۔ قریشی سردار عبدالمطلب تشریف لاتے ہیں۔ آمنہ کے والد گرامی وہب بھی ساتھ ہیں۔ قریبی رشتہ داروں میں سے چند لوگ بھی ان کے پیچھے پیچھے چلے آتے ہیں۔ سب کے چہروں سے گھبراہٹ اور پریشانی جھانک رہی ہے۔

"برکہ امّ ایمن رضی اللہ عنہا" حضرت آمنہ کی خادمہ سر جھکائے بڑی پریشان بوجھل قدموں سے اپنی مالکن کی طرف بڑھتی ہیں۔ اس کی آنکھوں میں آنسو ہیں جنہیں چھپانے کی وہ بے سود کوشش کرتی ہیں۔

وھب اپنی پیاری بیٹی کے افسردہ چہرے پر نظریں جما دیتا ہے اور کہتا ہے آمنہ! میری بیٹی حوصلہ رکھو۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ قافلہ واپس آگیا ہے۔ ہم حرم میں اس کا انتظار کر رہے تھے۔ جب ہم سے عبداللہ نہیں ملے اور ہم پریشان ہوئے تو اس کے ساتھیوں نے بتایا سخت گرمی کی وجہ سے ان کی صحت خراب ہوگئی ہے اور وہ راستے میں ہیں۔ عنقریب تندرست ہو کر بخیر و عافیت قریش مکہ اور آپ

رضی اللہ عنہا کی طرف لوٹ آئیں گے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نہ آنے کی وجہ معلوم ہوگئی عبدالمطلب خاموش تھے کہ کس طرح آمنہ رضی اللہ عنہا کو عبداللہ رضی اللہ عنہ کی بیماری کی اطلاع دوں۔ کہنے لگے:

آمنہ رضی اللہ عنہا! وہ آیا ہی چاہتے ہیں۔ کچھ زیادہ تکلیف نہیں بس معمولی سا بخار ہے اس کے ساتھی کہہ رہے ہیں کہ ہم انہیں یثرب میں ان کے ننھال کے پاس چھوڑ آئے ہیں میں نے ان کے بھائی حارث کو بھی بھیج دیا ہے تا کہ وہ ان کی دیکھ بھال کریں اور جب وہ رضی اللہ عنہ تندرست ہوں تو انہیں اپنے ساتھ گھر لے آئیں۔ ہمت سے کام لیجیے اور ان کے لیے دعا کیجیے۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے! رندھی ہوئی آواز میں کہا۔ ہاں چچا جان میں ایسا ہی کروں گی۔

پھر بارگاہ خداوندی میں آہ وزاری کرنے لگیں اور عبداللہ رضی اللہ عنہ کی واپسی کی دعا میں مشغول ہوگئیں۔ اچانک سب لوگ جو وہاں کھڑے اسے تسلیاں دے رہے تھے، اسے گھر میں چھوڑ کر کعبہ شریف میں گئے اور عبداللہ کی صحت یابی کے لیے خشوع وخضوع سے دعاؤں میں مشغول ہوگئے۔

دوسرا مہینہ بھی اختتام کو پہنچا۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا برابر اس کوشش میں تھیں کہ کسی طرح اس پریشانی کا ازالہ ہو جائے۔ لیکن دل پر کس کو قابو ہے۔ اس کی ہر کوشش ناکام جاتی لیکن وہ دعا کے بغیر کر بھی کیا سکتی تھیں۔ وہ صبح وشام بارگاہ

الٰہی میں التجاء کرتی کہ مولا! کل جسے بہت بڑا فدیہ دے کر بچایا گیا ہے آج اسے واپس لوٹا دے۔

آنکھ اگر تھوڑی دیر کے لیے لگ جاتی تو میٹھے خواب اس غم واندوہ کو کچھ کم کر دیتے۔ یہ خواب اس عظیم بچے کے متعلق ہوتے جسے آمنہ رضی اللہ عنہا اٹھائے ہوئے تھی۔ وہ ھاتف غیبی کی آواز سنتی کہ تیرے ہاں عظیم ترین انسان کی پیدائش ہونے والی ہے۔ آمنہ رضی اللہ عنہا جب بیدار ہوتی تو وہ بے حد غمگین ہو جاتی، کیونکہ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو نہ پاتی اور جو کچھ خواب میں دیکھا اور سنا ہوتا اس سے بیان نہ کر سکتی۔[1]

جانے والا نہ آیا

کچھ دنوں بعد۔۔

حارث بن عبدالمطلب اکیلے واپس آ گئے۔

وہ کوئی خوشخبری لیکر نہیں آئے تھے۔ اپنے بوڑھے باپ اپنے بھائی کی دلہن بنو ہاشم اور تمام قریشیوں کو اپنے بھائی عبداللہ کی وفات کی خبر دینے آئے تھے۔

جب قافلہ انہیں چھوڑ کر روانہ ہوا تو کچھ ہی دن بعد بنی نجار کے ہاں یثرب میں اپنے سسرال کے دوسرے لوگوں کے قریب انہیں دفن کر دیا گیا۔ آج ان کی طرف سے کوئی فدیہ قبول نہ کیا گیا۔

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر آمنہ رضی اللہ عنہا کیلئے موت سے کہیں زیادہ سخت تھی۔ ان کی آنکھیں سخت ہو گئیں تھیں ایک آنسو بھی عبداللہ رضی اللہ عنہ کے غم میں نہ ٹپکا تھا اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ یوں، چند دنوں بعد ہی

[1] سیرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ص 111

عبد اللہ رضی اللہ عنہ داغ مفارقت دے سکتے ہیں۔ اسی حیرانی نے انہیں بکھرنے اور منہدم ہونے سے بچالیا تھا لیکن کب تک۔ آخر یہ کمزور سہارا بھی ٹوٹ گیا اور عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی موت کانٹا بن کر آمنہ رضی اللہ عنہا کے دل میں پیوست ہوگیا۔ آمنہ رضی اللہ عنہا کی چٹیل آنکھیں بہہ نکلیں، آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہیں لیتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ اشعار حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے غم والم کے انہیں دنوں میں حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی جدائی میں کہے تھے:

عفا جانب البطحاء من زین ہاشم
وجا ور لحداً خارجاً فی الغماغم
دعتہ المنایا دعوۃ فاجا بھا
و ما ترکت فی الناس مثل ابن ہاشم
عیشۃ راحوا یحملون سریرہ
تعاورہ اصحابہ فی التزاحم
فا ن تک غالۃ المنون وریبھا
فقد کان معطاء کثیر التراحم

''بطحا کی سرزمین ہاشمی خاندان کی زیب وزینت سے محروم ہوگئی ہے اور وہ رونق ہاشم (عبد اللہ رضی اللہ عنہ) دنیا کے ہنگاموں سے دور لحد میں سو گئے ہیں۔ موت نے اسے آواز دی اور انہوں نے اس آواز پر لبیک کہا۔ موت نے انسانوں میں ابن ہاشم جیسا کوئی نہیں چھوڑا۔ رات کے وقت ان کے جسم مبارک کو (تدفین کے لیے) لے

گئے۔اس کے دوست یکے بعد دیگرے اس کی ناش کو کندھا دے رہے تھے اور بڑی بھیڑ تھی۔اگر موت اور حوادثات زمانہ نے اسے عدم کی نیند سلا دیا ہے (تو کیا ہوا) وہ تھے بڑے ہی سخی اور لوگوں پر رحم کرنے والے''۔

یہ مرثیہ کہنے کے بعد وہ خاموش ہوگئیں مگر آنکھیں چھم چھم برس رہی تھیں۔ جناب عبدالمطلب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا پر ٹوٹنے والی مصیبت سے بے خبر نہیں تھے۔ اس کے بیٹے اور بیٹیاں خود بھی اسی کرب سے گزر رہی تھیں لیکن حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا تو لٹ چکی تھیں۔ان کا سہاگ اجڑ گیا تھا۔تسلی کے الفاظ اسے کھوکھلے لگتے تھے۔ عروسی جوڑا جو عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خوشبو سے مہک رہا تھا اتر گیا اور غمی لباس پہنے وہ مکہ میں سکونت پذیر ہوگئیں۔کل جو عورتیں اسے مبارک بادیاں دینے آرہی تھیں آج اس کے گلے لگ کر عبداللہ رضی اللہ عنہ کی جدائی میں اشک بار ہوئیں۔

فدیہ کی خوشی کے فوراً بعد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب اس دار فانی سے عالم بقا کی طرف گئے تو ان کی عمر صرف 18 سال تھی۔حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں کی مہندی کا رنگ ابھی باقی تھا کہ اسے بیوگی کے صدمہ سے دوچار ہونا پڑا [1]

ملائکہ کا غم وصال سیدنا عبداللہ رضی اللہ پر

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات کا زیادہ المناک پہلو یہ تھا کہ جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ولادت سے پہلے ہی یتیم ہوگئے تھے۔عام لوگوں کو تو بطنِ آمنہ رضی اللہ عنہا میں پرورش پانے والی ہستی کی عظمت کا صحیح علم نہ تھا مگر کارکنانِ قضا وقدر ملائکہ تو جانتے تھے،اس لیے انہوں نے اس غم کو شدت سے محسوس کیا اور دربار الٰہی میں عرض کیا:

[1] سیرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ص 114 ناشر زاویہ فاؤنڈیشن لاہور

يا الهنا و سيدنا ! صار نبيك بلا اب فبقى من غير حافظ و مرب

اے ہمارے اللہ اور ہمارے آقا ! تیرا نبی تو یتیم ہو گیا ہے۔ اس کی تربیت اور حفاظت کرنے والا باپ تو چل بسا [۱]

دربارِ الٰہی سے جو جواب ملا، وہ عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کے نئے پہلو اجاگر کر گیا۔

فقال اللہ تعالیٰ : انا ولیہ حافظہ و حامیہ و ربہ و عونہ، ورازقہ فصلوا علیہ و تبرکوا باسمہ

(اللہ تعالیٰ نے جواب دیا: میں اس کا دوست ہوں، میں اس کا نگہبان ہوں، میں اس کا حامی ہوں، میں اس کی تربیت کا ذمہ دار ہوں، میں اس کا مددگار ہوں اور میں اس کا رازق ہوں۔۔ فرشتو! تم ان پر درود پڑھو اور ان کے نام نامی سے برکت حاصل کرو!) [۲]

صلی اللہ علیہ و علی ابائہ والدیہ و آلہ و اصحابہ و عترتہ اجمعین

غریب الوطنی :

حسنِ اتفاق ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات بھی ان کے دادا حضرت ہاشم کی طرح سفرِ تجارت کے دوران غریب الوطنی میں ہوئی۔

مزار شریف : حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا مزار شریف مسجد نبوی کے غربی جانب تھا [۳]

۱ السیرۃ النبویہ جلد اول ص 52 ضیاء النبی جلد اول ص 462 مواہب اللدنیہ جلد اول ص 76

۲ السیرۃ النبویہ جلد اول ص 52 ضیاء النبی جلد اول ص 462 مواہب اللدنیہ جلد اول ص 76

۳ ابوین مصطفےٰ ص 176

الحاج مولانا محمد علی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث جامعہ رسولیہ لاہور

آپ فرماتے ہیں فقیر نے 1968ء میں بسوں کے ذریعہ سے جب حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا مزار اپنی آنکھوں سے دیکھا، تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام لیوا اور آپ سے محبت کرنے والے وہاں جا کر ان کے وسیلہ سے دعا مانگتے دیکھے۔ آپ کے مزار اقدس کے باہر سلطان محمود غزنوی کا نصب کردہ ایک قطعہ موجود تھا جس میں تحریر تھا۔ اے صاحب قبر! آپ کے حضور کمینہ محمود کھڑا ہے، آپ اپنے صاحبزادے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے میری سفارش کر دیں تا کہ میری بخشش ہو جائے۔ عبد اللہ نام کے تو لاکھوں ہوں گے مگر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا والد کہلانے کا حق صرف آپ ہی کو حاصل ہے [1]

پرانے حجاج وزائرین مدینہ شریف

نجدی حکومت کی مزارات دشمنی سے پہلے تمام زائرین مدینہ شریف تقریباً یہی گواہی دیتے ہیں بلکہ وہ مزار پر جا کر مزارات جنت البقیع شریف کی طرح مزار عبد اللہ رضی اللہ عنہ پر کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے۔ چنانچہ مصر کی ایک مطبوعہ

''ادعیہ زیارۃ المدینۃ المنورۃ'' ص24 مطبع عبد الحمید حنفی شارع المشہد الحسینی رقم 18 صندوق 137 پر ہے:

ثم یزور سیدنا عبد اللہ یا رسول اللہ ویقول السلام علیك یا ابا رسول اللہ السلام علیك یا ابا نبی اللہ السلام علیك یا ابا

[1] نور العینین ص451 ناشر فرید بک سٹال لاہور

حبیب اللہ السلام علیك یا ابا المصطفٰے السلام علیك یا ابا سید المرسلین و خاتم النبین السلام علینا و علی عبا د اللہ الصالحین و رحمة اللہ و بر کاته

پھر رسول اللہ ﷺ کے والد کی زیارت کرے اور کہے: اے رسول اللہ کے باپ! السلام علیکم، اے نبی اللہ کے باپ! اے حبیب اللہ کے باپ! اے مصطفٰے کے باپ! اے سید المرسلین کے باپ! اے خاتم النبیین کے باپ! السلام علیک اور ہم پر سلام اور تمام نیک بندوں پر۔

ایسے ہی ہند و پاک کے پرانے سفرنامے اس کے گواہ بیشمار ہیں [1]

تدفین ثانی:

حال ہی میں مدینۃ المنورہ کی جدید تعمیر نو کا سلسلہ شروع ہوا تو داخلی احاطوں میں مدفون میتوں کو نکال کر جنت البقیع میں دوبارہ دفن کیا گیا۔ دار نابغہ کے احاطہ سے (سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پہلی آرام گاہ باب السلام کے سامنے والی سائیڈ پر تھی) حضرت سیدنا عبداللہ کی قبر دریافت ہوئی ابو النبی ﷺ کا جسدِ اطہر جو صدیاں گزر جانے کے باوجود صحیح و سالم تھا۔

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ ولی اللہ

عام آدمی کا جسم تین دن کے بعد قبر میں گلنا سڑنا شروع ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ کسی کی نماز جنازہ نہ ہوئی ہو تو تین دن تک پڑھ سکتے ہیں یہ گلنا سڑنا کفار و مشرکین کے لیے تو ہے ہی لیکن اہل اسلام و صاحب ایمان میں انبیاء علیہم السلام کے

[1] ابوین مصطفٰے ﷺ ص 177

علاوہ اولیاء اللہ کو مستثنیٰ کر کے بہت سے نیک لوگوں کے اجساد قیامت تک محفوظ ہوتے ہیں [1]

کرامت حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ

یہ منظر دنیا نے دیکھا۔ اس موقع پر ایک خبر جو روزنامہ نوائے وقت 21 جنوری 1978ء بمطابق 11 صفر المظفر 1398ھ میں شائع ہوئی" کراچی 20 جنوری (ج۔ ک) یہاں پہنچنے والی ایک اطلاع کے مطابق مدینہ میں مسجد نبوی کی توسیع کے سلسلے میں کی جانے والی کھدائی کے دوران آنحضرت ﷺ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا جسدِ مبارک جس کو دفن کیے چودہ سو سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے بالکل صحیح اور سالم حالت میں برآمد ہوا، علاوہ ازیں صحابی رسول ﷺ حضرت مالک بن سنائی رضی اللہ عنہ، اور دیگر چھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے جسدِ مبارک بھی اصل حالت میں پائے گئے، جنہیں جنت البقیع میں نہایت عزت واحترام کے ساتھ دفن کر دیا گیا۔ جن لوگوں نے یہ منظر آنکھوں سے دیکھا ان کا کہنا ہے کہ مذکورہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے جسم تر وتازہ اور اصلی حالت میں تھے۔" فیصل آباد کی ممتاز شخصیت الحاج میاں محمد حنیف چیئرمین یونیورسٹی آف فیصل آباد جو بقول ڈاکٹر ظہور احمد اظہر بحرِ مدینہ شریف کی بیقرار مچھلی ہیں ان حسین نورانی، وجدانی اور پر کیف لمحات کے عینی شاہد ہیں۔ انہوں نے اس خبر کی تصدیق فرمائی۔

حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تدفین ثانی کا واقعہ اگرچہ کمزور ایمان والوں کے لیے عجوبہ اور باعثِ حیرت ہو مگر یاد

[1] ابوین مصطفےٰ ﷺ ص 178

رہے کہ تاریخ میں ایسے ایمان افروز واقعات پہلے بھی نمودار ہو چکے ہیں۔ جنگ احد کے شہداء کی نعشوں کی تدفین کے کافی عرصہ بعد ان کی دوبارہ تدفین عمل میں لائی گئی۔ جن میں سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جسد مبارک بھی تھا۔ تمام شہداء کی نعشیں تروتازہ، صحیح وسلامت تھیں۔

موجودہ دور قریب میں قدرت کا ایسا ہی ایک حیرت انگیز کرشمہ 1924ء میں عراق میں پیش آیا (جس کی فلم رپورٹ عراق کی لائبریری میں محفوظ ہے) جب محرم راز مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ حاکم وقت کے خواب میں تشریف لائے اور حکم فرمایا کہ میرے اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے مزار میں نمی آرہی ہے۔ لہٰذا ہمیں محفوظ مقامات پر منتقل کروادیجیے۔ چنانچہ شاہ عراق شاہ فیصل اول نے مفتی اعظم سے فتویٰ لینے کے بعد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جسدِ مبارک کی منتقلی کی تشہیر کی اور عید الاضحیٰ کے دس یوم بعد پیر کے روز 5 لاکھ افراد کی موجودگی میں مزارات کو کھولا گیا تو واقعی دونوں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی قبروں میں پانی اتر چکا تھا۔ تقریباً 1300 سال بعد بھی صحابہ کرام کے کفن اور داڑھی مبارکہ بالکل سفید تھی۔ انہیں دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا تھا کہ ابھی کچھ دیر قبل ان صحابہ کی وفات ہوئی ہے۔ اگرچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا وصال 36ھ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا وصال 74ھ میں ہوا تھا۔ دونوں صحابہ کے چہرے نور سے چمک رہے تھے اور آنکھوں میں بے انتہا چمک تھی۔ وہاں موجود لوگوں نے صحابہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنا چاہیں (غور سے دیکھنا چاہا)

توان پر خوف طاری ہو گیا۔ کوئی آنکھ نہیں ملا سکتا تھا [1]

1300 سال بعد قبروں کی منتقلی کا واقعہ دیکھ کر وہاں موجود ہزاروں کی تعداد میں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا۔ (ہفت روزہ تکبیر کراچی 7 نومبر 1991ء)

یہ تو پھر میرے آقا نبی رحمت ﷺ کے والد محترم تھے شہید مسافر تھے۔

(ا) راقم قصوری کو بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور سید الکونین ﷺ کے تصدق سے مورخہ 6 نومبر 2014 جمعرات شریف کو شہنشاہ بغداد رحمۃ اللہ علیہ کے خاص فیضان سے مدائن حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار شریف پر حاضری کا شرف حاصل ہوا بمعہ صاحبزادہ ظفر حسین ظفر صاحب کے تو وہاں جا کر پتہ چلا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مزار شریف کے ساتھ حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہم امام زادہ سیدنا طاہر بن سیدنا امام باقر کا بھی مزار شریف یہیں پر ساتھ ہیں اور ہمیں بڑے پروٹوکول کے ساتھ فوج کے اعلیٰ افسر گاڑی پر خود چھوڑ کر آئے تھے۔ وہاں پر ہم نے اپنی آنکھوں سے 1924ء کی ساری تصاویر مزار شریف کے ساتھ لگی دیکھیں کہ کس طرح سے ان کو پہلی جگہ سے نکالا گیا کیسے لایا گیا وہ تمام تصاویر وہاں پر لگیں ہوئی ہیں۔ الحمدللہ ہم نے بائی روڈ جا کر ایران، عراق میں ڈیڑھ مہینہ سے زیادہ دن رہ کر تمام زیارات کیں ہیں۔

الحمدللہ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے مزاروں کی برکات کا ذکر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزار پاک کے ذکر میں بیان کریں گے۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ راقم سیدنا عبداللہ پاک کا ذکر کر رہا ہے۔ تو آج 15 رمضان المبارک اور نواسۂ رسول حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادتِ مبارک کا دن ہے۔ مورخہ 11 جون 2017 بوقت سحری کا ہے۔ الحمدللہ

واہ رتبہ ترا سیّدہ آمنہ

واہ رتبہ ترا سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا
نور ہے آپ کا سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

کب کس کے مقدر میں ہے، وہ ہوا
آپ کو جو ملا سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

ساری توحید ہے تیری آغوش میں
مومنہ ، مسلمہ ، سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

کس کو ایمان ہے، ان سے بڑھ کر ملا
گھر ہیں ایمان کا سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

آپ مالک ہیں کوثر کی ، فردوس کی
نورِ حق کی ضیا سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

سارے نبیوں کا سلطان وسردار ہے
آپ کا لاڈلا سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

آپ ملکہ ہیں جنت کی ، فردوس کی
آپ پر ہم فدا سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

سب فرشتوں کی جھکتی جبیں ہے جہاں
وہ ہے حجرہ ترا سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

از ازل تا ابد پاک ہی پاک ہے
سب گھرانہ ترا سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

اپنے محتاج صائم پر بہرِ خدا
ہو نگاہِ عطا سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ننھیال

عام اردو مصنفینِ سیرت نے ان عنوان کے ذکر میں بھی کوتاہ قلمی اختیار کی ہے، حالانکہ عربی کتب میں اس کا بھی کافی ذخیرہ موجود ہے۔ کسی شخص کی شرافتِ نسبی کے ساتھ اس کے جننے والی ماں کے کیریکٹر اور خاندان کا دیکھنا بھی ضروری ہے کیونکہ جس طرح باپ کے تخم کا اثر بیٹے میں سرایت کرتا ہے، اسی طرح اس کی ماں کے شکم ، خون اور دودھ کا بھی اثر ہوتا ہے جس میں تقریبًا نو مہینے تک اس کے جسم کی بناوٹ اور پرورش کمال کو پہنچتی ہے ۔ پھر دو سال تک اس کے دودھ سے اس کی تربیت ہوتی ہے بلکہ بغیر جننے کے صرف دودھ پینے کا بھی اثر ہوتا ہے، ورنہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رضاعت کے وقت دیگر سب قبطی عورتوں کے شیروں کو قدرتًا بند کرنے اور صرف انہی کو جننے والی ماں کا دودھ پلوا کر ان کی پرورش کرنے کے کیا معنیٰ؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس طریق پر پرورش کرنے میں یہی حکمت تھی کہ ان کا خون خالصتًا اسرائیلی رہے اور قبطی عورتوں کے دودھ کو ان میں داخل نہیں ہونے دیا تاکہ فرعون کے مقابلہ کے وقت ان کی اسرائیلی حرارت و حمایت کا درجہ کم نہ ہو جائے ۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعت کیلئے بالخصوص دائیہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا انتخاب بھی قدرت کی گہری حکمت سے تھا۔

چنانچہ خود حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

اَنَا اَفْصَحُ الْعَرَبِ بَیْدَ اَنِّیْ مِنْ قُرَیْشٍ وَ نَشَأْتُ فِیْ بَنِیْ سَعْدٍ

یعنی ”میں عربوں میں سب سے زیادہ فصیح ہوں، کیونکہ (نسب کی رو سے) قریش

میں سے ہوں اور میرا نشو ونما بنی سعد میں ہوا ہے۔''

غرض شرافت باپ اور ماں ہر دو کی طرف سے ہونی چاہیئے اسی لیے محاورہ میں ''نجیب الطرفین'' اس شخص کو کہتے ہیں جس کے ددھیال اور ننھیال ہر دو شریف و باوقار ہوں اور یہ امر خدائے تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا [1]

خدائے تعالیٰ تو وہ ذاتِ پاک ہے جس نے انسان کو پانی سے پیدا کیا اور اسے نسب (جد) اور صہر (سسرال) بنایا۔

اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جس طرح نسبی پشتوں کی طرف سے شریف النسب تھے کہ کوئی ان میں سے بدعمل ورذیل نہیں تھا۔ اسی طرح رِحموں اور شِکموں کی طرف سے بھی نجیب و شریف تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نانیاں سب شریف خاندانوں سے تھیں اور عفت و عصمت کی پیکرہ تھیں، اس امر میں سب سے پہلے یہ جاننا چاہیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اوپر کی نانیاں خاندانِ قریش سے تھیں۔ بعض تو نسب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے حضرت قصی پر اور بعض کعب بن لوی پر جا ملتی ہیں۔ سب شرافتِ نسب اور طہارتِ نفس میں ممتاز تھیں [2]

[1] القرآن ، فرقان پ 19 آیت نمبر 54

[2] سیرتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ، جلد اول ص 6-105 ناشر نعمانی کتب خانہ لاہور

فصل دوم

والدۂ سرورِ کائنات تاریخ انسانی کی خوش نصیب و عظیم ترین ماں اُمّ امام الانبیاء والرسل و ختم الرسل و خاندانِ بنوزہرہ کی طیبہ وطاہرہ خاتونِ اعظم

اُمّ النبی حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی سوانح حیات و فضائل و مناقب

(نام مبارک آمنہ ہے جس کا مطلب ہے ایمان والی، تصدیق کرنیوالی، امن دینے والی، سکون وراحت وایمان دینے والی)

نسب: آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ۔

خاندانی پسِ منظر

آپ رضی اللہ عنہا کا خاندان بنوزہرہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا خاندان بنوہاشم تھا جبکہ کلاب بن مرہ میں جا کر مل جاتے ہیں۔ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نانیاں خاندانِ قریش سے تھیں۔ بعض تو نسب میں نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت قُصَیّ پر اور بعض کعب بن لوی پر جاملتی ہیں۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ برّہ بنت عبدالعزیٰ (بن عثمان) بن عبدالدار، بن قُصَیّ، بن کلاب، بن مرۃ، بن کعب، بن لوی، بن غالب بن فہر
برّہ کی والدہ محترمہ اُمِّ حبیب بنتِ اسد بن عبدالعُزّیٰ بن قُصَیّ بن کلاب بن غالب بن فہر
اُمِّ حبیب کی والدہ محترمہ برّہ بنت عوف بن عبید عویج بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر[1]

جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نانی جان کا نام برّہ اور پڑنانی جان کا نام بھی برّہ ہے۔ یعنی بہت نیک و پرہیزگار سبحان اللہ! کتنا مبارک خاندان ہے۔

اور یہ تمام ہستیاں شرافت ونسب اور طہارتِ نفس میں ممتاز مقام رکھتی تھیں۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے نسب و مرتبہ کے لحاظ سے قریش کی افضل ترین خواتین میں شمار ہوتی تھیں۔ آپ کے والد وہب بن عبدِ مناف نسب و شرف

[1] شرح سیرت ابن ہشام جلد اول ص 346 ناشر ضیاء القرآن لاہور

دونوں حیثیتوں سے خاندانِ بنو زہرہ کے سردار و رئیس تھے۔ خاندانِ بنو زہرہ گو اسلام سے پہلے کے زمانے میں زیادہ مشہور نہ تھا، تاہم ان کی شرافت اور حیثیت مسلمہ تھی۔ انہی شرافت و خصائص کی وجہ سے آپ پاکیزہ فطرت شمار ہوتے تھے۔

آپ رضی اللہ عنہا کے چچا وہیب بن عبدِ مناف جن کی بیٹی ہالہ کا عقد حضرت عبد المطلب سے ہوا اور ان سے سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ تولد ہوئے۔ حضرت ہالہ کے دو بھائی نوفل بن وہیب اور مالک بن وہیب تھے۔ اسلام کی روشنی نے جب عالم کو تابانی بخشی تو اس روشنی نے قبیلہ بنو زہرہ کو بھی نئی آب و تاب سے روشن کر دیا۔ نوفل کے بیٹے حضرت مخرمہ رضی اللہ عنہ اور ان کے بیٹے حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہما کو بھی صحابیت کا شرف حاصل ہوا۔

وہیب کے دوسرے بیٹے مالک جن کی کنیت ابو وقاص ہے، وہ اسلام کے عظیم سپہ سالار صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے والد ہیں۔ بنی زہرہ میں ایک اور ممتاز شخصیت حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی آسمانِ ہدایت کے روشن ستارے بن کے چمکے۔ ان کی جانی و مالی قربانیوں کے ساتھ ساتھ ان کا فہم و فراست بھی بے مثال تھا۔ اس خاندان میں کئی نامور محدثین اور فقہا بھی گزرے ہیں۔ مشہور محدث امام محمد بن مسلم المعروف ابنِ شہاب زہری رحمۃ اللہ علیہ اور فقہائے مدینہ میں سے طلحہ بن عبد اللہ بن عوف جو حضرت عبد الرحمان بن عوف کے بھتیجے تھے، کا تعلق بھی وہیب کی نسل سے ہے۔ بنو زہرہ کے خاصے افراد اندلس کے شہروں میں باجہ اور بطلیوس وغیرہ میں آباد ہو گئے تھے۔

بالخصوص حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اولاد بڑی پھیلی اور مشہور ہوئی [1]

نکتہ عجیبہ

حضورؐ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدِ بزرگوار کا نام عبداللہ رضی اللہ عنہ تھا، جس کا معنیٰ ہے: اللہ تعالیٰ کا بندہ، اللہ تعالیٰ کا عبد، یعنی عبادت اور بندگی کی طرف معنیٰ جاتا ہے، جبکہ والدۂ محترمہ کا اسمِ ذی شان آمنہ تھا جس کے معنیٰ میں انس امن وسکون اور پیار و محبت کی طرف اشارہ ملتا ہے، گویا ان دونوں ناموں کے معانی کو جمع کرو، تو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور امن وسکون نتیجہ نکلتا ہے۔ پھر ان کے وجودِ گرامی قدر سے جس مولودِ مسعود محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، وہ پوری کائنات کے لیے خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت اور امن وسکون کا پیغام لے کر آئے۔

یعنی سراپا رحمۃ للعالمین بن کر جلوہ گر ہوئے۔ سبحان اللہ وبحمدہ تعالیٰ!

طہارت وپاکیزگی

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا تاریخِ انسانی کی وہ خوش قسمت ترین شخصیت ہیں جو ممتاز، معتبر، پُروقار، باعظمت، پُروجاہت، فصاحت وبلاغت کی روانی جیسی صفات کی مالکہ تھیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کا ثانی زمانے میں نہ کوئی تھا، نہ ہوا، نہ ہوگا۔ آپ کو یہ سعادتِ عظمیٰ حاصل ہوئی کہ آپ کے فرزندِ ارجمند، نورِ نظر، راحتِ دل وجاں اور تخلیقِ کائنات کا نقطہ اول ہوئے۔

''حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا تاریخِ اسلام کی وہ عظیم شخصیت ہیں، جن کے مقدر پر

[1] شرح صحیح مسلم جلد سادس باب الفضائل ص676

بزمِ ہستی تا ابد ناز کرتی رہے گی۔ صورت دلآویز تو سیرت مہکبار اور حیاوشرم کی زرنگار تصویر۔ دورِ شباب شروع ہوا تو نگاہوں نے جھکنا سیکھ لیا، ہر وقت نگاہوں پر پلکوں کی جھالر رہتی، ایسی حسین وجمیل کہ بلند مرتبہ گھرانوں کے رشتے آتے مگر والدین صاف انکار کر دیتے ۔ در اصل تقدیر کو یہی منظور تھا کہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو اُمّ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا شرف حاصل ہو اور جہاں اس شرف کی بات چلے پھر والدین کی نگاہوں میں دوسرا کون جچتا۔"

مسلمان بھائیو! قرآن کریم نے اُمہات الانبیاء علیہم السلام کے منفرد امتیازات بیان فرمائے، جن کی اجمالی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

1. قرآن مجید نے بیان فرمایا کہ نبی علیہ السلام کی والدہ ماجدہ صاحبِ وحی ہوتی ہے (بصورت الہام) وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی اَنۡ اَرۡضِعِیۡهِ کی قرآنی شہادت موجود ہے

2. نبی کی نبوت اور رسالت کا سب سے پہلا ادراک عالمِ شہادت میں نبی کی ماں ہی کو ہوتا ہے۔ اِنَّا رَآدُّوۡهُ اِلَیۡكِ وَجَاعِلُوۡهُ مِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ کی شہادت قرآن مجید میں موجود ہے۔

3. نبی کی ماں کے دل پر نورِ الٰہی کے جلوے نازل ہوتے ہیں۔

لَوۡلَاۤ اَنۡ رَّبَطۡنَا عَلٰی قَلۡبِهَا لِتَكُوۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ

کی صورت میں قرآن مجید کی شہادت موجود ہے۔

4. نبی کی ماں کا دودھ پاکیزہ اور عظمتِ یقین سے دھلا ہوتا ہے۔

وَحَرَّمۡنَا عَلَیۡهِ الۡمَرَاضِعَ مِنۡ قَبۡلُ کی گواہی قرآن مجید نے دی ہے۔

5 نبی کی والدہ ماجدہ اہلِ بیت نبوت میں شامل ہوتی ہے :
فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰٓى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ کی گواہی قرآن میں موجود ہے۔

6 اس کائنات میں نبی کی ماں ہی نبی کی ذات کے لیے سب سے اعلیٰ خیر خواہ ہوتی ہے۔
وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ کی صورت میں گواہی موجود ہے۔

7 نبی کی ماں کی آنکھوں کی ٹھنڈک نبی ہی ہوتا ہے : كَیْ تَقَرَّ عَيْنُهَا کا اعلان واضح ہے۔

8 نبی کی ماں لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ کے اعلیٰ مرتبے پر فائز ہوتی ہیں۔
وَلَا تَخَافِیْ وَلَا تَحْزَنِیْ کی صورت میں قرآن گواہی دے رہا ہے۔ [1]

9 نبی کی ماں سب سے پہلے اس عالمِ شہادت میں صاحبِ بشاراتِ الٰہیہ ہوتی ہے۔ فَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ کی صورت میں قرآن گواہی دیتا ہے۔

10 نبی کی ماں صاحبِ امرِ الٰہی ہوتی ہیں اور صاحبِ رحمات و برکات ہوتی ہیں۔ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ کی شہادت قرآن دیتا ہے۔

11 نبی کی والدہ ماجدہ مشیتِ الٰہی کا خصوصی اہتمام ہوتی ہیں :

[1] القرآن، سورۃ القصص ۶ تا ۱۳

إِذْ قَالَتِ امْرَءَتُ عِمْرَانَ رَبِّ إِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۔ إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ کی شہادت قرآن دیتا ہے۔

12 نبی علیہ السلام کی والدہ ماجدہ اپنے وضع وقطع، اخلاق وسیرت، کردار وعظمت تہذیب وتمدن، فضائل ومناقب و دینی اور روحانی مراتب کی عظمت میں بے مثل و بے مثال ہوتی ہے۔

وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى کی صورت میں قرآن مجید گواہی دیتا ہے۔

13 نبی کی والدہ ماجدہ عابدہ اور زاہدہ ہوتی ہیں۔

وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ (مریم کا معنٰی عابدہ، زاہدہ) کی صورت میں قرآن مجید کی شہادت موجود ہے۔

14 نبی کی ماں شیطان مردود کے وسوسوں اور شر سے محفوظ ہوتی ہے۔

وَاِنِّيْ اُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ کی گواہی قرآن دیتا ہے۔

15 نبی کی ماں بارگاہِ رب العزت میں مقبولیت کی اعلیٰ معراج پر فائز ہوتی ہیں۔ فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ

16 نبی کی والدہ ماجدہ کی فطری اور طبعی تربیت خدائے ذوالجلال کا حسین شاہکار ہوتی ہے۔

وَاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا کی صورت میں اعلان قرآن میں موجود ہے۔

17 نبی کی والدہ ماجدہ ابتداء ہی سے مخدومۂ کائنات ہوتی ہیں، اور ان کی خدمت کے لیے کسی عام آدمی کا انتخاب نہیں ہوتا بلکہ کائنات کے اعلیٰ ترین

انتخاب ہوتا ہے: وَكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا کی صورت میں قرآن گواہی دیتا ہے۔

18 نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام کی والدہ ماجدہ کے لیے خورد و نوش کا ساز و سامان فطری تصورات سے بلند و بالا ہوتا ہے۔

كُلَّمَا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا کی صورت میں قرآن مجید میں موجود ہے۔

19 نبی کی والدہ ماجدہ کے لیے رزق کا اہتمام اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ خاص سے ہوتا ہے۔ قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللهِ کی صورت میں قرآن مجید میں موجود ہے۔

20 نبی کی والدہ ماجدہ کا رہائشی ماحول عظمتوں اور برکتوں سے معمور ہوتا ہے۔

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهُ قَالَ رَبِّ هَبْ لِي مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَآءِ کی صورت میں قرآن مجید میں موجود ہے۔

خود صاحبِ نبوت اس بات پر یقین رکھتے ہوئے، ان کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر دعا کرتے ہیں۔ یہ اس بات کی سند ہے کہ نبی کی والدہ ماجدہ کا حرم قبولیتِ دعا کا بہترین ماحول ہے، کیونکہ نبی کے عمل نے خود اس بات کی تصدیق کی ہے۔

21 نبی کی والدہ ماجدہ کی وجاہت کا یہ عالم ہے، وہاں کھڑے ہو کر مانگی جانے والی دعا کی قبولیت کا صرف وعدہ ہی نہیں کیا جاتا بلکہ فوراً قبول کر کے مطلوبہ چیز مہیا کی جاتی ہے، اور اس بارگاہ کی برکت سے ملنے والی نعمت اپنی شان میں بے مثل و بے مثال ہوتی ہے۔

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۔ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ
بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ
کی صورت میں قرآن میں موجود ہے۔

22 نبی کی والدہ ماجدہ مقامِ مصطفائیت پر فائز ہوتی ہیں: اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ
يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ

23 نبی کی والدہ ماجدہ طہارتوں کی اعلیٰ معراج پر ہوتی ہے: وَطَهَّرَكِ کی صورت میں قرآن مجید بول رہا ہے۔

24 نبی کی والدہ ماجدہ تمام جہانوں کی عورتوں سے فضیلت اور مرتبۂ کمال میں اعلیٰ و بالا ہوتی ہیں: وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ کی صورت میں قرآن گواہی دیتا ہے۔

25 نبی کی والدہ ماجدہ صاحبِ بشاراتِ عظیمہ ہوتی ہیں:
اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ [1]

26 نبی کی والدہ ماجدہ عفت و عصمت اور حیا و وقار کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوتی ہیں۔
وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِيْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا

27 نبی کی والدہ ماجدہ صاحبِ تقدس ہوتی ہیں:
وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ

28 نبی کی والدہ ماجدہ بندگی کے اعلیٰ معیار پر فائز ہوتی ہیں۔ خدا کی کامل فرمانبردار بندی ہوتی ہیں۔

[1] اذقالت امرأت عمران التی تا علی نساء العالمین سورہ آل عمران پارہ نمبر 3

وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ (التحریم : ۱۲) کا قرآنی ثبوت موجود ہے۔

29 نبی کی والدہ ماجدہ صاحبِ مرتبہ ہوتی ہیں، درجہ اطاعتِ خداوندی ان کو حاصل ہوتا ہے اور وہ رکوع و سجود کرنے والی ہوتی ہیں۔

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ

30 نبی کی والدہ ماجدہ کا تذکرۂ عظمت کرنا فرضِ عین قرار پاتا ہے۔
وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ

31 نبی کی والدہ ماجدہ ہمیشہ پردۂ عظمت میں محجوب اور ملبوس ہوتی ہیں:
فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا کی صورت میں قرآن مجید گواہی دیتا ہے۔

32 نبی کی ماں کی بارگاہ کا تقدس یہ ہے: ان کے حضور فرشتوں کے رسول حضرت جبرائیل علیہ السلام حالت نیاز اور نیاز میں صورتِ بشر میں ڈھل کر آتے ہیں: فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا کی صورت میں قرآن گواہ ہے۔

33 نبی کی والدہ ماجدہ تقویٰ اور طہارت کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہوتی ہیں۔
قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا میں قرآن گواہ ہے۔

34 نبی کی والدہ ماجدہ کی خدمت میں بیٹے کی صورت میں پیکرِ نبوت بطور ہدیہ اور تحفہ پیش کیا جاتا ہے۔

لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا کے لفظ شہادت دے رہے ہیں۔

35 نبی کی والدہ ماجدہ عفت و عصمت مآب ہوتی ہیں، ابتدائے حیات سے لے کر انتہائے حیات تک پارسائی اور پاکدامنی میں بے مثل ہوتی ہیں۔

36 نبی کی والدہ ماجدہ کے ہاں نبی کی ولادت اللہ کی عظمت کی علامت اور کائنات بھر کے لیے رحمت ہوتی ہے: **وَلِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا** کی قرآن مجید میں گواہی موجود ہے۔

37 نبی کی والدہ ماجدہ اگر کہیں گھبرائے تو رحمتِ الٰہی اسے ندا دیتی ہے: اے اُمِ نبی! گھبراؤ نہیں، رحمتِ خدا تیرے ساتھ ہے۔ **وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ**

38 نبی کی والدہ ماجدہ کی توقیر کی خاطر ان کے قدموں کے نیچے ٹھنڈی اور میٹھی نہر جاری کردی جاتی ہے۔

قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا کی شہادت قرآن مجید دیتا ہے۔

39 نبی کی والدہ ماجدہ کی عزت کی خاطر کھجور کے خشک تنے کو سرسبز و شاداب کیا جاتا ہے اور فی الفور وہ تناتر و تازہ پکی اور میٹھی کھجوروں سے بھر جاتا ہے۔ **وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا** کی قرآن مجید میں شہادت موجود ہے۔

40 نبی کی والدہ ماجدہ کے اعزاز کی خاطر اللہ تعالیٰ براہِ راست ان سے مخاطب ہوتا ہے: **فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا** قرآن گواہ ہے۔

41 نبی کی والدہ ماجدہ کے تمام آباء اور تمام امہات پاکیزہ اور مطہرہ ہوتے ہیں **مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا** کی صورت میں قرآن مجید اعلان کر رہا ہے۔

42 نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدۂ مکرمہ کی عظمتوں کو قدرت نے پہلے مرتبۂ غائب میں اعلیٰ عظمتوں کو محفوظ رکھا اور بعد ازاں ان کے مرتبے کی عظمت کو اپنی مشیئت کے خصوصی اہتمام سے محبوبِ مکرم ﷺ کے قلبِ منور پر وحی کی صورت میں نازل فرمایا۔ قرآن مجید اس کی یوں گواہی دیتا ہے۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ (آل عمران)

43 اُمہات الانبیاء رضی اللہ عنہن کی تمام عظمتوں، برکتوں، رحمتوں کو بیان کرنا نبی آخر الزمان حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر فرض قرار دیا گیا آپ کی وساطت سے پوری امت پر فرض کیا گیا ان کی تعظیم و توقیر بجالائیں۔

ان کی عظمتوں کا اعتقاد فرض، ان کی اخلاقی عصمتوں کا اعتقاد بھی فرض ہے، روحانی عظمتوں کا اعتقاد بھی فرض ہے، کیونکہ یہ سب کچھ دلائلِ قطعیہ سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ اُمِ النبی ہونے کی نسبت سے یہ تمام امتیازات اور اعزازات انہیں میسر ہیں۔ یہاں یہ بھی یاد رہے جو انفرادی یا اجتماعی امتیازات، اعزازات جملہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اُمہات مکرمات کو حاصل ہیں۔ وہ تمام کے تمام اعزازات، انعامات، امتیازات و برکات محسنۂ عالمین سیدۂ ساداتِ عالمین اُمِ محمد ﷺ حضرت بی بی آمنہ سلام اللہ علیہا کو بدرجۂ اتم حاصل ہیں، اور ان کے علاوہ لا تعداد امتیازات اعزازات اور انعامات ان کو میسر ہیں۔ سب سے بڑا اعزاز و انعام اور فضل و کمال یہ ہے کہ وہ امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ التحیۃ والثناء کی والدۂ محتشمہ مکرمہ محترمہ ہونے کا اعزاز پا چکی ہیں جس کی مثال ازل تا ابد پوری کائنات میں نہیں، نہ میسر ہے، اور نہ ممکن ہے۔ اللہ اکبر!

نبی کو منہ بولا بیٹا کہنے والی خاتون کا مقام اور قرآن

برادران اسلام: قرآن وحدیث کے گہرے مطالعہ کے بعد یہ بات طے شدہ اور مسلّم ہے کہ چاہت نبوی ہی اصل عظمت حیات اور ایمان کی معراج ہے مگر میں جس چاہت کا یہاں ذکر کررہا ہوں وہ ایک انوکھی چاہت ہے اور میرے عنوان سے متعلق بھی ہے اور وہ چاہت قرآن کریم کی بیان کردہ چاہت ہے ،تاریخ انسانیت میں عظمتوں کے اعتبار سے ایک نام آتا ہے ،حضرت سیدہ آسیہ بنت مزاحم یہ فرعون کی بیوی ہے ،عشرت کدہ شاہی محلات میں ایک دور آیا جس نے جناب آسیہ کے مقدر کی ایک نئی تاریخ لکھی ،جس کا ہر لمحہ عظمتوں سے معمور ہے اور تاابد یہ اعزاز ایک عظیم اور انوکھا اعزاز ہے ،حالات کی سنگینی نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صندوق میں مقفل ہوکر دریا کے سفر پر آمادہ کیا ،دوران سفر جب فرعون کا محل قریب آیا تو صندوق پکڑلیا گیا ،جب کھولا گیا تو اس عصمت کدے سے جناب حضرت موسیٰ علیہ السلام برآمد ہوئے ،حسنِ نبوی نے ہر آنکھ کو مخمور کردیا ،فرعون کی بیوی جناب آسیہ آگے بڑھیں ،سوجان سے قربان ہونے لگیں ،فرطِ جذبات سے بولیں جسے قرآن نے یوں پذیرائی بخشی:

وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ لَا تَقْتُلُوْهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ سورۃ القصص پارہ 20 آیت 9

فرطِ جوش میں بولیں کہ یہ تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور اے فرعون یہ تیرے لیے بھی ایسا ہوسکتا ہے ،ہمیں یہ نفع دے یا ہم اس کو اپنا بیٹا ہی بنالیں گے ،صورت حال یہ تھی کہ انہیں حقیقت کا علم ہی نہیں تھا۔

قارئین محترم: یہ فرطِ محبت دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے ان کو یعنی حضرت آسیہ سلام اللہ علیہا کو عظمت ایمان عطا فرمادی اور جنتی بھی بنادیا ،اسے سورۂ تحریم میں یوں بیان فرمایا:

وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا امۡرَاَتَ فِرۡعَوۡنَ اِذۡ قَالَتۡ رَبِّ ابۡنِ لِیۡ عِنۡدَكَ بَیۡتًا فِی الۡجَنَّۃِ وَنَجِّنِیۡ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ وَعَمَلِہٖ وَنَجِّنِیۡ مِنَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ سورۃ التحریم پارہ 28 آیت 11

اللہ تعالیٰ تو اہل ایمان کو فرعون کی بیوی کی عظمت کو بیان کرنا چاہتا ہے اور بیان فرماتا ہے، جس وقت وہ بولیں اے میرے رب مجھے اپنے حضور بارگاہ قدس بلالے اور اپنے قرب و حضور الٰہی میں مجھے جنت میں ایک شاندار گھر عطا کر، مجھے فرعون، اس کے کردار سے نجات عطا فرما اور مجھے ظالموں سے نجات عطا کردے۔

قارئین محترم: یہ کیا خوب منظر قرآن نے بیان فرمادیا، حضرت آسیہ سلام اللہ علیہا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بابت فقط اتنا ہی کہا تھا کہ یہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اس پر یہ انعامات خداوندی میسر آئے:

نمبر 1) اس اظہار محبت پر سب سے پہلے عظمتِ ایمان عطا فرمادی گئی۔

نمبر 2) پھر نعمتِ جنت عطا فرمادی گئی۔

نمبر 3) پھر قرب و حضورِ الٰہی میسر آیا۔

نمبر 4) پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی عظمت کو اپنی زبان قدرت سے اہل ایمان پر بیان فرمادیا۔

نمبر 5) پھر ان کی عظمت کو آیتِ قرآن ہونے کا شرف بخشا تاجدار انبیاء علیہ السلام کی جنتی بیوی ہونے کا شرف عطا کیا۔

سب سے بڑا اعزاز یہ دیا کہ انہیں جنت میں والدین کریمین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہو بنادیا، جنتی مومنوں کی ماں ہونے کا شرف عطا کیا، جب بہو کا یہ مقام ہے تو ساس ماں کا کیا مقام ہوگا۔

عزیز من : جب کوئی عورت نبی کو منہ بولا بیٹا کہہ دیتی ہے تو اس کا یہ مرتبہ و مقام ہوتا ہے اور جس ماں نے نبی علیہ السلام کو جنم دیا ہوتا ہے اس کا کیا مقام و مرتبہ ہوگا۔ سبحان اللہ اور

جس ماں نے امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو جنم دیا ہے، اس کی شان وعظمت کا کیا عالم ہوگا۔ اللہ اکبر کبیرا [1]

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی حیاء جنگل کے جانور بھی کرتے ہیں

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک دن مغرب کے بعد میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ صفاء مروہ پہاڑیوں کے درمیان گئی تو کیا دیکھا، ایک نوجوان شیر ہماری طرف بھاگتا ہوا آرہا ہے، میری سہیلیوں نے جیسا ہی اس شیر کو دیکھا تو ڈر کے مارے پیچھے کی طرف بھاگنا شروع کردیا تو میں نے سوچا اگر میں نے بھی جلدی جلدی چلنا شروع کردیا کہیں ایسا نہ ہو کہ میری سہیلیوں کو شیر کھا جائے۔ میں رک جاتی ہوں تاکہ میری سہیلیوں کی جان بچ جائے،

جیسے ہی میں رک گئی وہ نوجوان شیر میرے قریب آیا، تو میں نے کیا دیکھا پیچھے سے ایک اور بوڑھا شیر اٹھا، نوجوان شیر کو عربی زبان میں مخاطب کرکے کہنے لگا اے شیر کے بچے خیال کرنا، حیاء کرنا یہ کسی تاجر یا کسی عاجر یا کسی عام یا جاگیردار انسان کی والدہ نہیں ہیں بلکہ یہ تو امام الانبیاء ﷺ کی والدہ ماجدہ ہیں، قریب آنے والا نوجوان شیر بوڑھے شیر کو جواب دینے لگا میں ان پہاڑیوں میں بڑی دیر سے انتظار کررہا تھا کہ کب محبوب خدا ﷺ کو لے کر ان کی والدہ ماجدہ صفاء مروہ پر آئیں میں سلام عرض کروں اور کریم آقا ﷺ کی والدہ ماجدہ کی قدم بوسی کروں۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ شیر نے میرے قدموں کو بوسہ دیا میں نے کہا اے نوجوان شیر کیا پہلے بھی کسی کے قدم چومے ہیں؟ شیر نے عرض کیا اور کوئی ختم الرسل سردار انبیاء کی والدہ ہوتی تو میں قدم چومتا میں نے اس سے پہلے کبھی کسی کے قدم نہیں چومے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اس شیر کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا اب تم چلے جاؤ شیر سر جھکا کر پچھلے قدم لوٹ گیا [2]

1. وجاہت والدین مصطفےٰ ﷺ ص285
2. خطبات علامہ امجد علی امجد رحمۃ اللہ علیہ باب میلاد

ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار کیوں منع ہے؟

کئی وجوہات میں سے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ جس مچھلی کے پیٹ میں یونس علیہ السلام رہے یہودیوں کے لیے ہفتہ کے دن شکار منع کیا گیا، کیونکہ اس دن ساری مچھلیاں اس مچھلی کا دیدار کرتی تھیں جس مچھلی کے پیٹ میں یونس علیہ السلام رہے تھے، اس مچھلی کا اتنا مقام تھا تو پھر غور فرمائیں۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا مقام ومرتبہ کیا ہوگا؟ [1]

اس ماں دیاں ریساں کون کرے

شانِ والدۂ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بزبانِ حضرت سلیمان علیہ السلام

روایت ہے کہ ایک مرتبہ تختِ سلیمانی اُڑتا چلا جارہا تھا، تو نیچے زمین پر کھڑی ایک عورت نے کہا: قربان جاؤں اس ماں پر جس کا ایسا شان وشوکت اور عزت و عظمت والا بیٹا ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

میری ماں سے بھی افضل ایک اور ماں دنیا میں آنے والی ہے جو محمد مصطفیٰ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ماں ہوگی [2] سُبْحَانَ اللهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللهِ الْعَظِيْمِ

شانِ والدۂ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بزبانِ حضرت عیسیٰ علیہ السلام

انجیل برنباس شریف کے سولہویں باب میں ہے

ایک بار حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے فصیح و بلیغ وعظ فرمایا، لوگوں کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور دلوں میں اُمید وخوف کے دریا موجیں مارنے لگے۔ ایک عورت خوشی میں کھڑی ہو کر بولی: مبارک ہے وہ ماں

1. تفسیر نعیمی پارہ اول ص 392 ناشر نعیمی کتب خانہ لاہور
2. تفسیر نعیمی پارہ ۱۷ ص 296 ناشر نعیمی کتب خانہ

مبارک ہے وہ گود جس میں اے روح اللہ علیہ السلام تم کھیلے۔

آپ علیہ السلام نے فرمایا: بے شک واقعی میری ماں بڑی مبارک ہے۔ مگر میری ماں سے بڑھ کر ایک اور ماں دنیا میں آنے والی ہے، جس کی گود میں نبیوں کے سردار، رسولوں کے تاجدار ﷺ اللہ تعالیٰ کا آخری پیغمبر کھیلے گا[1]

سُبْحَانَ اللهِ وَ بِحَمْدِهٖ

مسلمان مومنہ عورت کا مقام بزبانِ مصطفیٰ ﷺ

میرے محبوب ﷺ ارشاد فرما رہے تھے

اَلْمَرْأَةُ اِذَا حَمَلَتْ کَانَ لَهَا اَجْرُ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الْمُخْبِتِ الْمُجَاهِدِ فِیْ سَبِیْلِ اللهِ [2]

ایک عورت جو مومنہ ہے مسلمہ ہے اور سنت کے سہارے سے سنت کے بعد وہ ایک بچے یا ایک بچی کی ماں بننے والی ہے اور مدتِ حمل گزار رہی ہے تو رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ایسی پوری مدت میں نو مہینے تک اللہ تعالیٰ اس کو چار عظیم مردوں کا اجر عطا فرمائے گا:

چار عظیم مرد کون سے ہیں؟ فرمایا:

اَلْقَائِمِ اَلصَّائِمِ اَلْمُخْبِتِ اَلْمُجَاهِدِ

یعنی وہ بندہ جو ساری رات عبادت کرے، سارا دن روزہ رکھے، روزانہ روزہ رکھے، پھر تلوار لے کر کفار کے خلاف جہاد بھی کرے اور اس سارے عمل کے اندر اللہ کا متواضع بندہ بھی رہے۔ ایسے انسان کو جتنا اجر ملتا ہے، اتنا اجر نو مہینے تک اس عورت کو ملے گا جو ایک بچے کی ماں بننے والی ہے۔

(1) مواعظ نعیمیہ حصہ سوئم ص 372 (2) کنز العمال ۱۶/۴۱۲

اَجْرُ الصَّائِمِ

ایک انسان کے لیے کتنا مشکل ہے ، کہ وہ روزانہ روزہ رکھے پھر روزہ رکھ کہ جہاد بھی کرے اور رات اس کی مصلّٰی پر ہو۔ یہ ساری صورت حال رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سامنے ہے ، وہ وجہ جس کی بنیاد پر ماں کا حق زیادہ بنتا ہے اور اس کی تعظیم زیادہ اور اس کا مقام زیادہ ہے۔ محبوب علیہ السلام نے اپنی حدیث میں یوں اجاگر کر دیا اور قیامت تک کے لیے ایک مومنہ کو ایسا مرتبہ دیا کہ وہ کبھی بھی غیروں کے جھانسے میں نہ آئے ، جو کہیں کہ ہم خواتین کو بڑے حقوق دے رہے ہیں اور ہمارے ہاں خواتین کی بڑی شان ہے ، جبکہ ان کے ہاں عورت کو معاذ اللہ ایک کمرشل چیز کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلم خاتون کو یہ واضح کیا کہ ہمارے ہاں تیرا اتنا مقام و مرتبہ ہے کہ یہ مدت جو مدت حمل ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک خاتون کو گھر بیٹھے مجاہد کا ثواب بھی ملے گا ، روزے دار کا ثواب بھی ملے گا اور تہجد کا ثواب بھی ملے گا اور تمام رات اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرنے والے صوفی کا ثواب بھی دے دیا جائے گا۔

ایسے ہی فرمایا کہ جس وقت اس کی تکلیف کا دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے ،

جب بچے کی ولادت کا وقت قریب آتا ہے۔

اِذَا ضَرَبَهَا الطَّلَقُ جب اسے درد ہوتا ہے۔

طلق اس دردزہ کو کہا جاتا ہے جو ولادت سے پہلے اور ولادت کے وقت ہوتا ہے۔

تو آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں: لَا تَدْرِی الْخَلَائِقُ مَا لَهَا مِنَ الْاَجْرِ

جب وضع حمل ہو جاتا ہے تو اس کے بعد کیا ہوتا ہے ؟ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں: كَانَ لَهَا بِكُلِّ مَصَّةٍ اَوْ رَضْعَةٍ اَجْرُ نَفْسٍ تُحْيِيْهَا [1]

(1) کنز العمال ۱۶/۴۱۲

مدتِ رضاعت کے اندر جتنی دیر تک وہ بچہ یا وہ بچی اپنی والدہ کا دودھ اس نے پینا ہے۔ ہر گھونٹ کے بدلے اللہ تعالیٰ اس مومنہ عورت کو ایک جان زندہ کرنے کا ثواب عطا فرمائے گا۔ ایک جان کو زندہ کرنا اتنی بڑی نیکی ہے گویا تمام اولادِ آدم کو زندہ کر دیا۔

مدتِ رضاعت میں دو ہزار گھونٹ یا پانچ ہزار گھونٹ یا دس ہزار گھونٹ ایک بچہ اپنی والدہ کے پی رہا ہے۔ اگرچہ والدہ خود خوش ہوتی ہے، اگر وہ نہ پلائے تو اس کو چین نہیں آتا اور اس کی طبیعت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے جگر پارہ کو دودھ گھونٹ پلائے لیکن چونکہ اسلام کی چادر اوڑھی ہے اور سنت طریقے سے وہ اس منصب پر فائز ہوئی ہے، تو محبوب ﷺ فرماتے ہیں:

اس کو اتنا اجر دیا گیا کہ جتنے گھونٹ دودھ اس کے بیٹے یا بیٹی نے پیے تو ہر گھونٹ کے عوض اللہ تعالیٰ اس کو ایک جان زندہ کرنے کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

لہٰذا اسلام میں ہر ماں کئی جانوں کو زندہ کرنے والی قرار پاتی ہے۔ جب اس کی اولاد ہے تو یقیناً اولاد اس کا دودھ پیتی ہے، دودھ پینے کی وجہ سے اس کو اجر و ثواب ملتا ہے، یہ ایک بہت بڑا اعلیٰ وقار و مرتبہ ہے ماں کے لیے۔ جو بظاہر کام اپنا کر رہی ہے اور اپنے بیٹے کو دودھ پلا رہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کے کوٹے

میں اتنی نیکیاں شمار ہو رہی ہیں۔ ایک جان کو زندہ کرنے کی جو نیکی ہے، اس کا کوئی تصور نہیں کر سکتا اور یہ گھر بیٹھی اپنے بستر پر لیٹی بغیر کسی تکلیف کے روزانہ سینکڑوں جانوں کو زندہ کرنے کا ثواب لیتی ہے۔

دودھ جب تک اس کا بچہ پی رہا ہے، ہر گھونٹ پر ایک جان کے زندہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ مقامِ غور ہے! عام مومنہ عورت کا یہ مقام ہے، تو پھر میرے آقا مالک و مختار نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ محترمہ جس ماں نے زمانے کو رب کا حبیب ﷺ پال کر دیا ہے اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے ان کو کتنا اجرِ عظیم دیا ہوگا؟

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا کیا مقام و مرتبہ ہوگا۔ سبحان اللہ!

شانِ والدینِ مصطفیٰ ﷺ بزبانِ مصطفیٰ ﷺ

میں نماز چھوڑ دیتا اور ان کے پاس چلا جاتا

ایسے ہی رسولِ اکرم ﷺ کا فرمان الحاوی للفتاویٰ میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے۔ میرے محبوب ﷺ فرمانے لگے

لَوْ اَدْرَكْتُ وَالِدَيَّ اَوْ اَحَدَهُمَا

کاش کہ میں اپنے والدین کو پاتا یا دونوں میں سے ایک کو پالیتا۔

وَالِدَيَّ اَوْ اَحَدَهُمَا

ابا جی اور امی جی دونوں کو میں اپنی زندگی میں پالیتا یا اس وقت ان میں سے کسی ایک کو پالیتا۔ پہلے لفظِ عام بولا کہ میرے والد مل جاتے یا والدہ مل جاتیں میں نبوت کا اعلان کر چکا ہوتا، مجھے یہ بہار میسر آتی کہ میرے ابا جان مجھے منصبِ

نبوت پر دیکھتے اور میری امی بھی مجھے منصب نبوت پر دیکھتیں، پھر فرمانے لگے :

وَاَنَا فِیْ صَلٰوۃِ الْعِشَآءِ

حالت یہ ہوتی کہ نماز عشا کا ٹائم ہوتا اور میں نماز عشاء میں ہوتا۔

وَقَدْ قَرَاْتُ فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ

اور فاتحہ پڑھ چکا ہوتا۔

مطلب یہ نہیں کہ ابھی نماز شروع کی ہے۔نماز کا اہم حصہ میں ادا کر چکا ہوتا۔
فاتحہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے، حدیث قدسی ہے :
فاتحہ میرے اور بندے کے درمیان نصف نصف ہے۔آدھی بندے کے لیے
ہے اور آدھی میرے لیے ہے یعنی ادھر بندہ بولتا ہے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

تو اللہ بھی فرماتا ہے :

حَمِدَنِیْ عَبْدِیْ [1]

میرے بندے نے میری حمد کی ہے ۔

یعنی جملے کا جملہ کے ساتھ جواب ملتا ہے۔

سورۃ فاتحہ پڑھنا نہایت درجہ کی فضیلت ہے ، اب میرے محبوب ﷺ فرماتے ہیں :
نماز عشاء کا وقت ہوتا ، میں نماز پڑھ رہا ہوتا اور فاتحہ پڑھ چکا ہوتا ، اس کے بعد کیا ہوتا ؟

[1] مشکوٰۃ شریف ۷۸

فرمایا: کاش کہ میری والدہ طیبہ، طاہرہ، سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا وہ مجھے آواز دیتیں:

تُنَادِیْ یَا مُحَمَّدُ صلی اللہ علیہ وسلم

وہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ کر آواز دیتیں اور پکارتیں تو میں کیا کرتا:

لَاَجَبْتُهَا لَبَّيْكِ [1]

تو لبیک کہتا ہوا ان کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔

اب دیکھیے!

پہلے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے والدین کا تذکرہ کیا پھر فرمایا ان میں سے ایک
لیکن آگے جو لفظ استعمال کیا تو مونث۔

تُنَادِیْ

میری والدہ ماجدہ مجھے آواز دیتی، جبکہ میں حالت نماز میں ہوتا۔

وہ مجھے آواز دیتیں، تو میں کہتا لبیک تمہارے دربار میں حاضر ہوں۔ اب یہاں سے جہاں عظمتِ والدہ کا پتہ چلا وہاں محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کی عظمت کا بھی پتہ چلا۔ وہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کو پوری کائنات لبیک یارسول اللہ! کہتی ہے، ہر مومن صالح، ہر مومن کامل اور ہر عقیدۂ صحیح کا حامل مسلمان وہ آج بھی کائنات کی دھرتی میں جہاں رہتا ہے وہ لَبَّيْكَ يَارَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم! کی آواز بلند کرتا ہے۔

[1] بیہقی شعب الایمان حاوی ۲/۳۳۳

ابھی جو پچھلے کچھ مہینوں میں مسئلہ چلا تھا گستا خانہ خا کوں کا۔

وہ مما لک جہاں ایک خاص قسم کے فرقے کے لوگوں نے لوگوں کے عقائد پر پردہ ڈال کے وہاں کے حالات کو پوری طرح محبوس کیا ہوا تھا، لیکن اس مسئلہ پر وہاں بھی لوگوں نے عام اپنی دکانوں پر جو پوسٹر لگائے وہ یہی تھے :

لَبَّیْكَ یَارَسُوْلَ اللهِ ﷺ !

پوری کائنات جس کو لبیک لبیک کہتی ہے۔ آخر وہ کس کیلئے لبیک کہہ رہے ہیں۔

کاش میری امی مجھے آواز دیتیں تو میں بولتا۔

اَجَبْتُهَا

نماز چھوڑ دیتا ان کے پاس چلا جاتا، میں ان کو جواب دیتا۔

لَبَّیْكِ

اے میری امی! میں تمہارے پاس بار بار حاضر ہوں۔

اگر معاذ اللہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کے بارے میں کسی طرح کا کوئی شک وشبہ ہوتا یا ان کے فضائل میں کوئی کمی ہوتی، تو ہرگز رسول اکرم ﷺ اعلانِ نبوت کے بعد اور نماز کے مقام واضح کرنے کے بعد یہ نہ کہتے : وہ نماز جو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے وہ میں پڑھ رہا ہوتا، ادھر میری امی بلاتیں اور میں نماز چھوڑ کے ان کے پاس حاضر ہو جاتا۔

ہو آپ پر درود آمنہ آپ کے چاند پر بھی سلام ہو
آپ کی گود کتنی عظیم ہے ملا آپ کو ماہ تمام ہے

میرے محبوب علیہ السلام کا یہ جملہ اس بات کو واضح کر رہا ہے کہ لبیک کہتے

ہوئے میرا جانا قیامت تک میری امت کیلئے اس بات کی دلیل ہے کہ وہ میری والدہ کے بارے میں بولتے وقت ادب واحترام سے بولیں کہ جن کو میں لبیک کہہ رہا ہوں وہ میرے غلاموں کی کتنی بڑی مخدومہ ہوں گی [1]

کتنے ادب سے نام لوں اُمِّ رسول کا
لازم ادب بہت ہے اصل الاصول کا
بنتِ وہب مقام ہے تیرا بڑا بلند
چرچا ہے سب بہاروں میں اک تیرے پھول کا
جس کی نگاہ میں اُمِّ نبی کا حیا نہ ہو
وارث ہے ابو جہل کا ابنِ سلول کا

اس رات کا شبِ قدر سے افضل ہونا

ماہِ رجب میں شبِ جمعہ کو نورِ محمدی ﷺ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا خاتون کے شکمِ اقدس میں جلوہ افروز ہوا۔ سبحان اللہ! کیا شان والی رات تھی، جس رات میں محبوبِ خدا اپنی اماں جان کے شکمِ اقدس میں تشریف لائے۔ اسی واسطے حضرت سیدنا امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ شبِ جمعہ کو لیلۃ القدر سے افضل بتاتے ہیں، کیونکہ جو خیرات وبرکات اور کرامات وسعادات اس رات نازل ہوئیں وہ دوسری شب میں قیامت تک بلکہ ابدالاباد نازل نہ ہوئیں اور نہ ہی ہونگی [2]

1. فہم دین جلد 3
2. مدارج جلد دوم ص 27 ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز

شبِ اسریٰ کے دولہا ﷺ کا فرمان میں اپنی امی کا نظارہ ہوں

نبی پاک ﷺ نے اپنی والدہ کا ذکر فرمایا

وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنِّيْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتِمَ النَّبِيِّيْنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهٖ وَسَاُخْبِرُكُمْ بِاَوَّلِ اَمْرِيْ دَعْوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبَشَارَةُ عِيْسٰى وَرُؤْيَا اُمِّيَ الَّتِيْ رَأَتْحِيْنَ وَضَعَتْنِيْ وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرًا اَضَآءَ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ

(ترمذی)

حضرت عرباض بن ساریہ سے رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا: میں اللہ کے نزدیک اس وقت آخری نبی لکھا ہوا تھا جب کہ آدم اپنی خمیر میں لوٹ رہے تھے[2] میں تم کو اپنی پہلی حالت بتاتا ہوں، میں دعا ابراہیم[3] علیہ السلام ہوں اور بشارتِ عیسیٰ علیہ السلام ہوں۔ میں اپنی ماں کا وہ نظارہ ہوں[4]، جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا، کہ ان کے سامنے ایک نور ظاہر ہوا، جس سے ان کے لیے شام کے محلات چمک گئے۔

---

(1) آپ مشہور صحابی ہیں، آپ کا شمار اصحاب صفہ میں ہوتا ہے، آپ گریہ زاری کرنے والوں میں سے تھے، آپ ان لوگوں میں سے ہیں، جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی: **ولا علی الذین اذا ما اتوك لتحملهم**

[2] یہاں سے لوحِ محفوظ میں لکھنا مراد نہیں ہے، بلکہ کوئی خاص تحریر مراد ہے، جو عالمِ ارواح میں مشہور کرنے کے لیے لکھی گئی تھی کیونکہ وہاں حضورِ انور ﷺ کو سب جانتے پہچانتے تھے۔ اس تحریر وغیرہ کی وجہ سے خمیر میں لوٹنے کے معنی یہ ہیں

کہ ابھی اس میں روح نہیں پھونکی گئی، خمیر میں سکھایا جا رہا تھا۔[۳] یعنی قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جو دعا مذکور ہے: **ربنا وابعث فیھم رسولا منھم** اسی قرآن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت مذکور ہے، ورنہ بہت نبیوں نے آپ کی دعائیں مانگیں ہیں، اور تقریباً ہر نبی نے اپنی قوم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت دی ہے۔ صرف ان دو نبیوں نے ہی دعا یا بشارت نہیں دی۔

دعاءِ خلیل اور نویدِ مسیحا — ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
جھکے ان کے آگے سب اپنے پرائے — معلم خدائی کے وہ بن کر آئے

(۴) یہاں رویاء سے مراد خواب نہیں، بلکہ نظارہ ہے کیونکہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے خواب تو ولادت سے پہلے دیکھا تھا، ولادت شریف کے وقت یہ نور اور نور سے ملک شام کے محلات بیداری میں آنکھوں سے دیکھے تھے۔

ابنِ جوزی نے کتاب الوفاء شریف میں روایت کی کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

"مجھے پتہ ہی نہیں چلا کہ میں حاملہ ہوگئی ہوں نہ مجھے کوئی بوجھ محسوس ہوا جو ان حالات میں دوسری عورتوں کو محسوس ہوتا ہے۔ ایک روز میں خواب اور بیداری کے بین بین تھی کہ کوئی آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے پوچھا: آمنہ! تجھے علم ہے کہ تو حاملہ ہے؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ پھر اس نے بتایا: تم حاملہ ہو اور تیرے بطن میں اس امت کا سردار اور نبی آخر الزماں تشریف فرما ہوا ہے اور جس دن یہ واقعہ پیش آیا وہ سوموار کا دن تھا۔"

حضرت آمنہ ﷺ فرماتی ہیں: کہ حمل کے ایام بڑے آرام سے گزرے۔ جب وقت پورا ہو گیا تو وہی فرشتہ جس نے مجھے پہلے خوشخبری دی تھی، وہ آیا اور اس نے آ کر مجھے کہا: قُوْلِیْ اُعِیْذُہٗ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ

"یہ کہو: میں اللہ واحد کی اس کے لیے ہر حاسد کے شر سے پناہ مانگتی ہوں۔"

اس فخر انبیاء کی جو تم حاملہ ہوئیں　　سب بیبیوں میں آمنہ تم کاملہ ہوئیں
آئیں گے تیری گود میں اللہ کے حبیب　　آئی ندا کہ آمنہ جاگے تیرے نصیب
اللہ نے کیا ماہِ کامل ہلال کو[1]!　　گودی میں تو کھلائیگی آج اپنے لال کو

انبیاء کرام علیہم السلام کی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو مبارکباد

حضرت سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں مجھے یہ پتہ نہ لگا کہ میرے شکم میں میرا بیٹا محمد ﷺ ہے اور میں حاملہ ہوں، کیونکہ مجھے کچھ بار آور گرانی مثل دیگر حاملہ عورتوں کے معلوم نہ ہوئی اور زمانہ حمل میں مجھے ایک ایسا نور نظر آیا۔
جس سے مجھے سرزمین شام میں مقامِ بصریٰ کے محل نظر آنے لگے۔ ماہِ اول میں مجھے ایک دراز قد شخص نظر آیا، وہ مجھ سے کہتا تھا: تجھے مبارک ہو! سید المرسلین تیرے حمل میں ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: ان کا باپ (حضرت) آدم (علیہ السلام) ہوں۔ ماہِ دوم میں مجھ سے کسی نے کہا: تجھے مبارک ہو! تیرے حمل میں سید الاولین والاخرین ہیں، میں نے پوچھا: آپ

[1] مرات جلد 8 ص 21 مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ودیگر کتب

کون ہیں؟ انہوں نے کہا: (حضرت) شیث (علیہ السلام)۔ ماہِ سوم میں مجھ سے کسی نے کہا: تجھے مبارک ہو! تیرے حمل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہیں، میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: (حضرت) نوح (علیہ السلام) ہوں۔ ماہِ چہارم میں کسی نے کہا: تجھے مبارک ہو! تیرے حمل میں سید شریف اور نبی عفیف ہیں، میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: (حضرت) ادریس (علیہ السلام) ہوں۔ ماہِ پنجم میں کسی نے کہا: تجھے مبارک ہو تیرے حمل میں سید البشر ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: (حضرت) ہود (علیہ السلام) ہوں۔ ماہِ ششم میں کسی نے کہا: تجھے مبارک ہو! فخرِ بنی ہاشم تیرے حمل میں ہیں، میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) ہوں۔ ماہِ ہفتم میں کسی نے کہا: تجھے مبارک ہو! تیرے حمل میں حبیب العالمین ہیں، میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: (حضرت) اسماعیل (علیہ السلام) ہوں۔ (اور اسی میں ہے کہ ایوانِ کسریٰ شق ہوگیا، اس کے چودہ کنگرے گر پڑے اور ایک معتمد شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ اب تک "زمانہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ تک" وہ بغداد میں موجود ہے۔ ماہِ ہشتم میں کسی نے کہا: تجھے مبارک ہو! تیرے حمل میں خاتم النبیین ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا: (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) ہوں۔ (اور اسی میں ہے کہ فارس کی آگ گل ہوگئی)۔ ماہِ نہم میں کسی نے کہا: تجھے مبارک ہو! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تیرے حمل میں ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کون؟ انہوں نے کہا: (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) ہوں۔ اسی میں ہے کہ کسریٰ کے سر سے تاج گر پڑا [1]

[1] مولد العروس نعمت کبریٰ مترجم ص 105 نزہۃ المجالس ص 243 ناشر قادری رضوی کتب خانہ لاہور

محسنۂ کائنات حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے کائنات میں چرچے

والدۂ سرورِ کائنات حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شکمِ اطہر میں اٹھانے کا شرف حاصل کیا، تو اس وقت بے شمار عجائبات ظاہر ہوئے اور آپ کی ولادت کے سلسلے میں عجیب وغریب باتیں پائی گئیں۔

چنانچہ تذکرہ نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ جب حضرت عبداللہ کا پاکیزہ نطفہ اور محمدی موتی، آمنہ قرشیہ کے صدفِ مبارک (شکمِ اطہر) میں ٹھہر گیا، تو عالمِ ملکوت و جبروت میں آواز دی گئی کہ پاک ومشرف مقامات کو معطر کرو نیز (آسمانوں اور ان کے اردگرد) علاماتِ تعظیم ظاہر کرو اور ملائکہ مقربین میں سے منتخب فرشتوں کے لیے پاک صاف صفوں میں عبادات کے جائے نماز بچھاؤ۔ یہ وہ فرشتے ہیں، جو صدق وصفا سے موصوف ہیں۔ آج پوشیدہ نورِ (محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ مبارک میں منتقل ہو چکا ہے۔ وہ آمنہ رضی اللہ عنہا جو بہت بڑی، غالب عقل کی مالک اور حسب ونسب کے اعتبار سے فخر والی اور عیبوں سے پاک ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو قریب، دعاؤں کو سننے اور قبول کرنے والا ہے، اس نے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو اس سردار، مصطفیٰ اور حبیب کے ساتھ مخصوص کیا ہے کیونکہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نسب کے اعتبار سے اپنی قوم میں افضل اور عمدہ ہیں اور اپنی اصل اور فرع کے اعتبار سے سب سے پاکیزہ اور طیب ہیں۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ، خطیب بغدادی (حافظ ابوبکر احمد

بن علی بن ثابت) کی روایت سے نقل کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ اطہر میں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق کا ارادہ فرمایا اور یہ ماہِ رجب المرجب میں جمعۃ المبارک کی رات تھی تو اللہ تعالیٰ نے خازنِ جنت رضوان فرشتے کو حکم دیا کہ جنت الفردوس کو کھول دیں۔ایک منادی آسمانوں اور زمین میں اعلان کرے ، کہ سنو ! وہ نور جو پوشیدہ خزانہ ہے ، اس سے ہادی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوں گے ، اس رات اپنی والدہ کے بطنِ اطہر میں جا گزیں ہو گیا ہے ، وہاں اس کی تخلیق کی تکمیل ہو گی اور وہ لوگوں کی طرف بشیر و نذیر بن کر تشریف لائیں گے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس رات آسمانوں اور ان کے کناروں نیز زمینوں اور اس کے اجزاء میں اعلان کیا جائے ، کہ وہ نورِ مکنون جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخلیق ہو گی ، آج رات حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطنِ اطہر میں قرار پکڑ چکا ہے۔ مبارک ہو حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو [1]

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پیشانی میں نورِ محمدی جلوہ فگن تھا جس کی وجہ سے عورتیں آپ رضی اللہ عنہ پر فریفتہ ہوا چاہتی تھیں ،

جب یہ نورِ مبارک حضرت سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کے بطن میں جلوہ افروز ہوا تو مشرق کے جانور مغرب کے جانوروں کے پاس دوڑتے ہوئے گئے ۔ اس طرح سمندر کے جانوروں نے بھی باہم ایک دوسرے کو مبارک باد دی اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوش خبری سنائی [2]

1. المواہب الدنیہ شریف حصہ اول ص 72 ناشر فرید بک سٹال لاہور
2. نعت کبریٰ مترجم ص 86 ناشر زاویہ

عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے : حضرت سیدتنا اُمِّ محمدؐ حضرت آمنہ طیّبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا فرماتی تھیں کہ جب حمل مبارک کو چھ مہینے گذر گئے تو خواب میں کوئی آنے والا میرے پاس آیا اور مجھے کہنے لگا : بے شک آپ رضی اللہ عنہا کے بطنِ مبارک میں اس وقت رسولوں اور عالمین کے سردار ہیں۔ پس جب یہ پیدا ہوں تو ان کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکھنا اور اپنی حالت کو چھپائے رکھنا [1]

جانوروں کی مبارک باد اور شیطان کا چلانا

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس رات کو قریش کے تمام جانور بولنے لگے اور کہتے تھے کہ رب کعبہ کی قسم ! محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شکمِ مادر میں آ گئے ، وہ امانِ دنیا اور چراغِ اہلِ دنیا ہیں۔ ابلیس جبل ابی قبیس پر چیخنے لگا ، تمام شیاطین اس کے پاس جمع ہو گئے اور ابلیس سے پوچھنے لگے : تجھ پر کیا مصیبت آپڑی ہے ؟ اس لعین نے کہا : حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شکمِ مادر میں قرار پذیر ہو گئے ہیں ، اللہ تعالیٰ ان کو تیغِ براں کے ساتھ بھیجے گا ، وہ دوسرے دینوں میں تغیر برپا کر دیں گے اور بتوں کو توڑ ڈالیں گے [2]

کون سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا جن کی خدمت کے لیے حضرت اماں حوّا جناب آسیہ و مریم علیہما السلام و دیگر جنتی حوریں نوکری کے لیے آئیں

محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ ناقد محدث ہیں۔ جن کو غیر مقلدین کے امام مولوی وحید الزماں حیدر آبادی نے اپنا شیخ بلکہ اپنے اکابر کا بھی بزرگ لکھا

[1] نزہۃ المجالس ص242 ناشر قادری کتب خانہ لاہور
[2] نزہۃ المجالس ص242 ناشر قادری کتب خانہ لاہور

ہے۔ دوسرے حضرات بھی ان کو اپنا پیشوا لکھتے اور تسلیم کرتے ہیں [1]

محدث ابن جوزی علیہ الرحمہ حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کے ہم عصر ہیں۔

یہ سب تفصیل بیان کرنے کا مقصد یہ ہے تا کہ واضح ہو جائے کہ کسی عام محدث نے بیان نہیں کئے۔ بلکہ مخالفین بھی جن کو اپنا امام اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں محدث ابن جوزی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی والدہ ماجدہ سیدہ طیبہ طاہرہ مخدومۂ دارین مالکۂ جنت حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

وَفِي اللَّيْلَةِ الثَّانِيَةَ عَشَرَ مِنْ رَبِيعِ الْاَوَّلِ اَخَذَنِي طَلْقٌ شَدِيْدٌ

ربیع الاول شریف کی بارہویں رات کو مجھے شدید دردِزہ لاحق ہوا۔

وَكَانَتْ لَيْلَةَ الْاِثْنَيْنِ فَاَخَذَنِي رُعْبٌ فَبَكَيْتُ عَلٰى نَفْسِي وَحْدَتِي

اور وہ پیر کی رات تھی مجھ پر رعب سا طاری ہو گیا، میں اپنے اکیلے پن پر روئی۔ فَبَيْنَمَا اَنَا كَذٰلِكَ ایک دفعہ میں اسی کیفیت میں تھی، وَاِذَا بِالْحَائِطِ قَدِ انْشَقَّ کہ میں نے دیوار کو شق ہوتے ہوئے دیکھا۔ خَرَجَ مِنْهُ ثَلَاثُ نِسْوَةٍ اس دیوار سے تین عورتیں نمودار ہوئیں۔ كَاَنَّهُنَّ النَّخْلُ الطَّوِيْلُ گویا کھجور کی طرح لمبے قد کی تھیں تَفُوحُ مِنْهُنَّ رَائِحَةُ الْمِسْكِ ان سے مشک وعنبر جیسی خوشبو آرہی تھی۔ فَسَلَّمْنَ عَلَيَّ بِاَفْصَحِ لِسَانٍ اَوْ اَعْذَبِ كَلَامٍ انہوں نے مجھے بڑے فصیح اور محبت بھرے انداز میں سلام کیا۔ وَقُلْنَ لِي لَا تَخَافِي وَلَا تَحْزَنِي انہوں نے مجھے کہا

[1] ہدیۃ المہدی ص ۲۶ ج اول

ہم سے نہ ڈرو اور نہ غم کرو فَقُلْتُ لَھُنَّ مَنْ اَنْتُنَّ تو میں نے ان سے کہا:
آپ کون ہیں؟ اپنا تعارف کراؤ؟ قُلْنَ حَوَّاءُ وَآسِیَةُ وَمَرْیَمُ ابْنَتُ عِمْرَانَ
انہوں نے کہا: ہم حوا، آسیہ اور مریم بنت عمران ہیں۔
ثُمَّ دَخَلَتْ عَلَیَّ بَعْدَھُنَّ عَشْرُ نِسْوَةٍ پھر ان کے بعد دس عورتیں
میرے پاس آئیں۔ فَقُلْتُ مَنْ اَنْتُنَّ میں نے ان سے بھی کہا: آپ کون ہیں؟
انہوں نے جواب دیا: ہم جنت کی حوریں ہیں۔
ہم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت کیلئے حاضر ہوئی ہیں [1]

تیرے شکم میں نورِ رسالت پناہ ہے
سرتاج انبیاء کا حبیبِ الٰہ ہے
اب مِثل آپ کے کون ہے عزو وقار میں
تو فخرِ روزگار ہوئی روزگار میں

مقام غور ہے! جنکی خدمت کے لیے کائنات کی عظیم ترین اور جنتی خواتین و حوریں خادمائیں بن کر آئیں۔ جن کی خادمائیں ایسی ہوں تو سوچو! مخدومۂ کائنات سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا مقام و مرتبہ کیا ہوگا؟ تو پھر سوچیے! جن کی دائیاں بن کر آنے والی اتنی اعلیٰ وافضل ہیں، تو پھر اُمِ امام الرسل، سیدۂ دوجہاں سیدہ آمنہ پاک رضی اللہ عنہا کا مقام و مرتبہ کیا ہوگا؟ **سبحان اللہ! والصلوٰۃ والسلام علی رسول اللہ**

دوسری بات بھی غور طلب ہے، حضرت حوا علیہا السلام کا مزار شریف کہاں ہے؟ حضرت آسیہ و مریم پاک کا مزار شریف کہاں ہے؟ اگر یہ پاک دائیں مکے میں باذن اللہ حجرہ

[1] مولد العروس ابن جوزی ناشر کرمانوالہ بک شاپ لاہور

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا میں آسکتی ہیں ، تو پھر سوچیے سیدہ آمنہ پاک رضی اللہ عنہا اور سردارِ دو جہاں بھی اللہ تعالیٰ کے حکم سے جہاں چاہیں تشریف لے جاسکتے ہیں۔ تیسری بات دوستو! حوروں کے الفاظ پر غور فرمائیں وہ عرض کر رہی ہیں:

حَضَرْنَا لِوِلَادَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ ہم صرف سید المرسلین کی ولادت باسعادت کے لیے حاضر ہوئی ہیں۔ کوئی پیرزادہ ہو۔ یا صاحبزادہ ، صدر ہو یا گورنر ، وزیر اعلیٰ عالم ہو یا مفسر ، امیر ہو یا غریب ، جب محفلِ میلاد شریف میں شرکت کے لیے آئے تو وہ تشریف آوری نہ سمجھے بلکہ حاضری سمجھے۔

کون سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا جن کا فرشتے طواف کریں

محدث ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

جب نویں مہینہ ربیع الاوّل کی پہلی رات ہوئی تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو سُرور ومسرت حاصل ہوئی۔ دوسری رات میں آرزو کے پانے کی بشارت دی گئی۔ تیسری رات میں کہا گیا کہ آپ اس سے حاملہ ہیں ، جو ہماری حمد وشکر بجالائے گا۔ چوتھی رات میں آپ نے آسمانوں سے تسبیحِ ملائکہ سنی۔ پانچویں رات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے دیکھا کہ اے آمنہ رضی اللہ عنہا! مدح وعزت کے مالک کے باعث خوش ہو جاؤ۔ چھٹی رات میں فرحت وبرکت مکمل ہوگئی۔ ساتویں رات میں نور چمکا اور مدہم نہیں ہوا۔ آٹھویں رات میں فرشتوں نے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے گرد طواف کیا ——— نویں رات میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی سعادت وغنا ظاہر ہوئی ——— دسویں رات میں فرشتوں نے شکر وثناء

کے ساتھ ''لا الہ الا اللہ'' کا ورد کیا۔ گیارھویں رات میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے مشقت وتعب (تھکاوٹ) دور ہوگئی [1]

یثرب (مدینہ شریف) کی طرف سفر

والدۂ سرورِ کائنات سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے اکلوتے بیٹے کو گود میں لیے بیٹھی ہیں۔ کچھ ہی دن ہوئے ہیں کہ عمر کا ایک حصہ صحراء میں گزارنے کے بعد وہ اپنے گھر میں تشریف لائے ہیں ''حلیمہ سعدیہ'' انہیں خود اس مقدس شہر میں واپس لائی ہیں۔ جو ان کے آباء واجداد کا اصلی وطن اور ان کی جنم بھومی ہے۔

وہ لوٹے ہیں تو غم واندوہ کے سیاہ بادل چھٹ گئے ہیں۔ جنہوں نے جوانی میں بیوگی اور تنہائی میں ان کی والدہ ماجدہ کی دنیا کو تاریک بنا دیا تھا۔ میں سمجھتی ہوں، انہوں نے اپنے بیٹے سے ان کے والد کا ذکر کیا ہوگا۔ ان کے شمائل وخصائل بیان کیے ہوں گے، ان کی قربانی کا واقعہ سنایا ہوگا اور ماں نے اپنے بیٹے سے بڑی بڑی توقعات وابستہ کر رکھی تھیں، بیٹے سے چھپی نہیں رہی ہونگی۔ ماں نے اپنے بیٹے کی دیکھ بھال میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ وہ ان کا اکلوتا بیٹا تھا۔ ان کی امیدوں کا مرکز اور خوشیوں کا واحد ذریعہ۔ سیرت نگار معترف ہیں کہ نبی اسلام کی عمر کے اس مرحلہ میں جو اہم اثرات مرتب ہوئے وہ بہت دور رس تھے۔ معروف سیرت نگار ابن اسحاق کہتا ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ آمنہ بنتِ وھب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی

1 مولد العروس ابن جوزی ناشر کرمانوالہ بک شاپ لاہور

حفظ واماں میں تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں خوب پروان چڑھایا۔" [1]

یہ دیکھ بھال بڑی نتیجہ خیز ثابت ہوئی، سیدنا محمد ﷺ بہت تیزی سے پلے بڑھے۔

جب آپ ﷺ کی عمر مبارک صرف چھ سال کی تھی تو ماں نے ایک عظیم انسان کی خصوصیات آپ میں ملاحظہ کیں، یہ انسان حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کا آئیڈیل تھا اور خوابوں میں ایسے ہی بیٹے کا آپ رضی اللہ عنہا سے وعدہ کیا گیا تھا۔

ایسے میں آپ رضی اللہ عنہا نے محسوس کیا کہ اب وقت آگیا ہے کہ وہ اپنے فرائض ادا کرے اور اس کی امیدیں برآئیں جن کا مدتوں سے وہ انتظار کر رہی تھیں۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے سے بات کی کہ وہ دونوں ماں بیٹا یثرب کو جائیں گے، جہاں وہ اپنے حبیب رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کریں گے، جو انہیں داغِ مفارقت دے کر یثرب میں محوِ استراحت ہے۔

سفر کے بارے میں سن کر بچہ پریشان ہوگیا، لیکن اسے اس بات کی خوشی بھی تھی کہ ان کی والدہ ماجدہ ان کے ساتھ ہوگی، اور وہ اپنے والد کی قبرِ انور کی زیارت کرے گا۔ اس کے علاوہ وہ اپنے والد کے ماموؤں سے بھی متعارف ہوگا جو یثرب میں مقیم تھے [2] وہاں انہیں بڑی قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ شاید اس نے اپنی ماں سے کئی بار سنا ہوگا کہ ابی وہب بن عمرو ان کے دادا عبد المطلب کے خالو نے قریش سے کہا تھا تعمیرِ کعبہ میں صرف حلال مال لگایا جائے گا جبکہ ظلم وزیادتی سے حاصل کیا ہوا مال اور سود سے حاصل شدہ رقم تعمیرِ کعبہ میں صَرف نہیں ہوگی۔ شاید اسی طرح انہوں نے اپنی ماں سے ان کے خالو ابی وہب کے بارے

(1) سیرت ۱/۱۷۷ عیوان الاثر ۱/۳۷

(2) عبد المطلب بن ہاشم کی ماں رسول اللہ ﷺ کی دادی صاحبہ سلمٰی بنت عمر بن زید نجار یہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے ننھال ہیں۔ دیکھیے سیرت نمبر ۱ ۱۷۷ نسبِ قریش ۱۵ جمہرة الانساب

ایک شاعر کے یہ اشعار بھی سنے ہونگے [1]

١	ولو بابی وھب انخت مطیتی	غرت من نداہ، رحلھا غیر خائب
٢	بابیض من فرعی لؤی بن غالب	اذا حصلت انسابھا فی الذوائب
٣	ابی لاخذ الضیم، یرتاح للندی	توسط جداہ فروع الاطایب

١ اگر وھب کے پاس میں اپنی اونٹنی بٹھاؤں گا تو اگلے دن سفر کے لیے میری سواری کی خرجیاں خالی نہیں رہیں گی۔

٢ جب شرافت نسب کا حساب کیا جائے گا تو لؤی بن غالب کی دونوں شاخوں میں وہ سب سے زیادہ شریف ثابت ہوں گے۔

٣ وہ بدلہ لینے سے نفرت کرنے والا اور سخاوت سے راحت حاصل کرنے والا ہے۔ ان کے دونوں دادا (یعنی نانا اور دادا) تمام شاخوں سے محاسن میں اعلیٰ درجہ رکھتے ہیں۔

گرمی کا موسم تھا، سورج مکہ کی پتھریلی زمین پر آگ برسا رہا تھا، ریت کو پگھلا نا رہا تھا، ادھر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ایک طویل اور کٹھن سفر کے لیے تیاری کر رہی تھیں۔ اس نے 300 میل کا سفر طے کر کے یثرب پہنچنا تھا جہاں کی مٹی میں عبداللہ رضی اللہ عنہ محوِ استراحت تھے جن کو ان سے جدا ہوئے سات سال کا عرصہ ہونے کو تھا۔ وہ پتھریلی زمین کے اس لق ودق صحراء میں سفر کرنے کی مشقتوں سے ناواقف نہیں تھی ، نہ وہ خوفناک ویرانے اور ڈرا دینے والے ٹیلے اس کی نظروں سے اوجھل تھے جن کا اس صحراء میں سفر کرنے والوں کو سامنا کرنا پڑتا تھا۔

[1] سیرت ابن اسحاق میں یہ اشعار عبداللہ بن ابی نجیح سے روایت کیے گئے ہیں ۲۰۶/۱

لیکن یثرب کو دیکھنے کے شوق فراواں کے سامنے سفر کی یہ صعوبتیں جو عذاب سے کم نہیں تھیں ہیچ تھیں۔

کچھ دن تیاری میں لگ گئے۔ پھر سیدہ سلام اللہ علیہا نے اونٹنی پر کجاوہ رکھا اور اس کو آپس میں بندی ہوئی لمبی لمبی ٹہنیوں سے ڈھانپ دیا تاکہ اپنے عزیز از جان بیٹے کو سورج کی تپش سے بچا سکے۔

اب انتظار تھا کہ جونہی کوئی قافلہ موسمِ گرما گزارنے کی غرض سے مکہ سے شمال کی طرف سفر کرے تو یہ بھی روانہ ہو۔ آخر ایک دن کوچ کی گھنٹی بجی۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بچے کو سینے سے لگایا۔ سواری پر سوار ہوئی، اپنی وفادار خادمہ برکتہ اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کو ساتھ لیا اور چل دی۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنی شادی والے گھر پر ایک اچٹتی نظر ڈالی جس میں وہ چند دن اپنے خاوند حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہی تھیں اور ان کے وصال کے بعد اپنے اکلوتے بیٹے کو جہاں جنم دیا تھا۔ اس کے بعد حرم پاک میں حاضری دی، طواف کیا، دعا کی، اور شمال کی طرف روانہ ہوگئی جہاں قافلہ چلنے کو تیار کھڑا تھا۔ اونٹ بلبلا رہے تھے، ان کی آوازیں مسافروں کے شور و غوغا اور حرم پاک کو الوداع کہنے والوں کی دعاؤں کی آوازوں میں مل رہی تھیں۔

قافلہ آہستہ آہستہ روانہ ہوا۔ یوں لگتا تھا اس عظیم پناہ گاہ اور مقدس شہر کو چھوڑنا ان پر بھاری ہو رہا تھا۔ حتیٰ کہ مکہ شریف کی آبادی ان بلند و بالا پہاڑوں کے پیچھے چھپ گئی جنہوں نے اسے گھیر رکھا تھا۔ قافلہ شمال کے راستے کی طرف تیز تیز قدموں سے روانہ ہو گیا تا کہ وہ فوراً شام کے بازاروں میں پہنچے اور پھر اپنی پناہ گاہ، اپنے گھر والے اور دوستوں کی طرف واپس لوٹیں۔

حدی خوانی ہونے لگی۔ درد بھرے نالے سنائی دینے لگے۔ پیچھے رہ جانے والوں کو الوداع کیا جا رہا تھا۔ اونٹوں سے آرام، سایہ اور گھاس کا وعدہ کیا جا رہا تھا۔ حدی خوانی سے اونٹوں کے پاؤں تیزی سے حرکت کرنے لگے اور انہوں نے اپنے سواروں کو اس منزل پر پہنچا دیا، جس کی تمنا وہ کر رہے تھے۔ حدی خوانوں کے محبت بھرے نغموں کی صدائے بازگشت صحراء کے اطراف میں پھیل گئی۔

مسافروں کے دل حسین یادوں کی چبھن اور غم فراق کی وجہ سے دقیق ہو گئے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے بچے پر جھکی بڑی محبت کی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے آنکھیں بند کر لیں اور اپنوں سے ملاقات کے خوبصورت خیالوں میں کھو گئیں۔ صحراء میں مکمل خاموشی تھی۔ کبھی کسی اونٹ کے بلبلانے سے زندگی کا احساس ہوتا۔ راحت بخش خاموشی کی وجہ سے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے خوابوں کا سلسلہ دراز ہو گیا اور زیادہ تر مسافت بڑے آرام سے کٹ گئی۔ حدی خوانی میں وہ خاموشی سے ایک آواز کو سنتی رہی جس میں درد کی کسک تھی اور بہت دور سے آ رہی تھی۔

سیدہ رضی اللہ عنہا نے نظر شمالی افق پر جما دی جہاں سے اسے یثرب (مدینہ شریف) ایک ایسے سبز درخت کی طرح نظر آ رہا تھا۔ جس کے گھنے سائے ان کے پیارے خاوند کی مرقد کو سایہ مہیا کر رہے تھے اور جس کی پاک مٹی ایک عظیم شخصیت کو اپنی گود میں لیے ہوئی تھی۔

جب رات کی تاریکی چھا گئی۔ حدی خوان خاموش ہو گئے، سب قافلہ والے سو گئے اور کائنات پُرسکون ہو گئی تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اکلوتے کو سینے سے لگا لیا اور اپنے آپ کو ان خوابوں کے حوالے کر دیا جو اسے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے مزارِ اقدس کی طرف لے گئے، جہاں ان کی روح مبارکہ دور کے اس نامعلوم ٹھکانے پر اپنی محبوب اور وفادار بیوی کو سلام کرنے اور اپنے پیارے سے معصوم بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنے آئی۔

قافلہ اپنی منزل کے قریب پہنچ گیا۔ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے آپ کو مجتمع کیا اور اپنے بیٹے سے اس کے والد کے متعلق پھر سے باتیں کرنے لگی۔ دیکھو بیٹا اس پہاڑ کے پیچھے وہ خوبصورت شہر دکھائی دینے والا ہے جہاں وسیع و عریض کھیت ہیں۔ ٹیلوں کا نام و نشان نہیں سرسبز و شاداب گھاس عجیب منظر پیش کر رہی ہوگی۔ بلند کھجوروں کے گھنے سائے زمین پر جھکے گھاس کی کشش میں اضافہ کر رہے ہوں گے۔

سواروں نے یثرب کی سرزمین پر اونٹ بٹھا دیے۔ جہاں آسانیاں اور راحتیں ہیں۔ کھجوروں کے باغات اور میٹھے پانی کے چشمے ہیں۔ قافلہ سیدہ آمنہ

رضی اللہ عنہا، ان کے بیٹے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی خادمہ کو بنی نجار کے محلے میں چھوڑ نے کے بعد پھر سے شمال کی طرف آمادۂ سفر ہوا، کیونکہ انہیں بہت آگے جانا تھا۔

میکے والوں نے بازو وا کیے، سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوش آمدید کہا اور سب اکٹھے ہو کر ان کو گھیر کر بیٹھ گئے۔ وہ بہت خوش تھے کہ ان کی بیٹی آئی تھی اور عبداللہ رضی اللہ عنہ مرحوم کا سعادتوں والا بیٹا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لایا تھا۔ ماں بیٹا کچھ وقت تک بیٹھے ان سے باتیں کرتے رہے، آخر سیدہ سلام اللہ علیہا نے اپنے بیٹے کا ہاتھ پکڑا اور اس جگہ کا طواف کرنے لگیں جہاں اس کے ابو کا انتقال ہوا تھا اور ان کی قبر مبارک کا حج کرنے لگے جہاں اس کا جسدِ خاکی رکھا گیا تھا۔ پھر سیدہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہا: بیٹا دوسرے بچوں کے ساتھ تم بھی جاؤ۔ کھیلو کودو۔ یثرب کے درو دیوار دیکھو۔ بچے دوڑ پڑے۔ اٹھکیلیاں کرتے، ہنستے مسکراتے وہ دور نکل گئے جہاں وہ روزانہ کھیلنے اور بیت بازی کیلئے جایا کرتے تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ کھیل رہے تھے اور تالابوں میں تیراکی سیکھ رہے تھے۔ جبکہ سیدہ رضی اللہ عنہا اپنے محبوب رضی اللہ عنہ کی قبر پر بیٹھی ان سے باتیں کر رہی تھیں اور جدائی پر آنسو بہا رہی تھیں۔ وہ دونوں حالتوں پر راضی اور خوش تھیں۔ غم میں بھی ایک لذت پنہاں ہے وہ اپنے مرحوم شوہر کے قرب کی وجہ سے ایک انسیت محسوس کر رہی تھیں جس سے اس کا غم کم ہو رہا تھا۔

ایک ماہ گزر گیا۔ ماں بیٹا یہاں بہت خوش تھے۔ سیدہ سلام اللہ علیہا اپنے غمِ درون کو بھلانے میں کسی حد تک کامیاب رہی تھی۔ آنکھوں نے خوب آنسو بہا کر اس کی مدد کی تھی۔ بچہ اس خوشگوار فضا سے متمتع ہوا اور اپنے ننھال کے بچوں کی رفاقت

سے بہت خوش بھی۔

کوئی نہیں جانتا کہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی آخری رات کس کرب میں گزری۔ غالب گمان یہی ہے وہ گئی ہونگی۔ اپنے محبوب شوہر رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی ہوگی اور کہا ہوگا کہ پھر بچھڑنے کی گھڑی آ گئی ہے۔ حتیٰ کہ جب روانگی کا لمحہ آیا ہوگا تو اس نے اس فضاء سے اپنے آپ کو بمشکل الگ کیا ہوگا جس میں حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی حسین یادیں رچی بسی تھیں۔ پھر اپنے مہربان میزبانوں کا شکریہ ادا کیا ہوگا جنہوں نے سیدہ اور اس کے بیٹے کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا اور انہیں خوش دلی سے خوش آمدید کہا تھا۔ بہر حال سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خادمہ کو ساتھ لیے روانہ ہوئی۔ آخری بار اپنے محبوب شوہر رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی زیارت کی۔ یہ لمحہ بڑا صبر آزما تھا۔ لوگ الوداع کہنے شہر سے باہر آئے تھے۔ سیدہ سلام اللہ علیہا بڑی مشکل سے اپنے جذبات پر قابو رکھے ہوئے تھیں، جب وہ واپس ہوئے تو اپنے آپ کو غم واندوہ کے حوالے کر دیا۔ اونٹنی تینوں مسافروں کو لیے مکہ کی طرف بغیر کسی حدی خواں کے رواں دواں تھیں [1]

الوداع

قافلہ دونوں شہروں مکہ اور یثرب (مدینہ شریف) کے درمیان میں تھا کہ تند و تیز ہوا چلی جس کی گرمی سے مسافروں کے چہرے جھلس گئے۔ ریت شراروں کی مانند اڑنے لگی۔ اس لیے انہیں کچھ دن کیلئے رکنا پڑا۔ جب آندھی تھم گئی گرمی کی شدت بھی کچھ کم ہوئی تو قافلہ مکہ کی طرف رواں دواں ہوگیا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے

سیرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا مترجم ص 159 تا 164

محسوس کیا کہ ان کی طبیعت ناساز ہے۔ شاید یہ جدائی کے اس نئے داغ کا اثر تھا جو یثرب (مدینہ شریف) کی سرزمین سے سفر کرتے وقت تحفے میں ملا تھا۔

جانِ دو عالم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھے کہ شاید سفر کی تھکان کی وجہ سے طبیعت ناساز ہے، آندھی سخت تھی گرم لو کے جھکڑ سے ایسا تو ہونا تھا۔ بس ایک دو دن میں تندرستی عود کر آئے گی لیکن سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو احساس ہو گیا تھا کہ اجل قریب ہے اور ملاقات کی گھڑی آ گئی ہے۔ اس لیے اپنے بیٹے کو سینے سے لگایا، آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی لگ گئی۔ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے ماں کے آنسو پونچھ رہے تھے اور محبت فراواں کی لذت محسوس کر رہے تھے جسے ٹھہر جانے کے خوف سے چھپا رکھا تھا۔

اچانک سیدہ رضی اللہ عنہا کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی، بیٹے نے ماں کی طرف نظر کی تو اسے محسوس ہوا کہ آنکھوں کی روشنی بجھ رہی ہے اور آہستہ آہستہ آواز پست ہوتی جا رہی ہے۔ حتیٰ کہ سانس اکھڑ گئی اور سیدہ رضی اللہ عنہا نے بڑی مشکل سے اپنے بیٹے سے گفتگو کی۔[1]

حضرت ابو نعیم نے ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت اسماء بنتِ رہم سے اور وہ اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا: میں حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے وصال پُرملال کے وقت ان کے پاس موجود تھی۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک پانچ سال تھی (بعض نے 6 سال بھی لکھی ہے)۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امی جان کے سر کی طرف کھڑے تھے اور والدہ ماجدہ نے اپنی آخری نظر اپنے

1 سیرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ص164 ناشر زاویہ فاؤنڈیشن لاہور

لختِ جگر کے حسین چہرے پر ڈالی اور کہا:

بَارَكَ فِيكَ اللهُ مِنْ غُلَامٍ يَا ابْنَ الَّذِىْ مِنْ حَوْمَةِ الْحِمَامِ

میرے فرزند دلبند! اللہ تعالیٰ آپ کو بابرکت کرے۔ اے اس ذات والا کے نورِ نظر

نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْعَلَّامِ فُوْدِیَ غَدَاةَ الضَّرْبِ بِاَسْهَامٍ

جسے ملک علام کی مدد سے موت کے ہجوم سے نجات ملی،
کل تیروں سے قرعہ کر کے انہیں بچالیا گیا تھا۔

بِمِائَةٍ مِنْ اِبِلٍ سَوَّامٍ اِنْ صَحَّ مَا اَبْصَرْتُ فِی الْمَنَامِ

جنہیں ایک سو مضبوط اونٹ ذبح کر کے بچالیا گیا
اگر وہ صحیح ہے جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا ہے۔

فَاَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَى الْاَنَامِ تُبْعَثُ فِی الْحِلِّ وَالْحَرَامِ

آپ کو سارے نوعِ انسانی کی طرف مبعوث کیا جائے گا
اور حل اور حرم میں آپ کی بعثت ہوگی۔

تُبْعَثُ فِی التَّحْقِيْقِ وَالْاِسْلَامِ دِيْنُ اَبِيْكَ الْبَرِّ اِبْرَهَامِ

آپ کو حق اور اسلام یعنی آپ کے باپ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دین کے ساتھ مبعوث کیا جائے گا۔

فَاللّٰهُ اَنْهَاكَ عَنِ الْاَصْنَامِ اَنْ لَّا تَوَالِيْهَا مَعَ الْاَقْوَامِ

میں رب تعالیٰ کا واسطہ دے کر آپ کو بتوں سے روکتی ہوں
کہ آپ دیگر اقوام کے ساتھ مل کر ان سے دوستی نہ کریں

اس کے بعد آپ نے فرمایا: کُلُّ حَیٍّ مَیِّتٌ وَکُلُّ جَدِیْدٍ بَالٍ
وَکُلُّ کَبِیْرٍ یَفْنٰی وَاَنَا مَیِّتَۃٌ وَذِکْرِیْ بَاقٍ وَوَلَدْتُّ طُھْرًا

''ہر زندہ موت کا مزہ چکھے گا، ہر نئی چیز پرانی ہو جائے گی اور ہر بڑی چیز فنا ہو جائے گی۔ میں تو وصال کر رہی ہوں لیکن میرا ذکر تا ابد باقی رہے گا کیونکہ میں نے ایک پاکباز فرزند ارجمند کو جنم دیا ہے [1]

میں جا رہی ہوں لیکن میری یادیں باقی رہیں گی۔ میرا ذکر، میرے چرچے باقی رہیں گے۔ میں تمہیں خیر کی حالت میں چھوڑ رہی ہوں اور طہارت کی حالت میں تمہیں جنا تھا۔

پھر ان کی آواز عدم کے پردوں میں کھو گئی اور ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئی۔ کائنات پر ایک خوفناک سکوت چھا گیا، جسے ایک لمحے بعد روتے بچے کی چیخوں نے توڑ ڈالا، جو اپنی ماں کے بے حس و حرکت جسم پر چھایا صحراء میں اسے آوازیں دے رہا تھا مگر وہ اسے جواب دینے سے قاصر تھی۔

دریتیم ﷺ اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کی طرف مڑے اور انہیں اچانک بُجھنے والی زندگی کے راز کے بارے میں سوال کیا: میری ماں مجھ سے کیوں روٹھ گئی: یہ جسم بے حس و حرکت اچانک کیسے ہو گیا؟ ماں بولتی کیوں نہیں؟ جواب کیوں نہیں دیتی؟ اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا

١ السیرۃ النبویہ مترجم جلد اول ص 78

٢ ضیاء النبی شریف جلد دوئم ص 78 ناشر ضیاء القرآن

کے پاس ان سوالوں کا کوئی جواب نہیں تھا۔اس نے درِ یتیم ﷺ کو اپنے سینے سے چمٹا لیا اور صرف اتنا کہہ سکی :

بیٹے! ـــــ تیری والدہ ماجدہ اللہ کو پیاری ہوگئی ہیں ـــ اسے موت نے آلیا ہے۔

موت؟

ہاں موت!

یہی وہ موت ہے جس نے تمہاری والدہ ماجدہ سے پہلے تمہارے والد ماجد کو تم سے جدا کیا۔ اسی کے ہاتھوں تمہاری والدہ ماجدہ کو بیوگی کا کڑوا پیالہ پینا پڑا اور اس کی وجہ سے انہوں نے زندگی کی راحتوں کو نہ دیکھا اور سات سال کی طویل مدت میں بھی ان کے دل کے زخم مندمل نہ ہوئے۔

موت ! عزیز از جان لوگوں کو مٹی کے پیٹ میں سلا دیتی ہے اور پھر وہاں سے نہ کوئی واپس آتا ہے اور نہ ملاقات ہوتی ہے۔اجل ہی ہے جو مسافر کو وہاں لے جاتی ہے جہاں سے واپسی کی ساری راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اور کوئی پلٹ کر نہیں آتا۔

درِ یتیم ﷺ نے بڑی حیرت سے ادھر ادھر دیکھا۔کائنات پر وحشت طاری تھی۔گویا ہر طرف موت کی علمداری ہے اور اس کی وجہ سے ہر چیز سہمی سہمی خوفزدہ سی ہے۔

درِ یتیم ﷺ کی اشک بار آنکھیں آسمان کی طرف اٹھتی ہیں۔اچانک وہ کیا دیکھتا ہے کہ آسمان بھی مہر بلب ہے اور غم واندوہ کی وجہ سے اس کا چہرہ بھی زردی مائل ہے۔

درِ یتیم ﷺ دور افق کی طرف نگاہ دوڑاتا ہے۔ اچانک وہ دیکھتا ہے کہ بادل کے بکھرے ہوئے ٹکڑے آسمان میں آوارہ گردوں کی طرح پھر رہے ہیں اور غم والم کی وجہ سے ان پر بھی نقاہت کی کیفیت طاری ہے۔

درِ یتیم ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کی طرف دیکھتے ہیں اور اس کے قریب چپ چاپ بیٹھ جاتے ہیں۔ وہ بار بار اپنی ماں کا چہرہ دیکھتے ہیں۔ پھر کسی آنے والے کے پاؤں کی آہٹ پا کر مڑ کر دیکھتا ہے لیکن اس صحراء میں کوئی نہیں۔ عاجزی و درماندگی کا احساس اسے بری طرح ڈسے جا رہا ہے۔ ایسے میں برکہ اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا ہمت سے کام لیتی ہیں پھولوں کی طرح کھلے ہوئے چہرے کو ڈھانپ لیتی ہے اور مبارک آنکھوں کو بند کر دیتی ہیں۔

درِ یتیم ﷺ اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا کے پیچھے سر جھکائے چلا جا رہا ہے۔ وہ اس کی مرحومہ ماں رضی اللہ عنہا کا جسدِ مبارک اٹھائے نزدیک کی ابواء نامی بستی کی طرف جا رہی ہیں۔ وہ چاہتی ہیں کہ کچھ عورتیں اس کا ہاتھ بٹائیں گی، تو تجہیز و تکفین آسان ہو جائے گی۔ حتیٰ کہ وہ وقت بھی آیا کہ سیدہ رضی اللہ عنہا کے جسدِ مبارک کو لحد میں اتارا گیا اور قریب تھا کہ یہ چہرہ مبارک ہمیشہ کے لیے آنکھوں سے اوجھل ہو جاتا۔ درِ یتیم ﷺ دوڑ کر اپنی ماں سے لپٹ گئے۔

اس منظر کو دیکھ کر لوگ دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ ایک لمحہ کے لیے کسی نے کچھ نہ کہا۔ درِ یتیم ﷺ اپنی ماں کی چھاتی سے لگا بلبلاتا رہا۔ لیکن آخر کب تک۔ پھر انہوں نے بڑی نرمی سے اپنی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کو لحد کے سپرد کر کے ڈھیروں مٹی ڈال دی [1]

[1] سیرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہ ص 164

دُرِ یتیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی واپسی

مکہ کے در و دیوار فرطِ غم کی وجہ سے مہر بلب تھے۔ وہ ایک ایسے درِ یتیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھ رہے تھے جو صرف ایک ماہ یا اس سے بھی کم عرصہ اپنی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خوشی خوشی رہنے کے بعد اچانک اپنی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا سے بچھڑ گیا تھا، اور آج اکیلا واپس آیا تھا جبکہ اس کا باپ اس کی پیدائش سے پہلے فوت ہو گیا تھا۔ آج اس کی ماں بھی اسے چھوڑ کر اللہ کے حضور میں چلی گئی تھیں۔ وہ بے حد غمگین تھا اس نے اپنی عزیز ترین ہستی کو اپنی آنکھوں کے سامنے دم توڑتے دیکھا تھا لیکن جس طرح سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کی یادوں کے سہارے اس نے سب غم سہہ لیے تھے درِ یتیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بھی اپنے سینے پر غم و اندوہ کے یہ تیر سہہ لیے۔

مکہ میرے آقا حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس لوٹنے کو ضرور یاد کریگا۔ جس دن تقریباً نصف صدی کے بعد وہ رات کے وقت اپنے دین کی حفاظت کی خاطر مکہ سے یثرب (مدینہ شریف) کی طرف آمادۂ سفر ہوگا اور یارِ غار صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ساتھ ہونگے جبکہ قریشی ان کے نشان قدم پر ان کو پکڑنے کی خاطر دوڑ رہے ہونگے۔

اسی طرح مکہ اس درِ یتیم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی واپسی کو یاد کرے گا، جب وہ فتح کے سال واپس لوٹے گا اور ایک فاتح کی حیثیت سے شہرِ مقدس میں داخل ہو کر تمام بتوں کو پاش پاش کرے گا، جو حرم شریف کے تقدس کو عرصہ سے پامال کر رہے تھے اور بیت اللہ شریف کی چھت پر چڑھ کر کوئی کہہ رہا ہوگا:

اللہ اکبر!

جزیرہ عرب کی اطراف میں یہ بلند آہنگ نعرہ گونجا اور صدیاں گزرنے کے بعد زمین کے بسنے والوں نے اس (مقصودِ کائنات صلی اللہ علیہ وابائہ و والدہ وجدہ وصحبہ وبارک وسلم) کے جواب میں لبیک کہا۔

یادوں کے دریچے

''یہ وہ جگہ ہے جہاں میری ماں نے مجھے اونٹنی سے اتارا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
اس حویلی میں میرے والدِ گرامی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا مزارِ مقدس ہے۔''
(ہجرت کے بعد بنی عدی بن نجار کے گھر کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا)
اس جہان رنگ و بو میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی زندگی اسی واقعہ کے ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔ حتیٰ کہ 34 سال کے طویل عرصہ بعد تاریخ نے آپ کے ذکرِ خیر کے ورق اُلٹ کر آپ کو کتابِ خلود میں معزز ترین مقام عطا کیا۔ یہ مقام تھا ''ایک نبی کی ماں کا''یہ وہی دریتیم ﷺ تھا جسے وہ یثرب (مدینہ شریف) اور اُم القریٰ کے درمیان بیابان حجاز میں یکا وتنہا چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے رخصت ہوگئی تھیں، اور اپنے بیٹے کو یتیم کر گئی تھیں۔سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا جب بھی یاد آتیں تو آپ ﷺ کا دل اپنی ماں کی محبت میں دھڑکنے لگتا اور ایسی رقت طاری ہوتی کہ غم تازہ ہو جاتا اور آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے۔

وہ پاک ہستی اپنی ماں کو کس طرح بھول سکتی تھی، جس نے دنیا بھر کی ماؤں کو عزت دینے کے لیے ان کے قدموں تلے جنت رکھ دی تھی

ابن سعد ''طبقات'' میں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے واپس

① سیرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ص 167

آتے ہوئے جب ابواء سے گزرے تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو اجازت مرحمت فرمادی ہے، کہ وہ اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کریں، آپ اپنی والدہ ماجدہ کی قبرِ انور پر تشریف لے گئے۔ اس کی مٹی کو درست کیا اور روتے رہے۔ حضورِ انور ﷺ کو روتا دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آنکھیں اشک بار ہوگئیں۔ آپ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا: مجھے ان کی شفقتیں یاد آگئیں تو میں نے رو دیا [1]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن گھر سے نکلے، ہم بھی ساتھ ہو لیے حتیٰ کہ ہم قبرستان آئے۔ آپ ﷺ نے ہمیں حکم دیا: بیٹھ جاؤ، ہم بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ مختلف قبروں سے گزر کر ایک قبر کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور دیر تک صاحبِ مزار سے باتیں کرتے رہے۔ پھر آپ ﷺ بہت زیادہ روئے۔ ہم سے نہ رہا گیا حضورِ انور ﷺ کو روتا دیکھ کر ہم بھی رو دیے۔ پھر آپ ہمارے پاس آئے، عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کس چیز نے آپ کو رلا دیا کہ ہم بھی رو دیے؟ آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا پھر ہماری طرف اشارہ کیا، ہم حاضرِ خدمت ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا میرے رونے کی وجہ سے تم رونے لگے؟ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ جی ہاں! آپ نے دو یا تین بار یہ سوال کیا پھر فرمایا: جس قبر پر تم نے مجھے باتیں کرتے دیکھا وہ میری والدہ مرحومہ آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہما کی قبر ہے۔ میں نے اپنے رب سے ان کے مزارِ مقدس کی زیارت کی اجازت طلب کی تو میرے رب نے مجھے اجازت دے دی [2]

(1) طبقات (2) مسلم شریف

اس طرح دنیا نے دیکھا کہ آپ ﷺ ہمیشہ اس دور دراز علاقہ کی طرف تشریف لاتے رہے جہاں آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ استراحت فرما تھیں۔ مدتِ مدید گزرنے اور طویل مسافت کے باوجود آپ ﷺ دل سے اس کی طرف متوجہ رہے [1]

بے ادبی کرنے کا سوچا اور خوف طاری ہو گیا

قریشِ مکہ کو بھی حضور ﷺ کی والدہ کی قبر کا علم تھا۔ حتیٰ کہ جب ہندہ بنتِ عتبہ مشرکین کے اس لشکر کے ساتھ ابواء کے مقام سے گزری جو بدر سے مقتولین کا بدلہ لینے کے لیے مدینہ جا رہا تھا، تو اس نے حضور ﷺ کو ایذا دینے کے لیے بہتر حربہ یہی سمجھا کہ ان کی والدہ کی قبر اکھیڑ کر وجودِ پاک قابو میں کر لیا جائے۔ اس بدبخت نے قریش کی حفاظت کے خیال سے ام محمد ﷺ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے اعضاء قریش کی حفاظت کے لیے سب سے بہتر پایا۔ ہشام بن ہاشم اسلمی روایت کرتے ہیں کہ تو ہندہ نے اپنے خاوند ابوسفیان سے کہا: ''ہمیں محمد ﷺ کی والدہ کی قبر اکھیڑ کر اعضاء کو قبضے میں کر لینا چاہیے تاکہ اس جنگ میں تم سے اگر کوئی قید ہو گیا تو اس کے اعضاء کے بدلے میں اسے چھڑا لینا۔

ابوسفیان نے قریش سے ابھی اس کا ذکر نہیں کیا تھا کہ ہندہ پر انتہائی خوف طاری ہو گیا اور اس نے چیخ کر اپنے خاوند سے کہا: اسے رہنے دو، ہم پر ہلاکت کا یہ دروازہ مت کھولو'' [1] کافروں پر خوف طاری ہو گیا اور ذرا سوچیے جنہوں نے کلمہ پڑھ کر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مزارِ اقدس پر بلڈوزر چلا دیے ان نجدیوں کا کیا بنے گا؟ زمانے کے حوادث اپنے نقوش ثبت کرنے لگے۔ اب محمد رسول اللہ ﷺ

[1] تاریخ مکہ، الحاوی امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ سیرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ص173

کی رسالت اور حکمرانی کا پرچم ہرسُو لہرا رہا تھا۔ عمر بہت آگے بڑھ چکی تھی مگر اپنی والدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی یاد ذہن سے محو نہیں ہوتی تھی۔ جب آپ نے مدینے کی طرف ہجرت کی تو آپ ان مقامات سے گزرے جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصف صدی پہلے دیکھے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدی بن نجار کے محلّہ کو دیکھا تو فرمایا: ''یہاں میں اپنی والدہ کے ساتھ آیا تھا اور اس گھر میں میرے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی قبر ہے''[1]

جب آپ بنی عدی کے قلعے کے قریب سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل پر رقت طاری ہوگئی۔ فرمایا: یہاں میں اپنے ماموں زادوں کے ساتھ کھیلا کرتا تھا اور بنو نجار کے تالاب میں تیراکی سیکھی''۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی والدہ ماجدہ کی یثرب (مدینہ شریف) میں رہائش گاہ، ماموں زاد اور ابا جان کے ننہال کے گھر نہیں بھولے تھے۔ یہ سب کیا تھا، فقط والدہ محترمہ کی نسبت پاک کا فیض تھا۔ آپ کو اپنا وہ گھر کبھی نہیں بھولا جہاں آپ کی ولادت ہوئی اور جسے آپ کی والدہ کی وفات کے بعد دروازے بند کر کے خالی چھوڑ دیا گیا تھا۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی ظاہر زندگی مبارکہ) ابھی سات برس کے بھی نہیں ہوئے تھے کہ سیدہ آمنہ بنت وہب رضی اللہ عنہا ہمیشہ کے لیے جدا ہوگئیں۔ مگر اب پھر ایسا وقت آیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسالت کے منصب پر فائز ہوگئے۔ ہر طرف اسلام کا پرچم چھانے لگا مگر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی یادیں آپ کبھی بھی فراموش نہ کر سکے۔

یہ اپنی پیاری ماں سے محبت اور ان کی دلآویز یادوں ہی کا ثمر تھا کہ آپ

[1] طبقات ابن سعد

نے کتنی ہی عمر رسیدہ عورتوں کو ماں سمجھ کر نواز دیا۔ آپ نے اپنی رضاعی ماں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو کئی مرتبہ بہت زیادہ انعامات واکرامات سے نوازا اور ان کی بیٹی شیما بنت حارث کو نوازا۔ اسی طرح حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی والدہ ماجدہ سے اتنی محبت تھی کہ جس کا بھی ان کی امی جان سے تعلق رہا، اسے تمام زندگی نوازا۔

بچپنے کے حالات بیتے ہوئے ایام کی تلخیاں، اپنی امی جان کی رفاقت میں گزرے ہوئے وہ لمحات، یثرب (مدینہ شریف) کی طرف پہلا سفر اور اپنے ننھال کی بچوں کے ساتھ کھیلنا یہ سب چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یاد تھیں۔ ان میں سے کوئی چیز بھی آپ بھولی نہیں تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ہجرت کی تو ان ٹیلوں پر چکر لگاتے رہے جن کو نصف صدی پہلے دیکھا تھا جبکہ آپ تمام تفکرات سے آزاد اور بچپنے کی عمر میں تھے۔ سیرت نگار بیان کرتے ہیں کہ آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بنی عدی بن نجار کے محلے کو دیکھ کر فرمایا تھا: یہاں میری ماں میرے ساتھ اتری تھیں اور اس گھر میں میرے والدِ گرامی عبداللہ رضی اللہ عنہ کا مزار مبارک ہے۔

بنی عدی کے قلعے کو دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دل بھر آیا اور فرمایا

ہم اس قلعہ میں انیسہ نامی ایک انصاری بچی سے کھیلا کرتے تھے، میرے ننھال کے دوسرے بچے بھی ساتھ ہوتے اور بنی عدی بن نجار کے تالاب میں، میں نے تیرنا سیکھا۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے وصال مبارک کے بعد اس مقدس مکان کے دروازے بند کر دیئے گئے تھے اور اسے خالی چھوڑ دیا گیا تھا۔

شاید حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالمِ شباب میں جب مکہ میں قیام پذیر تھے اس گھر سے بارہا گزرے ہوں گے اور درودیوار سے پوچھا ہوگا: گردشِ ایام کے ہاتھوں تم پر کیا بیتی اور انہیں وہ لمحے ضرور یاد آئے ہونگے جب آپ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا اس گھر میں رہائش پذیر تھیں۔

پھر وہ وقت بھی آیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کو خیر باد کہا، حالانکہ یہ شہر آپ کی جائے پیدائش تھا اور اس کی مقدس زمین سے آپ محبت کرتے تھے۔ جب مکہ فتح ہوا اور آپ ایک فاتح کی حیثیت سے شہر میں داخل ہوئے تو معلوم ہوا کہ اب وہ گھر آپ کے چچا زاد بھائی عقیل رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے پاس ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پسند نہ کیا کہ گھر ان سے واپس لیں، جس طرح مہاجرین کے حق میں بھی اس چیز کو نا پسند کیا کہ جو مال و متاع وہ راہِ خدا میں قربان کر چکے ہیں وہ اسے دوبارہ لیں۔

یہ گھر حضرت عقیل رضی اللہ عنہ اور ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے کے پاس رہا حتیٰ کہ اسے محمد بن یوسف نے خرید لیا اور اپنے گھر میں داخل کرلیا جسے بیضاء (White House) کہا کرتے تھے۔ یہ گھر انہیں کے پاس رہا حتیٰ کہ اسے خیزران خلیفہ موسیٰ اور خلیفہ ہارون کی ماں نے خریدا اور اسے مسجد میں تبدیل کر دیا۔ خیزران نے اس کا دروازہ ایک گلی کی طرف کھولا جسے ''زقاق المولد'' (کوچۂ میلاد) کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس مبارک کوچہ کے رہنے والے یہاں سے نکلنے

کے بعد کہا کرتے تھے: ''بخدا ہمیں کبھی کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا حتیٰ کہ جب ہمیں اس گلی سے نکالا گیا تو ہم پر زمانہ سخت ہو گیا [1]

سیدۂ کونین حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا آئیڈیل کردار

سب سے پہلے اس عظیم خاتون کا کردار جو ایک جہت میں ساری عظمتوں کی مستحق ہیں، سیدہ طیبہ طاہرہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے کائنات کو جتنا بڑا تحفہ اپنے نور نظر کی شکل میں دیا ہے، اتنا بڑا تحفہ کوئی ماں کائنات کو نہیں دے سکی۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا کردار البدایہ والنہایہ میں یوں بیان کیا گیا ہے:

وَهِيَ يَوْمَئِذٍ سَيِّدَةُ نِسَاءِ قَوْمِهَا

جس وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے شادی کا معاملہ طے ہو رہا تھا، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اس سے پہلے بھی اپنے کردار کے لحاظ سے پوری قوم کی سیدہ شمار ہوتی تھیں۔

یعنی خُلق اتنا اچھا تھا اور کردار اتنا صاف تھا، صفات اتنی عمدہ تھیں اور حیا اتنی کامل تھی کہ پیکر صدق وصفا اور حکیمۃ القوم یعنی پوری قوم کی حکیمہ ہیں۔ گویا پوری قوم کی حکمت ان کے پاس ہے اور پوری قوم کی دانائی ان کے پاس ہے۔ پھر جس وقت انہوں نے وہ لمحہ دیکھا کہ ابواء کی پہاڑی کی چوٹیاں تھیں، سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے آخری لمحات تھے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ننھی سی عمر میں اپنی والدہ کے ساتھ تھے اور مدینہ شریف سے واپسی ہو رہی تھی۔ ابواء کی چوٹیوں پر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے وصال کا وقت قریب آ گیا، اس وقت حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

---

1 سیرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا مترجم ص 174 ناشر زاویہ فاؤنڈیشن لاہور

نے جو جملہ بولا تھا، وہ قیامت تک کی ماؤں کے لیے ایک سونے کی شیلڈ کی حیثیت رکھتا ہے۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

كُلُّ حَيٍّ مَيِّتٌ وَكُلُّ جَدِيْدٍ بَالٍ وَكُلُّ كَبِيْرٍ يَفْنٰى وَاَنَا مَيِّتَةٌ وَذِكْرِىْ بَاقٍ وَقَدْ تَرَكْتُ خَيْرًا وَوَلَدْتُ طُهْرًا [1]

آپ فرمانے لگیں:

ہر زندہ نے فوت ہونا ہے اور ہر نئی چیز کو پرانا ہونا ہے۔ مفکرۂ کائنات اور حکیمۂ امت کی گفتگو سنیے۔

فرمایا:
ہر زندہ مر جائے گا اور ہر نئی چیز پرانی ہو جائے گی اور ہر بڑی عمر والا فنا ہو جائے گا یہ کوئی نئی بات نہیں کہ میں دنیا سے جا رہی ہوں، یہ بات کائنات کے دولہا کے ساتھ، اپنے بیٹے کے ساتھ کر رہی ہیں۔ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے سرہانے بیٹھے ہیں۔

ابواء میں جن لوگوں نے قبر مبارک کی زیارت کی ہے، وہ اس بلند چوٹی کا تصور کریں، جہاں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بیٹھی یہ نصیحت کر رہی تھیں کہ میں جا رہی ہوں مگر میرے بیٹے حوصلہ رکھنا۔

اَنَا مَيِّتَةٌ

[1] البدایہ والنہایہ ۲/۲۷۹

میں ابھی فوت ہو جاؤں گی:

وَذِكْرَىٰ بَاقٍ

لیکن قیامت تک میرے تذکرے ہوتے رہیں گے، قیامت تک مجھے یاد رکھا جائیگا۔ کیوں؟

قَدْ تَرَكْتُ خَيْرًا

میں ویسے نہیں جا رہی، میں دنیا کو خیر دے کے جا رہی ہوں، میں نے خیر چھوڑی ہے۔

وَوَلَدْتُّ طُهْرًا

اور میں نے طہارت کو جنم دیا ہے، میں نے دنیا کو طہارت دی ہے، میں دنیا کو نفاست دے کر جا رہی ہوں۔

اب حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے قیامت تک کی ماؤں کے لیے یہ پیغام دیا کہ اگر دنیا سے اس حال میں جاؤ کہ تم نے سوسائٹی کو کوئی نیک بیٹا دیا ہے یا کوئی نیک بیٹی عطا کی ہے تو پھر حوصلہ رکھو کہ تم مر کے بھی نہیں مر سکو گی، تمہارا نام باقی رہے گا اور تمہارا کردار باقی رہے گا۔

اگر تم جا رہی ہو، جنم تم نے کئی دیے ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو معاشرے کے لیے ابرِ کرم ہو یا رحمت ہو یا تھوڑی سی روشنی ہو، وہ سارے بیٹے اور بیٹیاں تمہارے نام کو بقا نہیں دے سکیں گے اور اگر تم چاہتی ہو کہ تمہارا نام باقی رہے تو پھر اپنی اولاد کی یوں تربیت کرو کہ تم چلی بھی جاؤ مگر تمہاری قبر پھر بھی

کائنات کو خوشبو بخشتی رہے [1]

حکیمۃ القوم کے مبارک لفظوں پر پھر غور

وَذِکْرِیْ بَاقٍ وَّقَدْ تَرَکْتُ خَیْرًا وَّوَلَدْتُّ طُھْرًا

والدہ سرورِ کائنات رضی اللہ عنہا کی یہ فراستِ ایمانی اور پیشین گوئی نورانی قابلِ غور ہے کہ میں انتقال کرتی ہوں اور میرا ذکرِ خیر ہمیشہ باقی رہے گا۔عرب و عجم کی ہزاروں شہزادیاں ، بڑی بڑی تاج والیاں پیوند خاک ہوئیں جن کا نام تک کوئی نہیں جانتا ،مگر اس طیبہ خاتون کے ذکرِ خیر سے مشارق و مغارب کی زمین و آسمان گونج رہے ہیں اور ابدالآباد تک گونجیں گے۔

وللہ الحمد

یہی وجہ ہے کہ جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوئیں تو حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

یَاظِئْرُسَلِی عن ابنك فَإنّہٗ سیکون لہٗ شان

اے دایہ! تو اس بچے کے بارے میں مطمئن رہو کیونکہ اس کی بڑی شان و شوکت ہوگی

جب حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا الوداع ہونے لگیں تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے یہ اشعار کہے:

اعیذ باللہ ذی الجلال   من شر ما مر علی الجبال

1 فہم دین ص 315 تا 317 ناشر صراط مستقیم پبلی کیشنز لاہور

حتی اراہ حامل الحلال ویفعل العرف الی الموال
وغیرہ ھم من حشوۃ الرجال

''میں اپنے بچے کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی پناہ میں دیتی ہوں،
اس شر سے جو پہاڑوں پر چلتا ہے''۔

یہاں تک کہ میں خود اسے اونٹ پر سوار دیکھوں اور دیکھ لوں کہ وہ (میرا لختِ جگر) غلاموں اور نادار و غریب لوگوں سے احسان اور نیک سلوک کرنے والا ہے [1]

سانحۂ عظیمہ

محترم قارئین کرام! مذکورۃ الذکر واقعات کو پڑھ کر آپ کو بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ رسولِ مکرم نبیٔ محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے کس قدر والہانہ محبت تھی۔ حضرت ابو طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بارگاہِ نبوی میں حاضر تھا اور حضور سرورِ کونین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عطاءِ خدائے لم یزل سے ملنے والا مال صحابہ کرام میں تقسیم فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک نہایت ہی ضعیف العمر خاتون حاضرِ خدمت ہوئی، ان کو دیکھتے ہی سرورِ عالم شفیعِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہو گئے، بہ نفسِ نفیس آگے بڑھ کر استقبال فرمایا۔ پھر اپنے سرِ اقدس سے چادر اتار کر زمین پر بچھائی اور بڑے احترام و محبت سے اس اماں جی کا ہاتھ پکڑ کر چادر پر بٹھا دیا اور خود دو زانو ہو کر ان کے سامنے تشریف فرما ہو گئے۔ اماں جی

[1] خاندان مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص197 ناشر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد و طبقات ابن سعد و رحمۃ للعالمین

آہستہ آہستہ بات کررہی تھیں اور رسولِ مکرم نبی محترم ﷺ پوری توجہ اور محبت سے ان کی بات سن رہے تھے۔ پھر جب وہ بڑھیا جانے کے لیے کھڑی ہوئیں تو نبی اکرم ﷺ بھی کھڑے ہوگئے اور اپنی جانب سے ان کو تحائف عطا فرما کر الوداع فرمایا۔

راوی فرماتے ہیں کہ میں نے حاضرین سے دریافت کیا : یہ بڑھیا کون تھی کہ جس کا اس شان سے احترام خود امام الانبیاء ﷺ فرما رہے تھے؟ تو مجھے بتایا گیا کہ یہ وہ خوش قسمت اماں جی تھیں کہ جنہوں نے رسولِ محترم نبی مکرم ﷺ کو دودھ پلایا تھا۔ سبحان اللہ تعالیٰ! جس ہستی کے دل میں دودھ پلانے والی ماں کا اس قدر احترام ہے، ان کی نظر میں حقیقی والدہ کا کتنا احترام ہوگا؟

افسوس صد افسوس! اسی نبیٔ محترم و رسول محتشم ﷺ کے امتی ہونے کا دعویٰ کرنے والے سعودی علماء اور سرکاری مفتیوں پر جنہوں نے ۳ ربیع الاوّل ۱۴۱۹ھ کو فتویٰ جاری کیا کہ حضرت سیدہ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا کی قبرِ انور کی زیارت کرنا جائز نہیں اور پھر اسی سال یعنی ماہِ رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۹۹۹ء میں حضرت سیدہ آمنہ خاتون رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی قبرِ انور پر بلڈوزر چلادیے۔ قبرِ انور کی جگہ پر غلاظت کا ڈھیر لگا دیا۔ (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

میرے بھائیو! ذرا دل کو تھام کر سوچیے جس مرقدِ منور کو اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے اپنے یداللہ والے مبارک ہاتھوں سے بنایا ہو، سنوارا ہو اس قبرِ منور پر بلڈوزر چلادیئے ذرا سوچیے تو سہی! جن کو قرآن مجید امت کی مائیں بیان فرمائے

یہ توان کی بھی ماں ہیں اور سیدۂ دو جہاں ہیں۔ یہ کام تو ان لوگوں نے بھی نہیں کیا تھا جو اس وقت کافر تھے، انہوں نے صرف سوچا تھا تو ان پر انتہائی خوف طاری ہو گیا تھا۔ یہ اپنے آپ کو مسلمان کہنے والوں نے وہ کام کر دیا جو کافر بھی نہ کر سکے۔ پھر مختلف فتاویٰ اور مضامین کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا مشرکہ تھی۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

اگر اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم عطا فرمائی ہے تو یہ جاننا مشکل نہیں رہے گا کہ جس ماں کے شکمِ انور میں ربِ کائنات جل شانہ کے سب سے زیادہ عزت اور مرتبے والے رسول تشریف فرما رہے ہوں، جس ماں کا دودھ امام الانبیاء محبوبِ کبریا ﷺ کا جزو بدن بنا ہو، اس ماں کا اپنا مرتبہ کتنا بلند ہوگا؟

اللہ تعالیٰ اپنے محبوب ﷺ کو ساجدین میں منتقل فرماتا رہا۔ تمام کے تمام دادے پاک، دادیاں پاک، نانے پاک، نانیاں پاک اور پھر جس قبرِ انور کو امّ ایمن رضی اللہ عنہا سے ملکر خود مبارک ہاتھوں سے تیار کیا ہو، ظاہری زندگی مبارک میں کئی مرتبہ تشریف لے جا کر سنوارا ہو پھر بیٹھ کر آنسو مبارک بہائے ہو، وہ اماں آمنہ پاک جنکے پاس جانے کے لیے اللہ تعالیٰ خود فرمائے اے محبوب! آپ اپنی والدہ کی قبرِ انور پر تشریف لے جائیں مگر دعا نہیں مانگنی، اس لیے کہا کریم آقا ﷺ دعا اگر فرماتے تو لوگوں نے کہنا تھا معاذ اللہ! معاذ اللہ! کہیں ماں آمنہ پاک گناہگار ہے۔ فرمایا: میرے حبیب ﷺ دعا نہیں مانگنی تا کہ لوگوں کو پتہ چل جائے جس اماں نے محبوب ﷺ کو جنم دیا ہے وہ پاک ہے۔ یہ بھی مقامِ غور ہے کہ مومن کی قبر پر جانا جائز ہے کافر کی قبر پر نہیں جاتے۔

پہلے حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا خوبصورت مزار بنا ہوا تھا

پہلے حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا خوبصورت مزار بنا ہوا تھا مزار شریف میں نہایت شاندار قُبہ اور برابر میں مسجد تھی، یہ دونوں عمارتیں نجدیوں نے گرادی، پھر اہل مکہ نے وہاں بنوادی پھر نجدیوں نے گرادی۔ قبر شریف بھی اکھیڑدی۔ حالانکہ اس جگہ انوار کی بارشیں اور رونق اس قدر ہے کہ بیان نہیں کی جاسکتی [1]

زیارتِ قبور، قرآن کی روشنی میں

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور ان میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا، بے شک (وہ) اللہ اور اس کے رسول سے منکر ہوئے اور فسق (کفر) ہی میں مرگئے۔ [2]

اس آیت سے ثابت ہوا کہ مومن کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے، کیونکہ کافر و منافق کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوا کہ مومن کی قبر کی زیارت کرنی چاہیے، کیونکہ اس آیت میں کافرومنافق کی قبر پر جانے سے منع کیا گیا ہے۔

زیارتِ قبور، احادیث کی روشنی میں

آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد ہے: میں نے تمہیں قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا، اب قبروں کی زیارت کیا کرو، کیونکہ یہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی فکر پیدا کرتی ہیں [3]

ابتدائے اسلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مسلمانوں کو قبروں کی زیارت سے

(1) سفرنامے حکیم الامت ص235 ناشر نعیمی کتب خانہ لاہور
(2) التوبہ ۸۴ کنز الایمان (3) ابن ماجہ، مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور

منع فرمایا تھا، کیونکہ لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے، اس لیے خدشہ تھا کہ بت پرستی کے عادی ہونے کے باعث وہ قبر پرستی نہ شروع کر دیں۔ جب ان کے دلوں میں اسلام اور اسلامی طور طریقے راسخ ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انہیں زیارت قبور کی اجازت عطا فرما دی۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا

"جس نے قبرستان جا کر سورۃ فاتحہ، سورۃ اخلاص اور سورۃ التکاثر پڑھ کر یہ کہا: جو میں نے تلاوت کی اس کا ثواب میں قبرستان کے مومن مردوں اور عورتوں کو پہنچاتا ہوں"

تو وہ تمام لوگ (جنہیں یہ ثواب پہنچائے گا) بارگاہِ الٰہی میں اس کی شفاعت کریں گے [1]

جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر سال شہدائے احد شریف اور سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر تشریف لے جاتے۔ پھر اس طرح خلفائے راشدین و دیگر صحابہ کرام کا یہ معمول رہا ہے [2]

مومن کی وفات کے بعد اس کی قبر پر اس کے لیے فرشتے تسبیح و تحمید کرتے ہیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد مبارک

اِنَّ اللہَ وَکَّلَ بِعَبْدِہِ الْمُؤْمِنِ مَلَکَیْنِ یَکْتُبَانِ عَمَلَہٗ فَاِذَا مَاتَ قَالَ الْمَلَکَانِ اللَّذَانِ وُکِّلَا بِہٖ قَدْ مَاتَ فَائْذَنْ لَنَا اَنْ نَصْعَدَ اِلَی السَّمَاءِ فَیَقُوْلُ اللہُ سَمَائِیْ مَمْلُوْءَۃٌ مِنْ مَلَآئِکَتِیْ یُسَبِّحُوْنِیْ فَیَقُوْلَانِ اَفَنُقِیْمُ فِی الْاَرْضِ؟ فَیَقُوْلُ اللہُ اَرْضِیْ مَمْلُوْءَۃٌ مِنْ خَلْقِیْ یُسَبِّحُوْنِیْ فَیَقُوْلَانِ فَاَیْنَ فَیَقُوْلُ قُوْمَا عَلٰی قَبْرِ عَبْدِیْ فَسَبِّحَانِیْ وَ احْمِدَانِیْ وَکَبِّرَانِیْ وَهَلِّلَانِیْ وَاکْتُبَا ذٰلِكَ لِعَبْدِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ [3]

(1) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد 4 (2) بخاری (3) الحبائک فی اخبار الملائک فرشتوں کے حالات

ترجمہ

اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں کو اپنے مومن بندے کے سپرد کر رکھا ہے ، جو اس کے اعمال لکھتے رہتے ہیں۔ جب یہ انسان فوت ہو جاتا ہے تو یہ دونوں فرشتے جو مومن کے سپرد کیے گئے تھے ، کہتے ہیں: (اے ہمارے پروردگار) یہ شخص تو اب وفات پا چکا ہے تو ہمیں اجازت مرحمت فرما کہ ہم آسمان کی طرف عروج کریں تو اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا آسمان میرے فرشتوں سے پُر ہے۔ وہ میری تسبیح بیان کر رہے ہیں۔ تو وہ عرض کرتے ہیں کیا ہم زمین پر ٹھہرے رہیں ؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے زمین بھی میری مخلوق سے بھری ہوئی ہے ، وہ میری تسبیح پڑھ رہے ہیں (تو وہ عرض کرتے ہیں ہم تسبیح کہاں بیان کریں ؟ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہیں کہ) تم میرے (اس) بندے کی قبر پر رُکے رہو ، میری تسبیح ، تعریف ، کبریائی اور کلمہ طیبہ کہتے رہو ۔ یہ سب کچھ میرے (اسی) بندے کے لیے قیامت تک کے لیے لکھتے رہو (جس طرح کہ اس کی زندگی میں تم اس کے اعمال لکھا کرتے تھے)۔

فائدہ

میرے بھائیو! ایک مومن کے لیے یہ انعام ہے ۔ پھر جن کے تصدق سے مومن بنتے ہیں میرے آقا و مولیٰ سیدنا کریم ﷺ کے والدین کریمین کی قبروں پر کتنے فرشتے تسبیح و تعریف ، کبریائی اور کلمہ طیبہ کس محبت و ادب سے پڑھ رہے ہونگے ۔ (۲) یہ عام مومن کے لیے ہے تو پھر والدین رسول الثقلین ﷺ کے لیے کیا مقام و مرتبہ ہوگا ۔

قبر کی مٹی کا مقام پڑھیئے

ہم بیان کر چکے جناب ضریر رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کی مٹی میں اللہ تعالیٰ نے اتنی برکت رکھی ہے تو پھر سرکار دو عالم ﷺ کے والدین کریمین کی قبروں کی کتنی برکت ہوگی دوسری بات جنہوں نے بے حرمتی کی ہے نام و نشان بھی مٹانے کی کوشش کی ہے انکا کیا بنے گا ؟

قارئین کرام ! پڑھا آپ نے

متقی مومن کی قبر میں اتنی برکت ہے۔ والدین رسول پاک ﷺ کا مقام تو وراء الوریٰ ہے۔

ابن تیمیہ کی تربت سے لڑکی کی آنکھ کو شفاء ملنا

ایک طرف سیدہ رضی اللہ عنہا کے مزار پر بلڈوزر اور دوسری طرف ابن تیمیہ کی تربت کی مٹی لڑکی کی آنکھوں کے لیے شفاء بن جاتی ہے۔

کرامت: ابو العباس احمد بن علاؤ الدین بیان کرتے ہیں کہ علی بن عبد الکریم بغدادی کی لڑکی کو مرض رمد (فتورِ نظر) لاحق ہوگیا۔ اسے خیال آیا کہ ابنِ تیمیہ کی خاکِ تربت لڑکی کی آنکھوں میں ڈالے۔ چنانچہ وہ قبر پر گیا۔ وہاں ایک اور بغدادی اسی مقصد کے لیے خاک جمع کر رہا تھا۔ علی ابنِ عبد الکریم کی عقیدت اور بڑھ گئی۔ اس نے خاک لی بچی کی آنکھوں میں ڈالی اور لڑکی دوسری صبح کو تندرست ہوکر اٹھی [1]

کیوں جی: ابنِ تیمیہ کی قبر کی مٹی اگر ان کی لڑکیوں کی آنکھوں میں ڈال دیں تو وہ ٹھیک ہو جاتی ہیں تو پھر کیسے ذرا سوچیے! مولوی کی قبر کی مٹی سے شفا ہو سکتی ہے، تو پھر سیدۂ دو جہاں جوامت کی ماؤں کی بھی ماں ہے، والدۂ سرورِ کائنات ان کی قبرِ انور کی مٹی میں کتنی برکت ہوگی؟ ابنِ تیمیہ کی قبر کی مٹی کو کس نیت سے لیا؟ قبر پر کس نیت سے گئے؟

اپنے مسئلے اور ہیں دوسرے کے لیے اور ہیں تمہیں ابنِ تیمیہ کی قبر پر جانا مبارک اور ہمیں عاشقان رسول کو اللہ جل جلالہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیاروں کے مزاروں بالخصوص مکہ معظّمہ، مدینہ منورہ و مقامِ ابوا شریف، کربلا معلٰی و نجف اشرف، بغداد شریف و دیگر مزارات پر جانا مبارک ہو۔

ابنِ تیمیہ کی ہجو والہ شعر سے بے شمار مصیبتوں کا مسلط ہونا

کرامت

شیخ موصوف کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے ایک شعر کہا جس سے رفض کی بو آتی تھی۔ چنانچہ اس کا چالان کر دیا گیا اور اسے سزا ہوگئی۔ اسے شبہ ہوا کہ اس سزا کا باعث

[1] امام ابن تیمیہ ص 104 مصنف ڈاکٹر غلام جیلانی برق ناشر الفیصل ناشران لاہور

ابن تیمیہ ہیں، اس نے انتقامی رنگ میں آپ کی ہجو لکھی اور وہ ہجو مہینہ بھر میرے پاس رہی۔ اس اثنا میں مجھ پر بے شمار مصیبتیں ٹوٹیں۔ سوچتے سوچتے خیال آیا کہ کہیں یہ شعر ہی باعثِ مصائب نہ ہوں۔ چنانچہ وہ شعر جلا ڈالے اور اس کے بعد مصائب کا خاتمہ ہو گیا[1]

محترم بھائیو! آپ نے پڑھا مولوی کی ہجو والے شعر سے مصیبتیں ٹوٹیں، کیا خیال ہے جو اللہ تعالیٰ کے سب سے عزت اور سب سے زیادہ شان والے محبوب ﷺ ہیں ان کے والدین کریمین طیبین کے بارے میں بے ادبی اور گستاخی کرے اس پر کتنی مصیبتیں ٹوٹیں گی؟[1]

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بے ادبی کا نتیجہ

مولانا عبد الجبار غزنوی کا امرتسر میں مدرسہ تھا جس کا نام مدرسہ غزنویہ تھا وہاں ان کے مدرسہ میں ایک مولانا پڑھتا تھا جو امرتسر کی تیلیاں والی مسجد کا خطیب تھا، اس کا نام عبد العلی تھا۔ مولانا عبد الجبار غزنوی کی کلاس میں ان کے شاگرد عبد العلی نے امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بے ادبی کی تو مولانا عبد الجبار غزنوی کے چہرہ کا رنگ سرخ ہو گیا اور اس نے اپنے شاگرد کو ڈانٹ کر اپنے مدرسہ سے نکال دیا، کہا: تم کون ہوتے ہو چلے جاؤ یہاں سے، تم امام ابو حنیفہ سے برابری کرتے ہوئے کہتے ہو کہ انہیں چند حدیثیں یاد تھیں اور انہوں نے اس کو اپنے درس سے نکال دیا۔ لوگوں نے کہا: اتنا بڑا جرم تو نہیں کیا جس کی وجہ سے آپ اسے تعلیم سے محروم کر رہے ہیں آپ تھوڑا سا اسے ڈانٹ لیتے؟ تو مولانا عبد الجبار غزنوی کہنے لگے مجھے خطرہ ہے کہ یہ شخص مرتد ہو جائے گا اب گواہ موجود ہیں ایک ہفتہ نہیں گزرا تھا کہ وہ مولوی عبد العلی مرتد ہو گیا اور قادیانی بن گیا۔ جب وہ قادیانی بنا تو مولانا غزنوی سے لوگوں نے کہا حالانکہ جو خود غیر مقلد تھے

(1) امام ابن تیمیہ ص106 مصنف ڈاکٹر غلام جیلانی برق ناشر الفیصل ناشران لاہور

کہ آپ کو کیسے پتا چلا ؟ تو انہوں نے جواب دیا: میں غیب تو نہیں جانتا لیکن مجھے حدیث شریف سے پتا چل گیا تھا، حدیث قدسی: من عادلی ولیا فقد اذنته بالحرب

جو میرے ولی سے عداوت رکھتا ہے ، میں اس کو جنگ کا چیلنج کرتا ہوں۔

تو عبدالجبار غزنوی[1] کے لفظ تھے : امام ابوحنیفہ بالیقین اللہ کے ولی ہیں اور اس بندے نے ان کی توہین کی۔ مجھے خطرہ تھا کہ کہیں اس کی پاداش میں ہم بھی نہ مارے جائیں۔ میں نے اس واسطے سے اپنے مدرسے سے نکال دیا ہے۔ اس بات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ کے ولی کا کیا مرتبہ ومقام ہے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے بارے برا خیال رکھے ذرا سوچیے اس کا کیسا انجام ہوگا ؟ نعوذ باللہ من ذالك

بغض عثمان رضی اللہ عنہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنازہ نہ پڑھایا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک شخص کا جنازہ لایا گیا تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ ادا کریں ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ ادا نہیں کی ،عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی شخص کی نماز جنازہ اس سے پہلے ترک کی ہو ؟ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ شخص عثمان کو ناپسند کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ناپسندیدہ قرار دیا۔

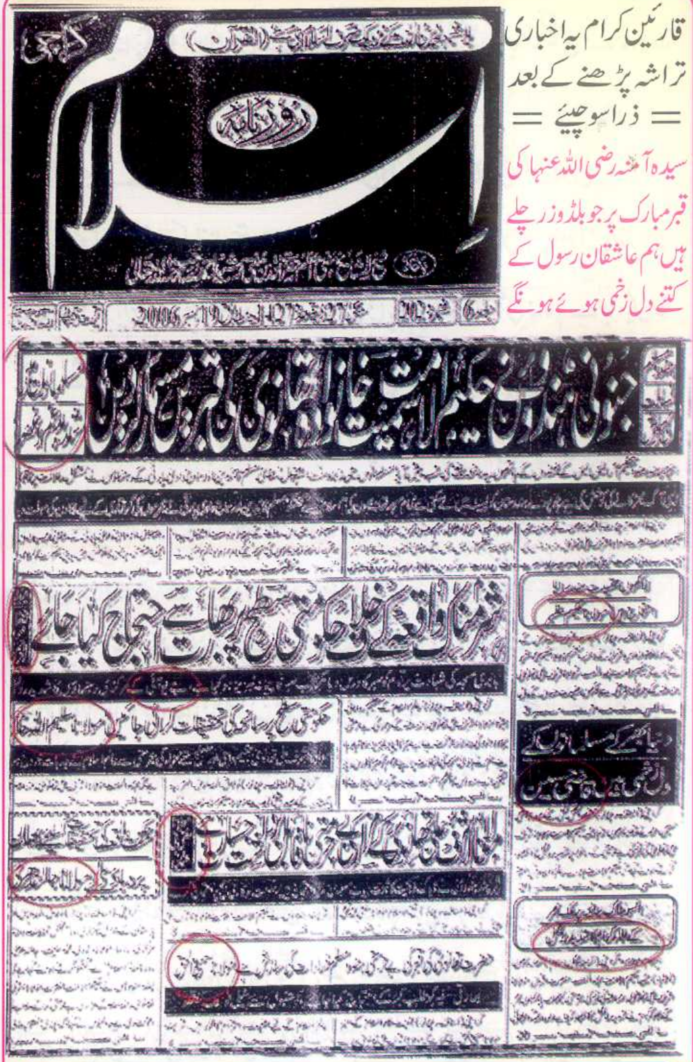
اس حدیث شریف سے یہ واضح ہوا جو شخص حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا دل میں بغض رکھے تو اسے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ناپسند فرماتے ہیں۔ ذرا سوچیے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے گھٹیا سوچ رکھے تو اس کا کیا بنے گا ؟

نعوذ باللہ من ذالك

1. سوانح عمری مولانا داؤد غزنوی صفحہ نمبر 384 (ماخذ فہم دین جلد نمبر 2)
2. ترمذی شریف جلد سوم کتاب المناقب مترجم ناشر شبیر برادرز لاہور

قارئین کرام یہ اخباری
تراشہ پڑھنے کے بعد
= ذرا سوچیئے =

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی
قبر مبارک پر جو بلڈوزر چلے
ہیں ہم عاشقان رسول کے
کتنے دل زخمی ہوئے ہونگے



روزنامہ
اسلام
کراچی

شرمناک واقعہ کے خلاف حکومتی سطح پر بھرپور احتجاج کیا جائے

حکومتی سطح پر سانحہ کی تحقیقات کرائی جائیں

دنیا بھر کے مسلمانوں کے
دل زخمی ہو گئے ہیں



حضور ﷺ کی اماں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر

ہائے ہائے! میں ابواء گیا تھا اماں آمنہ (رضی اللہ عنہا) کی قبر کی زیارت کرنے، مجھے کوئی جانے کے لیے راستہ نہیں بتاتا تھا، وہاں پولیس والے جانے نہیں دیتے۔ تو وہاں ایک پاکستانی مل گیا، اس سے بات کی۔ آپ کون لوگ ہیں؟ ہم نے تعارف کرایا۔ جب میں نے کہا: طارق جمیل۔ کہا، وہ کیسٹ والا؟ میں نے کہا: ہاں کیسٹ والا، آپ کی کیسٹ تو میری گاڑی میں ابھی بھی لگی ہوئی ہے، آپ کو میں راہ دکھاتا ہوں۔ تو وہ ہمیں اندر لے گیا، سڑک سے نیچے اتر کر ایسے ایسے موڑ، راستے کوئی نہیں۔ جو جانتا ہو وہ پہنچ سکتا ہے اور کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ چھوٹے چھوٹے پہاڑ، نوکیلے پتھر، کالے پہاڑ، چھوٹی چھوٹی تندی کیکر کی جھاڑیاں۔ چلتے چلتے چلتے اندر، ایک ایسی اونچی سی، چھوٹی سی ایسے اونچائی تھی، اس کے اوپر قبر مبارک۔ آئے ہائے۔ چودہ سو سال پیچھے لوٹ کر میں نے دیکھنے کی کوشش کی کہ ایک چھ برس کا بچہ ماں کے کندھے کے ساتھ لگا بیٹھا ہے۔ چھ سال کا بچہ۔ اس کی ساری امیدوں کا محور ماں ہی ہوتی ہے۔ گود بھی ماں کی، سرہانا بھی ماں، بستر بھی ماں، کھانا بھی ماں، پانی بھی ماں، کپڑا بھی ماں۔ ماں کے گرد اس کا طواف ہوتا ہے۔ کیا میرے رب کا نظام ہے!

حضرت اماں آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات کا رقت آمیز منظر

سب سے محبوب ہستی پر کتنا بڑا امتحان ڈالا۔ باپ تو دیکھا ہی نہیں، دو ماہ کے ماں کے پیٹ میں تھے، باپ اٹھا لیے گئے۔ ماں کو جنگل کی موت دی، جنگل میں۔ چار دن سفر مؤخر کروا دیتا میرا اللہ تا کہ ماں مرتی نانکوں ہی میں تو مامے، نانے سارے چاکے کھڑا لیندے۔ اللہ تعالیٰ چار دن پہلے سفر کروا دیتا تو مکے پہنچ جاتی تو داد کے سنبھال لیتے لیکن بیچ جنگل۔ میں وہ کیفیت آپ کو بتا نہیں سکتا ہوں۔ آئے ہائے ہائے! ہمیشہ کیفیتیں گلہ ہی کرتی چلی آئیں، الفاظ ہی نہیں ملتے بتانے کے لیے۔ تو میں وہاں جس کیفیت میں کھڑا تھا، میں آپ کو کیا بتا سکتا ہوں۔ ادھر شام بھی ڈھل چکی تھی، سورج کنارے لگتا جا رہا تھا، ماحول عجیب سوگوار سا تھا اور میں چودہ صدی پیچھے لوٹ کر ڈھونڈنے کی کوشش کر رہا تھا [1]

تبصرہ

مولانا طارق جمیل خود اپنی زبان سے کیا کہہ رہا ہے میری کیسٹ مددگار (وسیلہ) بن گئی۔ والدین رسول الثقلین ﷺ کتنے مددگار ہونگے؟ خود جاتے ہیں اور عام مسلمانوں کو روکیں گے، دوسروں کو کہیں گے نبی ﷺ کی نیت کر کے نہ جانا اور مسجد نبوی شریف کی نیت کر کے جانا۔ طارق جمیل کس کی نیت کر کے یا کس نیت سے ابواء شریف گیا ہے [1]

1 کتاب حیرت انگیز کارگزاریاں ص 326

مقامِ ابواء شریف کی زیارت

بظاہر والدۂ سرورِ کائنات کی قبر مبارک کا نشان ختم کر دیا گیا مگر نادان لوگ نہیں جانتے کہ قبر کا نشان مٹا دینے سے قلب میں ثبت عقیدت و عشق کے نشان نہیں مٹائے جا سکتے۔ شہنشاہِ کائنات کی والدہ حضرت آمنہ (رضی اللہ عنہا) کسی نشانِ قبر یا کتبہ کی محتاج نہیں ہم کبھی تصور نہیں کر سکتے تھے کہ والدۂ سرورِ کائنات ﷺ کے اس مقام تک پہنچ پائیں گے جس مقام پر موجود پہاڑوں، پتھروں، صحرا، زمین و فلک نے وہ رقت آنگیز منظر دیکھا جس کے تصور سے آج بھی بدن لرزا جاتا ہے۔ محمد عربی ﷺ کی اماں جان انتقال فرما رہی تھیں اور وہ بِلک بِلک کر رو رہے تھے۔ وہاں موجود زمین و آسمان، پہاڑ، صحرا اور پتھر رو رہے تھے۔ خود آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ چھ سال کی عمر سے تا رحلت اپنی والدہ کی جدائی میں مغموم رہے اور والدہ کی قبر مبارک پر حاضری دے کر اس حاضری کو امت کے لیے سنت بنا دیا۔ البتہ بعد میں آنے والی کچھ نسلوں نے اس سنت کو مٹانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ جن ہستیوں کے نام و مقام زندہ ہیں، ان کی قبروں کے نشان مٹانے سے نشان مٹ نہیں سکتے۔ صدیاں بیت گئیں لیکن آج بھی عقیدت مند مقامِ ابواء پہنچ جاتے ہیں۔ سعودیہ میں مقیم ہمارے عزیز طارق بھائی جو کہ امریکہ سے جغرافیہ میں پی ایچ ڈی ڈگری ہولڈر ہیں۔ ایک روز مقامِ ابواء کا ذکر کیا تو انہوں نے وہاں لے جانے کی حامی بھر لی۔ سیاحت کے دلدادہ اور حقائق کے "کھوجی" صاحبِ دل طارق بھائی ہمیں اور ڈاکٹر صاحب کو مقامِ ابواء لے گئے۔ جدہ میں مقیم صحافی اور ہمارا عزیز خالد چیمہ بھی ہمراہ چل دیا۔

نشانات مٹانے والوں کے ملازم وہیں کہیں گشت کر رہے ہوتے ہیں۔کوئی گاڑی ادھر جاتے دیکھیں تو نہ جانے کہاں سے ٹپک پڑتے ہیں۔اسّی کی دہائی میں ہماری امی جان ہمارے ماموں کے ہمراہ مقامِ ابواء سے ہو آئی تھیں۔ ہماری امی نے حضرت آمنہ (رضی اللہ عنہا) کی قبر مبارک کے بارے میں بتایا کہ اللہ کی قدرت چاروں اطراف سیاہ رنگ کے پتھر، پہاڑ اور پتھریلی زمین ہے۔البتہ اتنی جگہ ہموار ہے جس میں ایک قبر بنائی جا سکے اور حضرت آمنہ (رضی اللہ عنہا) اس مقام پر دفن ہیں، ان کی قبر کے اطراف پتھر رکھ کر قبر کو محفوظ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔زمانہ طالبعلمی میں اپنی امی کی زبانی حضرت آمنہ (رضی اللہ عنہا) کی قبر مبارک اور مقامِ ابواء کے بارے میں سن رکھا تھا لیکن چند برسوں سے یہی سن رہے تھے کہ قبر مبارک کا نہ صرف نشان مٹا دیا گیا بلکہ اس جانب جانے والوں کے خلاف سختی کی جاتی ہے۔ابواء گاؤں قصبہ مستورہ کے قریب واقع ہے۔ ابواء کے مقام پر پہنچے تو اونٹوں کی لمبی قطاریں دیکھ کر طارق بھائی اور ہمارے دوسرے عزیز خالد چیمہ بھی حیران ہوئے اور بولے کہ اس سے پہلے انہوں نے سعودی عرب میں اتنی بڑی تعداد میں اونٹ ایک جگہ اکٹھے نہیں دیکھے۔ابواء کے بدو اونٹوں کو ہانکتے ہوئے سڑک عبور کرا رہے تھے۔ہم سڑک سے اترے اور بنجر بیابان ناہموار زمین سے ہوتے ہوئے اس مقام تک پہنچ گئے جس کے آگے مٹی اور پتھروں سے ایک دیوار حائل کر رکھی تھی۔انسانی ہاتھوں کی بنی یہ کچی دیوار اس مقام میں پوشیدہ کسی **قیمتی خزانے کو** چھپانے کی ناکام نشاندہی کر رہی تھی۔گاڑی قبر کے گمشدہ نشان کے قریب جارکی، ہم ابھی گاڑی سے اترنے کا

سوچ رہے تھے کہ ہمارا تعاقب کرتے ہوئے ایک گاڑی وہاں پہنچ گئی۔ سرخ داڑھی والا ایک متوا اس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے طارق بھائی سے پہلا سوال یہی کیا: ''تم یہاں زیارت کے لیے آئے ہو؟ اس کا سوال از خود مقامِ عظیم کی نشاندہی کر رہا تھا طارق بھائی انگریزی زبان میں بات کرتے رہے۔ سعودی مولوی المعروف متوا انگریزی دان پروفیسر سے الجھ رہا تھا، اور ہم مجسمۂ حیرت بنے کبھی اس مقام عالی کو دیکھتے اور کبھی اپنی حقیر اوقات پر نگاہ ڈالتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ اس مقام پر اللہ کو پیاری ہوئی تھیں۔ اس مقام کا ذرہ ذرہ آج بھی اس منظر پر نوحہ کناں تھا۔ ہم اس مقامِ عالی پر کھڑے تھے جس مقام پر کم سن یتیم عربی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی والدہ محترمہ کی طبیعت اچانک بگڑ جانے کی وجہ سے سہمے کھڑے تھے معصوم محمد واحمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ کا انتقال ہو رہا ہے، سانسیں اکھڑ رہی ہیں، سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے چھ سالہ کم سن محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے نحیف آواز میں ''پانی'' مانگ رہی ہیں۔ دریتیم عربی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے ننھے ہاتھوں سے والدہ کے ہونٹوں سے پانی کا برتن لگا رہے ہیں اور والدہ کانپتے ہاتھ سے بیٹے کے ننھے بازوؤں کے سہارے پانی کا گھونٹ پینے کی کوشش کر رہی ہیں۔ والدہ کی حالت دیکھ کر محسنِ کائنات کی پُرنور آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں، والدہ نے لختِ جگر کے آنسوؤں کو اپنے رخساروں پر محسوس کرتے ہوئے فرمایا: میری جان! تم اس باپ کے بیٹے ہو جس کا نام عبداللہ رضی اللہ عنہ ہے اور جنہیں خدا نے ایک سو اونٹوں کے عوض زندگی عطا کی تھی۔ میں نے جو خواب دیکھا وہ اگر سچا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنا کر بھیجا ہے، پس لوگوں کو حلال اور

حرام میں تمیز سکھانا۔ آپ اپنے دادا ابراہیم علیہ السلام کا مذہب دے کر بھیجے گئے ہو ہر انسان کے لیے موت ہے، میں بھی اللہ تعالیٰ کو جان دے رہی ہوں مگر میرا نام میرے بیٹے کی صورت میں ہمیشہ زندہ رہے گا۔" والدۂ سرورِ کائنات نے اپنے ننھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نازک بازوؤں میں جان دے دی۔ کس نے قبر مبارک کھودی؟ واللہ علم! حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی کنیز اُم ایمن رضی اللہ عنہا آپ کے ہمراہ تھیں، سولہ کلومیٹر دور ابواء گاؤں سے کچھ لوگوں کو بلا کر لائی ہوں گی۔ قبر کھودی گئی، والدۂ سرورِ کائنات کو قبر میں اتارا گیا، پہاڑی سے نیچے اترے تو اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے دیکھا ننھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود نہ تھے، بے قرار ہو کر اِدھر اُدھر دیکھا تو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماں کی قبر سے لپٹے سسکیوں سے رو رہے تھے اور کہہ رہے تھے: "امّاں تجھے پتہ ہے تیرے سوا میرا کوئی نہ تھا، تو بھی مجھے چھوڑ کے چلی گئی، میں تیرے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔" اُمّ ایمن رضی اللہ عنہا نے ننھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبر سے ہٹانے کی کوشش کی تو معصوم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا: مجھے چھوڑ دو،

حیاتِ طیبہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے 57 برس گزر جاتے ہیں۔ ستاون برس کی عمر میں نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسری مرتبہ مقامِ ابواء تشریف لاتے ہیں اور اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرماتے ہیں: یہاں رک جاؤ، اِدھر ہی ڈیرے لگا لو۔ ہزار آدمیوں کے خیمے لگ جاتے ہیں۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیمے سے نکلتے ہیں اور والدۂ سرورِ کائنات رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کے سرہانے زمین پر تشریف رکھتے ہیں۔ سر مبارک گھٹنوں میں چھپا کر چھوٹے بچوں کی طرح ہچکیوں سے رونے لگتے ہیں۔ اس کیفیت میں گھنٹوں گزر جاتے ہیں۔ ستاون برس نے صدمہ کو مندمل نہیں ہونے دیا۔ گھٹنوں سے سر اٹھایا تو داڑھی

مبارک آنسوؤں سے تر تھی، فرمانے لگے: کاش میری ماں زندہ ہوتی اور میں عشاء کی نماز کے لیے مصلے پہ کھڑا ہوتا۔ سورۃ فاتحہ شروع کر چکا ہوتا، ادھر سے میرے گھر کا دروازہ کھلتا اور میری ماں پکارتیں "یا محمد ﷺ" تو میں ان کے لیے نماز توڑ دیتا اور کہتا: "لبیک یا امّی" مقامِ ابواء کا ہمارا یہ سفر، ہمارا سرمایہ حیات ہے۔ مقامِ عالی تک لے جانے والے طارق بھائی کو اللہ تعالیٰ دو جہاں کی نعمتیں عطا فرمائے [1]

باب چہارم

محبتِ والدینِ مصطفیٰ ﷺ پر ملنے والے انعامات

فصل اوّل

قارئین محترم

رسول اللہ ﷺ کے پیارے والدین کریمین، طیبین، طاہرین، منزھین، معطرین رضی اللہ عنہما کی محبت بذاتِ خود اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام اور احسان ہے اور دونوں جہانوں کی سرفرازی کی ضمانت ہے۔

والدینِ مصطفیٰ ﷺ و رضی اللہ عنہما کا قصیدہ پڑھنے پر حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کو انعامات

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے منبر پر خطبہ فرمایا، اثنائے خطبہ فرمایا: لوگو بتاؤ کیا تم میں سواد بن قارب رضی اللہ عنہ آئے ہیں؟ کسی نے بھی ہاں میں جواب نہ دیا، اگلے سال پھر یہی صورت حال پیش آئی، تو میں نے عرض کیا: یا امیر المؤمنین سواد بن قارب رضی اللہ عنہ کا کیا معاملہ ہے اس پر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سواد بن قارب رضی اللہ عنہ ایک شخص ہے جس کے ایمان لانے کی ایک عجیب صورت حال ہے، میں اپنے ذوقِ

[1] جھلی ص 51 ناشر علم وعرفان پبلشرز لاہور

محبت میں پھر سے واقعہ سننا چاہتا ہوں اور لطف اندوز ہونا چاہتا ہوں۔

اتنے میں اچانک مطلوبہ شخص حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نمودار ہوئے، عرض کیا: حضورِ والا! میں حاضرِ خدمت ہوں، بتایئے آپ کیا کہنا چاہیں گے؟ اس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرطِ مسرت سے فرمایا: اے سواد رضی اللہ عنہ! اپنے اسلام لانے کا واقعہ سنایئے، کیونکہ میں پھر سے محظوظ ہونا چاہتا ہوں جس طرح ہم سب میں زمانۂ رسالت محظوظ ہوئے۔

حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ سنانا شروع کر دیا، فرماتے ہیں میں اپنے گھر میں سویا ہوا تھا، اچانک رات ڈھلے ایک جن آیا اس نے مجھے اپنے پاؤں سے ٹھوکر ماری اور کہا: (قم) اٹھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فضائے مکہ میں اپنی شانِ نبوت و رحمۃ للعالمینی کا اعلان فرما دیا ہے، ان کا تعلق نسبی لؤی بن غالب سے ہے۔ یہ سلسلہ میرے ساتھ مسلسل تین رات تک پیش آتا رہا وہ جن مجھے مسلسل ابھارتا رہا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی محبت و عظمت ڈال دی، پس میں نے اپنی سواری پر پالان کسا اور اپنا تہبند باندھا، میں فورًا چل پڑا، حالانکہ مجھ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بظاہر کوئی باہمی شناسائی نہ تھی، مگر میں کشاں کشاں جذب و مستی میں چلتا رہا، بالآخر منزلِ جاناں آ ہی گئی، میں مکہ میں داخل ہو گیا، لوگوں سے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بابت پوچھا، تو مجھے بتایا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ حرمِ کعبہ میں جلوہ افروز ہیں، طبیعت میں شدید چاہت نے انگڑائی لی، سرشاری کے عالم میں حرم شریف میں داخل ہوا ہی تھا کہ فورًا رسالت پناہِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بول اٹھے:

قَالَ مَرْحَبًا بِكَ يَا سَوَادَ بْنَ قَارِبٍ

اے سواد بن قارب رضی اللہ عنہ! تجھے اللہ کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مرحبا کہتا ہے۔ خوش آمدید کہتا ہے، میں شرمندۂ احسان ہوا، سوچ ہی رہا تھا کہ عرضِ مدعا کیسے بیان کروں؟ تو فورًا زبانِ

نبوت پھر گویا ہوئی : قَدْ عَلِمْنَا مَا جَاءَ بِكَ اے سواد بن قارب رضی اللہ عنہ !
تو اپنے منہ سے عرض نہ کر ،ہم جانتے ہیں تو کیوں آیا ہے ۔ تجھے کیا چیز کھینچ
لائی ہے ،ہم تیرے من کی دنیا دیکھ چکے ہیں ،ہمیں بتانے کی ضرورت ہی نہیں ،
ہم سب جانتے ہیں ،تیرے دل کی آواز کیا ہے ،ہم تو دلوں میں ابھرنے والے ہر
احساس کو جانتے ہیں ،جب نوبت بایں جا رسید ،تو میں اے امیر المومنین ! بے خود ہو گیا
حسنِ بے مثال کی لذتوں نے مجھے مخمور کر دیا ،وارفتگئ ذوق نے مجھے مست کر دیا ،
میں بے ساختہ بول اٹھا:

قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَدْ قُلْتُ شِعْرًا فِيْ شَانِكَ فَاسْمَعْهُ مِنِّيْ

آقا میں نے آپ کی شان میں کچھ اشعار کہے ہیں ،اجازت ہو تو سناؤں ؟
قَالَ ﷺ قُلْ : آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں کہو ! ہماری نعت سنا ،ہم سنتے ہیں
یا امیر المومنین رضی اللہ عنہ ! میں اپنے اشعار میں اپنے اوپر حالات وواردات کا ذکر کرتا رہا
اور حضور ﷺ کی مدح سرائی کرتا رہا۔ جب میں اس شعر پر پہنچا:

فَاشْهَدُ اَنَّ اللهَ لَا رَبَّ غَيْرُهٗ وَاَنَّكَ مَأْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبٖ

بیشک میں گواہی دیتا ہوں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی رب نہیں اور بیشک اللہ تعالیٰ
نے آپ کو تمام غیب کے خزانوں کا امین بنایا ہے ۔

وَاِنَّكَ اَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ وَسِيْلَةً اِلَى اللهِ يَا ابْنَ الْاَكْرَمِيْنَ الْاَطَائِبِ

اور بیشک آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے ہاں کائنات کے باسیوں کے لیے رسولوں
سے قریب تر وسیلہ ہیں۔

اے کریموں اور پاکوں کی اولاد! اے معزز ترین پاکیزہ لوگوں کی اولاد اے بزرگ ترین اور عظیم خانوادوں کے بیٹو! اے سخیوں کے لختِ جگر! اے باوقار لوگوں کے نورِ نظر۔ یا امیر المومنین! میں جب اس کلام پر پہنچا تو حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیکرِ رحمت میں محبت کی ایسی بہار آئی : فَضَحِكَ رَسُوْلُ اللهِ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِذُهٗ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شان سے ہنسے کہ دندانِ مبارک سارے کھل گئے، اتنے کھلے، ظاہر ہوئے کہ آخری داڑھ مبارک تک نظر آنے لگے، جس سے میں نے یہ سمجھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے انتہا خوشی ہوئی، اپنے آباؤ اجداد کی عظمت کا سن کر آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خوشی سے جھوم اٹھے : وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى کی زبان سے فرمایا: قَدْ اَفْلَحْتَ يَا سَوَادَ بْنَ قَارِبٍ اے سواد بن قارب رضی اللہ عنہ تو دونوں جہانوں میں فلاح پا گیا ، کامیاب و کامران ہو گیا۔" یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب رسالت پناہِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابیت کے نور کے ستاروں کے جھرمٹ میں جلوہ افروز تھے ، میں جونہی بارگاہِ اقدس میں حاضر ہوا تو سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے سواد! اُدْنُهْ آقا کے قریب ہو جاؤ ، تو میں مسلسل قریب ہوتا گیا، حتیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس کے قریب اور سامنے فروکش ہوا، میں قریب تر ہوتا گیا، سماں عجیب تر ہوتا گیا، حسنِ تمنا نے ہدیۂ نیاز پیش کیا، مظہرِ حسنِ لم یزل نے رحمتوں اور عنایتوں کی بارش برسانا شروع کر دی کیفیت یہاں تک پہنچی:

فَفَرِحَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاَصْحَابُهٗ بِاِسْلَامِيْ فَرَحًا شَدِيْدًا
حَتّٰى رُئِيَ فِيْ وُجُوْهِهِمْ

حضور ﷺ کے آبائے کرام رضی اللہ عنہم کی مدح سرائی پر اور میرے اسلام لانے پر خود آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہایت درجہ کے خوش ہوئے، اتنے خوش ہوئے کہ ان کے چہروں سے اس خوشی کا نور جھلکتا نظر آتا تھا۔

قارئین محترم!

اس روئیداد کو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سنا

فَالۡتَزَمَهُ، آگے بڑھے فوراً حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ سے لپٹ گئے اور فرمایا: قَدۡ كُنۡتُ اُحِبُّ اَسۡمَعُ هٰذَا میں تسلسل کے ساتھ اس بات کو محبوب رکھتا ہوں کہ میں اس قصے کو پوری لگن کے ساتھ ہمیشہ سنتا رہوں اور محظوظ ہوتا رہوں۔

اس واقعہ سے چند نکات ثابت ہوتے ہیں

1. عظمتِ والدینِ مصطفیٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان کرنے والے کو ــ سید الکونین امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ مرحبا فرماتے ہیں ــــــ خوش آمدید فرماتے ہیں۔
2. والدین مصطفیٰ رضی اللہ عنہما سے محبت کرنے والے کو اپنے قریب تر بٹھالیتے ہیں۔
3. والدین کریمین رضی اللہ عنہما کی عظمت بیان کرنے والے کو اپنی خوشی کا انعام عطا فرما دیتے ہیں۔
4. آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کا بزمِ عظمت میں ذکر کرنے والے کو حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے گلے سے لگاتے ہیں۔

5 اس ذکرِ خیر کے سننے پر آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بے حد خوش ہوتے ہیں اور جملہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی بے حد خوش ہوتے ہیں۔

6 سب سے بڑا انعام یہ ہے کہ ذکرِ والدینِ کریمینِ مصطفیٰ ﷺ بلکہ تمام خاندانِ نبوت کا تذکرہ از حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تا حضرت عبداللہ۔ از محسنۂ کائنات سیدہ آمنہ خاتون رضی اللہ عنہا تا حضرت حواء رضی اللہ عنہا کا ذکرِ خیر کرنے والے اور والدینِ مصطفیٰ ﷺ کو طیب اور اکرم کہنے والے کو حضور ﷺ نے دونوں جہانوں کی فلاح اور کامیابی عطا فرمادی۔ اللہ اکبر!

آیئے! اب ہم مزید احادیث مبارکہ کی روشنی میں ان احسانوں کا ذکر کرتے ہیں۔

سید الکونین ﷺ کے ارشادات

پہلی حدیث:

عَنْ اَبَانَ بْنِ عُثْمَانَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ يَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ صَنَعَ اِلٰى اَحَدٍ مِنْ وَلَدِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ يَدًا فَلَمْ يُكَافِئْهُ بِهَا فِي الدُّنْيَا فَعَلَيَّ مُكَافَاتُهُ غَدًا اِذَا لَقِيَنِيْ (طبرانی)

حضرت ابان بن عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے اولادِ عبدالمطلب رضی اللہ عنہ میں سے کسی کے ساتھ کوئی بھلائی کی اور وہ اس کا بدلہ اس دنیا میں نہ چکا سکا تو اس کا بدلہ چکانا کل (قیامت کے روز) میرے ذمہ ہے جب وہ مجھ سے ملاقات کرے گا۔

مذکورہ بالا حدیث شریف سے متعدد امور ثابت ہوئے۔

1 الاصابہ مترجم جلد نمبر 3 ص 492 مستدرک مترجم جلد 5
وجاہتِ والدینِ مصطفیٰ دیگر کئی کتابیں

پہلا امر تو یہ ہے کہ حضور سرورِ کونین ﷺ نے اپنے پیارے والدین کریمین، طیبین، طاہرین، منزھین، معطرین رضی اللہ عنہما سے محبت کی ترغیب دی ہے۔

دوسری عظمت یہ ہے کہ اس محبت پر بہت بڑے اور عظیم ترین انعام کا اعلان فرمایا: جو شخص ان کریموں کی محبت میں چھوٹے سے چھوٹا اظہار بھی کرے گا،

تو اس چھوٹی سی خدمت کے صلے میں مجھ پر یہ فرض ہے کہ میں قیامت کے دن اس خادم کو تلاش کروں گا اور اس سے ملاقات کروں گا۔ واہ سبحان اللہ! کتنا بڑا احسانِ عظیم ہے کہ یہ محبتیں بارگاہِ نبوت میں محفوظ ہو رہی ہیں اور خود رسالت پناہِ عالم ﷺ ان محبتوں کے صلہ کو اپنے ذمے فرض قرار دے رہے ہیں۔ جس کی ادائیگی روزِ محشر خود پر واجب اور فرض قرار دے رہے ہیں فرمایا: اس محبت کا پورا پورا بدلہ عطا کرونگا "فَعَلَيَّ" کا لفظ اسی حقیقت کا نقیب ہے، انہی انعامات کے تسلسل کو جاری رکھتے ہوئے ایک دوسری روایت میں بیان کیا گیا ہے۔

دوسری حدیث

عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلَى هٰذَا الْمِنْبَرِ: مَا بَالُ رِجَالٍ يَقُوْلُوْنَ: إِنَّ رَحِمَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَنْفَعُ قَوْمَهٗ، بَلٰى وَاللهِ إِنَّ رَحِمِي مَوْصُوْلَةٌ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ، وَإِنِّي أَيُّهَا النَّاسُ فَرَطٌ لَكُمْ عَلَى الْحَوْضِ فَإِذَا جِئْتُمْ قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللهِ اَنَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ وَقَالَ آخَرُ: أَنَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ قَالَ لَهُمْ: أَمَّا النَّسَبُ فَقَدْ عَرَفْتُهٗ وَلٰكِنَّكُمْ أَحْدَثْتُمْ بَعْدِيْ وَارْتَدَدْتُمُ الْقَهْقَرٰى "رَوَاهُ اَحْمَدُ وَالْحَاكِمُ وَاَبُوْ يَعْلٰى"

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا: ان لوگوں کا کیا ہوگا جو یہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نسبی تعلق قیامت کے روز ان کی قوم کو کوئی فائدہ نہیں دے گا؟ کیوں نہیں؟ اللہ کی قسم بے شک میرا نسبی تعلق دنیا و آخرت میں باہم ملا ہوا ہے (یعنی نفع دینے والا ہے) اور اے لوگو! بے شک (قیامت کے روز) میں تم میں سے پہلے حوض پر موجود ہوں گا، پس جب تم آؤ گے تو ایک آدمی کہے گا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں فلاں بن فلاں ہوں، پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا فلاں بن فلاں کہنا یہ پایہ ثبوت کو پہنچے گا۔ رہا نسب تو تحقیق اس کی پہچان میں نے تمہیں کرا دی، میرے بعد تم احداث کرو گے اور الٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ اس حدیث کو امام احمد، حاکم اور ابو العلی نے روایت کیا ہے۔

واہ سبحان اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسبِ عظمت قیامت کے دن بھی مسکینوں کے لیے فیض رساں ہوگا۔

ان فیض رسانیوں کی جو حدود ہیں وہ کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے والدین کریمین رضی اللہ عنہما ہیں۔

تیسری حدیث:

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ اَلْزِمُوْا مَوَدَّتَنَا اَهْلَ الْبَيْتِ فَاِنَّهٗ مَنْ لَقِيَ اللهَ وَهُوَ يَوَدُّنَا دَخَلَ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِنَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَا يَنْفَعُ عَمَلُ عَبْدٍ اِلَّا بِمَعْرِفَةِ حَقِّنَا

رواہ الطبرانی

ترجمہ

حضرت سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میرے اہل بیت کی محبت کو لازم پکڑو، پس بے شک وہ شخص جو اس حال میں اللہ تعالیٰ سے ملا کہ وہ ہم سے محبت کرتا تھا، تو ہماری شفاعت کے صدقے جنت میں داخل ہوگا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ کسی شخص کو اس کا عمل فائدہ نہیں دے گا مگر ہمارے حق کی معرفت کے سبب کے ساتھ۔ اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے۔

درج بالا حدیث مبارکہ میں خاندانِ نبوت کی محبت بالخصوص والدینِ مصطفیٰ ﷺ کی محبت کو حضور سرورِ کائنات ﷺ نے تمام اہلِ ایمان پر لازم قرار دیا ہے اور قرآن کریم بھی اس محبت کی توثیق میں فرماتا ہے:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى

اے محبوب ﷺ فرمادو کہ میں تم سے کوئی سوال نہیں کرتا مگر قرابت داروں کی محبت کا میں تمہیں حکم دیتا ہوں یہ تمہارا ایمانی فرض ہے اور اس کی برکت یہ ہے اور اس کا انعام یہ ہے۔

وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا

جو شخص اس عملِ محبت میں آگے بڑھے تو ہم اسے انعام کے طور پر حسنِ ایمان کا نور عطا کر دیتے ہیں۔ سبحان اللہ! یہ کتنا عظیم انعام ہے ان کریموں کی محبت کا!

مزید فرمایا: " اِنَّ اللہَ غَفُوْرٌ شَکُوْرٌ " بے شک ہم خاندانِ نبوت بالخصوص والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے محبت کرنے والوں کو اپنے حُسنِ مغفرت کے نور کے پروں میں ڈھانپ لیتے ہیں، اور خدا ہو کر بھی ان کی قدر کرتے ہیں، وہ ہمارے حضورِ عظمت میں صاحبِ مرتبہ ہیں، اور صاحبِ قدر ہو کر پہچانے جاتے ہیں یعنی ہم انہیں اپنے حضورِ رحمت میں مقام اور مرتبہ دیتے ہیں۔

" اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کَثِیْرًا "

چوتھی حدیث:

مزید انہی انعامات کی عظمت کو حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یوں بیان فرماتے ہیں:

" عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اَحِبُّوا اللّٰہَ لِمَا یَغْذُوْکُمْ مِنْ نِعْمَةٍ وَاَحِبُّوْنِیْ بِحُبِّ اللّٰہِ وَاَحِبُّوْا اَھْلَ بَیْتِیْ لِحُبِّیْ رواہ الترمذی والحاکم "

ترجمہ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے محبت کرو، ان نعمتوں کی وجہ سے جو اس نے تمہیں عطا فرمائیں، مجھ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کے سبب محبت کرو اور میرے اہل بیت سے میری محبت کی خاطر محبت کرو۔ (اس حدیث کو امام ترمذی اور امام حاکم نے روایت کیا نیز امام ترمذی نے فرمایا کہ یہ حدیث حسن ہے۔)

دوستانِ محترم! یہ کتنا واضح ترین حکم ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت بھی ایمان کا فرض ہے، رسولِ دو عالم ﷺ کی محبت بھی ایمانی فرض ہے اور آپ ﷺ کے خاندانِ عظمیٰ کی محبت بھی ایمانی فرض ہے۔ اگر کوئی بدبخت ان عظیم محبتوں سے جی چراتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ایمان کے باجود ایمان کی عظمت سے محروم کر دیتا ہے [1]

مسئلہ ایمان والدین مصطفےٰ ﷺ پر کام کرنے کے صلہ میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو 75 بار بیداری میں زیارت رسول ﷺ ہونا

رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے مومن و جنتی ہونے کے متعلق جلیل القدر اور کثیر التعداد اکابر علماءِ امت نے بیش بہا علمی و تحقیقی ذخیرہ جمع فرمایا ہے، جبکہ حضرت امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہِ رسالت میں اپنی نیاز واس موضوع کا حق ادا کرتے ہوئے مستقل چھ کتب تصنیف فرما کر زیر بحث مسئلہ کا کوئی پہلو تشنہ نہیں چھوڑا۔ پھر بارگاہِ رسالت ﷺ میں اس نیاز مندی اور نذرانۂ عقیدت کو ایسی قبولیت حاصل ہوئی اور اتنا بڑا انعام حاصل ہوا، کہ آپکے علاوہ کسی اور بزرگ کے متعلق پڑھنے سننے میں نہیں آیا۔

وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے 75 مرتبہ بیداری میں اپنے دیدارِ پُرانوار سے مشرف فرمایا۔ آپ خود فرماتے ہیں:

قد اجتمعت برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیٰ وقتی ھذا خمسا و سبعین مرۃ یقظۃ و مشافھۃ [2]

[1] عصمتِ والدینِ مصطفیٰ ﷺ ص 636 [2] المیزان الکبریٰ الشعرانی ص 44

اب تک مجھے پچھتر (75) بار رسول کریم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ والدین کریمین رضی اللہ عنہما کے متعلق حُسنِ عقیدہ رکھنے والوں کو درجہ بدرجہ بارگاہِ عالی میں کتنی خوشنودی حاصل ہے۔

والدۂ سرورِ کائنات حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی کرم نوازی مفسرِ قرآن قبلہ مفتی احمد یار نعیمی گجراتی رحمۃ اللہ علیہ پر

حکیم الامت مفتی احمد یار خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

میں نے حضرت سیدہ طیبہ طاہرہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے نام سے حج کیا، قربانی کی تو اسی رات کو خواب میں میں نے دیکھا حضرت سیدہ طیبہ آمنہ رضی اللہ عنہا آپ اس حالت میں تشریف لائیں کہ نبی پاک ﷺ کو اٹھایا ہوا ہے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بچپن کا زمانہ مبارک ہے، سیدہ پاک رضی اللہ عنہا نے فرمایا: احمد، میں نے عرض کی: جی ماں جی، فرمایا: تو نے میری طرف سے حج کیا قربانی کی میں تجھے اپنا محمد ﷺ نہ دے دوں؟ سبحان اللہ! میرے بھائیو آپ نے پڑھا کتنی کرم نوازی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والدہ رضی اللہ عنہا کی، اس واقعہ کی گواہی دو آدمیوں نے دی ہے: نعیمی کتب خانہ اردو بازار لاہور نگرانی کرنے والے محمد راشد صاحب نے اور دوسری گواہی خطیب پاکستان حافظ مشتاق احمد سلطانی صاحب نے صرف گواہی ہی نہیں دی بلکہ اپنے خطاب فلسفہ قربانی میں بیان بھی کیا ہے۔ (مفتی صاحب خود اس واقعہ کے حوالے سے اشارہ فرماتے ہیں، فقیر نے اس جگہ کی زیارت کی ہے اور حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے انعام بھی پایا ہے[1])

[1] مواعظ نعیمیہ حصہ سوم، ص 392 ناشر نعیمی کتب خانہ لاہور

سید الکونین سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اس مینار کے اوپر میرے والدین طیبین رضی اللہ عنہما کے اسمائے مبارکہ لکھے ہوئے ہیں

عالمِ اسلام کی عظیم علمی و روحانی شخصیت حضرت مفتی محمد عنایت اللہ قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسجد جس کا نام مرکزی سنی رضوی جامع مسجد سانگلہ ہل شہر میں ہے۔خطاب کے دوران یہ واقعہ سنایا کہ ہمارے نمازیوں میں سے ایک خوش نصیب نمازی جو کہ دیکھنے میں بھی واقعی خدارسیدہ بزرگ لگتے تھے، نہایت نیک نورانی چہرہ اور نہایت سادہ واقعی سعادت سے بہرہ ور ہونے کی دلیل تھے، حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں ہمارے نمازی بابا جی نے واقعہ خواب کا مجھے سنایا کہ اپنی مسجد سنی رضوی کے مینار کے نیچے حضور سید الکونین سرور کائنات صلی اللہ علیہ و اباہ وآلہ وصحبہ و بارک وسلم کو کھڑے ہوئے دیکھا، تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کے قدموں پہ میرے ماں باپ قربان ہوں، یہاں کس لیے تشریف فرما ہیں؟ جان دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جواب میں فرمایا: اس مینار کے اوپر میرے والدین طیبین رضی اللہ عنہما کے اسمائے مبارکہ لکھے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے یہاں کھڑا ہوں۔ سبحان اللہ!

قارئین کرام! ذرا غور کیجیے اس بابا جی کے عرض کرنے کا مقصد یہ تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باہر مینار کے نیچے کیوں کھڑے ہیں جبکہ وہ مینار مسجد کے صحن میں ہے، ان کے دل میں یہ بات آرہی تھی کہ آپ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام اندر مسجد کے ہال میں جہاں پر قالین بچھی ہوئی ہے ہیں، آپ اندر تشریف لائیں۔ راقم کا وجدان کہتا کرتا ہے۔ آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہوگا کہ میں اپنے والدین جن کے مبارک ناموں

کے معنی پر غور کیا جائے تو صاف سمجھ آ سکتی ہے۔ میرا دل گواہی دیتا ہے، ایمان گواہی دیتا ہے کہ والدین کے ناموں کا سایہ چھوڑ کر مسجد کے صحن (مینار) کے نیچے سے کیسے اندر جاؤں۔ راقم نے یہ مبارک واقعہ پہلے بھی سنا ہوا تھا مگر تحقیق کے لیے خطیب پاکستان حضرت علامہ عطاء المصطفیٰ رضوی صاحب ایم اے سے رابطہ کیا تو انہوں نے بڑی محبت سے حضرت مفتی محمد ذوالفقار رضوی صاحب جو کہ اس مرکزی مسجد کے خطیب و مدرسہ کے مہتمم بھی ہیں ان سے لکھوا کر میرے پاس تشریف لائے، راقم کے دل میں مزید تحقیق کا جذبہ پیدا ہوا اور ساتھ دل مچلنے لگا کہ کیوں نہ اس مبارک مینار کی زیارت کی جائے، کیونکہ یہ مبارک واقعہ کتاب لکھنے کا سبب بنا اور ساتھ 26 مرلے تین قسطوں میں جگہ خرید کر مسجد بنانے اور اس مسجد کا نام حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا رکھنے کا بھی باعث بنا تھا اس لیے راقم مورخہ 13/8/2016 کو اپنے ساتھیوں میں سے تین ساتھی نامور ثناء خوان حاجی قاری محمد اقبال چشتی جندراکوی صاحب، حاجی ڈاکٹر محمد ارشاد صاحب اور صاحبزادہ محمد معیز رسول المعروف محمد ابوبکر کے ہمراہ شرفِ زیارت کے لیے سانگلہ ہل کی مرکزی جامع مسجد سنی رضوی میں حاضر ہوئے۔ نمازِ عصر کی جماعت کا وقت ہو چکا تھا، الحمد للہ نماز با جماعت ادا کی، پھر اس مینار مبارک کی زیارت کی، جو کہ نمازی جب قبلہ رخ کھڑا ہوتا ہے تو سیدھے ہاتھ کی طرف یعنی دائیں طرف مسجد کے اندر صحن میں موجود ہے اور اس کے اوپر آج بھی وہ مبارک نام والدین طیبین کے علیحدہ علیحدہ آسانی سے پڑھے جا سکتے ہیں۔ نمازِ عصر کے بعد قبلہ مفتی محمد ذوالفقار صاحب

کی زیارت ہوئی اور آپ نے بڑی شفقت فرمائی۔ ہم نے عرض کیا: ان باباجی کا نام کیا تھا؟ تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ وہ تو چند سال پہلے تقریباً 100 سال کی عمر میں وفات پا چکے ہیں، ان خوش نصیب باباجی جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا شرف بخشا اور جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے والدین کے ناموں سے محبت کا جس سے اظہار فرمایا تھا، ان کا نام باباجی عید محمد رحمۃ اللہ علیہ تھا حضرت مفتی صاحب نے دورانِ گفتگو مزید انکشاف کیا کہ ہماری اس مسجد میں ایک حافظ صاحب رہتے تھے جن کا نام حافظ مہر محمد ہے وہ وادی سون سکیسر کے رہنے والے ہیں، وہ ہر وقت مسجد میں قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہتے تھے، وہ فرماتے ہیں: ایک دن میں تلاوت قرآن مجید کر رہا تھا تو اچانک تقویٰ وطہارت سے مزین نورانی خوبصورت مخلوق آئی، میں انہیں دیکھ کر گھبرا سا گیا، تو ان میں کسی نے آواز دی حافظ صاحب آپ تلاوت جاری رکھیں ہماری طرف نہ دیکھیں، ہم تو اس جگہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے ہیں جس جگہ پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تشریف لائے تھے۔ اس سے پتہ چلا کہ خوش نصیب حضرات ہی آقا علیہ السلام کے والدین طیبین رضی اللہ عنہما سے محبت کرتے ہیں یا آپ کی آل پاک یا آپ کے اصحاب یا دیگر پاک ہستیوں سے محبت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کرم کرتا ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے دیدار سے نوازتے بھی ہیں۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے کریم آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے نام پر کوئی نہ کوئی کسی بھی حوالے سے اچھا کام کریں تاکہ دنیا اور قبر و حشر میں ہمارے لیے آسانی ہو جائے۔ انشاء اللہ العزیز

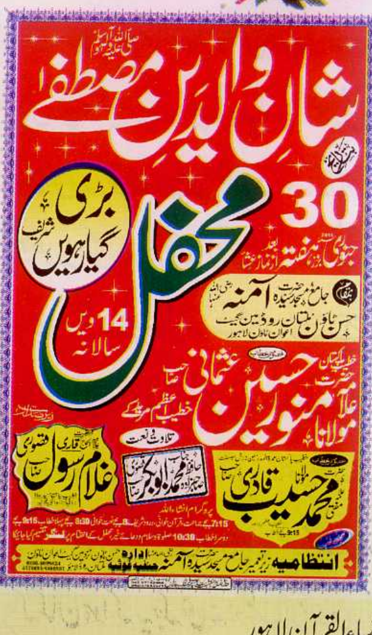
(شانِ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا) اس مرتبہ دیدارِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوا بلکہ "کتاب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا" پر مزید کاوش کا اشارہ نصیب ہوا

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر صاحب کی زبانی

چند سال قبلہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور بعض احباب کی حوصلہ افزائی سے راقم نے "سیدہ آمنہ" کے عنوان سے جو کتاب لکھی تھی وہ ایک نہایت مختصر اور متواضع قسم کی کوشش تھی، تاہم اس سے والدہ ماجدہ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حق تلفی کا ازالہ اور تلافی مافات مقصود تھی، اسی "کوشش" کو اب از سرِ نو لکھنے اور مکمل نظر ثانی کے بعد پیش کرنے کا شرف حاصل ہو رہا ہے، اس سے بھی مقصود صرف رضا اور شفاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور بس! ان ہر دو عقیدت مندانہ کاوشوں کا پسِ منظر اور پیشِ نظر بھی قابلِ توجہ ہے۔ پس منظر کا ایک حصہ تو "سیدہ آمنہ" کی طبع اول کے دیباچے میں آ گیا ہے جو "والدہ ماجدہ سیدنا مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" میں شاملِ اشاعت ہے اس کا دوسرا حصہ یہ ہے کہ حج کے موقع پر قیامِ مدینہ منورہ کے دوران میں راقم کے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ خواب میں زیارتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف نصیب ہو (جو متعدد بار پہلے حاصل ہو چکا تھا)۔ چنانچہ مطلوبہ شرائط و آداب کے ساتھ چھ سات دن کی کوشش سے بھی مراد پوری نہ ہو سکی تو دل میں یہ خیال گزرا اور ضمیر نے ملامت کی کہ "سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا" کے چند صفحات لکھ کر یہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان جتانے کی جسارت نہیں! پھر آنکھوں میں آنسو امڈ آئے، زبان پر استغفار تھا، یادوں کی سکرین پر ان اعرابیوں کا نقشہ ابھر آیا جو سورت حجرات کی آیات کے مطابق اپنے

قبولِ اسلام کا احسان جتانے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے تھے، اللہ تعالیٰ نے سرزنش کے انداز میں فرمایا: تم احسان مت جتاؤ بلکہ اللہ تعالیٰ کا احسان مانو جس نے تمہیں اسلام کی توفیق بخشی ہے! پھر ندامت اور شرمندگی کے ساتھ مواجہہ شریف میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے دیوار کے ساتھ بیٹھ گیا۔ غنودگی کے عالم میں یوں لگا جیسے کتاب ''سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا'' میرے ہاتھوں میں ہے مگر جب آنکھ کھلی تو کچھ بھی نہ تھا! راقم نے اسے اس موضوع پر مزید کاوش کرنے کا اشارہ سمجھا۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف! [١]



ماہ ربیع الثانی میں ہونے والی سالانہ عظیم الشان محفل شانِ والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبڑی گیارہویں شریف کے اشتہار کی تصویر

[١] والدہ ماجدہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناشر ضیاء القرآن لاہور

کرنل (ر) محمد انور مدنی پر حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی سفارش سے سرکار علیہ السلام کی کرم نوازی — ان کی اپنی کتاب سے اقتباسات

ابواء شریف کا سفر

1 مکہ مکرمہ میں عمرہ ادا کیا تو اب ہر وقت دل کی دھڑکن سے آواز آتی کہ پتہ تو کرو، ابواء شریف کے لیے کہاں سے کوئی گاڑی جاتی ہے؟

نمازوں کے درمیانی وقفہ میں میں اِدھر اُدھر جا کر ٹیکسی والوں سے پوچھتا مگر ہر کوئی نفی میں جواب دیتا کہ اسے پتہ نہیں۔ دل سے دعا نکلتی: اے میرے حبیب ﷺ! آپ دیکھ رہے ہیں، آپ تو میری جان سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ میں تو پہلے درِ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی حاضری دے کر ہی بلکہ وہاں سے سفارش کروا کر ہی آپ ﷺ کے در کی حاضری سے شرف یاب ہوں گا تا کہ مجھ جیسے گناہگار، مفلس اور رُوسیاہ پر نظرِ عنایت فرمائیں۔ کیونکہ آپ ہیں رحمۃ للعالمین، اوروں پر تو رحمت ہیں ہی، یہاں تو اس رُوسیاہ کی سفارش۔۔۔ بھی آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کریں۔۔ تو بھلا کیسے منظور نہ ہو۔۔ پھر واقعی سفارش بھی ہوئی اور ظاہر ہے منظوری بھی۔۔ غرضیکہ بمشکل تین دن ہی گزار سکا اور پھر ایک ٹیکسی ڈرائیور سے بات ہوگئی۔ بہر حال آہستہ آہستہ چلتے چلتے میرے اندازے کے مطابق اب وہ مقام نزدیک آ رہا تھا جس کے لیے میں نے ہزاروں میل کا سفر طے کیا تھا کہ یہ سعادت مجھے نصیب ہو کہ میں آقا ﷺ کے در کی قدم بوسی سے پہلے آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے آستانِ عالی پر حاضری دوں۔ راستے میں کئی ایک ٹیلے ایسے آئے کہ گمان ہوا کہ یہ جگہ ہی نہ ہو مگر بالآخر وہ پہاڑی آ گئی جس کے اوپر حضرت سیدہٗ

کائنات رضی اللہ عنہا کی قبرِ انور ہے۔ گاڑی پہاڑی کے دامن میں روک کر ہم اترے۔ میں بالکل بے خود تھا اگر چہ کیفیات قلم بند نہیں ہو سکتیں صرف محسوس ہی ہو سکتی ہیں۔ بس یہی کہ پل بھر میں قبرِ اقدس کے پاس پہنچ جاؤں۔ سیدھا عمودی پہاڑی پر چڑھنا شروع کر دیا۔ مجھے میری بیوی نے پکڑا اور کہا کہ راستہ تو ادھر ہے۔ پگڈنڈی پہاڑی کے گرد گھومتی ہے۔ میں نے کہا: اگر میرے سامنے کنواں بھی ہوتا تو میں اسے ایک ہی چھلانگ سے عبور کر کے پہاڑی پر چڑھ جاتا۔ بہر حال پگڈنڈی کے راستے پر بھی کوئی ایسی قوت مجھے اتنی تیزی سے اوپر لے گئی کہ میری بیوی اور پھر ان کے پیچھے ڈرائیور اور دلیل کم از کم پندرہ منٹ بعد پہنچے جنہیں میں اوپر سے دیکھ رہا تھا۔ شاید یہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرم تھا کہ میں تنہائی میں اپنی فریاد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو بتا سکوں۔ جب کہ کوئی پاس نہ ہو حتیٰ کہ میری بیوی بھی۔ قبر مبارک کے پاس پہنچ کر سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہوں، کیسے کہوں۔۔ بس دل کہتا کہ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو دیکھ رہے ہیں۔۔ اور میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کی قبرِ انور کی زیارت کو کیوں آیا ہوں، یہ بھی جانتے ہیں۔ پھر جب میری بیوی بھی پہنچی تو ہم نے مل کر دعا کی۔ قبر مبارک کی حالتِ زار دیکھ کر دکھ کے آنسو روئے۔ کہ یہ ان اندھے نجدیوں نے اس ہستی کی قبرِ اقدس کی حالت بنا رکھی ہے جو کہ آقائے کل جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ ہیں۔ پھر میرا ذہن تاریخ کے ان اوراق میں گم ہو گیا۔ اور وہی نقشہ سامنے آ گیا کہ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر مبارک چھ برس ہی تھی۔ جب والدہ ماجدہ کا انتقال ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہیں کہیں بیٹھے ہوں گے۔۔۔ پھر اس کے بعد جب ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ماں کی ممتا کی یاد بحکم الٰہی وہاں لے گئی اور والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کی محبت نے رلایا۔ بس دل بہت رویا۔ کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس جگہ کھڑے ہوں گے یا یہیں کہیں بیٹھے ہوں گے۔۔ ادھر سے اترے ہوں گے۔۔۔ ان ہی خیالوں میں گم ادھر ادھر دیکھتا رہا کہ ڈرائیور اور دلیل نے پکارا کہ اب چلو۔ کیونکہ تم نے ''خمسہ دقیقہ'' کا ہی وعدہ کیا تھا۔ میں نے ہاں کہا اور پھر میں اور میری بیوی واپس چل پڑے۔ پہاڑی سے نیچے اتر کر آخری نگاہ ڈالی اور گاڑی میں بیٹھ کر واپس سفر شروع کیا۔ دل کی دھڑکن بہت تیز تھی اور دل آواز دے رہا تھا کہ یہ سب کچھ آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیکھ رہے ہیں ۔ انشاءاللہ منظوری ہو جائے گی۔ منظوری کیوں نہ ہو وہ تو ہیں ہی چارہ گر، بندہ نواز، غریب پرور، پناہ گاہِ عالم جناب رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ بس آدھ گھنٹے میں واپس سامان ایک ہوٹل میں رکھا اور جلدی جلدی سوئے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے۔۔ جب تحیۃ المسجد کے نوافل ادا کرنے کے بعد میں سلام پیش کرنے مواجہ شریف کے سامنے کھڑا ہوا تو دل نے گواہی دی کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کتنے خوش ہوں گے کہ یہ ابواء شریف سے آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی قدم بوسی کر کے آیا ہے۔۔ آنکھوں نے آنسو بہا کر دل کی گواہی کی تصدیق کر دی۔۔ جس نے میری سرکار کو دیکھا دیوانہ ہوا۔

مدینہ منورہ میں آئے ہوئے ہر لمحہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درِ عالی پر گزر رہا تھا۔ مدینہ کی ہوائیں جسم کو مَس کرتیں تو محسوس ہوتا کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسمِ اقدس کو

بھی چھوا ہوگا۔ مسجد نبوی میں آتے ہی ایسا محسوس ہوتا کہ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحمت کے سائے میں آ گئے ہیں اور ایک طرح تحفظ کا احساس ہوتا۔ روزانہ علی الصبح کا معمول یہ تھا کہ میں کوئی ڈھائی پونے تین بجے اٹھتا اور بابِ جبریل کے باہر آ کر درِ اقدس پر بیٹھ جاتا۔ پھر تہجد کی اذان ہوتی تو دروازے کھلتے اور اندر جاتا۔ (بلکہ بعد میں مسلسل دو سال قیام کے دوران بھی یہی معمول رہا) محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کرم نوازی کی۔ ایک گناہگار، رُوسیاہ، مُفلس ولاچار کو پھر اپنی رحمت سے دوسری بار نوازا فجر کی نماز ادا کر کے واپس لوٹا اور کمرے میں جا کر سو گیا۔ فجر کے بعد سونا بھی معمول بنا ہوا ہے کہ ہر دفعہ محبوب کے دیدار کی تمنا ہوتی ہے۔ خواب میں دیکھتا ہوں ایک نہایت ہی حسین باغ ہے۔ ذرا دور دیکھتا ہوں تو ایک خاندان کے افراد نظر آ رہے ہیں۔ دل کہتا ہے کہ وہ دیکھو امام حسن اور امام حسین ہیں۔ پھر جیسے کوئی کہتا ہے کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں۔ میرے بالکل قریب پہنچے ہیں تو بتقاضائے ادب گھٹنوں کے بل ہاتھ بھی زمین پر رکھ دیتا ہوں۔ بہت ہی کم فاصلے سے پاس سے گزرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پنڈلی مبارک آدھی نیچے پاؤں کی طرف نظر آتی ہے۔ جسم میں ایک بجلی کی طرح کرنٹ لگتا ہے کہ جسم کانپ جاتا ہے۔ پھر مواجہ شریف کی طرف والے اندرونی پردے سامنے نظر آتے ہیں تو دل سے آواز نکلتی ہے: "ہو بہو وہی" اور پھر فوراً کہتا ہوں "جو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور نہیں مانتے وہ کافر ہیں" اس لمحے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے گزر کر ذرا دور تشریف فرما ہو جاتے ہیں اور میں پھر اٹھتا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

تلاش میں پیچھے کو مڑتا ہوں تا کہ جہاں آپ ﷺ بیٹھے ہیں وہاں جا کر قدم بوسی کروں۔ جو الفاظ منہ سے نکلے وہ میرے لیے سند بن گئے۔ کیونکہ ان کے ساتھ عقیدے کی وابستگی ہے۔ اپنی تقریروں میں میں نے بطور سند پیش کیا۔ (ویسے میں صاف صاف بتادوں اس وقت مجھے نورانیت کے متعلق کچھ پتا نہ تھا)

۲ آپ ﷺ اب ایسے تشریف فرما ہیں کہ آپ ﷺ کہ قدم مبارک یعنی دونوں پاؤں آگے ہیں جیسے کوئی پیڑھی یا چوکی پر اس طرح بیٹھے کہ گھٹنے کھڑے کرے تو دونوں پاؤں آگے سیدھے ہوں۔۔

میں واپس آ کر جب آپ ﷺ کو بیٹھتے دیکھتا ہوں تو پھر لیٹ کر رینگنا شروع کر دیتا ہوں اور آپ ﷺ کی جانب بڑھتا ہوں۔ چل کر اس لیے نہیں گیا کہ یہ سوئے ادب ہے۔ جب میں پاؤں مبارک کے پاس پہنچ جاتا ہوں تو رونا شروع کر دیتا ہوں اور میرے منہ سے یہ الفاظ نکلتے ہیں: "میں کافروں سے جنگ کرنا چاہتا ہوں، میں کرنل ہوں کس کام کا"؟ میں روتے روتے جب یہ الفاظ بولتا ہوں تو اب مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کے بالکل سامنے ایک عورت ہے جو کہ ماں کا symbol (تمثیل) ہے اور وہ میرے وہی الفاظ جو میں نے قبر مبارک پہ کہے تھے دہرا کر ہاتھ سے میری طرف اشارہ کر کے حضور پاک ﷺ سے جیسے کہہ رہی ہوں: "یہ کافروں سے جنگ کرنا چاہتا ہے، یہ کہتا ہے کہ میں کرنل ہوں کس کام کا"؟ یہ الفاظ ان کے منہ سے سن کر میں پھر اونچی آواز میں رونا شروع کر دیتا ہوں جیسے میری سفارش ہو رہی ہے۔ پھر اس کے ساتھ میں اپنا سر

آپ ﷺ کے قدمین شریفین میں اس طرح رکھ دیتا ہوں کہ میری بائیں رخسار قدمین مبارک پر ہے اور آنکھیں آپ ﷺ کی نورانی پنڈلیوں کو دیکھ رہی ہیں مگر نور دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتیں۔۔۔ پھر جیسے آپ ﷺ میرے سر کو قدمین مبارک سے اٹھاتے ہیں اور فرماتے ہیں "سات دن"۔۔۔ پھر خاموش ہوجاتے ہیں۔ پھر تھوڑے سے وقفہ کے بعد فرماتے ہیں: نماز پڑھا کرو۔۔اس کے بعد میں واپسی پہلے کی طرح رینگ کر آتا ہوں، کھڑا نہیں ہوتا کہ بے ادبی نہ ہوجائے۔ رینگنا بھی اس طرح کہ میرے پاؤں پیچھے ہی رہیں۔ (جیسے reverse کریں۔) دل بہت خوش وخرم کہ اب سفارش ہوگئی ہے۔ پھر کھڑا ہوتا ہوں تو میری بیوی میری منتظر ہوتی ہے۔ پھر ہم چلے جاتے ہیں، اچانک جاگ کھل جاتی ہے۔ روحانی خوشی اور سفارش والی بات کی وجہ سے آپ ﷺ کی ذرہ نوازی مجھے ایک ایسے عالم میں غرق کردیتی ہے کہ اپنے پہ یقین ہی نہیں آتا کہ تم اتنے خوش نصیب ہو کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کی زیارت کر کے وہاں سے سفارش کروا کے آئے ہو تو آپ ﷺ اپنی والدہ محترمہ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی بات تو نہیں موڑیں گے۔ وہ تو ہیں رحمت کون ومکاں اور جانِ جہاں ﷺ جن سے دشمنوں نے بھی رحمت کا فیض پایا اور اب تو یہاں سفارش کو کیسے موڑ سکتے ہیں۔۔ بس ایک نشہ سا چھایا رہتا۔۔ چاہے میں اپنے کمرے میں ہوتا یا مسجد نبوی شریف میں۔۔

٣ آپ ﷺ حیات ہیں، اس لیے حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بھی

حیات ہیں (میں تو کسی کتاب کے حوالے کا پابند نہیں۔ کیونکہ میں نے خود دیکھا ہے کہ) اور مومنہ ہیں۔

۴ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام آباؤ اجداد مومن تھے یہ ایک عام فہم بات ہے، کیونکہ نور جن جن اصلاب وارحام میں منتقل ہوتا رہا وہ تمام کے تمام حاملین موحد ہوں گے۔ اگر اس کے برعکس سمجھیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے نظام کی حقانیت کی توہین ہوتی ہے لیکن یہاں معاملہ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہے۔ جو خود نور گر ہیں اس لیے یہ نورِ اقدس جن جن حاملین کے ہاں ہوگا وہ بھی سب نورانی ہو جائیں گے۔

۵ رہی بات نجدی بدبختوں کی تو یہ چونکہ خود مر کر مٹی ہو جاتے ہیں اس لیے انہیں اس بات کا شعور ہی نہیں۔۔ بس یہ ان کی بدقسمتی ہے۔۔ کم عقلی ہے کہ جناب سرورِ کون ومکان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ رضی اللہ عنہا کے بارے ایسے بدعقائد رکھتے ہیں۔

''نماز'' جس کے متعلق میں اپنے زمانۂ جاہلیت میں کافی غفلت برتتا تھا۔ حج کے بعد عادت ڈال لی کہ اب نماز نہ چھوٹے۔ مگر پھر بھی کبھی نہ کبھی کوئی نہ کوئی نماز گول ہو جاتی۔ (اب قضائیں ادا کرتا رہتا ہوں، گنتی یاد نہیں۔ یقین ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل مجھے ضرور معاف فرما دے گا)۔

اب جبکہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کی تلقین فرمائی تو بڑی شرمندگی اور ندامت ہوئی، اور دل سے آواز آئی کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارا سب کچھ دیکھ رہے ہیں [1]

[1] کتاب صادقہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا — کرنل (ر) محمد انور مدنی

والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گستاخوں کے واقعات توبہ توبہ

پہلا واقعہ والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گستاخ کا بدن جلنا

عبرتِ قاہرہ

سید احمد مصری حواشی دُر میں ناقل کہ ایک عالم رات بھر مسئلہ ایمان ابوین کریمین رضی اللہ عنہما میں متفکر رہے، کیونکر تطبیقِ اقوال ہو؟ اسی فکر میں چراغ پر جھک گئے کہ بدن جل گیا۔ صبح ایک لشکری آیا کہ میرے یہاں آپ کی دعوت ہے، راہ میں ایک ترہ فروش ملے کہ اپنی دکان کے آگے باٹ ترازو لیے بیٹھے ہیں، انہوں نے اٹھ کران عالم کے گھوڑے کی بھاگ پکڑی اور یہ اشعار پڑھے:

امنت ان ابا النبی و امه　　احیا هما الحی القدیر الباری
حتی لقد شهد اله برسالة　　صدق فتلك کرامة المختار
و به الحدیث و من یقول بضعفه　　فهو الضعیف عن الحقیقة عاری

”میں ایمان لایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ماں باپ کو اس زندہ ابدی قادرِ مطلق خالقِ عالم جل جلالہ نے زندہ کیا یہاں تک کہ ان دونوں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیغمبری کی گواہی دی، اے شخص اس کی تصدیق کر کہ یہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اعزاز کے واسطے ہے اور اس باب میں حدیث وارد ہوئی ہے جو اسے ضعیف بتائے وہ آپ ہی ضعیف اور علمِ حقیقت سے خالی ہے“۔

یہ اشعار سنا کر اس عالم سے فرمایا: اے شیخ! انہیں لے اور نہ رات کو جاگ، نہ اپنی جان کو فکر میں ڈال کہ تجھے چراغ جلا دے۔ ہاں جہاں جا رہا ہے وہاں نہ جا کہ لقمۂ حرام کھانے میں نہ آئے۔

ان کے اس فرمانے سے وہ عالم بیخود ہو کر رہ گئے، پھر انہیں تلاش کیا پتا نہ پایا اور دکانداروں سے پوچھا: کسی نے نہ پہچانا۔ سب بازار والے بولے: یہاں تو

کوئی شخص بیٹھتا ہی نہیں، وہ عالمِ ربانی اس ہادی غیب کی ہدایت سن کر مکان میں واپس آئے کہ لشکری یہاں تشریف نہ لے گئے ہوں [1]۔

اے شخص! یہ عالم بہ برکتِ علم، نظرِ عنایت سے ملحوظ تھے کہ غیب سے کسی ولی کو بھیج کر ہدایت فرما دی خوف کر کہ تو اس ورطہ حیرت میں پڑ کر معاذ اللہ کہیں مصطفیٰ ﷺ کا باعثِ ایذا نہ ہو جس کا نتیجہ معاذ اللہ بڑی آگ دیکھنا ہو۔ اللہ عزوجل ظاہر و باطن میں مصطفیٰ ﷺ کی سچی محبت، سچا ادب روزی فرمائے اور اسبابِ مقت (ناراضگی) وحجاب و بیزاری و عتاب سے بچائے۔ آمین! آمین! آمین!

دوسرا واقعہ

والدینِ مصطفیٰ ﷺ کے گستاخ کا منہ کالا ہونا

اس طرح والدینِ کریمین کے متعلق بدعقیدگی رکھنے اور بدزبانی کرنے والے کتنے ناپسندیدہ لوگ ہیں۔ العیاذ باللہ!

چنانچہ اس کا حالیہ تاریخی مظاہرہ اس طرح ہوا کہ ضلع گوجرانوالہ تھانہ نوکھر کے علاقہ میں جب ایک وہابی مولوی نام نہاد ٹیچر حافظ سعید نے رسول اللہ ﷺ کے والدین کے متعلق بدزبانی کی اور معاذ اللہ انہیں جہنمی قرار دیا، تو اسی رات اس کی داڑھی جھڑ گئی، منہ کالا ہو گا اور ادھر قانونی کاروائی کے تحت فوری طور پر گرفتار کر لیا گیا۔ جیل پہنچ گیا اور اس کی درخواستِ ضمانت بھی مسترد کر دی گئی [2]۔

اسی لیے تو کہا گیا ہے: ع

نبی ﷺ کی غضب میں ڈوبی ہوئی نگاہ سے بچو!

---

(1) فتاویٰ رضویہ شریف جلد 30 صفحہ 304 ناشر رضا فاؤنڈیشن لاہور

(2) نورانی نسب ص 12 بحوالہ روزنامہ تہلکہ گوجرانوالہ، روزنامہ پاکستان لاہور ۱۵/۸/۲۰۰۱ وغیرہ

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب کے خلاف پڑھا اندھے ہو گئے
جس نے شک کیا نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کوڑے مروائے

محمد بن طوسی امام ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ

سیدی محی الدین بن العربی نے اپنی کتاب روح القدس میں ذکر کیا ہے کہ ابوعبداللہ بن زین ماشبیلیہ جو افضل ترین لوگوں میں تھے امام ابو حامد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں میں منہمک رہا کرتے تھے۔ مگر ایک رات ابو القاسم بن احمد کی ایک تالیف جو امام غزالی کی رد میں پڑھی تو اندھے ہو گئے فوراً سجدہ میں گر پڑے گڑ گڑائے اور قسم کھائی کہ پھر کبھی اس کتاب کو نہیں پڑھیں گے اور اس کو اپنے سے دور کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی لوٹا دی اور سیدی محی الدین بن عربی نے اس واقعہ کو عبداللہ بن زین کی کرامت میں ذکر کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے ان پر عنایت فرمائی اور ان کو تنبیہ فرما دی۔ رضی اللہ عنہ وعن الامام الغزالی وعن سائر اولیاء اللہ مناوی کہتے ہیں کہ امام غزالی کی کرامتوں میں سے وہ بھی ہے جس کو یافعی نے ابن الملیق سے اور انہوں نے عرشی سے اور انہوں نے مرسی سے اور انہوں نے شاذلی سے اور انہوں نے شیخ بن حرازم سے روایت کی ہے کہ اپنے متوسلین پر تشریف لائے اور ہاتھ میں ایک کتاب تھی۔ فرمایا تم اس کو پہچانتے ہو؟ پھر فرمایا کہ یہ احیاء العلوم ہے۔ یہ شیخ امام غزالی پر طعن کیا کرتے تھے اور احیاء العلوم کو پڑھنے سے منع کیا کرتے تھے۔ پھر ان سب کے سامنے اپنا جسم کھول کر دکھایا تو وہ کوڑوں سے مارا ہوا تھا اور فرمایا کہ خواب میں میرے پاس امام غزالی آئے اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بلایا۔ تب ہم دونوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ تو

امام غزالی نے عرض کیا حضور یہ شخص یہ خیال کرتا ہے کہ میں جو کچھ آپ کی طرف سے کہتا ہوں وہ وہ کہتا ہوں جو حضور نے نہیں فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے مارنے کا حکم عطا فرمایا اور مجھے پیٹا گیا۔

تبصرہ

جو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کی بحرمتی کرے اس کو کوڑے پڑیں، تو جو محبوبِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کا گستاخ ہو، اسکا کیا حشر ہوگا؟ استغفر اللہ

فصل دوم

ایمان والدینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر علماء کرام کی عاجزانہ رائے

اہل سنت و جماعت کے جمہور محققین کی رائے ہے

کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین نجات یافتہ ہیں اور جنت کی تمام بہاروں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ اس بارے میں علماء کے تین مسلک ہیں:

پہلا مسلک:

پہلا مسلک تو یہ کہ ان کا تعلق زمانۂ فترت سے ہے۔ سب سے قریبی زمانہ میں مبعوث ہونے والے رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں اور ان کے بعد چھ سو سال کا طویل عرصہ گزر چکا تھا۔ اس عرصۂ دراز میں آپ پر نازل شدہ کتاب انجیل میں طرح طرح کی تحریفات راہ پا چکی تھیں۔ آپ کو عبد اللہ و رسول اللہ کی بجائے آپ کی امت آپ کو ابن اللہ کہنے کی گمراہی میں مبتلا ہو چکی تھی۔ اب اس دور کے لوگ ہدایت کی روشنی حاصل کرتے تو کہاں سے؟ کلمہ حق سنتے تو کس سے؟ اس سے بھی اہم بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کی راہنمائی کے لیے مبعوث ہوئے تھے۔ حجاز کے صحرا نشین ان کی اُمتِ دعوت میں ہی

1 جمال الاولیاء ص 130

داخل نہ تھے۔ نہ حضرت عیسیٰ نے ان کو تبلیغ فرمائی، کیونکہ ان کو دعوتِ حق دینا ان کی ذمہ داری ہی نہ تھی اور نہ ان کے حواریوں نے یہ زحمت گوارہ کی تھی۔

ان حقائق کی روشنی میں اس ارشادِ الٰہی کا یہی لوگ مصداق ہیں:

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا [1]

"ہم کسی کو عذاب نہیں دیتے جب تک ان میں رسول مبعوث نہ فرمائیں۔"

علامہ علی بن برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی سیرتِ حلبیہ میں رقمطراز ہیں

ذَكَرَ الْعَلَامَةُ ابْنُ حَجَرِ الْهَيْتَمِيُّ حَيْثُ ذَكَرَ اَنَّ الْحَقَّ الْوَاضِحَ الَّذِيْ لَا غُبَارَ عَلَيْهِ اَنَّ اَهْلَ الْفَتْرَةِ جَمِيْعَهُمْ نَاجُوْنَ وَهُمْ مَنْ لَمْ يُرْسَلْ لَهُمْ رَسُوْلٌ يُكَلِّفُهُمْ بِالْاِيْمَانِ بِاللهِ عَزَّوَجَلَّ فَالْعَرَبُ حَتّٰى فِيْ زَمَنِ اَنْبِيَآءِ بَنِيْ اِسْرَائِيْلَ اَهْلُ فَتْرَةٍ لِاَنَّ تِلْكَ الرُّسُلَ لَمْ يُؤْمَرُوْا بِدَعَايَتِهِمْ اِلَى اللهِ تَعَالٰى وَتَعْلِيْمِهِمِ الْاِيْمَانَ

علامہ ابن حجر الہیتمی نے ذکر کیا کہ روشن حق یہ ہے جس پر کوئی گرد و غبار نہیں کہ اہل فترۃ سب کے سب نجات یافتہ ہیں۔ اہل فترۃ وہ لوگ ہیں جن کی طرف کوئی رسول نہ بھیجا گیا ہو، جو انہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا مکلّف بنائے۔ پس اہلِ عرب بنی اسرائیل کے انبیاء کے زمانہ میں بھی اہل فترۃ تھے، کیونکہ بنی اسرائیل کے رسولوں کو یہ حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اہلِ عرب کو بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دیں۔ ان کا حلقۂ تبلیغ صرف بنی اسرائیل تک محدود تھا۔

سابقہ آیات کی تائید ان دوسری آیات سے بھی ہوتی ہے، ارشاد ہے:

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا [2]

"اور نہیں ہے آپ کا رب ہلاک کرنے والا بستیوں کو یہاں تک کہ بھیجے ان کے مرکزی شہر میں کوئی رسول جو پڑھ کر سنائے وہاں کے رہنے والوں کو ہماری آیتیں

آیت: وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ذِكْرٰى وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ [3]

1 القرآن بنی اسرائیل:15 2 القرآن القصص:59 3 القرآن الشعراء ۹-۲۰۸

اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہ کی جسے ڈر سنانے والے نہ ہوں نصیحت کے لیے اور ہم ظلم نہیں کرتے۔

آیت: وَلَوْ اَنَّآ اَهْلَكْنٰهُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهٖ لَقَالُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى [1]

اگر ہم انہیں کسی عذاب سے ہلاک کر دیتے رسول آنے سے پہلے، تو ضرور کہتے اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہیں بھیجا، کہ ہم تیری آیتوں پر چلتے، قبل اس کے کہ ذلیل اور رسوا ہوتے۔

علمائے کرام نے اہلِ فترت کو تین طبقوں میں تقسیم کیا ہے:

پہلا طبقہ:

ان لوگوں کا ہے جنہوں نے اپنے نورِ بصیرت سے اللہ تعالیٰ کی توحید کے عقیدہ تک رسائی حاصل کر لی تھی جیسے قیس بن ساعدہ، زید بن عمرو بن نفیل اور قومِ تبع کے بعض بادشاہ۔

دوسرا طبقہ:

وہ ہے جنہوں نے دینِ ابراہیمی کو بگاڑا، بُت پرستی کا آغاز کیا، اپنی قوم کو بڑی کوششوں سے شرک کا فاسد عقیدہ اختیار کرنے پر مجبور کیا اور اپنی طرف سے حلال و حرام کے بارے میں قوانین بنا کر قوم میں رائج کیے جیسے عمرو بن لحی الخزاعی اور اس کے ہم نوا۔ اس طبقہ کے جہنمی ہونے میں کوئی شک نہیں۔

تیسرا طبقہ:

جو اپنی غفلت اور بے خبری کی وجہ سے ہر قسم کے عقیدہ سے بے نیاز رہا۔ نہ انہوں نے توحیدِ خداوندی کا عقیدہ اپنایا، نہ وہ شرک اور اصنام پرستی کے مرتکب ہوئے۔

1 القرآن طه ۱۳۴

یہ وہ طبقہ ہے جسے عذاب نہیں دیا جائے گا: وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا کا مصداق یہی طبقہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین کے بارے میں ایک مسلک تو یہ ہے کہ وہ اہل فترۃ میں سے تھے نہ ان کے پاس اسماعیل علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر حضور ﷺ کی بعثت تک کوئی نہ نبی آیا، نہ کسی نبی کی دعوت انہیں پہنچی، نہ انہوں نے کسی نبی کے ساتھ کفر کیا اور نہ اس کی دعوت کو مسترد کیا۔ اس لیے وہ نجات یافتہ ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین زمانہ فترت کے لوگ ہیں، انکی بخشش اور نجات کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ ان کا اللہ پر ایمان ہے اوران کے ایمان کی دلیل یہ ہے کہ باپ کا نام عبداللہ ہے۔ عبداللہ کا معنی اللہ کا بندہ، جن والدین نے یہ نام رکھا، وہ بھی اللہ کی توحید کو جانتے اور مانتے تھے، تبھی تو ایسا نام رکھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنا یہی نام پسند کیا اور برقرار رکھا۔ معلوم ہوا! وہ اللہ کی توحید کو ماننے والے تھے۔ حضور ﷺ کی والدہ کا اسم گرامی آمنہ تھا اور آمنہ ایمان والی کو کہتے ہیں

اب میں پوچھتا ہوں ظالمو!

میرے نبی کے باپ کو عبداللہ بھی کہتے ہو۔۔

ماں کو آمنہ بھی کہتے ہو۔۔۔ بُری سوچ بھی رکھتے ہو۔

ہم قرآنی آیات اور کئی احادیث مبارکہ شروع کے ابواب میں دلیل کے طور پر بیان کر چکے ہیں پھر بھی:

آمنہ	کہہ	کر	کہتے	ہو	مومنہ نہیں
عبد	اللہ	کہہ	کر	کہتے	ہو جنتی نہیں

اگر عبداللہ ہے تو جنتی ہے ، اگر آمنہ ہے تو مومنہ ہے۔

دوسرا مسلک :

علمائے حق کا اس مسئلہ کے بارے میں دوسرا مسلک یہ ہے کہ حضورِ انور ﷺ کے والدین کریمین رضی اللہ عنہما کا دامن شرک و کفر سے کبھی داغدار نہیں ہوا۔ وہ ساری عمر اپنے جدِ کریم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ثابت قدم رہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور یومِ قیامت پر ان کا پختہ یقین تھا۔ مکارم اخلاق کے زندہ پیکر تھے۔

حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مسلک ہے۔ آپ لکھتے ہیں

اِنَّ اٰبَاءَ الْاَنْبِیَآءِ مَا کَانُوْا کُفَّارًا لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی اَلَّذِیْ یَرٰاکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَکَ فِی السَّاجِدِیْنَ قِیْلَ مَعْنَاہُ اِنَّہٗ کَانَ یُنْقَلُ نُوْرُہٗ مِنْ سَاجِدٍ اِلٰی سَاجِدٍ دَلَالَۃً عَلٰی اَنَّ جَمِیْعَ اٰبَاءِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ [1]

بے شک انبیائے کرام کے آباء واجداد کافر نہیں ہوتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میری وہ ذات ہے جو آپ کو دیکھتی ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور جب آپ سجدہ کرنے والوں کی پیشانیوں میں منتقل ہوتے رہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ حضورِ انور ﷺ کا نور ایک سجدہ کرنے والے کی پیشانی سے دوسرے سجدہ کرنے والے کی پیشانی میں منتقل ہوتا رہا۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کے جملہ آباء واجداد

[1] تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ

مسلمان تھے۔

دین ابراہیم علیہ السلام

معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کے والدین اباعن جد، نسل در نسل ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق اللہ نے یوں فرمایا:

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا [1]

یعنی ابراہیم نہ یہودی تھے نہ نصرانی بلکہ ہر باطل سے الگ رہنے والے مسلمان تھے، معلوم ہوا۔ دینِ ابراہیمی دینِ اسلام ہی ہے، اللہ نے قرآن میں آپ کو حنیفا مسلما کہا ہے۔

معلوم ہوا! حضورِ انور ﷺ کے والدین دینِ ابراہیم پر ہونے کی وجہ سے مسلمان تھے، موحد بھی تھے اور مومن بھی حضورِ انور ﷺ کے والدین کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نبوت پر ایمان تھا، کیونکہ انہیں وہی دعوت ابراہیمی پہنچی تھی۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف لطیف مسالک الحنفاء میں تحریر فرماتے ہیں: یہ دلیل دو مقدموں پر مشتمل ہے: پہلا مقدمہ تو یہ ہے کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے آباء واجداد حضرت آدم سے لیکر حضرت عبداللہ تک اپنے ہم عصروں سے بہتر اور افضل تھے۔ ان کے ہم عصروں میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو ان سے بہتر اور افضل ہو۔ دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ احادیث اور آثار سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی

[1] القرآن آل عمران:٦٨

ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے نبی رؤف رحیم ﷺ کے زمانۂ بعثت تک کوئی ایسا دور نہیں آیا جب تک چند افراد دینِ فطرت پر نہ ہوں جو صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوں، اسی کے لیے نمازیں پڑھتے ہوں اور انہیں کی برکت سے زمین کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اگر وہ نہ ہوں تو زمین اور جو کچھ اس کے اوپر ہے تباہ و برباد ہو جائے۔ اب اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ حضورِ انور ﷺ کے آباء و اجداد میں سے کوئی صاحب شرک و کفر کے مرتکب ہوئے تو اب ہم پوچھتے ہیں کہ کیا وہ دوسرے ہم زمانوں سے افضل تھے یا نہیں؟ اگر افضل تھے تو لازم آئے گا کہ ایک کافر اور مشرک اہلِ ایمان سے افضل ہو۔ یہ امر قطعاً قابلِ تسلیم نہیں۔ اگر کسی زمانہ میں حضور کے آباء و اجداد میں سے ان کے ہم عصر افضل ہوں تو یہ بھی درست نہیں کیونکہ احادیث صحیحہ سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ آپ ﷺ کے آباء و اجداد اپنے اپنے ہم عصروں سے افضل و اعلیٰ تھے۔ اس لیے یہ تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ آپ ﷺ کے سارے آباء و اجداد مومن، موحد اور اپنے تمام ہم عصروں سے اعلیٰ و ارفع شان کے مالک تھے [1]

تیسرا مسلک: **اس مسئلہ میں علماء کرام کا تیسرا مسلک یہ ہے**

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَحْیٰ لَہٗ اَبَوَیْنِ حَتّٰی اٰمَنَا بِہٖ وَ ھٰذَا الْمَسْلَكُ مَالَ اِلَیْہِ طَائِفَۃٌ کَبِیْرَۃٌ مِّنْ حُفَّاظِ الْمُحَدِّثِیْنَ وَغَیْرِھِمْ مِنْھُمْ اِبْنُ شَاھِیْنَ وَ الْحَافِظُ اَبُوْ بَکْرِ الْخَطِیْبُ الْبَغْدَادِیُّ وَ السُّھَیْلِیُّ وَ الْقُرْطَبِیُّ وَ الْمُحِبُّ الطَّبَرِیُّ وَ الْعَلَّامَۃُ نَاصِرُ الدِّیْنِ ابْنُ الْمُنِیْرِ وَ غَیْرُھُمْ [2]

(1) ضیاء النبی شریف جلد نمبر 2 (2) ضیاء النبی شریف جلد نمبر 2

اللہ تعالیٰ نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے۔ حفاظ و محدثین میں سے ایک بہت بڑا گروہ اس مسلک کی طرف مائل ہے۔ ان میں سے چند ایک کے اسماء یہ ہیں: ابن شاہین، حافظ ابوبکر الخطیب البغدادی، ابوالقاسم سہیلی، ابو عبداللہ القرطبی، محبّ طبری، علامہ ناصر الدین ابن المنیر وغیرہم۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حجۃ الوداع سے فراغت پر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے لے کر حجون کے قبرستان تشریف لے گئے اور آپ نہایت غمگین تھے۔ مجھے فرمایا تم بیٹھو، میں ابھی واپس آتا ہوں۔ جب گئے تو افسردہ تھے، واپس آئے تو مسکرا رہے تھے۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: گئے تو افسردہ، آئے تو مسکراتے ہوئے؟ فرمایا۔ میں نے اللہ کی بارگاہ میں دعا مانگی، یا اللہ! میرے والدین کو زندہ کردے تاکہ میں انہیں اپنا کلمہ پڑھا سکوں! اللہ نے میری دعا قبول کرلی۔ میرے والدین کو زندہ کیا، وہ مجھے ملے، میں انہیں ملا، میں نے انہیں اپنا کلمہ پڑھایا، وہ میری اُمت میں شامل ہوئے پھر اللہ نے ان پر پھر موت طاری کردی [1]

اس حدیث سے ثابت ہوا! کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ سے دعا مانگ کر اپنے والدین کو زندہ بھی کرایا تھا، ان کو اپنا کلمہ پڑھا کر صحابی بھی بنایا —— جنتی بھی بنایا مومن بھی بنایا —— امتی بھی بنایا۔ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْه [2]

اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

1. شرح ابن ہشام ترجمہ الروض الانف ج1 ص382 ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز لاہور
2. القرآن التوبہ ۱۰۰

جس نے مجھے دیکھا اسے آگ مس نہیں کر سکتی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایسے مسلمان کو آگ مس نہیں کرے گی جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا [1]

سب سے بہتر اُمت میری ظاہری حیات کی ہے ۔ پھر اس سے متصل زمانہ کی پھر اس سے متصل زمانہ کی [2]

فصل سوم

شان والدین رسالت مآب ﷺ پر چند علمی دلائل

قرآن مجید کی سورۃ نمل پارہ نمبر 19 جناب سلیمان علیہ السلام کے اُمتی آصف بن برخیا کا ملکۂ سبا کا اتنی دور سے بہت ہی زیادہ وزنی تخت کئی تالوں کے اندر بند ہو ، اُسے آنکھ جھپکنے سے پہلے جناب سلیمان علیہ السلام کے قدموں میں حاضر کر دینا [1]، پارہ نمبر 16 سورۃ کہف میں جناب خضر علیہ السلام کی شان کا اظہار موجود ہے [2]، اسی طرح اور کئی واقعات قرآن مجید میں موجود ہیں۔ سب سے بڑھ کر ہمارے آقا و مولا رسول اللہ ﷺ کی عظمت و شان ہے جن کے لیے اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے پارہ نمبر 5 میں فرماتا ہے: محبوب ﷺ ! آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ہے [3] تو پھر سیدہ آمنہ پاک کے لعل (جن پر فضلِ عظیم ہے) کے لیے کوئی چیز مشکل نہیں ہے۔ انگلی مبارک کا اشارہ ہو ، چاند کے ٹکڑے ہو جاتے ہیں [4]

1 الترمذی 2 المسلم ، کتاب فضائل الصحابہ

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ان کے لیے ہے جو وہ چاہیں اپنے رب کے پاس نیکوں کا یہی صلہ ہے۔[۵] (الزمر آیت 34) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو وہ چاہیں تو پھر نبی پاک ﷺ اپنے والدین کے لیے کیا کچھ بھلائی نہیں چاہیں گے؟ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کر یا روک رکھ تجھ پر کچھ حساب نہیں۔[۶] (ص آیت 39) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ ہماری عطا ہے تو رب کی عطا سے نبی پاک ﷺ اپنے والدین کو کیا کیا عطا نہیں کر سکتے؟ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: اور تمہارے رب کی عطا پر روک نہیں۔[۷] (اسرائیل آیت 20) قابلِ غور بات ہے محبوب ﷺ کے لیے اللہ تعالیٰ اپنی عطا کو کبھی روکتا نہیں ہر وقت اپنی عطا جاری رکھتا ہے تو پھر محبوب کائنات اپنے والدین کے لیے اپنے رب کی عطا سے کیا کچھ عطا نہیں کر سکتے۔ بخاری شریف میں ہے۔

آپ ﷺ نے بادل کو فرمایا: ہمارے مدینے شریف کی آبادی کے اوپر نہ برس، اردگرد برس۔[۸] اسی طرح بہت سے واقعات موجود ہیں۔ میرے بھائیو! نبی پاک کا سورج کو واپس لوٹانا[۹]۔ پھر یہ بھی سوچیں۔ سورج کتنا بڑا اور کتنا دور ہے۔ یہ سب کچھ کوئی مشکل نہیں تو پھر آقا علیہ الصلوۃ والسلام کا اپنے والدین کو زندہ کرنا اور اکٹھا کر کے زندہ کرنا یہ سب کچھ مشکل کیسے ہو سکتا ہے؟

برادرانِ اسلام! بلکہ آپ کے تو غلام، صحابۂ کرام واہلِ بیتِ اطہار رضی اللہ عنہم تابعین اور اولیاء کی بڑی شان ہے۔ صرف چند مثالیں عرض کرتا ہوں نبی پاک ﷺ کے غلاموں کے غلاموں۔۔۔۔ غلاموں میں سے ایک غلام کا واقعہ غور سے پڑھیے۔

۱۰ محمد الشربینی : یہ شان ہے خدمت گاروں کی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عالم کیا ہوگا

شیخ بزرگ ، ولی ، صاحبِ کشف ، بڑے امام اور اولیاء کبار میں سے تھے ۔ مشرقی نواحِ مصر کے درویشوں کی ایک جماعت کے شیخ اور صاحبِ حالات و مکاشفات تھے ۔ تمام اطرافِ زمین پر ایسے کلام فرماتے تھے کہ گویا آپ کی پرورش وہیں ہوئی ہے۔ آپ کو جس چیز کی، گھر وغیرہ کی ضرورت کے لیے حاجت ہوتی ہوا میں ہاتھ کر کے لے لیتے اور گھر والوں کو دے دیتے تھے۔ امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک سیاح سے روایت ہے کہ ان کی اولاد کچھ تو ملک مغرب میں مراکش کے بادشاہ کی بیٹی سے تھی ، کچھ اولاد بلادِ عجم میں تھی ، کچھ بلادِ ہند میں اور کچھ بلادِ تکرور میں تھی۔ آپ ایک ہی وقت میں ان تمام شہروں میں اپنے اہل وعیال کے پاس ہو آتے اور ان کی ضرورتیں پوری فرما دیتے تھے ۔ ہر شہر والے یہ سمجھتے تھے کہ وہ انہی کے پاس قیام رکھتے ہیں ۔ انہی متفرق صورتوں اور مختلف شکلوں میں آتے جاتے رہنے کی وجہ سے کسی عالم نے ان پر ترکِ جمعہ کا اعتراض کیا تھا۔ پھر ان کو مکہ مکرمہ میں جمعہ پڑھتے دیکھا۔ آپ کے صاحبزادہ احمد فرماتے ہیں کہ آپ اپنی لاٹھی کو فرماتے کہ ایک بہادر انسان کی صورت میں ہو جاؤ ، تو وہ فوراً اس صورت میں ہو جاتی ، آپ اس کو اپنے کاموں میں بھیج دیتے تھے اور پھر وہ لاٹھی کی لاٹھی بن جاتی۔

مکہ مکرمہ کا ایک خطیب آپ پر اعتراض کیا کرتا تھا۔ ایک دن وہ ممبر پر خطبہ پڑھ رہا تھا کہ اس کو حدث ہو گیا ، یا یہ یاد آ گیا کہ احتلام ہوا تھا اور اس نے غسل نہیں کیا۔ شیخ تشریف فرما تھے آپ نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے آپ کی آستین کو

گلیوں کی طرح پایا۔ وہ اس میں گھس گیا تو وہاں پانی اور لوٹا ملا۔ وہاں جا کر پاک ہو کر شیخ کی آستین سے نکل آیا اور اعتراضات سے باز آ گیا۔ آپ نے ابن عثمان (بادشاہ) کے فاتحانہ طریق سے مصر میں داخل ہونے کی خبر دو سال پہلے دے دی تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ تم پر داڑھی منڈے چڑھ کر آ گئے۔ مگر لوگ نبی جراکہ (جن کی حکومت اس وقت تھی) کے انتظامات و استحکامات کی وجہ سے آپ پر ہنسا کرتے تھے۔ آپ مجلس میں بار بار یہ کہا کرتے تھے کہ ۸ صفر ۹۲۷ھ کو اللہ تعالیٰ کا ایک بندہ انتقال کرے گا جو شخص اس کے غسل کا کچھ پانی لے لے گا، اپنے پاس شیشی میں رکھے گا، برص والے کوڑھی، اندھے اور بیمار کو لگا دے گا، مرض اور اندھے پن سے شفاء ہو جائے گی۔[1]

قارئین! آپ نے غور سے پڑھا، لکھنے والے کون ہیں؟ کئی باتیں ثابت ہو رہی ہیں یہ تو غلاموں کی شان ہے۔ سرکار کا عالم کیا ہوگا! سبحان اللہ! مقام غور ہے ایک طرف شان والی ہستیوں کی عظمت کا انکار، تو دوسری طرف اپنوں کی تعریف کے پل باندھے جا رہے ہیں۔

۱۱ قتل ہونے کے بعد گھر والوں کو مٹھائی دینا

مولانا اشرف علی تھانوی کے دادا کا تھانوی کی دادی

کے قتل کیے جانے کے بعد گھر والوں کے پاس آنا۔ تھانوی کے دادا شادی پر گئے اور راستے میں ڈاکوؤں نے انہیں قتل کر دیا۔ شب کے وقت اپنے گھر مثل زندہ کے تشریف لائے، اپنے گھر والوں کو مٹھائی لا کر دی اور فرمایا: اگر تم کسی سے ظاہر نہ کرو گی تو اسی طرح روز آیا کروں گا، لیکن ان کے گھر کے لوگوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہ کریں، اس لیے ظاہر کر دیا اور پھر آپ تشریف نہیں لائے۔[2] یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے۔ میرے بھائیو! پڑھا آپ نے دادا آ کر دادی کو مٹھائی دے جائے، تو غور فرمائیں

[1] جمال الاولیاء ص 273-271 مصنف اشرف علی تھانوی

[2] اشرف السوانح جلد نمبر 1، ص 40-39 ناشر تالیفات اشرفیہ ملتان

جو نبیوں کے تاجدار ہیں، رسولوں کے امام ہیں اور وہ اپنے والدین کریمین کے لیے کیا کچھ نہیں کر سکتے۔ بلکہ سچ بات کبھی چھپ نہیں سکتی۔

ایک اور مقام پڑھ لیجیے ______ نسل کا قرب کتنا فائدہ مند ہے۔

۱۲ شاہ امداد اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر میں باز و جتنا موٹا غوثِ پاک رحمۃ اللہ علیہ کا نام اور قرب خدا

جناب مولانا محمد حسن صاحب امرتسری جو ایک نہایت ثقہ عالم اور حضرت والا کے مخصوص محبین و مجازین میں سے ہیں، کے تین خواب جو خاص شان کے ہیں۔ اس مقام پر اصدق الرؤیا سے نقل کر دینے کو بے اختیار جی چاہتا ہے۔

قبر کے اوپر ایک مختصر سا خیمہ بھی نصب کیا ہوا ہے، اس قبر میں شیخ العرب والعجم حضرت حاجی شاہ امداد اللہ مہاجر مکی قدس سرہ العزیز لیٹے ہوئے ہیں اور بہت کمزور معلوم ہوتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے پانی طلب فرمایا تو پانی ایک نہایت ہی خوبصورت صراحی میں لایا گیا، جس کی گردن اور ٹونٹی دونوں بہت بلند اور حسین تھیں اور وہ صراحی مٹی کی نہ تھی بلکہ کسی ایسے نفیس جوہر کی تھی کہ بہت ہی دلکش معلوم ہوتی تھی، ایسی نفیس صراحی میں نے عمر بھر نہیں دیکھی۔ حضرت اٹھ کر بیٹھ گئے اور چونکہ قبر کی گہرائی کم تھی اس لیے بیٹھنے کے بعد سر مبارک اور گردن مبارک باہر نظر آنے لگے۔ اس وقت اعلیٰ حضرت حاجی صاحب بہت قوی معلوم ہونے لگے۔ پھر اعلیٰ حضرت نے پانی پیا اس وقت جو میں نے دیکھا تو قبر شریف کی مشرقی دیوار پر ایسے موٹے حروف میں جیسے کہ باز و موٹا ہوتا ہے یہ لکھا ہوا ہے: سگِ دربارِ گیلاں شو چو خواہی قربِ ربانی [1]۔ لفظِ گیلاں میں کسی قدر شبہ ہے۔ غالب گمان تو یہی ہے کہ گیلاں تھا لیکن یہ بھی خیال ہے کہ شاید بجائے گیلاں کے لفظ ایشاں ہو۔ بہر صورت احقر کو خواب میں یہی معلوم ہوا کہ دربار سے حضرت والا دامت برکاتہم ہی کا دربار مراد ہے اور اسی دربار کی ملازمت کا حکم ہو رہا ہے۔

[1] اشرف السوانح حصہ دوم ص 31 ناشر تالیفات اشرفیہ ملتان

میرے بھائیو! غور فرمایا آپ نے کہ غوث پاک کے در کا سگ بننے سے رب تعالیٰ کا کتنا قرب ملتا ہے، تو یہ مقام غور ہے کہ نسل کے قرب سے فائدہ مل سکتا ہے جو اصل ہیں یعنی والدین رسول الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ عنہما کے قرب سے کتنا خدا کا قرب نصیب ہوگا۔ اپنی باری سب کچھ جائز ہے۔ دوسرے عام سادہ لوگوں کے لیے ناجائز (بدعت و شرک) فتویٰ ہے ـــــ دورنگی چھوڑ کر رنگ ہوجا۔

۱۳ مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی قبر سے ہاتھ باہر نکالا

ایسے ہی کرامات اہلِ حدیث کے حوالے سے صوفی حبیب الرحمان صاحب کا بیان ہے کہ ۱۹۱۰ء میں جب حضرت ضیاء معصوم صاحب مرشد امیر حبیب اللہ خاں شاہِ کابل پٹیالہ تشریف لائے تو انہوں نے سرہند جانے کے لیے قاضی جی کو اپنے ساتھ لے لیا، حضرت ضیاء معصوم جب روضۂ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ پر مراقبہ کے لیے بیٹھے تو قاضی جی نے دل میں کہا: شاید ان بزرگوں نے آپس میں کوئی راز کی بات کہنی ہو، ان سے الگ ہوجانا چاہیے، ابھی آپ اپنے جی میں یہ خیال لے کر اٹھے ہی تھے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو ہاتھ سے پکڑ لیا اور فرمایا: سلیمان بیٹھے رہو، ہم کوئی بات تجھ سے راز میں نہیں رکھنا چاہتے۔ صوفی صاحب کا بیان ہے کہ قاضی صاحب نے بعض دوستوں سے ذکر کیا اور فرمایا: یہ واقعہ مراقبہ یا مکاشفہ کا نہیں، بلکہ بیداری کا ہے [1]

فائدہ

حضرت مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ کی اتنی پاکیزہ زندگی ہے، تو والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کتنی اعلیٰ ہوگی؟ 2- کرامت انہوں نے اپنی بنائی مگر بن مجدد پاک رحمۃ اللہ علیہ کی گئی۔

۱ کراماتِ اہلِ حدیث ص23 ناشر مکتبہ اسلامیہ سیالکوٹ

۱۴ امام الشیخ مولانا اسماعیل حقی حنفی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

ذکر انّ النبیّ صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم بکیٰ بکاءً شدیداً عند قبر اُمّہٖ وغرس شجرۃ یابسۃ قال ان اخضرت فھو علامۃ لامکان ایمانھما فاخضرت ثم خرجا من قبرہ ببرکۃ دعاء النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلما وارتحلا [1]

مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی والدہ شریفہ کی قبرِ گرامی پر بے حد گریہ زاری کی ، ایک خشک درخت لے کر والدہ ماجدہ کی قبر کے نزدیک زمین میں گاڑ دیا اور اپنے قلبِ گرامی میں گمان کیا۔ اگر یہ درخت قدرتِ ربانی سے سرسبز و شاداب ہوگیا، تو یہ میرے والدین شریفین کے قبولِ اسلام کی علامت ہوگی پھر وہ درخت خدا تعالیٰ کی قدرت سے فوراً ہرا بھرا ہوگیا۔ حضور پُرنُور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی دعا سے زندہ ہوگئے ۔
اور دعوتِ اسلام قبول کرنے کے بعد وفات پا گئے ۔

سوال ـــــ حضور علیہ السلام کا گریہ فرمانا ماں کی قبر کے متعلق ہے تو پھر باپ کی بات کہاں سے آگئی ؟

جواب ـ چونکہ زندہ کرنے کا بیان دونوں کا بیک وقت ہے ، اسی لیے ماں کی قبر پر دعا مانگنے سے والدِ گرامی کا یہاں تشریف لانا اسی دعاء کی وجہ سے ہے اور روح مقیّد بمکان و زمان نہیں ۔ اسی لیے یہ سوال بھی ایک وہم ہے ۔

[1] تفسیر روح البیان جلد ۱، ص ۴۷

ازالۂ توہمات: ان احادیث کو پڑھ سن کر منکرین خودتو توہمات کی مار میں قید ہیں دوسرے اہلِ اسلام کو بھی اوہام میں پھنسا دیتے ہیں، حالانکہ انہیں اس سے انکار نہیں کہ بحیثیتِ معجزہ از نبی کریم ﷺ اور بحیثیت قدرت قادر و قدیر بعید از قیاس نہیں۔

حضرت جلال الدین رومی قدس سرہ نے فرمایا:

یفعل اللہ مایشاء راخواندہ!
پس چرا اندر تحیر ماندہ

آند عائے شیخ نے چون ہر دعاست
نائب است اودستِ اودستِ خدا است

گفتہ او گفتہ اللہ بود!
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

حضرت امام سہیلی رحمۃ اللہ علیہ روض الانف میں بعد احیاء ابوین شریفین کے تحریر فرماتے ہیں:

واللہ قادر علی کل شئ لیس رحمۃ و قدرتہ تعجز من شیء و نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اھل بما یختص بما شاء اللہ من فضلہ و ینعم علیہ من نعمتہ [1]

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، اس کی رحمتِ عامہ اور قدرتِ کاملہ کسی چیز کی محتاج نہیں اور رسولِ کریم ﷺ کی ذاتِ عالی اس بات کی مستحق ہے کہ پروردگارِ عالم کی ذاتِ گرامی اپنی خصوصی نعمتوں سے جو نعمت چاہے اپنے حبیب ﷺ کو عطا کرے۔ کیونکہ وہ قادر مطلق اور ہر ایک شئ کا خود مختار و مالک ہے

[1] زرقانی شرح مواہب و مسالک الحنفاء ص ۱۶۸، ص ۱۵، ج ۱

فائدہ ۱۵

اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ والے مردوں کو جب چاہیں زندہ کردیں۔ اس میں وہ منجانب اللہ مجاز ومختار ہیں۔ اس میں تخلیق اللہ تعالیٰ کی ہے، دعا وارادہ ان کا اور یہ اس مردہ کی زندگی کا سبب اور وسیلہ ہیں۔ احیاء کی نسبت ان کی طرف مجازی ہوتی ہے۔ قرآن وحدیث میں اس کے نظائر وشواہد بے شمار ہیں۔

۱ قتیلِ بنی اسرائیل کی زندگی کا موجب، ولی اللہ کی مردہ گائے کا بعض حصہ بنا۔

۲ مردہ پرندوں کا احیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بلاوے سے ہوا۔

۳ حضرت حزقیل علیہ السلام نے ہزاروں مُردوں کے ٹکڑوں کو مِلا کر زندہ کردیا۔

۴ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا احیاء الموتیٰ قرآن وحدیث میں مشہور ہے۔

۵ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے گھوڑے کے پاؤں کی مٹی سے سامری کے بے جان بچھڑے کو جان ملی۔

۶ حضور سرورِ عالم سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں درجنوں واقعات موجود ہیں۔

۷ حضور غوثِ صمدانی شہبازِ لامکانی رضی اللہ عنہ کا مردے زندہ کرنا مشہورِ زمن ہے۔

۸ ہزاروں اولیائے کرام کی کرامات کا اس بارہ میں کس کو انکار ہے؟ اگر انکار ہے تو حضور سرورِ عالم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین ماجدین کے متعلق ہے، جنہیں خود حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائے مبارکہ سے زندگی ملی اور صحابیت کا درجہ اور مرتبہ بھی ملا۔ ہمیں ان کا منکر بن کر اپنی آخرت خراب نہیں کرنی چاہیے[1]۔ کیا کلمہ پڑھانے کا یہی بدلہ ہے؟

۱ ابوین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص121

وصال کے بعد غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے احمد بریلوی کو اپنی نسبت نصیب کی

شیخ اسماعیل دہلوی، سید احمد بریلوی کی روحانی تربیت کے متعلق لکھتے ہیں:

جناب حضرت غوث الثقلین اور جناب حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند کی روح مقدس آپ کے متوجہ حال ہوئیں اور تقریباً عرصہ ایک ماہ تک آپ کے حق میں ہر دو روح مقدس کے مابین فی الجملہ تنازع رہا کیونکہ ہر ایک ان دونوں عالی مقام اماموں میں سے اس امر کا تقاضا کرتا تھا کہ آپ کو بتمامہ اپنی طرف جذب کر لے تا آنکہ تنازع کا زمانہ گزرنے اور شرکت پر صلح کے واقع ہونے کے بعد ایک دن ہر دو مقدس روحین آپ پر جلوہ گر ہوئیں اور تقریبا ایک پہر کے عرصہ تک وہ دونوں امام آپ کے نفس نفیس پر توجہ قوی اور پُر زور اثر ڈالتے رہے پس اسی ایک پہر میں ہر دو طریقہ کی نسبت آپ کو نصیب ہوئی [1]

بقول اس عبارت کے یہ دونوں عظیم ہستیاں احمد بریلوی کو اپنے تصرف سے اپنی نسبتوں سے فیض یاب کر سکتی ہیں تو پھر ہزار بار سوچیے گا۔ محبوب خدا محبوب کائنات سے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے والدین کریمین کو بفضلہٖ تعالیٰ جیسے چاہیں زندہ بھی کر سکتے ہیں، ان سے ملاقات اور فیض یاب بھی کر سکتے ہیں۔

[1] صراط مستقیم اردو ص۲۸۳ مطبوعہ لاہور صراط مستقیم فارسی ص۱۲۲ طبع لاہور

ان عبارات میں حضرت عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کو غوث اعظم اور غوث الثقلین کہا ہے یعنی سب سے بڑے فریاد رس اور جن وانس کے فریاد رس ، نیز دوسرے اقتباس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت غوث اعظم اور خواجہ بہاء الدین جو اولیاء اور صالحین امت میں سے ہیں نہ صرف زندہ ہیں بلکہ وہ مسلمانوں کی تطہیر، تزکیہ اور ان کی تربیت بھی کرتے ہیں ، چنانچہ انہوں نے سید احمد بریلوی پر اپنی توجہ ڈالی اور ان کو اپنی نسبت سے مشرف فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے آٹھ ساتھیوں نے بخاری شریف پڑھی

شیخ انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں: علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بیداری میں زیارت کی اور آٹھ ساتھیوں کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے بخاری شریف پڑھی [1]

مقامِ غور ہے ! محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وصال مبارک کے کئی سال بعد لکھی جانے والی کتاب بخاری شریف اپنے غلاموں کو پڑھا سکتے ہیں ، تو وہی محبوب کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ظاہری حیات میں رہتے ہوئے اپنے والدین کو ان کی قبروں سے زندہ بھی کر سکتے ہیں اور ان کے درجات بھی بلند کروا سکتے ہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ !

1 حوالہ فیض الباری جلد 1 ص 204 مطبوعہ حجازی مصر 1357 ھجری

ماخذ تبیان القرآن جلد 4 ص 631 ناشر فرید بک سٹال لاہور

ایک حدیثِ نبوی کا مفہوم

اب ایک بڑی علمی بات کو انتہائی سادہ انداز میں پیش کرتا ہوں۔

گستاخ اور بے ادب لوگ حضورِ انور ﷺ کے والدین رضی اللہ عنہما کے عدمِ ایمان پر ایک دو روایات بیان کرتے ہیں۔ ان سے ایک یہ ہے کہ حضورِ انور ﷺ نے فرمایا:

اَسْتَأْذَنْتُ رَبِّیْ اَسْتَغْفِرُ لِاُمِّیْ فَلَمْ یَأْذَنْ لِیْ [1]

"میں نے اپنے رب سے اپنی والدہ کے لیے دعاءِ مغفرت کی اجازت مانگی مگر مجھے نہ ملی تو وہ کہتے ہیں کہ جب دعاءِ مغفرت کی اجازت نہ ملی" تو معلوم ہوا بخشے ہوئے نہ تھے۔ یہ ان کی الٹی سمجھ ہے۔ نہی عن الاستغفار کی وجہ یہ ہے کہ بخشش کی دعا تو اس کے لیے کی جاتی ہے جس کی بخشش میں کوئی شک ہو۔ جو بخشے ہوئے ہوں، ان کے لیے بخشش کی دعا کی کیا ضرورت؟

یہ اسی شخص سے متصور ہوگا جس کا ان کے بارے میں عقیدہ صحیح نہیں ہوگا۔ ایسے لوگ جانے کیوں اپنی سمجھ کو تو اہمیت دیتے ہیں لیکن حقائق کو کسی خاطر میں نہیں لاتے۔ وہ کیوں نہیں سوچتے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے قدموں کا نشان جس پتھر پر جم جاتا ہے اسے سجدہ گاہ بنا دیا گیا، حضرت سیدہ ہاجرہ جن پہاڑیوں پر سعی فرماتی ہیں انہیں شعائر اللہ بنا دیا گیا، جس مچھلی کے شکم میں حضرت سیدنا یونس علیہ السلام چالیس دن رکھے گئے، اس مچھلی کے پیٹ میں خوشبو

[1] صحیح مسلم

نے گھر کرلیا، حضرت آدم علیہ السلام نے جس ہرنی کی پشت پر شفقت سے ہاتھ پھیر دیا اس ہرنی کے شکم میں کستوری بننے لگی[1]۔ رسول کریم ﷺ کے جسمِ اقدس سے مَس ہونے والا زمین کا ٹکڑا عرشِ معلیٰ سے افضل ہوگیا، زمین کے جس ٹکڑے پر کثرت سے نبی کریم ﷺ کے قدم مبارک آئے وہ جگہ ریاض الجنۃ ہوگئی۔ یہی نہیں بلکہ ہمارے نبی پاک ﷺ کا خون مبارک جس شخص نے پی لیا، اسے دنیا ہی میں جنتی قرار دے دیا گیا اور جس دستر خوان سے ہمارے نبی پاک ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ صاف فرمائے۔ اُسے دنیا کی آگ بھی نہیں جلاتی، نبی کریم ﷺ کے جسمِ اقدس سے لگنے والا لباس وہاں نہیں جلتا جہاں جبریل امین کے پر جلتے ہیں۔

رسولِ کریم ﷺ اپنے بال مبارک صحابہ میں خود تقسیم فرماتے اور ان کی برکت سے اصحابِ نبوی فتح وشفا پاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے تراشیدہ ناخن مبارک اور دیگر تبرکات کو برکت ومغفرت پانے کے لیے صحابہ کرام اپنے کفن میں شامل کرنے کی وصیت کرتے ہیں۔ وہ مقدس رسولِ کریم ﷺ کے بارے میں کوئی مومن یہ کیسے گمان کرسکتا ہے کہ وہ (معاذ اللہ) کسی مشرک، پلید وجود میں نو ماہ رکھا گیا ہو، یا جس وجود میں وہ رہے ہوں وہ پلید ہی رہا۔ استغفار سے منع فرمانے کے جواب میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسائل میں متعدد علماء کے اقوال نقل کیے ہیں اور خود بھی کئی جواب تحریر فرمائے ہیں۔ بعض علمائے اسلام فرماتے ہیں کہ

[1] حیاۃ الحیوان الکبریٰ (عربی) ص ۲/۱۰۷ ، اردو ترجمہ ص ۲/۴۲۸

حکمت (دانائی) کی بات شاید یہ تھی کہ کہیں لوگ تمام اہلِ فترت کے لیے استغفار جائز نہ ٹھہرالیں، یا یہ کہ کہیں کوئی ان (والدین کریمین) کو مشرک یا گناہگار نہ گمان کرلیں۔ کم سن (نابالغ) بچوں کے لیے مغفرت (بخشش) کی دعا نہیں کی جاتی بلکہ انہیں اپنی بخشش کا سامان و وسیلہ بنایا جاتا ہے، مغفرت و بخشش کی دعا گناہگاروں کے لیے کی جاتی ہے۔ نیکوں اور اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے درجات کی بلندی چاہی جاتی ہے۔

والدینِ مصطفیٰ ﷺ کے لیے نبی کریم ﷺ صرف مغفرت کی دعا فرماتے تو شاید کسی کو کہنے کا موقع مل جاتا کہ نبی پاک ﷺ تو اپنی ظاہری تمام عمر اپنے والدین کی بخشش ہی کی دعا مانگتے رہے۔ اگر کسی کے ذہن میں یہ خیال آئے کہ نبی پاک کو تو خود اپنے لیے فرمایا گیا کہ اللہ سے مغفرت چاہتے رہو تو بلاشبہ یہ بیان قرآن میں ہے مگر اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ نبی سے (معاذ اللہ) کوئی گناہ سرزد ہوئے، جس کی معافی کے لیے استغفار کرنے کا حکم دیا گیا، نہیں ہرگز نہیں، بلکہ یہ تعلیمِ امت کے لیے تھا۔

بعض علماءِ اسلام فرماتے ہیں کہ استغفار سے منع کرنے میں یہ حکمت تھی کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کو دوبارہ زندہ کرکے اہلِ ایمان کی فہرست میں ممتاز کرنا، اعلیٰ درجہ عطا فرمانا تھا اور ان کو اپنے رسولِ کریم ﷺ کی صحابیت کا شرف عطا فرمانا تھا۔

آپ خود خیال فرمائیں کہ نبی پاک ﷺ کی ازواج و اولاد کی شان اور

پاکیزگی تو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ خود بیان فرمائے اور قرابتِ رسول کی محبت واجب فرمائے۔ وہ رب جو ہر رشتے، ناتے سے پاک ہے، وہ اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے رشتوں، ناتوں کو نہ صرف باقی رکھے، بلکہ ان کے لیے بشارت ہو۔ اس مقدس رسولِ کریم ﷺ کے والدین کے بارے میں کسی منفی خیال کی کوئی گنجائش ہی کہاں ہے! یقیناً کوئی مومن تو منفی تصور بھی نہیں کرے گا ۔ اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو والدین مصطفیٰ ﷺ کی محبت نصیب فرمائے۔ آمین!

ابولہب کی بیٹی کا بارگاہ رسول ﷺ میں شکایت کرنا

محبّ الدین احمد طبری ذخائر العقبیٰ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سبیعہ بنت ابولہب نے حضرت رسالت میں یوں شکایت پیش کی کہ یارسول اللہ! (ﷺ) لوگ مجھ کو حمالۃ الحطب کی بیٹی کہتے ہیں اور اس کلمے سے عار دلاتے ہیں؟ سرورِ عالم ﷺ یہ بات سن کر نہایت غصہ سے اٹھے اور فرمایا: میری قوم کو کیا ہوا ہے کہ میرے اہلِ قرابت کو عار دلانے اور تشنیع کرنے سے مجھ کو اذیت دیتے ہیں میری اذیت اللہ تعالیٰ کی اذیت ہے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ بنصِ قرآن سبیعہ کی ماں حمالۃ الحطب تھی اور ان کے والدین یقیناً جہنمی تھے ایسے شخص کی نسبت اس عار دلانے سے جو مستلزمِ تحقیر ہے، آپ کو ایذا پہنچی۔ پھر آپ کے والدین کی تکفیر (عار دلانے کے لیے) کیوں کر باعثِ اذیت نہ ہوگی؟ تکفیر سے بڑھ کر بھی کوئی بات ایسی ہی ہے جس سے اذیت پہنچے؟ حق تعالیٰ جل شانہ نے فرمایا:

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ لعنہم اللہ فی الدنیا والاخرۃ

واعد لهم عذابا مهینا یعنی جولوگ اللہ ورسول کواذیت دیتے ہیں ایسے لوگوں پر خدا کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسا عذاب مہیا کیا ہے جو خوار کرنے والا ہے۔

گواہیاں ان کے گھر کی

والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت ومحبت نے میرا دل ودماغ معمور پُرنور کردیا

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی وہابی

جس روز میں سید الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے والدین مکرمین کے متعلق مضمون لکھنے والا تھا، طاقت بھر مطالعہ کتب کرنے کے بعد تازہ غسل کیا۔ وضو کیا اور دو رکعت نماز طلبِ مغفرت اور مدد کے لیے پڑھی اور سجدوں اور التحیات میں شرحِ صدر کی دعائیں مانگیں۔ الحمدللہ! خدائے تعالیٰ نے مجھے طمانیت بخشی اور اب میں پورے ثلجِ خاطر سے مضمون لکھنے لگا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اسے میرے لیے ذخیرۂ عاقبت بنا دے اور قیامت کے روز اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جھنڈے تلے جگہ دیوے۔ جن کے والدین کی عظمت ومحبت نے میرا دل ودماغ معمور پُرنور کردیا۔ وجدانی طور پر اس وقت دل میں اتنی کشادگی ہے کہ گردوپیش کی وسعتیں میرے سینے میں سمائی ہوئی ہیں اور اوپر سے یہ معلوم ہے کہ کسی شئے نے مجھے زور سے دبایا ہوا ہے۔ اس لیے حضرات علماء سے التماس ہے کہ جن کو اس امر میں اختلاف ہو۔ وہ ظاہری دلائل پر اکتفا نہ کرتے ہوئے مجاہدہ اور ریاضت سے بھی خدا تعالیٰ سے شرح صدر کی دعائیں کریں۔ قال اللہ تعالیٰ:

وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِیْنَ
(عنکبوت: پ21) وَبِاللّٰهِ اَعْتَصِمُ عَمَّا یَصِمُ

آنحضرت ﷺ کے والدِ ماجد حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک شخص کے جواب میں فرمایا تھا: اِنَّ اَبِیْ وَاَبَاكَ فِی النَّارِ ''یعنی میرا اور تیرا باپ دونوں آگ میں ہیں'' ١

(استغفر اللہ)

اس کا جواب امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ دیا ہے کہ صحیح مسلم میں یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بواسطہ حماد بن سلمہ عن ثابت ہے لیکن ابوداؤد نے یہی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بواسطہ معمر عن ثابت روایت کی ہے اور اس کے الفاظ یہ ہیں: اِذَا مَرَرْتَ بِقَبْرِ کَافِرٍ فَبَشِّرْهُ بِالنَّارِ ''یعنی تو جس کافر کی قبر کے پاس سے گزرے تو اسے آتشِ دوزخ کی خبر سنادے''۔

ان الفاظ میں آنحضرت ﷺ کے والدِ ماجد کا ذکر نہیں ہے۔ پس یہ روایت فریق مخالف کو مفید نہیں، حماد بن سلمہ بیشک بڑے لوگوں میں سے ہیں۔ لیکن حافظ ابنِ حجر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ائمہ حدیث سے تصریح کی ہے:

''اخیر عمر میں ان کا حافظہ خراب ہوگیا تھا اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ان کی روایت کو تعلیقات میں بطور شہادت لاتے ہیں، دلیل و حجت میں نہیں لاتے'' ٢

دیگر یہ کہ ان الفاظ مذکورہ کی روایت میں کوئی دیگر راوی ان کی متابعت نہیں کرتا لیکن معمر والے الفاظ ایک دوسرے صحابی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

١ صحیح مسلم صفحہ 114، جلد 1 ٢ مقدمہ فتح الباری صفحہ 463

سے بھی مروی ہے۔ چنانچہ امام بزار اور طبرانی اور بیہقی بواسطہ ابراہیم بن سعد (مدنی) عن عامر بن سعد عن ابیہ (سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سائل کو کہا تھا: **حَيْثُمَا مَرَرْتَ بِقَبْرِ كَافِرٍ فَبَشِّرْهُ بِالنَّارِ** "یعنی تو جہاں کہیں بھی کسی کافر کی قبر کے پاس سے گزرے تو اسے آتشِ دوزخ کی خبر سنا دے۔" اس کے سب راوی ثقہ ہیں اور صحیح بخاری، صحیح مسلم کی شرط پر ہیں۔ پس ان الفاظ پر اعتماد کرنا اور ان کو دوسروں پر مقدم جاننا متعین ہو گیا [1]

مولانا محمد ادریس کاندھلوی دیوبندی کا والدینِ مصطفیٰ کی پاکیزگی بیان کرنا

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدِ ماجد اور والدہ ماجدہ تک جس قدر آباء واجداد اور امہات وجدات سلسلہ نسب میں واقع ہیں، وہ سب کے سب محصنین اور محصنات یعنی سب عفیف اور پاک دامن تھے۔ کوئی فرد ان میں زنا کے ساتھ کبھی ملوث نہیں ہوا۔

عبادِ مخلصین کہ جن کو حق جل شانہ نے اپنی نبوت و رسالت کے لیے منتخب فرمایا ہو، ان کا سلسلہ نسب ایسا ہی پاک اور مطہر ہوتا ہے۔ اللہ ان کو ہمیشہ اصلابِ طیبین سے ارحامِ طاہرات کی طرف پاک وصاف منتقل فرماتا رہا۔ حق جل وعلا نے جس کو اپنا مصطفیٰ اور مجتبیٰ بنایا، اس کے مصطفیٰ بنانے سے پہلے اس کے نسب کو ضرور مصطفیٰ و مجتبیٰ مہذب اور مصطفیٰ بنایا۔ مصطفین الاخیار، خدا کے برگزیدہ اور پسندیدہ بندوں کا جس چیز سے جس حد تک تعلق ہوتا ہے اسی حد تک اس میں بھی اصطفاء اور اجتباء

[1] سیرت مصطفیٰ جلد نمبر 1، ص 148 تا 146 ناشر نعمانی کتب خانہ لاہور ابراہیم میر سیالکوٹی

برگزیدگی اور پسندیدگی سرایت کرجاتی ہے۔

جب منافقین نے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تو حضرت حق جل شانہ نے صدیقہ بنت الصدیق کی برأت میں سورۃ نور کی دس آیتیں نازل فرمائیں۔ان میں ایک آیت یہ بھی ہے :

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ

’’ سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ سبحان اللہ ! یہ بہتانِ عظیم ہے۔ہم اس میں لب کشائی نہیں کرسکتے۔‘‘

یعنی اے مسلمانو! تم کو واقعہ افک سنتے ہی فوراً یہ کہہ دینا لازمی تھا کہ سبحان اللہ یہ بہتانِ عظیم ہے۔ معاذ اللہ! پیغمبر کی بیوی کہیں فاجرہ ہوسکتی ہے؟ پیغمبر کی بیوی تو عفیفہ اور طاہرہ ہی ہوگی۔

ابن منذر نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

(ما بغت امراۃ نبی قط) ’’کسی پیغمبر کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا۔‘‘

اب جریج فرماتے ہیں کہ منصب نبوت کے مناسب اور شایان نہیں کہ پیغمبر کی بیوی فجور میں مبتلا ہو۔ابنِ عساکر نے اشرس خراسانی رحمۃ اللہ علیہ سے مرفوعًا روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کسی پیغمبر کی بیوی نے کبھی زنا نہیں کیا۔

حافظ ابنِ کثیر اپنی تفسیر میں اثر ابن عباس رضی اللہ عنہ : ما بغت امراۃ نبی قط کو نقل کرکے فرماتے ہیں : ایسا ہی عکرمہ ، سعید بن جبیر اور ضحاک وغیرہم

سے منقول ہے۔

جب پیغمبروں کی ازواج کا فاجرہ ہونا منصبِ نبوت کے منافی ہے۔ تو انبیاء ورسل کی امہات اور جدات کا غیر عفیف ہونا بدرجہ اولیٰ منصبِ نبوت و رسالت کے منافی اور مباین ہوگا۔ اس لیے کہ مادری علاقہ، علاقہ زوجیت سے بہت زیادہ قوی ہوتا ہے، یہ ناممکن ہے کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ پیغمبر کی تکوین وتخلیق اور اس کی تولید وتصویر ہی معاذ اللہ فسق اور فجور (زنا) سے ہو۔ اسی وجہ سے حدیث میں دلد الزنا کو شر الثلاثہ فرمایا ہے اس لیے کہ اس کا نفسِ وجود ہی معصیت اور فسق وفجور سے ظہور پذیر ہوا ہے۔ یہ قطعاً ناممکن اور محال ہے کہ خداوند ذوالجلال کا فرستادہ ابن الحلال نہ ہو۔

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی اکرم ﷺ تک جس قدر انبیاء ومرسلین گزرے کسی طاعن نے ان کے نسبِ مطہر میں کبھی کلام نہیں کیا۔

صرف یہود (لعنہم اللہ تعالیٰ فی الدنیا والاخرۃ) نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مادر عفیفہ، مریم صدیقہ پر تہمت لگائی۔ حق جل شانہ نے اپنی کتاب میں نہایت تفصیل کے ساتھ حضرت مریم کی برأت اور حضرت مسیح کی ولادت باسعادت کی کیفیت کو بیان فرمایا اور جا بجا یہود پر لعنت فرمائی۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس غیور مطلق کی بے چون وچگون غیرت ایک لمحہ کیلئے یہ گوارا نہیں کرسکتی کہ کوئی خبیث اس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں کے پاک نسب میں کسی قسم کا کوئی شک وتردد کرے۔ قیصرِ روم نے جب ابوسفیان سے نبی اکرم ﷺ کے نسب کے متعلق یہ

سوال کیا۔

کیف نسبہ فیکم؟

اُن کا نسب کیسا ہے ؟

صحیح بخاری کے یہ لفظ ہیں کہ ابوسفیان نے یہ جواب دیا:

هو فینا ذو نسب:

وہ ہم میں بڑے نسب والا ہے۔

حافظ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بزار کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

هو فی حسب مالا یفضل علیه احد قال هذه آیة "یعنی حسب ونسب اور خاندانی شرف میں کوئی ان سے بڑھ کر نہیں۔ قیصرِ روم نے کہا: یہ بھی ایک علامت ہے" یعنی نبی ہونے کی ایک علامت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان سب سے اعلیٰ اور اشرف ہے۔ صحیح بخاری کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ قیصرِ روم نے ابوسفیان کا جواب سن کر یہ کہا: وكذلك الرسل تبعث فی احساب قومها

"پیغمبر ہمیشہ شریف ہی خاندان سے ہوتے ہیں"۔ [1]

[1] سیرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جلد اول، ص 38-37 ناشر عبداللہ اکیڈمی لاہور

مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی شخص میرے کان اور میرے فہم پر ہتھوڑے مار رہا ہے

نامور محقق امام محمد ابو زہرہ رحمۃ اللہ علیہ

اس مقام پر عصرِ حاضر کے مایہ ناز محقق امام محمد ابو زہرہ رحمۃ اللہ علیہ نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ میں ان کی کتاب خاتم النبیین سے اقتباس پیش کرتا ہوں۔ مجھے یقین ہے اس کا مطالعہ کرنے سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی اور دل مسرور ہوگا:

کیفیت کا یوں اظہار کرتے ہیں:

وَ فِی الْحَقِّ اَنِّیْ ضَرَسْتُ فِیْ سَمْعِیْ وَ فَهْمِیْ عِنْدَ مَا تَصَوَّرْتُ اَنَّ عَبْدَاللهِ وَ اٰمِنَةَ یَتَصَوَّرُ اَنْ یَّدْ خُلَا النَّارَ لِاَنَّهٗ عَبْدَاللهِ الشَّابُ الصَّبُوْرُ الَّذِیْ رَضِیَ بِاَنْ یُذْ بَحَ لِنَذْرِ اَبِیْهِ وَ تَقَدَّمَ رَاضِیًا، وَ لَمَّا افْتَدَتْهُ قُرَیْشٌ اسْتَقْبَلَ الْفِدَاءَ رَاضِیًا وَّ هُوَ الَّذِیْ كَانَ عَیُوْفًا عَنِ اللَّهْوِ وَ الْعَبَثِ وَ هُوَ الَّذِیْ بَرَزَتْ اِلَیْهِ الْمَرْاَةُ تَقُوْلُ هَیْتَ لَكَ فَیَقُوْلُ لَهَا اَمَّا الْحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُوْنَهٗ وَ لِمَا ذَا یُعَاقَبُ بِالنَّارِ وَهُوَ لَمْ تَبْلُغْهُ دَعْوَةُ رَسُوْلٍ

"جب میں تصور کرتا ہوں کہ حضرت عبداللہ اور سیدہ آمنہ نار میں ہیں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ کوئی شخص میرے کان اور میرے فہم پر ہتھوڑے مار رہا ہے۔ کیونکہ عبداللہ وہ نوجوان تھے جن کا شعار صبر تھا۔ وہ اپنے باپ کی نذر کے مطابق ذبح ہونے پر راضی تھے اور اپنی رضامندی سے آگے بڑھ کر اپنے سر کا نذرانہ پیش کیا۔ جب قریش نے سو اونٹ بطور فدیہ دینے کے لیے کہا تو اس پر بھی بخوشی رضا

مند ہو گئے۔ وہ عبداللہ جو اپنے بے پایاں حسن و شباب کے باوجود لہو ولعب سے ہمیشہ کنارہ کش رہے اور جب ایک دوشیزہ نے دعوتِ گناہ دی تو جھٹ اسے جواب دیا: اما الحرام فالممات دونہ تم مجھے حرام کے ارتکاب کی دعوت دیتی ہو، اس سے تو مر جانا بہتر ہے۔ ایسے پاکباز اور صدق شعار نوجوان کو آخر کیوں دوزخ میں پھینکا جائے گا؟ حالانکہ اسے کسی نبی نے دعوت بھی نہیں دی۔''

آگے لکھتے ہیں:

''رہیں حضور کی والدہ، تو وہ خاتون جس کو شادی کے فوراً بعد اپنے شوہر کی اچانک موت کا جانکاہ صدمہ پہنچا، تو اس نے صبر کا دامن مضبوطی سے پکڑ لیا، اپنے بچے کو یتیم اور نادار پایا تو پھر بھی جزع فزع نہیں کی بلکہ صبر کو اپنا شعار بنایا۔ کیا کوئی شخص تصور کر سکتا ہے کہ ایسی حور شمائل خاتون کو دوزخ میں جھونک دیا جائے گا؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ کا کوئی نبی اسے ہدایت دینے کے لیے نہیں آیا اور نہ کسی نے اسے توحیدِ الٰہی کی دعوت دی ہے۔''

آخر میں رقمطراز ہیں:

وَخُلَاصَةُ الْقَوْلِ وَهُوَمَا انْتَهَيْنَا اِلَيْهِ بَعْدَ مُرَاجَعَةِ الْاَخْبَارِ فِيْ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ اَنَّ اَبَوَيْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ فَتْرَةٍ وَاَنَّهُمَا كَانَا قَرِيْبَيْنِ اِلَى الْهُدٰى وَاِلَى الْاَخْلَاقِ الْكَرِيْمَةِ الَّتِيْ جَاءَ بِهٖ شَرْعُ اِبْنِهِمَا مِنْ بَعْدُ وَاَنَّهُمَا كَانَا عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ وَنَعْتَقِدُ اَنَّهٗ بِمُرَاجَعَةِ النُّصُوْصِ الْقُرْاٰنِيَّةِ وَالْاَحَادِيْثِ الصَّحِيْحَةِ لَا يُمْكِنُ اَنْ يَكُوْنَا فِيْ

النَّارِ فَاُمُّهُ الْمُجَاهِدَةُ الصَّبُوْرُ الْحَفِيَّةُ بِوَلَدِهَا لَا تَمَسُّهَا النَّارُ لِاَنَّهُ لَا دَلِيْلَ عَلٰى اِسْتِحْقَاقِهَا بَلِ الدَّلِيْلُ قَامَ عَلٰى وُجُوْبِ الثَّنَاءِ عَلَيْهَا هِيَ وَزَوْجُهَا الذَّبِيْحُ الطَّاهِرُ

''ہماری ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے جس پر ہم اس مسئلہ کے بارے میں تمام احادیث کا مطالعہ کرنے کے بعد پہنچے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ابوین کریمین نے وہ زمانہ پایا جس میں رسولوں کی آمد منقطع تھی، دونوں ہدایت اور اخلاقِ کریمہ کے بالکل قریب تھے جو بعد میں ان کے لختِ جگر نے بطورِ شریعت دنیا کو پیش کی۔ قرآنی آیات اور احادیثِ صحیحہ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد ہمارا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ دوزخ میں ڈالے جائیں۔ آپ کی والدہ وہ مجاہدہ ہیں جو سراپا صبر تھیں۔ اپنے فرزندِ دل بند کے ساتھ بڑی شفیق تھیں۔ انہیں آگ کیسے چھو سکتی ہے؟ کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے ثابت ہو کہ وہ آگ میں جلائے جانے کی مستحق ہے بلکہ دلیلیں تو اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ ان کی اور ان کے شوہرِ نامدار کی جو ذبیح اور طاہر کے لقب سے ملقب تھے، ان پر جی بھر کر تحسین و آفرین کے پھول برسائے جائیں۔

علامہ مذکور نے اپنی یہ مدلل بحث ان جملوں پر ختم کی:

وَمَا انْتَهَيْنَا اِلٰى هٰذَا بِحُكْمِ مَحَبَّتِنَا لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنْ كُنَّا نَرْجُوْهَا وَنَتَمَنَّاهَا وَلٰكِنْ بِحُكْمِ الْعَقْلِ وَالْمَنْطِقِ وَالْقَانُوْنِ الْخُلُقِيِّ الْمُسْتَقِيْمِ وَالْاَدِلَّةِ الشَّرْعِيَّةِ الْقَوِيْمَةِ وَمَقَاصِدِ الشَّرِيْعَةِ وَغَايَاتِهَا [1]

1 ضیاء النبی شریف ناشر ضیاء القرآن لاہور

''ہم اس نتیجہ پر صرف اس لیے نہیں پہنچے، کہ ہمارے دل میں اللہ کے رسول کی محبت ہے اور اس محبت کا تقاضا ہے کہ ہم اس نتیجہ پر پہنچیں، اگرچہ ہم اس بات کی امید رکھتے ہیں اور تمنا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے دلوں کو اپنے محبوب کی محبت سے سرشار رکھے لیکن ہم اس نتیجہ پر اس لیے پہنچے ہیں کہ عقل، منطق اور خلق مستقیم کا قانون، شریعت کی مضبوط دلیلیں اور شریعت کے اغراض و مقاصد، ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم اس بارے میں اس نتیجہ پہ پہنچیں۔''

قاضی ابوبکر ابنِ عربی جو مسلکِ مالکیہ کے جلیل القدر ائمہ سے ہوئے ہیں اور جن کی تفسیر ''احکام القرآن'' ان کے علم و فضل کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

ان کے ایک فتویٰ کے ذکر پر اکتفاء کرتا ہوں:

سُئِلَ الْقَاضِیْ اَبُوْ بَکْرِ ابْنُ الْعَرَبِیِّ عَنْ رَجُلٍ قَالَ اِنَّ اٰبَاءَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی النَّارِ فَاَجَابَ مَنْ قَالَ ذٰلِكَ فَهُوَ مَلْعُوْنٌ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَا اَذٰی اَعْظَمُ مِنْ اَنْ یُّقَالَ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّهٗ كَذَا اَوْ كَذَا [1]

''قاضی ابوبکر ابن عربی سے یہ مسئلہ پوچھا گیا کہ آپ کا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آباء واجداد کے بارے میں یہ کہتا ہے کہ وہ فی النار ہیں؟ آپ نے جواب دیا: جو شخص یہ کہتا ہے وہ ملعون ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وہ لوگ جو اذیت پہنچاتے ہیں اللہ جل جلالہ کو اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو۔ لعنت بھیجتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ دنیا میں اور آخرت میں۔

1 ضیاء النبی شریف جلد۲، ص ۹۱، ۹۰ ناشر ضیاء القرآن لاہور

پھر کہا: اس سے بڑی اذیت کیا ہے کہ
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ ایسے ایسے ہیں۔"

نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ غَضَبِهٖ وَغَضَبِ حَبِيْبِهٖ وَزَيْغِ الْقُلُوْبِ عَنِ الْحَقِّ وَحِرْمَانِ الْعُقُوْلِ عَنْ فَهْمِ الْحَقِيْقَةِ اَللّٰهُمَّ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ۔ (آمین) [1]

مفتی اعظم پاکستان قبلہ مفتی محمد منیب الرحمان صاحب کا فتویٰ

مفتی صاحب سے بھی اسی حدیث ضعیف کے حوالے سے سوال کیا گیا
تو آپ نے بڑی تفصیل سے اسکا جواب عنایت فرمایا [2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کے ایمان کے بارے میں

مسند احمد کے حاشیے پر اس حدیث کی متعدد توجیہات بیان کی گئی ہیں، جو یہ ہیں:

(۱) سند کے لحاظ سے یہ حدیث ضعیف ہے اور حدیثِ ضعیف پر عقیدے کی بنیاد نہیں رکھی جا سکتی۔ اس کا ایک راوی عثمان بن عمیر ہے جس کی کنیت ابوالیقظان ہے، امام دارقطنی کے حوالے سے امام ذہبی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

امام ہیثمی نے "المجمع" میں اسے روایت کر کے تبصرہ کیا ہے کہ اسے امام احمد، امام بزار اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے اور ان سب کی اسناد میں عثمان بن عمیر ہے اور وہ ضعیف ہے۔ ایک توجیہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ فرمایا:

(۱) ضیاء النبی شریف جلد ۲، ص ۹۱، ۹۰ (۲) تفہیم المسائل جلد نمبر 4، ص 23-22

"امی مع امکما" "یعنی میری ماں تم دونوں کی ماں کے ساتھ ہے۔"اس سے مراد یہ ہے کہ دونوں عالمِ برزخ میں ہیں ، یہ کلمات آپ نے "توریہ" کے طور پر فرمائے تھے تاکہ سائل کو کم از کم وقتی طور پر ذہنی اذیت سے نجات مل جائے۔ "توریہ" سے مراد ایسا ذومعنی کلمہ استعمال کرنا ہے جو دو معانی کا حامل ہو ، ایک معنی قریب کا ہو جو متبار الی الفہم ہو (یعنی فوراً سامع کے ذہن میں آجائے) اور دوسرا دور کا معنی ہو ، قائل کی اصل مراد دور کا معنی ہو لیکن مخاطب قریب کا معنی مراد لے۔ ایسا دین کی کسی حکمت کے تحت کرنا جائز ہے ۔ یا اس کی ایک توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو آپ کے ابوین کی اس وقت تک بذریعہ وحی خبر نہیں دی گئی تھی اور یہ مفہوم حدیث کے آخری کلمات سے مستفاد ہوتا ہے کہ میں نے ان کی بابت اپنے رب سے دریافت نہیں کیا یعنی اس وقت تک رسول اللہ ﷺ اور آپ کے رب کے درمیان اس مسئلے میں مراجعت نہیں ہوئی ، بعد میں ہوگئی اور آپ کو اپنے ابوین کریمین کا جنتی ہونا بذریعہ وحی بتادیا گیا۔

چند احادیث ملاحظہ فرمائیں :

عن انس بن مالك قال فخطب رسول الله ﷺ فقال : انا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرة بن کعب بن لؤی بن غالب بن فهر بن مالك بن نضر بن كنانة بن خزيمة بن مدركة بن الياس بن مضر بن نزار وما افترق الناس فرقتين الا جعلنى الله فى خيرهما

فاخرجت من بین ابوین، فلم یصبنی شئ من عهد الجاهلیة وخرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح، من لدن آدم حتی انتهیت الی ابی وامی فانا خیر کم نفسا، وخیر کم ابا [1]

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار ہوں۔ جب بھی لوگوں کے دو گروہ ہوئے، مجھے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے سب سے بہتر گروہ میں رکھا۔ پس میرا اپنے ماں باپ سے ظہور ہوا تو مجھے زمانہ جاہلیت کی بدکاریوں میں سے کسی چیز نے نہیں چھوا تھا، میں نکاح کے ذریعہ پیدا ہوا اور میں بدکاری کے ذریعہ پیدا نہیں ہوا، حتیٰ کہ حضرت آدم سے لے کر میں اپنے ماں باپ تک پہنچا۔ پس میں تم سے بھی خیر اور بہتر ہوں اور میرے باپ بھی تم سب سے خیر اور افضل ہیں۔

عن علی ابن ابی طالب ان النبی ﷺ قال خرجت من نکاح ولم اخرج من سفاح من لدن آدم الی ان ولدنی ابی وامی لم یصبنی من سفاح الجاھلیة شئی

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

[1] دلائل النبوت للبیہقی جلد نمبر 1 ص: 174,175 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ، بیروت

میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں ، میری ولادت ناجائز طریقے سے نہیں ہوئی، آدم علیہ السلام سے لیکر اس وقت تک جب کہ میرے والد اور والدہ نے مجھے جنا، مجھے زمانۂ جاہلیت کی کسی غلط چیز نے نہیں چھوا [1]

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

عن ابن عباس قال قلت: یا رسول اللہ ﷺ این کنت و آدم فی الجنة؟ قال: کنت فی صلبه و اهبط الی الارض و انا فی صلبه و رکبت السفینة و فی صلب ابی نوح و قذفت فی النار فی صلب ابی ابراهیم لم یلتق لی ابوان قط علی سفاح لم یزل ینقلنی من الاصلاب الطاهرة الی الارحام النقیة مهذبا

ترجمہ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! تب آپ کہاں تھے جب آدم علیہ السلام جنت میں تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں ان کی صلب (پشت میں تھا) جس وقت انہیں زمین پر اتارا گیا اس وقت بھی میں ان کی صلب میں تھا، مجھے اپنے باپ نوح کے صلب میں کشتی میں سوار کیا گیا، مجھے اپنے باپ ابراہیم کی پشت میں آگ میں ڈالا گیا اور میرے والدین کبھی بھی برائی پر نہیں ملے۔ میں پاک اور طاہر پشتوں سے پاکیزہ رحموں میں منتقل ہوتا رہا ہوں [2]

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابوین کریمین یعنی حضرت عبداللہ و آمنہ رضی اللہ عنہما

1. دلائل النبوت لابی نعیم جلد:1، ص:11، بیروت
2. الوفا باحوال المصطفیٰ جلد:1، ص:28 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت

سے لے کر حضرت آدم وحوا علیہما السلام تک آپ کے تمام آباء واجداد اور اُمہات و جدّات کے بارے میں اُمت کا اجماع اور علماء حق کا مؤقف یہ ہے:

1 ان میں سے بعض انبیاءِ کرام ورُسُلِ عظام علیہم الصلوٰۃ و السلام تھے۔

2 دیگر جنہوں نے کسی نبی یا رسول کے عہد، تعلیمات اور شریعت کے احکام کو صحیح اور غیر تحریف شدہ شکل میں پایا، وہ اس عہد کے مؤمنین کاملین تھے۔

3 دیگر جنہوں نے کسی نبی یا رسول کے عہد، تعلیمات اور شریعت کے احکام کو صحیح اور غیر تحریف شدہ شکل میں نہیں پایا۔ ایک نبی کے وصال فرمانے کے بعد جب طویل عرصہ گزر گیا، تو ان کی تعلیمات فراموش کر دی گئیں یا ان میں تحریف کر دی گئی اور مسخ کر دیا گیا۔ اس دور کو زمانۂ فَترۃِ وحی اور زمانۂ انقطاعِ وحی (Gap period of Revealation) کہا جاتا ہے، ایسے دور میں لوگ تفصیلی شرعی احکام کے مکلّف نہیں ہوتے بلکہ دینِ فطرت اور توحید کے مکلّف (Accountable) ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی (Existence of God) اور احدیتِ باری تعالیٰ (ONENESSO of God) کے پابند ہوتے ہیں۔ اُمت کا اجماع اکثری اور علماء حق کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وہ آباء واجداد، جو زمانۂ "فَترۃِ وحی" میں گزرے، ان میں سے کوئی بھی مشرک، کافر اور ملحد نہیں تھا۔ سب کے سب دینِ فطرت اور دینِ توحید پر قائم رہے۔ آپ ﷺ کے اجداد عالی نسب، حضرت کعب بن لوئی حضرت قصی، حضرت عبد المطلب، وغیرہم کے جو خطبات اور ارشادات تاریخ کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں

وہ اس امر کا واضح ثبوت ہیں۔

4 رسول اللہ ﷺ کے آباء واجداد میں کوئی مشرک اس لئے بھی نہیں ہوسکتا کہ آپ کا فرمان ہے: لم ازل انقل من اصلاب الطاهرين الى الارحام الطاهرات والمشركون نجس

ترجمہ

میرا (نورِ نبوّت اور جوہرِ وجود ہر دور میں میرے آباء واجداد کی) پاک پشتوں سے (میری اُمہات وجدّات کے) پاک رحموں میں منتقل ہوتا رہا اور مشرک تو ہوتے ہی ناپاک ہیں ۔ سورۂ توبہ آیت نمبر:28 میں اللہ تعالیٰ کا بھی یہی ارشاد ہے : اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ کہ مشرک تو ناپاک ہی ہوتے ہیں ۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے جو اپنے ان تمام آباء واجداد اور اُمہات و جدّات کو طاہرین وطاہرات قرار دیا ہے ۔ اس سے دونوں طرح کی طہارت مراد ہے، ایک سفاحت سے پاکیزگی کہ سب کا تعلق باقاعدہ نکاح سے قائم ہوا، غیر اخلاقی اور غیر شرعی طریقے سے نہیں اور دوسرا شرک اور عقائدِ باطلہ سے پاکیزگی ۔

5 پس جن آیات واحادیث میں آپ ﷺ کے باپ کے مشرک ہونے یا جہنم کے عذاب میں مبتلا ہونے کا ذکر ہے، ان مقامات پر آپکے حقیقی والد مراد نہیں بلکہ مجازی باپ یعنی چچا مراد ہے، جیسے وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا اٰلِهَةً

ترجمہ اور (اے رسول! اس وقت کو یاد کیجیے) جب آپ کے (جدِّ اعلیٰ) ابراہیم علیہ السلام نے اپنے (مجازی) باپ آزر سے کہا کہ آپ (اپنے خودساختہ)

بتوں کو خدا مان رہے ہیں [1] سوال میں جس حدیث کا ذکر کیا گیا ہے،
بر سبیلِ تسلیم اس کی بھی یہی تاویل کی جائے گی۔ عربی زبان میں چچا پر باپ
(اَب) کا اطلاق کیا جاتا ہے، ہمارے ہاں اردو میں بھی "تایا ابو" وغیرہ کا
استعمال عام ہے۔ حدیثِ مبارک میں بھی ہے: فانما عم الرجل صنوابیه

ترجمہ "بیشک ایک شخص کا چچا اس کے باپ ہی کے مرتبے میں ہوتا ہے [2]
المنجد میں صِنو اور صَنو کے معنی ہیں، سگا بھائی، چچا یا ایک اصل سے پھوٹنے
والی دو شاخیں۔ ماضی قریب کے ایک عالم مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے اپنی
تصنیف قصص القرآن میں آزر کو ابراہیم علیہ السلام کا حقیقی باپ قرار دیتے ہوئے
استدلال کیا ہے کہ جب حقیقی معنی مراد لیا جاسکتا ہو تو مجازی معنی کی طرف عدول
کرنے کی کیا ضرورت ہے اور کونسا قرینہ ہے؟ ہم کہتے ہیں کہ جب ہم نے عقلی
ونقلی دلائل کی روشنی میں ایک اصول طے کرلیا ہے کہ حضور کے آباءِ کرام میں کوئی
بھی کافر و مشرک نہیں گزرا تو یہی مجاز کی طرف عدول کا قرینہ بن جائے گا۔ یہی وجہ
ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام والدین کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مغفرت
کی دعا کرتے ہیں، تو عرض کرتے ہیں: رَبَّنَا اغْفِرْ لِی وَلِوَالِدَیَّ

ترجمہ اے ہمارے پروردگار! تو مجھے اور میرے والدین کو بخش دے [3]
"اب" کا اطلاق مجازاً چچا پر ہوسکتا ہے۔ لیکن "والد" کا اطلاق صرف
حقیقی باپ پر ہی ہوسکتا ہے، جس کے نسب سے وہ پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ علامہ قاضی

1. القرآن سورۃ الانعام 75 2. ترمذی، بحوالہ مشکوٰۃ، باب مناقب اہل البیت
3. القرآن سورۃ ابراہیم 41

ثناء اللہ مظہری لکھتے ہیں فهذه الاية تدل على ان والديه عليه السلام كانا مسلمين وانما كان ازر عماله وكان اسم اب ابراهيم تارخ ولاجل دفع توهم آزر قال والدي يعني من ولدني حقيقة ولم يقل ابوي لان الاب يطلق على العم مجازا

ترجمہ

یہ آیت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ آپ کے والدین مسلمان تھے اور آزر آپ کا چچا تھا اور آپ کے والد کا نام تارخ تھا۔ اس وہم کو دور کرنے کے لیے کہ باپ سے مراد چچا ہے آپ نے دعا میں "والدی" کا لفظ استعمال کیا، یعنی جنہوں نے مجھے حقیقت میں جنا ہے اور "ابوی" کا لفظ استعمال نہیں کیا کیونکہ اب کا لفظ بطور مجاز چچا کے لیے بھی استعمال ہوتا رہتا ہے۔ (تفسیر مظہری) واضح ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام چچا کے لیے بھی استعمال ہوتا رہتا ہے۔ (تفسیر مظہری) واضح ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام چچا مومن نہیں تھے، ایک چچا عبدالعزّیٰ ابولہب تو رئیس المشرکین تھا، بلکہ یہ واحد مشرک تھا، جس کی مذمت میں قرآن کی ایک مکمل سورت "اللھب" نازل ہوئی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے "ابوین کریمین" کو اللہ تعالیٰ کے دیے اختیار سے زندہ کیا، ان پر ایمان (توحید و رسالت) کی دعوت پیش کی، انہوں نے اسلام قبول فرمالیا اور پھر ان کا ایمان پر وصال ہوا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: لیکن متاخرین علماء نے حضور کے والدین کریمین، بلکہ حضرت آدم علیہ السلام تک آپ کے تمام آباء واُمہات کا ایمان ثابت کیا ہے، اس اثبات کے لیے انہوں نے تین طریقے اختیار

کیے ہیں۔ ایک یہ کہ یہ سب حضرات حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے۔ دوسرا یہ کہ ان حضرات کو دعوتِ اسلام نہ پہنچی، بلکہ یہ حضرات زمانۂ فترۃ میں ہی انتقال کر چکے تھے، ان کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا زمانہ نہ ملا۔

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ آپ کے والدین کریمین کو خدا تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے آپ کے دستِ اقدس پر دوبارہ زندگی عطا فرمائی اور وہ آپ پر ایمان لائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے زندہ کرنے کی حدیث اگرچہ اپنی حدِ ذات میں ضعیف ہے، لیکن متعدد طریق سے اس کی تصحیح اور تحسین کر دی گئی ہے اور یہ بات گویا متقدمین سے پوشیدہ رہی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت متاخرین علماء پر کھول دی واللہ یختص برحمته من یشاء۔ اس بارے میں رسائل تصنیف کیے اور دلائل سے اس مسئلے کا اثبات فرمایا، مخالفین کے شبہات کے جوابات دیے۔

ایک شبہ کا ازالہ

بازار میں ایک گمراہ کن کتاب فقہ اکبر نامی دستیاب ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کو کافر کہا گیا ہے۔ **معاذ اللہ!** جس کا مصنف ابو حنیفہ محمد بن یوسف البخاری نامی ایک شخص ہے یاد رہے کہ یہ ابوحنیفہ اور ہے جبکہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت اور ہیں۔

تحقیق کے لیے دیکھیں

(کتابیں نور العینین، والدین رسالت مآب)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعت
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضائی مائیں

قریش اور دیگر رؤسائے عرب کے ہاں یہ رواج تھا کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے والیوں کے حوالے کرتے تھے۔اس کی متعدد وجوہ تھیں:

1. ان کی بیویاں ان کی خدمت کے لیے فراغت پا سکیں۔
2. ان کی اولاد صحرائی ماحول میں نشوونما پائے اور انہیں فصیح عربی زبان میں مہارت حاصل ہوجائے۔
3. صحراء کا پاک، صاف ماحول انہیں میسر آئے اور وہ تندرست اور توانا ہوں۔ صحرائی زندگی کی جفاکشیوں اور مشقتوں کے بچپن سے خوگر بن سکیں۔
4. ان کے جدامجد حضرت معد کی جسمانی قوت اور ہڈیوں کی مضبوطی اور اعصاب کی پختگی کے اوصاف ان کو ورثہ میں میسر آئیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کو یہ نصیحت کیا کرتے تھے:

تَمَعْدَدُوْا وَ تَمَعْزَزُوْا وَاخْشَوْشَنُوْا "اے مسلمانو! معد کا تن و جسم پیدا کرو مشقت طلبی کو اپنا شعار بناؤ اور اپنے جسم و اعصاب کو سخت بناؤ۔

حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے شاید اس ارشادِ فاروقی سے استفادہ کرتے ہوئے اپنی قوم کے نوجوانوں کے نام یہ پیغام

رگِ سخت چو شاخ آہو بیار
تنِ نرم و نازک بتیہو گزار

"اپنے اعصاب کو ہرن کے سینگوں کی طرح مضبوط بناؤ، نازک اور نرم جسم تمہیں

زیب نہیں دیتا ، یہ چیزیں کبک کو زیب دیتی ہیں، مومن کی شایانِ شان نہیں۔

گویا اس وقت کے رؤسائے قریش اور امرائے عرب اپنے بچوں کو اپنی ماں کی نرم وگداز آغوش میں پلتے ہوئے دیکھنے کی بجائے اس کو پسند کرتے تھے کہ وہ صحراء نشین قبیلوں کے پاس اپنے بچپن کو گزاریں تا کہ اس کی ریت اور اس کی کھردری پتھریلی زمین کی رگڑوں سے ان کے جسم میں مضبوطی پیدا ہو اور ان کی فصیح و بلیغ زبان سیکھ کر وہ بہترین خطیب اور قائد بن سکیں۔ ایک دن حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے آپ سے زیادہ کوئی فصیح نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَمَا يَمْنَعُنِيْ وَاَنَا مِنْ قُرَيْشٍ وَاُرْضِعْتُ فِيْ بَنِيْ سَعْدٍ

"ایسا کیوں نہ ہو کہ میں قبیلہ قریش کا فرزند ہوں اور میں نے اپنی رضاعت کا زمانہ بنی سعد میں گزارا ہے"۔

مختلف قبائل کی خواتین خاص خاص موسموں میں مکہ آیا کرتیں تا کہ متمول لوگوں کے بچوں کو لے جائیں، ان کو دودھ پلائیں اور ان کی پرورش کریں ۔ جب مدتِ رضاعت ختم ہو تو ان کے والدین انہیں گراں قدر عطیات اور انعامات دے کر شادکام کریں۔ وہ اس وقت بھی مقررہ اُجرت پر دودھ پلانا باعثِ عار سمجھتی تھیں ان کے ہاں یہ مقولہ تھا:

اَلْحُرَّةُ لَا تَأْكُلُ مِنْ ثَدْيِهَا

" آزاد عورت اپنے پستانوں کے ذریعہ رزق نہیں کماتی"۔

لیکن بطور انعام اور عطیہ اگر کوئی باپ اپنے بیٹے کی دودھ پلانے والی کو کچھ دیتا تو اسے وہ بخوشی قبول کر لیتیں [1]

ندائے رحمٰن:

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ منادی رحمٰن نے آسمان سے ندا کی: اے گروہِ خلائق! محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عنایت الٰہی سے دنیا میں پرتو ڈالا ہے اور اس نورِ عرش نے خاکی فرش کو منور کیا۔ مبارک ہے وہ پستان جو اسے دودھ پلائے اور کیا کہنا ہے اس بندے کا جو اسے اُٹھالے! مبارک وہ جگہ جو اس کا مسکن ہے۔ پرندے بول اُٹھے: اے ہمارے پروردگار! ہم اپنے آشیانہ میں انہیں اُٹھا کر لے جائیں گے اور زمین کی ایک سے ایک پاکیزہ چیزیں انہیں کھلائیں گے۔ ابر کہنے لگا، اے ہمارے رب! ہم انہیں لے کر زمین پر مشرق سے لے کر مغرب تک پھریں گے اور نہایت خوبی سے ان کی پرورش کریں گے، فرشتے کہنے لگے: اے ہمارے رب! ان کی پرورش کے ہم زیادہ مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اُن مبارک دودھ پلانے والیوں کو انسانوں کی جنس سے منتخب فرمایا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا ہے [2]

(1) ضیاء النبی شریف جلد نمبر 2، ص 65-66 ناشر ضیاء القرآن پبلی کیشنز

(2) المواہب اللدنیہ شریف جلد اوّل، ص 93 ناشر فرید بک سٹال لاہور
معارج النبوت جلد نمبر 2 ص 110 ناشر مکتبہ نبویہ لاہور، نزھۃ المجالس، جلد نمبر 2

ثویبہ رضی اللہ عنہا دودھ پلاتی ہیں

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ثویبہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پلانا ، جمہور اربابِ سیرت و تاریخ رحمہم اللہ اس امر پر متفق ہیں۔ نقل ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بعد سب سے پہلے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا، وہ ابولہب کی کنیز ثویبہ رضی اللہ عنہا تھی اس نے اپنے بیٹے مسروح نامی کے ساتھ دودھ پلایا۔ سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ، مسروح، ابوسلمہ، مخزومی، عبداللہ بن جحش، اسدی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان اخوتِ رضاعیہ اس وجہ سے تھی کہ تمام نے ثویبہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا۔

پہلے سات روز اپنی والدہ کا دودھ پیا، پھر سات روز ثویبہ رضی اللہ عنہا کا۔ بعض روایات میں ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو روز کے ہو گئے تو ثویبہ رضی اللہ عنہا کو دودھ پلانے کا شرف حاصل ہوا اور وہ اس مبارک عمل کو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے دودھ پلانے تک سرانجام دیتی رہیں۔ واللہ اعلم!

حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا

حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (دشمن اسلام) چچا ابولہب کی لونڈی (خادمہ) تھیں۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے حضور کی ولادت باسعادت کی خبر ابولہب کو سنائی تو اس نے انہیں آزاد کر دیا تھا۔ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ابولہب کے مرنے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ جہنم میں تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا: "میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ولادت کا مژدہ سن کر ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا، اس کے عوض دوشنبہ کے دن میرے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے۔ (کتب کثیرہ)

اپنے بھتیجے کی پیدائش پر اس نے جو اظہارِ مسرت کیا اس کا صلہ چودہ صدیوں سے اسے مل رہا ہے۔ ہر سوموار کو اس ابدی جہنمی کو ٹھنڈا پانی بھی پینے کو مل جاتا ہے، اس کے عذاب میں بھی اس روز کچھ تخفیف کر دی جاتی ہے اور تا روزِ حشر ایسا ہوتا رہے گا۔ غور کریں! ایک کافر جو کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ باسعادت کی تہنیت میں اپنے غلام کو آزاد کر دیتا ہے، کفر وضلالت کے باوجود عذاب میں تخفیف دیکھتا ہے۔ مومن و موحد جو ہر روز ستر بار صدق و صفا سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح وثناء کرتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہے، دل و جان سے سنت سید انس و جاں کی اتباع و اطاعت میں کمر بستہ رہتا ہے اور خواجۂ ہر دوسرا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی سے محظوظ ہوتا ہے۔ اگر کل قیامت کے دن عذابِ دوزخ سے آزاد ہو اور دونوں جہانوں کی مراد و مقصود کے حصول سے دل شاد ہو — تو کیا عجب۔

حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کو یہ عظیم شرف حاصل ہوا کہ ولادت کے بعد چند دن تک حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا دودھ پیا۔ صحیحین میں ہے کہ حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بن عبدالاسد (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر) نے بھی ان کا دودھ پیا تھا۔ ابنِ سعد رحمۃ اللہ علیہ، ابنِ کثیر اور سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ عمِّ رسول حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جحش (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی) نے بھی حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کا دودھ پیا تھا۔ اس لحاظ سے حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا ان تمام جلیل القدر ہستیوں کی رضاعی ماں تھیں۔ ہجرت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے ان کے لیے کپڑا اور خرچ

بھیجا کرتے تھے۔ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کے بعد خدیجہ رضی اللہ عنہا کے گھر آتیں، تو وہ اس کی تعظیم واحترام کرتیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے ساتھ شفقت ورعایت فرماتے۔ ہجرت کے بعد ہدایا اور تحائف بھیجتے اور اسے مختلف تحائف سے نوازتے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی مہربانیوں سے نوازتیں ۷ھ میں خیبر سے مراجعت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی وفات کی خبر پہنچی، غمگین ہوئے اور پوچھا: ان کے قریبی رشتہ داروں میں کوئی زندہ ہے؟ تا کہ اس کی خدمتگاری اور حق گذاری ختم نہ ہو۔ عرض کیا گیا: کوئی شخص نہیں ہے۔ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا نے ۷ہجری میں وفات پائی۔ ان کے ایک بیٹے مسروح رضی اللہ عنہ" تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ وہ والدہ کی موجودگی میں فوت ہو گئے تھے۔

حضرت سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

آپ کا اسمِ گرامی "حلیمہ" اور کنیت "اُمِّ کبشہ" تھی۔ ان کا سلسلۂ نسب یوں ہے: سیدہ حلیمہ بنتِ ابی ذویب عبداللہ بن حارث بن شجنہ بن جابر بن رزام بن ناصرہ بن قصیّہ بن نصر بن سعد بن بکر بن ہوازن بن منصور بن عکرمہ بن خصفہ بن قیس بن عیلان بن الیاس۔ حضرت الیاس پر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا سلسلۂ نسب، نسبِ نبوی میں شامل ہو جاتا ہے، چونکہ آپ بنو ہوازن کی شاخ بنو سعد بن بکر سے تعلق رکھتی تھیں، اس لیے ان کو حلیمہ سعدیہ کہا جاتا ہے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا تعلق قبیلہ سعد بن بکر سے تھا جو قبیلہ ہوازن کی ایک شاخ تھا اور فصاحت و بلاغت اور اپنے علاقے کے پانی کی شیرینی کی وجہ سے

مشہور تھا جو عربیت اور فصاحت میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا [1]

سرورِ کائنات ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ اللہ نے مجھ کو تمام عرب میں فصیح بنایا ہے، اس کی وجہ ایک تو ہمارا قبیلہ قریش فصاحت زبان میں بے مثل ہے اور دوسرے یہ کہ میری پرورش قبیلۂ بنی سعد میں ہوئی جو فصاحت و بلاغت میں مشہور و ممتاز ہے۔

بنی سعد کی عورتیں مکہ میں

کہتے ہیں کہ اس قبیلہ میں عظیم قحط رونما ہوا تھا ——— چنانچہ چھاتیوں میں دودھ، جنگل میں گھاس اور باغوں میں درخت خشک ہو گئے تھے۔ چوپائے لاغر اور لوگ بیقرار ہو گئے تھے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سال ہم جنگلوں میں گھومتے اور گھاس کی جڑیں کھاتے تھے اور خدا کا شکر بجا لاتے تھے۔ تین روز اور کبھی اس سے بھی زیادہ فاقہ میں گذر جاتے تھے۔ ایک مرتبہ یوں ہوا کہ تین دن رات ہم نے کچھ نہیں کھایا اور بھوک سے لوٹ پوٹ ہو رہے تھے۔ اتفاقاً اس انتہائی گرسنگی میں مجھے وضع حمل کا واقعہ پیش آ گیا اور دردِ زہ بھوک کے ساتھ مجتمع ہو گیا۔ میں روتی تھی لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ دردِ زہ سے روتی ہوں یا شدتِ بھوک سے۔
کبھی اس حد تک میرے ہوش و حواس گم ہو جاتے کہ زمین و آسمان میں فرق نہیں کر سکتی تھی اور دن اور رات میں تمیز نہیں ہو سکتی تھی۔

خواب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا

حضرت سعدیہ رضی اللہ عنہا خود سارا حال بیان کرتی ہیں۔ آپ ان کی زبانِ مبارک سے سنیے، فرماتی ہیں: اس رات میں صحرا میں تھی، تھوڑی دیر بعد مجھے نیند آ گئی میں نے دیکھا

[1] خاندانِ مصطفٰے ص732

کہ ایک شخص آیا اور مجھے اُٹھا کر ایسے پانی میں جو دودھ کی مانند سفید تھا، غوطہ دیتا تھا اور کہتا تھا: اس سے خوب پانی پی لے تاکہ تجھ میں کافی دودھ ہو جائے، کیونکہ عزتِ سرمدی اور دولتِ ابدی تیری طرف مبذول ہوگی۔ میں جس قدر پیتی تھی وہ اور زیادہ مبالغہ کرتا تھا اور اس کے پینے پر برانگیختہ کرتا تھا۔ وہ پانی شہد سے زیادہ شیریں اور دودھ سے زیادہ سفید تھا۔ آخر اس مرد نے مجھے کہا: مجھے پہنچانتی ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ اُس نے کہا: میں تیری وہ حمد وشکر ہوں جسے تو محنت ومشقت کی حالت میں کہتی تھی۔ اے حلیمہ! تو وہاں بطحاء مکہ کی طرف رزق میں وسعت پائے گی۔ اور روشنی ونور اور ضیاء وہاں سے اپنے ہمراہ لائے گی۔ اس نے مجھے اس واقعہ کے پوشیدہ رکھنے کی ہدایت کی۔ میرے سینہ پر اس نے ہاتھ مارا اور کہا: زاد اللہ لك الرزق واجر اللبن خدا تعالیٰ تیرے دودھ کو زیادہ کرے اور تجھے کشادہ روزی عنایت فرمائے۔ میں جب بیدار ہوئی تو اپنے پستانوں کو دودھ سے بھرا ہوا دیکھا اور بھوک اور گرسنگی کی تمام عِلّت مجھ سے جاتی رہی۔ تمام قبیلہ بڑی سختی اور طعام کی کمی کے دن گزارتا تھا۔ سروقد حرف ن کی مانند ٹیڑھے ہو گئے، سرداروں کی پشت پیٹ سے جا لگی تھی اور بے استطاعت بھوکوں کی فریاد آسمانوں کو پہنچی تھی۔ طعام کے فقدان کی وجہ سے ان کا دن جزع وفزع سے شام کرتا تھا۔ القصّہ اس خواب کی برکت سے میری حالت بالکل تبدیل ہوگئی۔ چنانچہ دوسرے روز میرے قبیلہ سے مجھے جو بھی دیکھتا تعجب کرتا اور کہتا: اے حلیمہ! کیا بات ہے کل تو ضعیف اور کمزوری کی حالت میں تھی اور آج ملوک وسلاطین کی بیٹیوں کی مانند معلوم ہوتی ہے؟

چونکہ مجھے خواب کو پوشیدہ رکھنے کا حکم تھا۔ میں اسے ظاہر نہیں کرتی تھی۔ اسی اثنا میں میرے قبیلہ کے لوگوں نے مکہ کا قصد کیا تا کہ گزارے کے لیے ہر شخص قریش کی اولاد سے حضانت کے طور پر کوئی لڑکا اختیار کرے، میں بھی اپنے شوہر حارث کے ہمراہ ان کے ساتھ تھی۔ ضمرہ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمشیرہ تھی، اسے میں نے ہاتھ پر رکھا ہوا تھا۔ میری چھاتی میں اتنا دودھ نہیں تھا کہ میں اسے رونے سے چپ کرا سکوں اور اس کے رونے کی وجہ سے نہ سو سکی۔ القصہ اپنے قبیلہ کے لوگوں کے ساتھ ہم نے بھی راہِ مکہ میں موافقت اختیار کی۔ قیام اور کوچ کے وقت غیب سے آواز سنتی تھی، ہاتف کہتا تھا: اس سال خدا تعالیٰ نے اس فرخندہ مقدم مولود کی برکت سے جو قریش میں پیدا ہوا ہے عورتوں پر حرام کر دیا ہے کہ ان کے ہاں لڑکی پیدا ہو۔ کیا کہنا ہے اس دائیہ کا جو اسے دودھ پلائے! اے بنی سعد کی عورتو! بھاگو تا کہ اس دولت سے مشرّف ہو سکو! جب اس قبیلہ کی عورتوں نے یہ ندا سنی تو بڑی جدوجہد اور کوشش سے حرمِ مکہ کی طرف متوجہ ہوئیں۔ ہمارے پاس ایک گدھا تھا جو بہت لاغر تھا اور اس کی ہڈیاں نکلی ہوئی تھیں۔ ایک مدت سے اس نے گھاس اور چارا نہیں کھایا تھا۔ بھوک اور گرسنگی سے اس کی ہڈیاں ہی باقی رہ گئی تھیں، ضعف و ناتوانی کی وجہ سے قدم نہیں اُٹھا سکتا تھا اور قدم سے قدم جدا نہیں کر سکتا تھا۔ ایک اُونٹنی بھی انتہائی کمزور اور لاغر ہمارے ہمراہ تھی اور کسی بھی تدبیر و حیلہ سے دودھ کا ایک قطرہ بھی اس سے حاصل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ القصہ گرتے پڑتے قافلہ کے پیچھے چلے جاتے تھے۔ ہم ہر چند کوشش کرتے لیکن ان تک نہ پہنچ سکتے تھے۔

میرا خاوند کہتا: کوشش کر اور ان سے آگے نکل جا، کیونکہ قبیلہ کی ہر عورت جلیل القدر اولاد کو حاصل کرلے گی اور تو مایوس ہو جائے گی۔ میں ہر چند کوشش کرتی اور گدھے کو ڈرا دھمکا کر چلاتی مگر ان تک نہیں پہنچ سکتی تھی لیکن دائیں بائیں سے میں یہ غیبی آواز سنتی تھی: هنيئا لك يا حليمه اور ہم جس چیز کے پاس سے گزرتے وہ کہتے: اے حلیمہ! تیرا پستان خوش قسمت ہے کہ وہ نورِ تاباں اس سے دودھ پئے گا۔ اچانک پہاڑ کے شگاف سے کھجور کے بلند و بالا درخت کی مانند ایک شخص مجھ پر ظاہر ہوا، اس کے ہاتھ میں نور کا حربہ تھا۔ اس نے میرے گدھے کے پیٹ پر ہاتھ مارا، اور کہا: اے حلیمہ رضی اللہ عنہا! خدا تعالیٰ نے مجھے تیرے پاس خوشخبری دینے کے لیے بھیجا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ سرکش شیطانوں کو تجھ سے دور کروں۔ میں نے اپنے خاوند سے کہا: کیا جو کچھ میں دیکھتی ہوں تو دیکھتا ہے یا جو میں سنتی ہوں تو سنتا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ اس نے پوچھا کیا بات ہے کہ میں تجھے خوفزدہ دیکھتا ہوں۔ ہم نے چلنے میں جلدی کی یہانتک کہ مکہ سے دو فرلانگ کے فاصلہ پر ہم نے قیام کیا، اس جگہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے سرہانے سرسبز و شاداب اور بہت سی ٹہنیوں والا درخت سایہ کیے ہوئے ہے۔ وہ گونا گوں تر کھجوروں سے بھرا ہوا ہے، بنی سعد کی تمام عورتیں میرے گرد جمع ہو گئی تھیں اور کہتی تھیں: اے حلیمہ رضی اللہ عنہا! تو ہماری ملکہ ہے۔ اس درخت سے ایک کھجور میری جھولی میں آپڑی، میں نے اسے اُٹھا کر کھالیا یہ کھجور شہد سے بھی زیادہ میٹھی تھی۔ میری طبیعت سے اس کی حلاوت کا مزہ نہیں گیا۔ حتیٰ کہ جس دن حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ سے جدا کر دیے گئے تو یہ حلاوت بھی جاتی رہی۔ میں نے اس خواب کا کسی کے سامنے ذکر نہیں کیا تھا اور میرا خیال تھا کہ اگر اللہ تعالیٰ کو کوئی چیز منظور ہو گی تو سامنے آ جائیگی۔ پیر کا دن تھا، میں مکہ میں پہنچی، میرے قبیلے کی دوسری عورتیں پہلے ہی مکے میں پہنچ چکی تھیں اور قریش کے مالدار گھروں میں پہنچ کر اپنے لیے بچوں کی بات کر چکی تھیں۔ بنی مخذوم وغیرہ قبیلے کے بچے انہوں نے اپنے لیے مخصوص کر لیے تھے۔ میرا اپنا بچہ بھی سفر کی تھکان سے اس دن بیمار تھا دودھ نہیں پیتا تھا اور نیم بے ہوش سا نظر آتا تھا گویا مُردہ ہے۔ ناگاہ میں نے دیکھا کہ بچے نے حرکت کی، آنکھیں کھولیں اور مسکرایا۔ میں اس کی اس ادا پر بڑی متعجب ہوئی، چنانچہ اسے گھر چھوڑ کر میں شہر کی طرف نکل کھڑی ہوئی۔ میں ادھر اُدھر مختلف گھروں میں مارے مارے پھرتی رہی تاکہ مجھے بھی کوئی بچہ مل جائے لیکن میری ساری کوششیں بیکار گئیں۔ بنی سعد کی عورتیں اپنی مرضی کے مطابق بچوں کو لے چکی تھیں، انہیں بڑے بڑے امراء اور اغنیاء کے بچے مل گئے تھے۔ میں اس صورتِ حال سے بڑی مغموم اور آزُردہ خاطر تھی، ناگاہ مجھے ایک ایسا شخص نظر آیا جو عظمت وحشمت کے آثار پیشانی پر لیے ہوا تھا۔ نورِ کرامت اور رعبِ شہامت اس کی شخصیت سے ٹپک رہا تھا اور وہ زور سے آواز دے رہا تھا کہ بنی سعد کی عورتوں میں کوئی ہے جس نے ابھی تک بچہ نہ لیا ہو؟ میں نے لوگوں سے پوچھا: یہ کون شخص ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ مکہ کے ایک بزرگ بنو ہاشم سے عبد المطلب ہیں، میں آپ کے پاس گئی سلام عرض کیا: میں بنو سعد کی ایک عورت ہوں۔ انہوں نے نام پوچھا؟ تو میں نے بتایا: حلیمہ! مسکراتے ہوئے

فرمایا: بخ بخ خصلتان حسنتان سعد وحلم فیھما نمر الدھر ونمر الابد واہ واہ تم میں دو چیزیں خوبصورت اور اچھی یکجا پائی جاتی ہیں: سعادت اور حلیمی۔ یہ دونوں عادات دنیا و آخرت میں پسندیدہ ہیں۔ پھر کہنے لگے: حلیمہ! میرا بچہ یتیم ہے اور اس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے [1]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ کہتی ہیں کہ جب میں مکہ پہنچی تو مجھے حضرت عبدالمطلب ملے، انہوں نے پوچھا: تم کون ہو؟ میں نے کہا: میں بنی سعد کی ایک خاتون ہوں۔ انہوں نام نے پوچھا؟ تو میں نے بتایا: حلیمہ! یہ سن کر حضرت عبدالمطلب فرطِ مسرت سے مسکرانے لگے اور فرمایا:

بَخٍ بَخٍ سَعْدٌ وَّحِلْمٌ خَصْلَتَانِ فِيْهِمَا خَيْرُ الدَّهْرِ وَعِزُّ الْاَبَدِ

"واہ! واہ! سعد اور حِلم، کیا کہنا! یہ وہ خوبیاں ہیں جن میں زمانہ بھر کی بھلائی اور ابدی عزت ہے"۔

هَلْ لَكِ اَنْ تَرْضَعِيْهِ عَسٰى اَنْ تَسْعَدِىْ بِهٖ۔

میں واپس آئی تو حضرت عبدالمطلب کو اپنا منتظر پایا۔ میں نے کہا: وہ بچہ مجھے



1 معارج النبوۃ جلد نمبر 2 ص 115-112

دیجیے، میں اس کو دودھ پلانے کے لیے تیار ہوں۔ وہ مجھے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر لے گئے۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے مجھے خوش آمدید کہا اور مجھے اس کمرہ میں لے گئیں جہاں یہ نورِ نظر لیٹا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دودھ کی طرح سفید صوف کے کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے، نیچے سبز رنگ کی ریشمی چادر بچھی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر آرام کر رہے تھے۔ کستوری کی مہک اُٹھ رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معصوم حسن و جمال کو دیکھ کر میں تو فریفتہ ہوگئی، مجھ میں یہ جرأت نہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جگاؤں۔ میں نے اپنا ہاتھ سینہ مبارک پر رکھا تو وہ جانِ کائنات مسکرانے لگے اور اپنی سرمگیں آنکھیں کھولیں۔ میں نے محسوس کیا کہ ان آنکھوں سے انوار نکل رہے ہیں اور آسمان کو چھو رہے ہیں۔ میں نے بے اختیار دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُٹھا کر سینہ سے لگا لیا اور اپنے خاوند کے پاس لے آئی۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پہلی زیارت کرنا

سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب میں مولد النبی (جائے ولادت) میں داخل ہوئی تو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دودھ سے بھی سفید اون کے کپڑے میں ملبوس ہیں اور نیچے سبز رنگ کا بچھونا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سوئے ہوئے تھے اور آپ کے جسمِ اطہر سے خوشبو کے حُلے پھوٹ رہے تھے [1]

حسن و جمال میں گم ہوگئی

سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کپڑے کو چہرۂ اقدس سے ہٹایا گیا تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن و جمال میں اس طرح گم ہوگئی کہ مجھے جگانے کی ہمت نہ رہی۔

[1] مدارج النبوت جلد نمبر 2، ص 34

گیارہویں صدی کے مجدد شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ ان الفاظ کا ترجمہ یوں کرتے ہیں: میں نے جگانا چاہا مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو کر رہ گئی۔[1]

شرح زرقانی میں ہے کہ جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرہ مقدسہ میں گئیں تو انہوں نے ہاتف غیبی سے یوں کہتے ہوئے سنا:

اِنَّ ابنَ آمِنَۃَ الْاَمِیْنَ مُحَمَّدًا ۔ خَیْرُ الْاَ نَامِ وَخَیْرَۃُ الْاَخْیَارِ

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے لختِ جگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امین ہیں، سارے انسانوں سے بہترین ہیں اور سارے پاکبازوں سے عمدہ ہیں۔

مَا اِنَّ لَہٗ غَیْرَ الحَلِیْمَۃِ مُرْضِعُ ۔ نِعْمَ الْاَمِیْنَۃُ ھِیَ عَلَی الْاَبْرَارِ

ان کے لیے حلیمہ سعدیہ کے علاوہ اور کوئی دایہ نہیں ہے، یہ پاکباز بہترین امینہ ہیں۔

مَامُوْنَۃٌ مِّنْ کُلِّ عَیْبٍ فَاحِشٍ ۔ وَنَقِیَّۃُ الْاَثْوَابِ وَالْاَوْزَارِ

وہ ہر فحش عیب سے محفوظ ہیں، ان کے کپڑے اور اوزار (تہہ بند) پاک ہیں۔

لَا تَسْلِمَنَّہٗ اِلٰی سِوَاھَا اَنَّہٗ ۔ اَمْرٌ وَّ حُکْمٌ جَاءَ مِنْ جَبَّارٍ

آپ اسے حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور کے سپرد ہرگز نہ کرو، یہ حکم اور امر ہے جبار کی طرف سے ہے۔

جب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُٹھا کر گھر لے جا رہی تھی تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: اے حلیمہ! مجھ سے ملے بغیر مکہ سے باہر نہ جانا، کیونکہ اس فرزند کے متعلق میں نے عجیب واقعات مشاہدہ کیے ہیں۔ اس کے متعلق مجھے تجھ سے کچھ وصیتیں کرنی ہیں۔ ان میں سے بعض واقعات کو بیان کیا اور بعض کو رخصت کے وقت پر موقوف

1 مدارج النبوت جلد نمبر 2، ص 34 ناشر ضیاء القرآن لاہور

رکھا۔ آپ ﷺ کے ان واقعات میں سے جو مجھے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے بتائے پہلا یہ تھا کہ تین دن رات پہلے مجھے خواب میں کہا گیا کہ اپنے فرزند کو قبیلہ بنی سعدؓ سے اس کے سپرد کرنا جو ابی ذویب سے نسبت رکھتا ہو، میں نے کہا: اے آمنہ رضی اللہ عنہا! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں بنی سعد سے ہوں ، میرے خاوند اور باپ کی کنیت ابی ذویب ہے۔ یہ حُسنِ اتفاق ہے کہ تیرے خواب کے صدق پر دلالت کرتا ہے۔حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اس کے علاوہ اور بہت سے واقعاتِ غریبہ جو اس ارجمند سعادتمند کوکب کے طلوع کے وقت مطلعِ سعادت سے ظہور پذیر ہوئے تھے، مجھے بتائے اور مجھے وصیتیں کیں [1]

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو

مخدومہٗ کائنات، والدہٗ ختم الرسل، کائنات کی عظیم ترین ماں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے جب اپنا لعل، رب کے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا اور اُنکے ہاتھوں میں دیا، ذرا تصور کریں وہ کیسا منظر ہوگا؟ لفظوں میں بیان نہیں ہوسکتا۔ تاریخِ انسانی کی عظیم ترین ماں نے اپنا لختِ جگر دائیہ کو دیا تو یہ فرمایا ہوگا۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں:

دیکھے لعل حلیمہ تائیں تے آمنہ نے فرمایا
ایہہ خاص خزانہ قدرت والا میں جھولی تیری پایا

1 سبل الہدیٰ والرشاد جلد اوّل، ص350 ضیاء النبی جلد نمبر 2، ص67 السیرۃ النبویہ

میرے لعل جیا پُت سوہنا پہلے کسے مائی نے نیؤ جایا
ایہہ پاک محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ورگا حافظ نہ آونا نہ آیا

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے کریم لج پال آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اٹھا کر سینے سے لگایا ہوگا تو ضرور حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا ہوگا۔

جس کی منظر کشی حافظ صاحب یوں فرماتے ہیں:

گودی چک کے سرورِ عالم ﷺ تے اگوں دائی نے ایہہ سنایا
ایس توں پہلے ایڈا سوہنا تے مینوں کِتے نظر نیں آیا
ایس تو پہلے ایڈا سوہنا تے میں کدے وی نہیں کھڈایا
ٹھنڈ پے گئی میرے سینے حافظؔ جد میں سینے لایا

نبی پاک ﷺ نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: پہلے میرا کلمہ پڑھ پھر مجھے ہاتھ لگانا

وھابی مولوی عبدالستار [1]

ہو قربان اٹھاون لگی خوشی نہ جھلی جاوے
امر سنایا دائی تائیں راوی ذکر سنادے
بول شہادت کلمہ اوّل کہیا حلیمہ تائیں
ہوکر پاک اساڈے تائیں پچھوں ہتھ لگائیں
امر قبول حلیمہ فضلوں حضرت گود اٹھایا
نال محبت سجی طرفوں اوّل شیر پلایا

[1] اکرام محمدی ص 261 ناشر عمر بک سنٹر لاہور

آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرہ مبارک سے حجرِ اسود کا چمٹ جانا

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رات گزارنے کے بعد جب ہم نے صبح واپسی کا ارادہ کیا تو خواہش ہوئی کہ جانے سے پہلے بیت اللہ شریف کا طواف کر لینا چاہیے، چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اُٹھا کر حرمِ کعبہ میں لے گئی۔ طواف شروع کرنے سے پہلے چاہا کہ حجرِ اسود کو بوسہ دوں لیکن میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جب حجرِ اسود نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا تو اپنی جگہ سے حرکت کر کے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف بڑھا، حتیٰ کہ چہرۂ اقدس کے ساتھ چمٹ کر اس نے بوسے لینے شروع کر دیے۔ بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ اس روایت کو یوں نقل کرتے ہیں: یہ منقول ہے کہ حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لے کر حرمِ کعبہ میں گئیں تو تمام بتوں نے اپنے سروں کو جھکا دیا، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو حجرِ اسود کے پاس لے کر پہنچیں تو وہ دیکھتے ہی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چہرۂ اقدس کے ساتھ چمٹ گیا [1]

سواری کا کعبہ کی طرف تین دفعہ سجدہ ریز ہونا

طوافِ کعبہ سے فارغ ہو کر میں نے حضورِ اکرم نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو جب اپنے آگے سواری پر بٹھایا تو میری سواری نے کعبہ کی جانب تین دفعہ سجدہ کیا اور آسمان کی طرف سر اٹھایا [2]

گیارہویں صدی کے مجدد شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے یہی بات یوں بیان کی ہے۔ جب سواری کعبہ کے سامنے آ گئی تو اس نے تین سجدے کیے اور اپنے

(1) تفسیر مظہری جلد 6، ص 622 ناشر ضیاالقرآن لاہور (2) المواہب اللدنیہ جلد اوّل، ص 95

سر کو آسمان کی جانب بلند کیا اور چلائی [1]

سواری کی ایمان افروز گفتگو

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ محترمہ اور دادا اکرم کی اجازت اور طوافِ کعبہ کے بعد جب سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر واپس لوٹنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سواری پر بٹھالیا گیا تو وہ سواری جو لاغرو کمزور تھی، دفعتاً تندرست وتوانا ہوگئی اور رفتار میں اتنی تیز ہوگئی کہ دیگر تمام سواریوں کو پیچھے چھوڑ دیا حتیٰ کہ دیگر خواتین حضرت حلیمہ سے بار بار سوال کرتیں کہ کہیں آپ نے اپنی سواری تبدیل تو نہیں کرلی؟ انہوں نے جواب دیا: سواری تو نہیں بدلی، البتہ سوار بدلا ہے۔ سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میری سواری جھوم جھوم کر چلتی اور گفتگو کرتی تھی، وہ کہہ رہی تھی: بخدا! میری شان بڑی نرالی ہے اور میری شان کو رفعت وعظمت نصیب ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! آج مجھے اللہ تعالیٰ نے بے مثال عظمت عطا کردی ہے۔ موت کے بعد دوبارہ زندگی، کمزوری کے بعد پھر طاقت عنایت کردی ہے۔ اے بنی سعد کی عورتو! تم غفلت میں رہیں، تمہیں پتہ ہے میری پشت پر کون سوار ہے؟ میری پشت پر سید الانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور رب العالمین کا محبوب سوار ہے۔ یہ اوّلین وآخرین سے بہترین ہیں اور یہ یہ رب العالمین کے حبیب ہیں [2]

1. السیرۃ النبویہ ص67، ضیاالقرآن مدارج النبوت جلد2، ص35
2. السیرۃ النبویہ جلداوّل، ص64 ناشر ضیاالقرآن لاہور

بکریوں کا مبارک باد دینا

گیارہویں صدی کے مجدد شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نقل کرتے ہیں کہ جب سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کو لے کر جا رہی تھیں تو راستہ میں بکریوں کا ایک ریوڑ چر رہا تھا، وہ آپ ﷺ کی سواری کے آگے آئیں اور کہنے لگیں: اے حلیمہ! تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ تیری گود میں پروردگارِ عالم کے رسول محمد ﷺ ہیں۔ جو تمام فرزندانِ آدم سے افضل ہیں۔ [1]

عدل و انصاف

امام ابن سبع علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتیں کہ میں جب آپ ﷺ کو دایاں دودھ پیش کرتی تو آپ ﷺ نوش فرماتے پھر بائیں جانب کا دودھ پیش کرتی تو آپ ﷺ پینے سے انکار فرما دیتے [2]

روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما میں ہے کہ حق تعالیٰ نے ابتداء سے ہی آپ پر عدل و انصاف ملحوظ رکھنے کا الہام فرما دیا تھا۔ علماءِ امت نے بیان کیا ہے یہ اعراض عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لیے تھا۔ یہ اعراض عدل کی وجہ سے تھا کیونکہ آپ ﷺ کو علم تھا کہ میرے ساتھ دودھ پینے میں میرا دوسرا بھائی بھی شریک ہے [3]

پتھروں کا سلام ۔۔۔۔ درختوں کا استقبال

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی واپسی پر راستے کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جہاں جہاں سے آپ ﷺ کی سواری گزرتی،

(1) مدارج النبوت جلد 2، ص 35 ناشر ضیاء القرآن لاہور
(2) سبل الہدیٰ جلد اوّل، ص 477 ناشر زاویہ پبلی کیشنز لاہور (3) ایضاً

وہاں وہاں سبزہ اُگ آتا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام عرض کرتے اور درخت اپنی ٹہنیوں سمیت جھک کر استقبال کرتے تھے ۱

سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں چراغ کی ضرورت نہ رہنا

جب نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر وجودِ مسعود جلوہ گر ہوئے تو ان کا گھر بغیر چراغ جلائے روشن رہتا۔ محدث ابن جوزی نقل کرتے ہیں کہ سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: جن دنوں میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا کرتی تھیں، ان دنوں مجھے چراغ کی ضرورت باقی نہ رہتی ۲

دشمن کا آگ میں جلنا

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم ابھی راستہ ہی میں تھے، اتنے میں چالیس نصرانی ملے، جو آپس میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتے جا رہے تھے اور ان کے پاس زہر کی بجھی ہوئی تلواریں تھیں، ان میں سے بڑے شخص نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، پکار اٹھا تمہارا بُرا ہو، لو یہی لڑکا ہے اسے مار ڈالو، یہی وہ ہے جسے تم تلاش کر رہے ہو، میں نے کہا: ہائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ سن کر آپ نے آنکھیں کھول دیں اور آسمان کی طرف نگاہ کی، اتنے میں آسمان سے ایک آگ اُتری اور اس نے سب کو جلا دیا، میرے خاوند نے کہا: اس لڑکے کی تو بڑی شان معلوم ہوتی ہے، آئندہ چل کر ان کے کام بڑے عالی شان ہوں گے ۳

۱ تفسیر مظہری جلد 6، ص 622 ناشر ضیاء القرآن لاہور ۲ ایضاً
۳ مدارج النبوت جلد 2، ص 35 ناشر ایضاً

بنی سعد کے ہر گھر سے کستوری کی خوشبو آنا

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پہنچ گئی تو کیفیت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے بنی سعد کے ہر گھر سے کستوری کی طرح خوشبو آتی تھی [1]

دستِ مبارک کی برکت سے شفا ہونا

امام محمد بن یوسف شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ لوگوں کے دلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت اس طرح راسخ ہو چکی تھی کہ اگر کوئی بھی ان میں بیمار ہو جاتا تو وہ آ کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دستِ اقدس پکڑ کر اپنے جسم کے ساتھ مس کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے فی الفور اس کی تکلیف کو رفع کر دیتا [2]

دستِ اقدس کا فیضان

قحط کے دن تھے، بکریاں بہت کم دودھ دیتی تھیں، ایک بکری جس کا نام "اطلال" رکھا گیا تھا اور اس کے تھنوں کو حضور نورِ مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مس فرمایا۔ اس کی برکت کا تذکرہ امام ابونعیم کی زبانی سنیئے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بکری جس کو "اطلال" کہا جاتا تھا، کے تھنوں کو مس فرمایا تو صبح وشام جب چاہتے اس سے دودھ دوھ لیتے تھے حالانکہ ان ایام میں قحط سالی کی وجہ سے سبزہ تک نہ تھا۔ [3]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشوونما کا امتیاز

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشوونما بھی دوسرے بچوں سے ممتاز فرمائی۔ ایک دن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا بڑھتے کہ دوسرا بچہ ایک ماہ میں بھی اتنا نہ بڑھتا۔ ایک ماہ میں آپ

(1) سبل الهدیٰ جلد اوّل ص 351 ناشر زاویہ پبلشرز لاہور (2) سبل الهدیٰ والرشاد جلد اوّل ص 351
(3) دلائل النبوت جلد اوّل ص 143 ناشر ضیا القرآن

ﷺ ایک سال کے برابر بڑھتے ۔ سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ ایک دن میں اتنا جواں ہوتے جتنا دوسرا بچہ مہینے اور مہینے میں اتنا بڑھتے جتنا دوسرا بچہ سال میں بڑھتا ہے ۔ [۱]

سید احمد دحلان رحمۃ اللہ علیہ نے آپ ﷺ کی نشو ونما کے متعلق بیان کیا ہے ۔ کہ آپ ﷺ تین ماہ کی عمر میں قدموں پر کھڑے ہونے لگے ، چار ماہ کی عمر میں دیوار کے سہارے چلنے لگے اور پانچ ماہ کی عمر میں بغیر سہارے کے چلنے لگ گئے ۔ جب عمر مبارک چھ ماہ ہوئی تو آپ ﷺ تیز چلنے لگے ۔ سات ماہ کی عمر میں ہر طرف بھاگ دوڑ فرمانے لگے ۔ آٹھ ماہ کی عمر میں فصیح و بلیغ گفتگو فرمانے لگے ۔ دس ماہ کی عمر میں بچوں کے ساتھ تیر اندازی شروع فرمائی ۔ [۲]

کھیل کود سے اجتناب کرنا

آپ ﷺ کو کھیل کود سے لگن نہ تھی ۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ جب بچوں کو کھیلتا دیکھتے تو آپ ﷺ اجتناب فرماتے اور ارشاد فرماتے ہمیں کھیلنے کیلئے نہیں پیدا فرمایا گیا ۔ [۳]

ضد اور رونے سے احتراز ہونا

ضد کرنا اور بات بات پر رونے لگ جانا بچوں کی عام عادت ہے مگر آپ ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ ﷺ عام بچوں کی طرح نہ روتے اور نہ ضد فرماتے تھے [۴]

۱ مدارج النبوت جلد 2، ص36
۲ السیرۃ النبویہ جلد اوّل، ص67
۳ مدارج النبوت جلد 2، ص36
۴ مدارج النبوت جلد 2، ص36 و اکثر کتب

زبان کھولتے ہی اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کرنا

سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے گھر محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس دنیا میں جب زبان کھولی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زبان سے سب سے پہلے جو الفاظ نکلے وہ اپنے محبوبِ حقیقی کی حمد و ثناء پر مشتمل تھے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ سب سے اولین گفتگو جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمائی، وہ ان کلمات پر مشتمل تھی: اللہ تعالیٰ سب سے بڑا اور بزرگ ہے، تمام حمد اسی اللہ کے لیے ہے اور صبح وشام اسکی تسبیح ہے [۱]

ہر کام سے پہلے تسمیہ پڑھنا

یہ بات بھی واضح رہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کلام کرنا شروع فرمایا ہر بات سے پہلے "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھتے تھے۔ سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:
آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھے بغیر کسی چیز کو ہاتھ تک نہیں لگاتے تھے [۲]

گیسوئے عنبرین کا بغیر کنگھی کے آراستہ ہونا

جب مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صبح کو نیند سے بیدار ہوتے اور جناب ابوطالب کے بچوں کی مجلس کو اپنے جمالِ جہاں آرا سے آراستہ کرتے تو اس وقت ان سب کے بال بکھرے ہوئے ہوتے لیکن آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گیسوئے عنبرین بغیر کنگھی کے آراستہ ہوتے اور بغیر سرمہ ڈالے چشمِ عالم بین سرمگین ہوتیں۔ [۳]

۱ السیرۃ النبویہ جلد اوّل، ص68 ۲ مدارج النبوت جلد 2، ص36
۳ شواہد النبوت ص74 ناشر مکتبہ نبویہ لاہور

بکری کا سجدہ ریز اور بوسہ زن ہونا

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن میں اپنے صحن میں آپ ﷺ کو گود میں لیے بیٹھی تھی کہ اتنے میں میری بکریاں آگئیں۔ وہ میرے پاس سے گزرتی گئیں لیکن ایک نے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کے سرِ اقدس کو چوم لیا اور سجدہ کیا۔[1]

فرشتوں کا پنگھوڑے کو جھولانا

اہل سیر نے اس حقیقت کو بھی واضح کیا ہے آپ ﷺ کے پنگھوڑے کو فرشتے جھولاتے تھے۔[2]

قحط سالی کے زمانہ میں

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا جب آپ ﷺ کو لے کر بنی سعد کے علاقہ میں پہنچیں، جہاں قحط سالی کی وجہ سے گھاس تک نظر نہ آتی تھی۔ آج اتنی سرسبز و شاداب ہو چکی تھی کہ اس کی مثال نہیں ملتی۔ اس شادابی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت حلیمہ کہتی ہیں: اللہ تعالیٰ کی وسیع زمین ہے لیکن ہماری زمین سے بڑھ کر کوئی سرسبز نہیں۔[3]

بستر پر بول و براز نہ کرنا

عموماً چھوٹے بچے بستر پر ہی بول و براز کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ نے کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے بستر پر کبھی پیشاب نہیں کیا۔ بلکہ آپ ﷺ کے بول و براز کے لیے

1. السیرۃ النبویہ جلد اوّل ص 64
2. تفسیر مظہری جلد 6، مدارج النبوت جلد 2 ص 36 و دیگر کتب
3. انسان العیون جلد 1، مدارج النبوت جلد 2 ص 35 و دیگر کتب

وقت مقرر تھا۔ میں اس وقت آپ ﷺ کو بستر سے نیچے اتار دیتی تو آپ ﷺ رفع حاجت کرتے۔ گیارہویں صدی کے مجدد شیخِ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے عام بچوں کی طرح کبھی کپڑوں پر پیشاب نہیں کیا تھا [1]

غیب سے نظافت کا انتظام ہونا

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں دودھ پلانے کے بعد جب میں آپ ﷺ کے مبارک منہ کو صاف کرنے یا دھونے کا ارادہ کرتی تو غیب سے کوئی یہ خدمت انجام دے دیتا دودھ پلانے کے بعد میں ارادہ کرتی کہ آپ ﷺ کا منہ صاف کروں یا دھوؤں تو مجھ سے پہلے ہی غیب سے نظافت کا انتظام کر دیا جاتا تھا [2]

بچپن میں کبھی بے پردہ نہ ہونا

آپ ﷺ کی رضاعی والدہ ماجدہ یہ بھی کہتی ہیں کہ اکثر اوقات آپ ﷺ کا سترڈھانپ کر رکھتی تھی۔ اگر کسی وقت کشف ستر میں بے احتیاطی ہو جاتی تو حرکت و بے اطمینانی کا اظہار کرتے۔ اگر مجھ سے تاخیر ہو جاتی تو غیب سے ستر ڈھانپنے کا انتظام ہو جاتا [3]

ہر روز آفتاب کی طرح نور کا ڈھانپنا

روزانہ آپ ﷺ پر آفتاب کی طرح نور کا نزول ہوتا، جو آپ ﷺ کو ڈھانپ لیتا اور کچھ دیر بعد وہ پوشیدگی از خود ختم ہو جاتی اور آپ ﷺ ظاہر ہو جاتے۔

روزانہ آپ ﷺ پر آفتاب کے مثل نور اترتا، آپ ﷺ کو ڈھانپ لیتا اور وہ کچھ دیر بعد از خود ختم ہو جاتا [4]

1. مدارج النبوت جلد2،ص36
2. مدارج النبوت جلد2،ص36
3. مدارج النبوت جلد2،ص36
4. مدارج النبوت جلد2،ص36

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور قیافہ شناس

"الوفا" میں سید سمہودی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: جب عکاظ کا میلہ لگا تو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک عراف (قیافہ سناش) کے پاس لے گئیں اس کا تعلق بنو ہذیل کے ساتھ تھا اور لوگ اسے اپنے بچے دکھا رہے تھے۔ جب اس نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس کی طرف دیکھا تو چیخ کر کہنے لگا: اے قبیلہ ہذیل! اے قومِ قریش! اس کی یہ چیخ و پکار سن کر لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے۔ اس تیرہ بخت عراف نے کہا: اس بچے کو قتل کر دو، حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا وہاں سے خاموشی کے ساتھ نکل آئیں۔ لوگوں نے پوچھا: وہ کون سا بچہ ہے؟ جسے تہ تیغ کرنا ہے؟ عراف نے کہا: یہ بچہ ہے۔ لیکن انہوں نے وہاں بچے کو نہ دیکھا۔ لوگوں نے پوچھا: وہ بچہ کہاں ہے؟ اس نے کہا: میں نے ابھی جو بچہ دیکھا ہے، میں نے اس میں ایسی علامات دیکھی ہیں جن کی وجہ سے وہ تمہارے دین کے لوگوں کو ضرور قتل کرے گا۔ وہ تمہارے معبودانِ باطلہ کو ضرور لخت لخت کرے گا۔ اس کا تم پر ضرور غلبہ ہوگا۔ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت تلاش کیا مگر وہ آپ کو ڈھونڈ نہ سکے [1]

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اور حبشہ کے لوگوں کے جذبات

سیرتِ شامی میں ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لے کر آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس آ رہی تھیں، اس وقت حبشہ کے کچھ عیسائیوں نے آپ کو دیکھا اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چومنا شروع کر دیا۔ جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کندھوں کے مابین مہرِ نبوت دیکھی اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمانِ مقدس میں سرخی دیکھی،

1 السیرۃ النبویہ جلد اوّل ص 73 ناشر ضیاء القرآن لاہور

توانہوں نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا اس بچے کی آنکھوں میں کچھ تکلیف ہے؟انہوں نے فرمایا: ان چشمانِ مقدس میں کوئی تکلیف نہیں ، یہ سرخی ہمیشہ آنکھوں میں رہتی ہے ۔ انہوں نے کہا: ہم اس معاملہ سے آشنا ہیں ۔لیکن حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے انکار کردیا اور وہ آپ کو لے کر حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس مکہ مکرمہ میں آگئیں۔[1]

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دشمن مرگیا

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: اس کے بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذوالمجاز (یہ دورِ جاہلیت کا ایک بازار تھا۔عرفات سے ایک فرسخ دور تھا) کے میلہ میں لے آئی ۔اس میلہ میں ایک نجومی تھا ، لوگ اسے اپنے بچے دکھاتے تھے۔جب اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ، مہرِ نبوت کو دیکھا اور چشمانِ مقدس کی سرخی دیکھی تو وہ چیخ اٹھا: اے اہلِ عرب!اس بچے کو قتل کردو ، یہ تمہارے ہم مذہب لوگوں کو قتل کردیگا۔یہ تمہارے بتوں کو پاش پاش کردیگا۔اس کا معاملہ تم پر غالب ہوکر رہے گا۔یہ صرف آسمان سے ایک حکم کا منتظر ہے۔اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غصے کا اظہار کیا، تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ اس کی عقل زائل ہوگئی اور مرگیا۔[2]

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گہوارہ میں چاند سے باتیں کرنا

بیہقی نے اور صابونی نے "المائتین" میں اور خطیب وابن عساکر نے اپنی کتبِ تاریخ میں حضرت عباس بن عبدالمطلب سے روایت کی کہ انہوں نے کہا۔ **یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم!** مجھے تو آپ کی علامات نبوت نے آپ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت دی تھی، میں نے دیکھا کہ آپ گہوارے میں چاند سے باتیں

[1] السیرۃ النبویہ جلداوّل ص73 [2] السیرۃ النبویہ جلداوّل ص73، الخصائص الکبرٰی

کرتے اور اپنی انگلی سے اس کی طرف اشارہ کرتے اور جس طرف آپ اشارہ فرماتے چاند اس طرف جھک جاتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں چاند سے باتیں کرتا تھا اور چاند مجھ سے باتیں کرتا تھا ، وہ مجھے رونے سے بہلاتا تھا۔ عرشِ الٰہی کے نیچے اس کے سجدہ کرتے وقت، میں اس کی تسبیح کرنے کی آواز سنا کرتا تھا [1]

معارج النبوت میں ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے تعجب سے ہاتھ مارا، عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انہیں کیسے جانتے ہیں ، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چالیس دن کے تھے؟ فرمایا: اے چچا! مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے میں قلم کی آواز کو لوحِ محفوظ پر چلتے ہوئے سنتا تھا حالانکہ میں ابھی رحم کی تاریکی میں تھا۔ اے چچا! میں اس سے بھی بڑھ کر کہتا ہوں، عرض کیا فرمایئے، فرمایا: قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کہ جب آفتاب و ماہتاب خدا تعالیٰ کو سجدہ کرتے تھے تو میں ان کی آواز کو بھی سنتا تھا [2]



1. تفسیر مظہری جلد 6 ص 621 ، خصائص الکبریٰ جلد اوّل ص 137 ناشر مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
2. معارج النبوت ص 123

جنگل میں برکاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام دن غائب رہے، جب شام کا وقت ہوا تو ہم چراگاہ کے راستہ پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کے لیے نکل کر گئے اتنے میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سامنے سے چلے آرہے ہیں ، انوار آپ کے آگے ہیں اور بکریاں آپ سے لپٹی جاتی ہیں۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پناہ مانگ رہی ہیں، ایک بکری کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی ضمرہ نے مارا تھا، جس سے اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پناہ مانگتی تھی۔ گویا آپ سے شکایت کرتی تھی، آپ نے دستِ مبارک سے اس کی ٹانگ پکڑ لی تو اس کا درد جاتا رہا ، گویا تھا ہی نہیں۔ پھر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے ضمرہ سے پوچھا کہ تو نے اپنے قریشی بھائی کو کیسا پایا؟ اس نے کہا: اے ماں! پتھر، ڈھیلے، نرم زمین، پہاڑ، درخت، وحشی جانور اور پرندہ غرض جس چیز پر آپ کا گزر ہوا اس نے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ

اور جہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قدم پڑتا تھا، وہاں سبزہ اُگ آتا تھا۔ حضرت ابن ابی حمزہ رحمتہ اللہ علیہ نے شرح بخاری شریف میں بیان کیا ہے کہ جس جانور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہوئے، اس کا قدم بھی جہاں پڑتا تو سبزہ اُگ آتا اور جب ہم کسی کنوئیں سے پانی بھرتے تھے، اس کے اوپر سے پانی اُبلنے لگتا تھا۔[1]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ سَيِّدِ الْاَبْرَارِ
وَعَلٰى وَالِدَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقَرَارْ

1 نزہۃ المجالس جلد 2 ص 253

شیر کا سجدہ ریز ہونا

ایک بار ہم ایک وادی میں داخل ہوئے جس میں وحشی جانور بکثرت تھے، اتنے میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا خوفناک شیر چلا آ رہا ہے اور ہم پر اُچھل کر حملہ کرنا چاہتا ہے لیکن جونہی اس نے ہمارے بھائی محمد ﷺ کو دیکھا تو آگے بڑھا، آپ ﷺ کے سامنے پست ہوگیا، زمین پر گر پڑا اور خوش بیانی سے کہنے لگا: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ " آپ ﷺ نے آگے بڑھ کر اس کے کان میں کچھ کہا، وہ شیر دوڑتا ہوا چلا گیا۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے سے کہا: اے میرے بیٹے! اپنے گھر والوں سے اسے پوشیدہ رکھنا، کسی سے کہنا نہیں، پھر بکریاں دودھ سے بھری ہوئی آپ سے لپٹی جا رہی تھیں اور ایسی معلوم ہوتی تھیں گویا دلہن ہیں۔ حضرت محمد ﷺ اپنے بھائیوں کے ہمراہ حسب عادت جایا کرتے تھے اور واپسی پر آئے آپ کے معجزات باہرہ اور آیات بینہ دیکھتے ہوئے آتے [1]

اُونٹنی کا ادب کرنا

بچپن مبارک میں ایک شخص نے حضرت عبدالمطلب سے کہا: کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ کے بیٹے کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟ حضرت عبدالمطلب کے استفسار پر اس شخص نے کہا: جب میں نے اپنی اُونٹنی کو بٹھایا اور حضور انور ﷺ کو اپنے پیچھے سوار کیا تو اونٹنی نے اُٹھنے سے انکار کر دیا۔ جب میں نے آپ ﷺ کو اپنے آگے سوار کیا تو اونٹنی فوراً اُٹھ کھڑی ہوئی" [2]

(1) نزهة المجالس جلد 2 ص 253 (2) السيرة النبويه جلد اوّل ص 71

علاماتِ نبوت

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا "میرے پاس سے یہودیوں کی ایک جماعت کا گزر ہوا ، میں نے ان سے کہا : کیا میں تمہیں اس بیٹے کی نرالی شان کے بارے نہ بتاؤں ؟ اس کی والدہ ماجدہ کو حمل مبارک کیسے قرار پایا۔ ان کی ولادت مبارکہ کس شان سے ہوئی ؟ ان کی والدہ ماجدہ نے ان کی ولادتِ باسعادت کے وقت کس طرح کے عجیب مناظر دیکھے ؟ میں نے وہ تمام باتیں ان یہودیوں کو سنادیں ، جو میں نے آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ سے سنیں تھیں اور جنہیں میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ وہ یہودی ایک دوسرے سے کہنے لگے : اس بچے کو قتل کر دو ! پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا : آپ یتیم ہیں ؟ میں نے کہا : نہیں ! میں اس کی ماں اور یہ اس کا باپ ہے ۔انہوں نے کہا : اگر یہ یتیم ہوتا تو اسے ضرور قتل کر دیتے ، کیونکہ ہمارے نزدیک مذکورہ بالا ساری علامات نبوت کی نشانیاں ہیں ۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا : میں آپ ﷺ کو بازار عکاظ لے گئی ، ایک کاہن نے وہاں آپ کی زیارت کی۔ اس نے باآواز بلند صدا لگائی : اے اہلِ عکاظ ! اس بچے کو قتل کر دو۔ اس کے لیے ایک عظیم الشان مملکت ہو گی۔ میں آپ ﷺ کو اسی وقت لے آئی ، تو رب تعالیٰ نے ہماری حفاظت فرمائی [1]

[1] الخصائص الکبریٰ جلد اوّل ص 50 ناشر مدینہ پبلیشنگ کراچی

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی پُراثر و پُرکیف لوری

حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا وہ شعر جس کو گنگنا کر وہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہلایا کرتی تھیں، یہ ہے: یارب اذا اعطیتہ فابقہ واعلہ الی العلاء وارقہ

وادحض اباطیل العدی بحقہ

اے پروردگار! جب تو نے مجھ کو (حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا بچہ) عطا فرمایا ہے تو (براہِ کرم) اس عطیہ کو دَوام و بقا بھی عطا فرما اور آپ کے درجات و مقاماتِ اعلیٰ میں مزید) ترقی فرما کر بلندیوں کی انتہائی منزل پر فائز کردے۔ دشمنوں کے کید (سازش اور معاندانہ روّیہ) کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی، راست بازی اور حق کی تاثیر سے بے اثر، لایعنی اور باطل بنادے۔ [1]

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی قبر پر بغرض زیارت تشریف لے جانا

جنت البقیع شریف میں ان کا چھوٹا سا قبہ تھا جسے قبہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کہتے تھے۔ (مگراب نجدی ملعونوں نے اسے بھی شہید کردیا) کہتے ہیں کہ ان کی قبر پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بغرض زیارت تشریف لے جاتے تھے۔ [2]

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی قبرِانور بقیع میں معروف ہے، لوگ اس کی زیارت کے لیے آتے ہیں۔

۱ خصائص کبریٰ جلد اوّل، ص 151 ناشر مدینہ پبلشنگ کراچی
۲ مدارج النبوت جلد 2، ص 581 ناشر ضیاءالقرآن

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت

حافظ مغلطائی نے لکھا ہے "میں نے ۸۳۸ھ میں ماہ ربیع الآخر کی ۲۲ تاریخ اتوار کے روز خواب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت کی ، میں نے ان سے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب میں کہا۔

امام علامہ ابوالحسن علی بن جابر ہاشمی نے یہ اشعار ہمیں سنائے ہیں

اما حلیمة مرضع المختار　　فبه غدات تزهی علی الاخیار
فی جنة الفردوس دار مقامها　　اکرم بها یا صاحبی من دار

ترجمہ

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا۔ اسی وجہ سے وہ بڑے بڑے پاکبازوں پر فخر کرنے لگیں اور ان کا ٹھکانہ جنت الفردوس ہے۔
اے میرے دوست ! یہ کتنا معزز ٹھکانہ ہے۔

الحافظ ومیاطی لکھتے ہیں: میں نے ان کے بارے یہ اشعار لکھے ہیں:

اصبحت حلیمه تذدهی بمفاخر　　ما نا لها فی عصر اثنان
منها الکفالة والرضاع وصحبة　　والغایة القصوی رضا الرحمان

ترجمہ

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا ان مفاخر پر فخر کرنے لگیں ، جو ان کے زمانہ میں دو افراد بھی حاصل نہ کر سکے۔ وہ مفاخر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کفالت ، رضاعت اور صحابیت ہے۔ بلند مقصد رب تعالیٰ کی رضا ہے ، جو انہیں حاصل ہو گئی ۲

۱ سبل الہدیٰ والرشاد جلد اوّل، ص347
۲ السیرۃ النبویہ جلد اوّل سبل الہدیٰ والرشاد جلد اوّل، ص347

خدمتِ رضاعت کی برکتیں

خدمتِ رضاعت کی برکت سے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاندان کو جو سعادتیں نصیب ہوئیں، ان کا احاطہ ممکن نہیں۔ان کی تنگ دستی، خوشحالی میں بدل گئی۔قحط سالی کے باعث چارہ اور گھاس نہ ملنے کی وجہ سے سارے قبیلہ کے ریوڑ بھوک سے لاغر ونحیف ہو گئے تھے لیکن حضرت سعدیہ رضی اللہ عنہا کا ریوڑ خشک سالی کے باوجود شام کو لوٹتا تو ان کی کھیریوں (تھنوں) سے دودھ کی نہریں بہتیں۔مزید برآں اس خدمت کے عوض جو شہرتِ دوام ان کو میسر آئی وہ ہفت اقلیم کے کسی فرمانروا کو بھی نصیب نہ ہوئی۔ان جملہ نعمتوں کے علاوہ سب سے بڑی نعمت جو انہیں بخشی گئی تھی وہ ایمان کی نعمت تھی، جس نے ان کے دونوں جہاں سنوار دیے۔حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا سارا خاندان مشرف باسلام ہوا تھا۔حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ایمان کے بارے میں کتب حدیث وسیرت میں بہت سی روایات اور آثار موجود ہیں۔

حافظ ابو محمد المنذری نے مختصر سنن ابی داؤد میں لکھا ہے: حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا جو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی ماں تھی، وہ مسلمان تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیثیں روایت کیں۔[1]

حضرت حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرا ہاتھ نہیں چھوڑیں گے جب تک جنت میں داخل نہ کردیں

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے خاوند اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رضاعی باپ کا نام حارث رضی اللہ عنہ ہے۔ان کے ایمان لانے کا واقعہ ابن اسحاق نے یوں بیان کیا ہے کہ

1. سبل الہدیٰ والرشاد جلد 1، صفحہ 346

حضورﷺ پر نزولِ قرآن کے بعد حضرت حارث رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ آپ ﷺ کی ملاقات کے لیے آئے، قریش نے انہیں دیکھا اور کہا: اے حارث! تم نے سنا کہ تمہارا بیٹا کیا کہتا ہے؟ انہوں نے پوچھا: وہ کیا کہتے ہیں؟ کفار نے بتایا: وہ کہتا ہے کہ موت کے بعد ہمیں پھر اٹھایا جائے گا، اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ بنائے ہیں، نیک کاروں کو جنت میں اور بدکاروں کو دوزخ میں بھیجا جائے گا۔ اس نے قوم کے اتحاد کو پارا پارا کر دیا ہے۔ حارث حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میرے بیٹے! آپ کی قوم آپ کا شکوہ کیوں کرتی ہے؟ پھر قریش نے آپ ﷺ کے بارے میں جو کچھ کہا تھا اس نے اسے دہرایا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بے شک میں ایسا ہی کہتا ہوں۔ جب وہ دن آئے گا میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر آج کی گفتگو تمہیں یاد دلاؤں گا۔ آپ ﷺ کے ارشاد نے حارث کی آنکھیں کھول دیں، وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے اور اس کے بعد احکام الٰہی کی تعمیل کا حق ادا کر دیا۔ ایمان لانے کے بعد وہ اکثر کہا کرتے:

لَوْ قَدْ اَخَذَ ابْنِیْ بِیَدِیْ فَعَرَّفَنِیْ مَا قَالَ لَمْ
یُرْسِلْنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی حَتّٰی یُدْخِلَنِی الْجَنَّۃَ [1]

اگر میرے بیٹے نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے وہ گفتگو یاد دلائی تو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ میرا ہاتھ اس وقت تک نہ چھوڑے گا جب تک وہ مجھے جنت میں داخل نہ کر دے۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

[1] ضیاء النبی جلد 2، ص95 و دیگر کتب

حضرت شیما رضی اللہ عنہا بنت حارث رضی اللہ عنہ

نبیٔ مکرم کی کرتی تھیں خدمت
اسی میں میسر تھی ہر ایک راحت
شہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو جہاں کو کھلاتی تھی ہر دم
محبت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کرتی تھی پیہم
حلیمہ کی بیٹی حلیمہ کی پیاری
شہِ دو جہاں پہ تھی ہر آن واری
کھلاتی پلاتی تھی احمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی کو
دوام اس سے ہر آن تھا روشنی کو
حیات اس کی حب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روشن
اسی سے تھا مہکا عقیدت کا گلشن
تھا نام اس کا شیما رضی اللہ عنہا ، حلیمہ رضی اللہ عنہا کی دُختر
رضا اس پہ ہر آن لطفِ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو
لحد میں عطا اس کو لطفِ جلی ہو [1]

حضرت شیما رضی اللہ عنہا بنت حارث

باپ کا نام حارث بن عبدالعُزّٰی بن رفاعہ تھا، ماں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا تھیں، جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دایہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔

انیسہ اور خذامہ۔ خذامہ کا اصلی نام "الشیما" تھا لیکن خذامہ کے نام کا غلبہ اُن کے

[1] پروفیسر محمد اکرم رضا

اصلی نام پر ہو گیا، وہ اپنے خاندان میں خذامہ کے نام سے ہی پہچانی جاتی تھیں۔ مرقوم ہے کہ "الشیما" نے اپنی والدہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت و دیکھ بھال میں اہم ترین کردار ادا کیا۔

موقع کی مناسبت سے یہ واقعہ دل چسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جب ۸ھ میں غزوۂ حنین کے بعد قیدی بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کیے گئے، تو ان میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی ہمشیرہ الشیما بھی تھیں، انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں تو آپ کی بہن شیما ہوں۔ (اور مجھے قیدی بنالیا گیا ہے) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اُس کا ثبوت کیا ہے؟ تو شیما نے عرض کیا: جب آپ بچپنے میں بسلسلۂ رضاعت ہمارے گھر میں تشریف فرما ہوئے تھے اور میں آپ کو گود میں اُٹھایا کرتی تھی۔ ایک دن میں نے آپ کو تنگ کیا، تو آپ نے مجھے کاٹ لیا تھا۔ یہ کہہ کر شیما نے کاٹنے کا نشان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دکھایا، جسے دیکھتے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے پہچان لیا اور وہ واقعہ نظروں کے سامنے گھوم گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شدتِ جذبات میں اُن کے احترام کے لیے اُٹھ کر کھڑے ہو گئے، اپنے سرِ انور سے چادر مبارک اُتار کر زمین پر بچھادی اور حضرت شیما کو اُس پر بیٹھنے کا حکم دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی رضاعی والدہ کو یاد کر کے تادیر آنسو بہاتے رہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیما رضی اللہ عنہا سے فرمایا: تم جو چاہو مانگو میں تم کو دوں گا، تم جس کی سفارش کرو، میں قبول کروں گا۔ چنانچہ شیما نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اپنی قوم (بنو ہوازن) کے قیدیوں جن کی تعداد چھ ہزار تھی انہیں رہا کرنے کی سفارش کی، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

وہ سب کے سب قیدی رہا کر دیے۔ اللہ اکبر! کیا دنیا بھر میں کسی بھی انسان کی ایسی فیاضی، عظیم مہربانی اور وفا شعاری کی مثال پیش کی جا سکتی ہے؟ (نہیں ہر گز نہیں) اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیما سے فرمایا: اگر تم چاہو تو میرے پاس رہو، تمہیں انتہائی محبت و احترام حاصل رہے گا اور اگر تم اپنی قوم کے پاس رہنا چاہو، تو مجھے کوئی اعتراض نہیں؟ حضرت شیما نے عرض کیا: میں یہی چاہتی ہوں کہ اپنی قوم کے پاس واپس چلی جاؤں (کیونکہ میرا قبیلہ اور اعزاء واقرباء وہیں ہیں) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سا مال و دولت، اونٹ، بکریاں، مکحول نامی ایک غلام اور ایک کنیز عطا فرما کر پورے عزت و احترام سے اُن کو رخصت فرما دیا۔[1] بنو سعد کا خیال ہے کہ آپ نے ان کو غلام عطا کیا تھا، جس کا نام مکحول تھا اور ایک لونڈی بھی دی تھی۔ انہوں نے غلام اور اس لونڈی کی شادی کر دی تھی۔ ان کی نسل باقی رہی۔ ابو عمر نے اضافہ کیا ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت شیما رضی اللہ عنہا کو پھولدار کپڑا اور تین غلام اور لونڈیاں دی تھیں۔[2]

فائدہ

معلوم ہوا کہ کسی کی محبت یا احترام میں کھڑے ہو کر اس کا استقبال کرنا اور اکرام سے بٹھانا سنت نبوی علیہ السلام ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

1 خاندان مصطفیٰ ص 734 ناشر مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد 2 سبل الهدی والرشاد جلد اول، ص 343

حضرت شیمارضی اللہ عنہا کی لوریاں

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن وقتِ دوپہر آپ ﷺ کی تلاش میں نکلیں۔آپ ﷺ کو آپ کی رضاعی بہن شیماء کے پاس پایا وہ حضور ﷺ کو لوری دیتی ہوئی کہتی تھیں:

هٰذَا اَخٌ لِّیْ لَمْ تَلِدْهُ اُمِّیْ وَلَیْسَ مِنْ نَسْلِ اَبِیْ وَعَمِّیْ
فَاَنْمِهِ اللّٰهُمَّ فِیْمَنْ تُنْمِیْ

یہ میرے کریم بھائی ہیں، جن کو نہ تو میری امی نے جنم دیا ہے، نہ ہی میرے باپ اور چچا کی نسل سے ہیں۔مولا! اِن کو اُن بچوں کے مابین پروان چڑھا جنہیں تو اچھی پروان چڑھاتا ہے۔

حضرت شیماء رضی اللہ عنہا یہ اشعار گنگنا کر بھی آپ کو لوریاں دیتی تھیں:

یَا رَبَّنَا اَبْقِ لَنَا مُحَمَّدًا حَتّٰی اَرَاهُ یَافِعًا وَ اَمْرَدًا
ثُمَّ اَرَاهُ سَیِّدًا مَّسَوَّدًا وَاَكْبِتْ اَعَادِیْهِ مَعًا وَالْحُسَّدَا
وَاَعْطِهِ عِزًّا یَّدُوْمُ اَبَدًا

اے میرے رب! میرے بھائی محمد مصطفیٰ ﷺ کو ہمارے لیے سلامت رکھ حتیٰ کہ ہم آپ ﷺ کو جوان اور گبھرو دیکھیں۔حتیٰ کہ ہم آپ کو اپنی قوم کا ایسا سردار دیکھیں جن کی سب اطاعت کرتے ہوں۔ اے میرے مولا! ان کے دشمنوں اور حاسدوں کو ذلیل و رسوا فرما اور انہیں وہ عزت عطا فرما جو تا ابد باقی رہے۔

علامہ ازدی نے فرمایا ہے: اس معصوم بچی کی التجائیں رب تعالیٰ نے کس احسن

انداز سے قبول فرمائیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: اس شدید گرمی میں انہیں لے کر باہر آ گئی ہو؟ آپ کی رضاعی بہن نے کہا: میرے کریم بھائی کو گرمی نہیں لگتی۔ ایک بادل کا ٹکڑا ان پر سایہ فگن رہتا ہے۔ جب یہ ٹھہرتے ہیں تو وہ بھی ٹھہر جاتا ہے، جب یہ چلتے ہیں تو وہ بھی چلنے لگتا ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میری لخت جگر! سچ کہہ رہی ہو؟ اس نے کہا: ہاں!

وہ لوری دیتے وقت یہ اشعار بھی پڑھا کرتیں تھیں:

محمد خیر البشر — ممن مضی و من غبر
من حج او اعتمر — احسن من وجه القمر
من کل انثی و ذکر — من کل مبشوب اعز
جنبنی اللہ الغیر — فیہ اوضح لی الاثر

ترجمہ

"محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے ان انسانوں سے بہترین ہیں جو گزر چکے ہیں یا آئندہ آئیں گے۔ جنہوں نے حج یا عمرہ کیا۔ وہ چاند سے زیادہ خوبصورت ہیں۔ وہ ہر مذکر اور مونث سے اور ہر نوجوان اور روشن جبین سے خوبصورت ہیں۔ ان کی وجہ سے رب تعالیٰ مجھے حوادثاتِ زمانہ سے بچائے اور میرے لیے علامت واضح فرمائے" [1]

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھلاتے وقت جو لوری دیا کرتی تھیں اُس کا ترجمہ یوں ہے:

1. السیرۃ النبویہ جلد اوّل ص75 ناشر ضیا القرآن — سبل الہدیٰ والرشاد

اے خدا! اگر تو نے ان کو میرے سپرد کیا ہے، تو ان کی حسبِ طلب مدد فرما۔ انہیں علم و بزرگی کی بلندی اور ارتقا نصیب فرما۔ انہیں شیاطین اور اُن کے شر سے محفوظ رکھ، جیسا کہ ان کا حق ہے۔

پانچ برس تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قبیلہ بنوسعد میں حضرت حلیمہ کے سایۂ شفقت میں پرورش پائی، حتیٰ کہ واقعہ شق الصدر رونما ہوا۔ ایک روز حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے دو بچے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ باہر کھیلنے یا بکریاں چرانے گئے تھے دوڑتے ہوئے ان کے پاس آئے اور کہا: دو سفید پوش آدمی ہمارے قریشی بھائی کو پکڑ کر لے گئے اور قتل کر ڈالا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی جان ہی نکل گئی، میاں بیوی دونوں بے تابانہ اس طرف دوڑے۔ دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سلامت ہیں لیکن چہرۂ اقدس کی رنگت متغیّر ہے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گلے لگا لیا اور پوچھا: کیا ہوا تھا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: دو سفید پوش آدمی میرے پاس آئے، مجھے چت لٹا کر میرا سینہ چاک کیا۔ اس میں سے میرا دل نکالا اور پھر اس میں سے کوئی چیز نکال لی۔ پھر میرے دل کو سینے میں رکھ کر درست کر دیا"۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاوند یہ سارا واقعہ سن کر گھبرا گئے اور حیران و پریشان ہوئے کہ کہیں اس بچے کو شدید گزند ہی نہ پہنچ جائے۔ مشورہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ پہنچے۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عمر پانچ سال اور دو دن کی تھی۔ اُنہوں نے نہ چاہتے ہوئے بھی کونین کی سب سے قیمتی

دولت کو ان کی امی جان سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کیا۔ ساتھ ہی واقعہ شق الصدر بھی تفصیل سے بیان کیا۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے پُرسکون انداز میں فرمایا: تمہیں اندیشہ ہے کہ کوئی شیطان یا جن اس بچے کو گزند پہنچائے گا؟ ہرگز نہیں میرا بیٹا دنیا میں ایک عظیم الشان ہستی بننے والا ہے۔ یہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا اور خدا اس کی ہر حالت میں حفاظت کرے گا"۔

پھر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش سے پہلے کے اور پیدائش کے وقت کے چند معجزات بیان کئے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا دل تو نہیں چاہتا تھا لیکن اس نعمت کو ان کی والدہ ماجدہ کے سپرد کر کے واپس چلی آئیں۔ سردار قریش حضرت عبدالمطلب نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو اتنے انعام واکرام سے نوازا جس کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھیں۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے پھر ایک عرصہ بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس شان سے دیکھا جب ان کا اسلام عالمِ عرب کا مقدر بن چکا تھا اور اسلام کا پیغام عرب کے مرکز سے بلند ہو کر دوسرے علاقوں تک پہنچ رہا تھا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے لمبی زندگی پائی۔ شاید خدا نے ان کو اس بچے کا ظاہری عروج بھی دکھانا تھا، جس کی انہوں نے برسوں پرورش کی تھی۔ ابن سعد نے محمد بن منکدر کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، اُسے دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کھڑے ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لبوں پر جاری تھا: میری ماں! میری ماں! پھر آپ نے اپنی چادر بچھائی اور اس پر اس خاتون کو احترام سے بٹھایا۔ یہی حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے پہلے بھی حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو نوازتے رہے

تھے جب حضور ﷺ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنے علاقہ میں قحط سالی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے اُن کو چالیس بکریاں اور سامان سے لدا ہوا ایک اُونٹ عطا فرمایا۔ اس طرح ایک مرتبہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے ان کو کئی اُونٹنیاں مرحمت فرمائیں، جن کو لے کر وہ دعائیں دیتی ہوئی چلی گئیں۔ حضرت علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے پھر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں، تو انہوں نے بھی ان کے لیے اپنی چادر بچھا دی۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں تو انہوں نے بھی ان کے لیے اپنی چادر بچھا دی"۔ "اصابہ" میں رقم ہے کہ جب غزوۂ حنین کے بعد آپ ﷺ "جعرانہ" میں تشریف فرما تھے تو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ ﷺ نے چادر مبارک پر بٹھایا اور بے پناہ تکریم کی۔ بہر حال یہ امر طے ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کئی بار آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انعامات سے نوازی گئیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو اتنا نوازا کہ دوسرے بچوں کی پرورش کرنے والی کوئی خاتون ان نوازشات کا تصور بھی نہیں کرسکتی۔ [1]

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سند کے ساتھ حضرت عمرو بن سائب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ ایک دن حضور ﷺ تشریف فرما تھے۔ آپ کے رضاعی باپ حاضرِ خدمت ہو گئے، آپ ﷺ نے اپنی کچھ چادر ان کے لیے بچھا دی۔ پھر آپ کی رضاعی امی حاضرِ خدمت ہو گئیں، آپ ﷺ نے چادر کا دوسرا حصہ ان کے لیے بچھا دیا۔ پھر آپ کا رضاعی بھائی حاضر ہوا، تو آپ ﷺ نے اسے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ [1]

1. مثالی خواتین اسلام ص 238

محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سفید رنگ والی ماں کا فرزند ہے ان کی پرورش کالے رنگ والی ماں نے کی ہے

مادرِ مشفق کا سایہ تو اُٹھا لیا لیکن اس کے عوض ایک سیاہ فام اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کی گود عطا فرما دی۔ بے پایاں محبت، بے مثل خلوص اور انتھک خدمت کے جذبات نے اُمِ ایمن کو دوسری ماں کا درجہ دے دیا۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نامور خاندان بنی زہرہ کا گلِ سرسبد تھیں۔ ان کے دارِ فانی سے رخصت ہونے کے بعد اپنے محبوب کو ایک ایسی آغوش مرحمت فرمائی، جہاں بے پایاں محبت، بے مثل خلوص اور انتھک خدمت کے عمیق جذبات کے چشمے ابل رہے تھے جس نے اس معصوم دل کے درد و آلام کو بہت حد تک کم کر دیا۔ اس سیاہ فام کو تجویز کر کے یہ بتا دیا کہ انسانیت کی عالی قدریں صرف سفید فاموں کے لیے مخصوص نہیں بلکہ قدرت کی فیاضیاں یہ خصائلِ حمیدہ ان دلوں اور روحوں کو بھی ارزانی فرما دیتی ہیں، جن کی رنگت سیاہ ہے اور جو مُشک فام ہیں۔ اس لیے انسانیت کو رنگ و روپ کی کسوٹی پر مت پرکھو، ورنہ اکثر دھوکا کھا جاؤ گے، بلکہ ان کمالات اور خوبیوں سے جانچو، جو شرفِ انسانیت ہیں، جن میں عظمت و کرامت کا راز پوشیدہ ہے۔ خصوصاً وہ ہستی جس نے کالے اور گورے کے جھوٹے امتیازات کو ختم کرنا تھا، اسے دو ماؤں کی محبت عطا فرمائیں۔ اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے ایک صحابی کو کسی کو عار دلاتے ہوئے یہ سنا: یَا ابْنَ السَّوْدَآءِ اے کالی ماں کے بیٹے! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو یارائے ضبط نہ رہا۔ بڑے جوش اور غضب سے فرمایا:

لَقَدْ طَفَحَ الْكَيْلُ لَقَدْ طَفَحَ الْكَيْلُ لَقَدْ طَفَحَ الْكَيْلُ، لَيْسَ لِابْنِ الْبَيْضَآءِ عَلَى ابْنِ السَّوْدَآءِ فَضْلٌ اِلَّا بِالتَّقْوٰى فَمُحَمَّدٌ

ابْنُ الْبَيْضَاءِ حَضَنَتْهُ السَّوْدَاءُ فَكَانَ اِبْنًا لَّهُمَا مَعًا

"پیمانہ چھلک گیا، پیمانہ چھلک گیا، پیمانہ چھلک گیا۔ کسی سفید رنگ والی ماں کے بیٹے کو کسی سیاہ رنگ والی ماں کے بیٹے پر کوئی فضیلت نہیں بجز تقویٰ کے۔ پس محمد (فداہ ابی وامی) سفید رنگ والی ماں کا فرزند ہے، اس کی پرورش کالے رنگ والی ماں نے کی ہے۔ پس وہ ان دونوں کا بیک وقت بیٹا ہے"۔ [1]

حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا

شہِ ﷺ والا نے جن کو ماں کہا وہ اُمِ ایمنؓ تھیں
وقار و عظمتِ ایمان تھیں رحمت کا خِرمن تھیں
خِزاں کے ظلم سے ہرگز کبھی مُرجھا نہیں سکتا
اَبَد تک جو مہکتا ہی رہا ہے ایسا گلشن تھیں
جناب زید جیسے ضیغمِ اسلام کی زوجہ
رضائے مصطفےٰ سے جو مہکتا ہے وہ دامن تھیں
فدائے سرورِ کونین تھیں ہر آن ہر لمحہ
لٹائے روشنی عشقِ نبی کی ایسا خِرمن تھیں
نبی پاک پر واری تھیں بچپن سے وہ آخر تک
تصدّق اسمِ سلطانِ دو عالم پر ہمہ تن تھیں
زہے قسمت اُنہوں نے پرورش کی شاہِ والا کی
اسی خاطر سراپا محترم تھیں اور اَحسن تھیں

[1] ضیاالنبی جلد 2، ص97، خاتم النبیین امام محمد ابوزہرہ

مُحبّانِ نبی اُن کو ادب سے یاد کرتے تھے
رِضؔا اعدائے احمد کی وہ ہر حالت میں دشمن تھی

حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا

حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا کو کئی اعزازات حاصل ہیں۔ صحابیہ ہونے کا شرف بے پناہ عزت وتوقیر اور عظمت کا حامل ہے لیکن جس اعزاز پر آپ ہمیشہ فخر کرتی تھیں وہ یہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ کو امّی کہہ کر پکارا کرتے تھے، کیونکہ سیدہ آمنہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا (مادرِ رسولِ محترم) کے وصال کے بعد حضرت اُمِ ایمن نے آپ کی جی بھر کر خدمت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُن کو دیکھتے ہی فرمایا کرتے تھے: "اُمِّ ایمن میری رضی اللہ عنہا ماں ہیں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اُن کی طرف نظر کرتے تو فرماتے:

هٰذِهٖ بَقِيَّةُ اَهْلِ بَيْتِيْ

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ہر ممکن طریق سے خدمت کی تھی۔ اس لیے انہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بہت ناز تھا۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اکثر اُن کے مکان پر تشریف لے جاتے۔ ایک دفعہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے شربت پیش کیا آپ روزے سے تھے، اس لیے بہت ناراض ہوئیں مگر رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے صورتِ حال سے انہیں آگاہ کر کے امی امی کہہ کے منالیا۔

حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ سے مزاح بھی فرمالیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے آپ سے اُونٹ مانگا، کیونکہ ان کے پاس سواری کا

کوئی جانور نہیں تھا، تو آپ ﷺ نے مسکرا کر فرمایا: آپ کو اُونٹ کا بچہ پیش کر دیتا ہوں۔ انہوں نے قدرے خفگی سے کہا: یارسول اللہ! مجھے اُونٹ کا بچہ نہیں اُونٹ درکار ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: امی! آپ کو اُونٹ کا بچہ ہی ملے گا۔ مگر اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا مجھے بچے کی کیا ضرورت ہے، میں تو اُونٹ ہی لوں گی۔ اتنی دیر میں حضور ﷺ کا اشارا پا کر ایک غلام اُونٹ لے کر آیا اور اُس کی مہار اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کو تھما دی اور پھر فرمایا: امی ہر اُونٹ! اُونٹ کا بچہ ہی ہوتا ہے۔ حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا صورتحال کو سمجھ کر مسکرانے لگیں۔

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کا نام برکتہ تھا۔ والد کا نام ثعلبہ بن عمرو تھا جو حبش کے رہنے والے تھے۔ اُمِ ایمن حضور ﷺ کی ولادت سے پہلے سِن شعور کو پہنچ چکی تھیں اور بچپن سے حضور ﷺ کے والد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے ساتھ کنیز کے طور پر رہتی تھیں۔ حضرت عبداللہ فوت ہوئے تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت کرنے لگیں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت ہوئی تو آپ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی خدمت گیری پر مامور تھیں۔ حضور ﷺ ولادت کے بعد پانچ یا چھ برس تک حضرت حلیمہ سعدیہ کے پاس پرورش پاتے رہے۔ پھر انہوں نے آپ کو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا۔ کچھ عرصہ گزرا تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا، حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کے ہمراہ یثرب (مدینہ منورہ) تشریف لے گئیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا خاندان بنونجار کے ہاں مقیم ہوئیں، جو حضور کے دادا کا ننھال تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا نے مدینہ منورہ میں ایک مہینہ قیام کر کے اُمِ ایمن کے ساتھ واپسی کی ٹھان لی۔ مقام ابواء کے قریب

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا اچانک بیمار ہوگئیں اور دارِ فانی سے کوچ کر گئیں۔ آپ ﷺ کتنے بڑے صدمے سے دوچار ہوئے ہوں گے اور آپ نے اور اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے یہ صدمہ کیسے برداشت کیا ہوگا؟ خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے بڑے صبر وحوصلہ سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو وہیں سپردِ خاک کیا اور آپ ﷺ کو لے کر حضرت عبدالمطلب کے پاس حاضر ہوئیں، جنہوں نے آپ کو حضور علیہ السلام کی خدمت اور پرورش پر مامور کر دیا۔ جب آقا ومولا جوان ہوئے تو اُمّ ایمن وراثتہً بطورِ کنیز آپ کے حصے میں آئیں مگر آپ نے آزاد فرما دیا۔ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر عبید بن زید تھے جو یثرب کے خاندان حارث بن خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ عبید زمانۂ جاہلیت میں یثرب سے مکہ آکر مقیم ہوگئے تھے، یہیں اُن کا نکاح اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی بِعثت کے بعد وہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ مشرف باسلام ہوگئے تھے، کیونکہ بعض روایتوں میں ان کو صحابی اور انصاری بھی لکھا گیا ہے۔ نکاح کے کچھ عرصہ بعد عبید، اُمِ ایمن کو ساتھ لے کر یثرب چلے گئے۔ وہاں ان کے صلب سے مشہور صحابی حضرت ایمن پیدا ہوئے۔ عبید بیٹے کی ولادت کے بعد زیادہ عرصہ زندہ نہ رہے۔ انہوں نے ہجرت نبوی سے کئی سال قبل یثرب (مدینہ شریف) میں ہی وفات پائی۔

جناب عبید کی وفات کے بعد حضرت اُمِ ایمن اپنے خوردسال فرزند ایمن کو ساتھ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ نے اُن کی ہر طرح سے

دلجوئی فرمائی۔ایک دن صحابہ کرام کے مجمع میں آپ ﷺ فرمایا:

"اگر کوئی شخص جنت کی عورت سے عقد کرنا چاہے تو وہ اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا سے نکاح کرے" حضور ﷺ کا ارشاد سن کر آپ کے محبوب خاص حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے حضرت اُمِّ ایمن سے نکاح کرلیا۔ ۷ بعثت میں حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔اپنے جلیل القدر والد کی طرح انہیں بھی حب النبی بننے کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا ابتدائی دور ہی میں مسلمان ہوگئیں تھیں۔اس لیے آپ کو السابقون الاوّلون سے ہونے کا شرف حاصل ہے۔مکہ میں اس دور میں اسلام قبول کرنا اور اس کا اعلان کرنا ،خود کو مصائب کے حوالے کرنے کے مترادف تھا۔ جو مسلمان ہوجاتا اس پر ظلم وستم کے پہاڑ ٹوٹنے لگتے ۔ ایسا ہی بدترین سلوک حضرت امِ ایمن رضی اللہ عنہا کے ساتھ بھی ہونے لگا تو محبوبِ دو عالم ﷺ نے ۵ھ نبوی میں مسلمانوں کو حبشہ کی جانب ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔جب مدینہ منورہ میں امن وراحت سے زندگی بسر کرنے کے اسباب پیدا ہوگئے تو آقائے رحمت نے مسلمانوں کو مدینہ کی جانب ہجرت کرنے کا حکم دے دیا۔ابن سعد کے مطابق حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا بھی ایسے ہی مہاجرین میں شامل تھیں۔وہ چند سال حبش میں قیام کرنے کے بعد غزوۂ اُحد سے پہلے مدینہ منورہ آئیں لیکن حافظ ابن عبدالبر وطبرانی اور بلاذری نے لکھا ہے کہ وہ ہجرت نبوی کے وقت مکہ مکرمہ میں مقیم تھیں، چند ماہ بعد ان کے شوہر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ (جوان سے پہلے ہجرت کرکے مدینہ چلے گئے تھے) مکہ آئے اور اُمُّ المومنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اور

حضور ﷺ کی دو صاحبزادیوں حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اُمِ کلثوم رضی اللہ عنہا کے علاوہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا اور اپنے فرزند حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ کو بھی ساتھ مدینے لے گئے۔ غزوۂ اُحد ۳ ہجری کے وقت اگر چہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا رضی اللہ عنہا کافی معمر تھیں لیکن ان کے دل نے گوارا نہ کیا کہ گھر میں بیٹھی رہیں۔ چنانچہ وہ ان خواتین میں شامل ہو گئیں جو مجاہدین کو پانی پلاتی تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں تھیں۔ اُحد کے بعد وہ غزوہ خیبر میں شریک ہوئیں اور یہی خدمت انجام دی۔ بعض روایتوں میں ہے کہ ان کے صاحبزادے ایمن بھی اس جنگ میں اُن کے ساتھ شریک ہوئے اور بڑی بہادری سے لڑ کر شہید ہو گئے لیکن اکثر مؤرخین کے مطابق اُن کا نام غزوۂ اُحد کے شہدا میں نہیں ملتا۔ ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ آپ کی شہادت غزوۂ حنین میں ہوئی۔ جنگِ مَوتہ میں حضور ﷺ نے انہیں لشکرِ اسلام کا سالار بنا کر بھیجا، وہ کفار سے بڑی بہادری سے لڑے اور مردانہ وار لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضرت محمد ﷺ نے ان کی شہادت کے غم کو بہت محسوس کیا۔ اُمِ ایمن کو تسلی دی، حضور ﷺ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت اُسامہ بن زید سے بہت پیار کرتے تھے اور حِبّ رسول اللہ (رسول اللہ کے محبوب) مشہور رہے۔ آپ اپنے شہزادوں حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی طرح حضرت اُسامہ سے بھی خصوصی شفقت فرماتے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور نے ایک زانو پر امام حسین اور ایک پر اُسامہ کو بٹھا رکھا تھا اور فرما رہے تھے۔

اے اللہ! میں دونوں سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت فرما۔ [1]

[1] تذکارِ صحابیات ، مثالی خواتین اسلام

۱۰ھ آ پہنچا۔ حضور ﷺ کے وصال کے دن قریب آ رہے تھے، پھر بھی آپ نے جنگِ مَوتہ کا بدلہ لینے کے لیے ایک لشکر تیار فرمایا جس میں حضرت صدیقِ اکبر، حضرت عمر فاروق حضرت ابو عبیدہ بن الجراح اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ شامل تھے۔ حضورِ انور ﷺ کی رحمت نوازی نے اس لشکر کی قیادت حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کو عطا فرمائی۔ آپ نے لشکر کو الوداع کہا ہی تھا کہ آپ ﷺ کی علالت کی خبر عام ہوگئی۔

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا خاندانِ ہاشمی کے بہت سے مرد اور عورتوں کا وقتِ آخر دیکھ چکی تھیں۔ حضور ﷺ کی بیماری میں کچھ ایسی علامات پائیں کہ انہیں یقین ہوگیا کہ اب آپ ﷺ اس دارِ فانی سے پردہ فرما رہے ہیں۔ فوراً حضرت اُسامہ کے پیچھے آدمی دوڑایا کہ آپ ﷺ ہمیں داغِ مفارقت دے رہے ہیں۔ فوراً مدینہ آؤ۔ چنانچہ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ بعض دوست صحابہ کرام کے ہمراہ فوراً مقام جُرف سے مدینہ واپس آ گئے اور حضور کے وصال کے بعد آپ کی تجہیز و تکفین میں شریک ہوئے۔ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی رحلت سے سخت صدمہ پہنچا۔ فرطِ الم سے نڈھال ہوگئیں، ان کا رونا تھمتا ہی نہیں تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو ان کے پاس تشریف لے گئے اور تسلی دیتے ہوئے فرمایا: رسول اکرم ﷺ کے لیے خدا کے پاس بہتر چیز موجود ہے"۔ حضرت اُمِ ایمن نے جواب دیا: یہ تو معلوم ہے، روتی میں اس لیے ہوں کہ وحی الٰہی کا سلسلہ منقطع ہوگیا، یہ سن کر حضرت صدیق اور حضرت

عمر فاروق رضی اللہ عنہما پر رقت طاری ہوگئی اور دونوں رونے لگے۔

طبقاتِ ابن سعد میں ہے کہ لوگوں نے حضرت اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا کو سمجھایا تو کہنے لگیں "یہ تو میں جانتی تھی کہ رسول اللہ سے مفارقت ہوگئی لیکن رونا مجھے اس بات پر آتا ہے کہ اب وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا"۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس انصار کے دیے ہوئے بہت سے نخلستان تھے، جب بنوقریظہ اور بنونضیر پر غلبہ حاصل ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصار کو اُن کے نخلستان واپس کرنا شروع کیے اُن میں سے کچھ نخلستان حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بھی تھے، جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا کو عطا کر دیے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نخلستان حضرت انس رضی اللہ عنہ کو واپس لوٹائے اور وہ ان کا قبضہ لینے گئے تو حضرت اُمِّ ایمن اُن کے واپس دینے میں متردد ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ نے باغات سے دس گنا زیادہ عطا فرما کر اُمِّ ایمن کو راضی کیا۔ صاحبِ طبقات علامہ ابنِ سعد کا بیان ہے کہ حضرت عثمان ذوالنورین کے عہدِ خلافت میں کھجور کے درختوں کی قیمت بہت بڑھ گئی تھی۔ یہاں تک کہ ایک درخت ایک ہزار پر اُٹھتا تھا۔ اسی زمانہ میں ایک دن حضرت اُسامہ بن زید نے ایک درخت کی پیڑی کھوکھلی کر کے اس کا مغز نکالا۔ لوگوں نے حیران ہو کر پوچھا "یہ آپ کیا کر رہے ہیں کہ اتنے قیمتی درخت کو ضائع کرتے ہیں؟ حضرت اُسامہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

"میری ماں نے اس کی فرمائش کی تھی اور وہ جس چیز کا حکم دیتی ہیں، میں اس کی تعمیل کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں"۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت تک زندہ تھیں اور صحیح یہی ہے کہ انہیں کے دورِ خلافت میں انہوں نے بڑی طویل عمر کے بعد وفات پائی۔ ان سے چند حدیثیں بھی مروی ہیں۔ راویوں میں حضرت انس بن مالک، حنش بن عبداللہ اور ابو یزید مدنی رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔

زمانہ کہیں سے کہیں سفر کر جائے اور حالات کی گردشیں وقت کو چاہے جس طرف چاہیں لے جائیں۔ یہ امر طے شدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذات مبارک حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا کو بے پناہ عزیز تھی۔ اُنہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے وقت کاشانۂ عبداللہ میں دایہ کی خدمات انجام دی تھیں۔ ننھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو لوریاں دی تھیں۔ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ چلے گئے تو آپ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی شب و روز دل لگا کر خدمت کرتیں۔ ان کے خاوند حضرت عبداللہ وصال فرما چکے تھے۔ یہ حضرت آمنہ کی خوب دلجوئی کرتیں۔ حضرت عبدالمطلب بھی آپ کو بہت عزیز جانتے تھے۔ باوجودیکہ یہ کنیز تھیں انہیں ان کی خدمات اور عقیدت کی وجہ سے خاندان ہاشمی کا ایک فرد سمجھا جاتا تھا۔ جب حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو واپس اُن کی امی کے پاس چھوڑ گئیں تو آپ پھر سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر دل و جان سے نثار ہونے لگیں۔ حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نے نہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو گود وں کھلایا تھا اور آپ کی پرورش کی تھی بلکہ آپ کے والد، والدہ، چچا، دادا اور دوسرے بزرگوں کی آنکھیں بھی دیکھیں تھیں۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان کی محبت

میں کوئی کمی آنے نہیں دیتے تھے اور ان کی ہر فرمائش کو پورا فرمایا کرتے تھے۔

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا نہایت بہادر اور شیر دل خاتون تھیں۔ غزواتِ نبوی میں کئی بار لشکرِ اسلام کے ساتھ گئیں۔ آپ زخمیوں کو پانی پلاتیں اور مجروحین کی امداد کرتیں، دوسری چند صحابیات بھی ان معرکوں میں آپ کے ہمراہ ہوتیں۔

آپ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں اور بعض اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیغام کو دوسروں تک پہنچاتیں۔ چونکہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بے حد عزیز تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو امی کہہ کر پکارتے تھے، اس لئے دیگر صحابہ بھی آپ کی بہت زیادہ عزت کرتے۔ آپ کو جتنے خلفائے راشدین کا زمانہ میسر آیا، اُن سب نے آپ کو عزت وتوقیر سے نوازا۔ [1]

کرامت

کبھی پیاس نہیں لگی:

حضرت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب میں مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے روانہ ہوئی تو راستہ میں میرا کھانا پانی سب ختم ہو گیا اور میں جب مقام روحاء میں پہنچی تو پیاس کی شدت سے بے قرار ہو کر زمین پر لیٹ گئی، اتنے میں مجھے ایسا محسوس ہوا کہ میرے سر کے اُوپر کچھ آہٹ ہو رہی ہے، جب میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو یہ نظر آیا کہ ایک پانی سے بھرا ہوا چمکدار رسی میں بندھا ہوا آسمان سے زمین پر ایک ڈول اتر رہا ہے، میں نے لپک کر اس ڈول کو پکڑ لیا اور خوب جی بھر کر پانی پی لیا۔

1 مثالی خواتین اسلام

اس کے بعد میرا یہ حال ہے کہ مجھے کبھی پیاس نہیں لگی۔ میں سخت گرمیوں میں روزہ رکھتی ہوں ، روزہ کی حالت میں شدید چلچلاتی ہوئی اور دھوپ میں کعبہ مکرمہ کا طواف کرتی ہوں تا کہ مجھے پیاس لگ جائے لیکن اس کے باوجود مجھے کبھی پیاس نہیں لگتی ۔ [1]

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا کا ناز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پانی پیا اس وقت اُمِ ایمن رضی اللہ عنہا بھی آپ کے پاس تھیں۔ انہوں نے کہا: **یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم!** مجھے بھی پانی پلا دیجیے۔ تو میں نے اُمِ ایمن سے کہا: کیا یہ بات تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کہہ رہی ہو؟ (یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے خدمت لے رہی ہو) اس پر اُمِ ایمن نے کہا کیا میں نے اس سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت نہیں کی؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پر فرمایا: تم نے سچ کہا اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُن کو پانی پلایا (گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی ان کا بہت خیال فرماتے تھے اور انہیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر بے حد ناز تھا)۔ [2]

حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا

سرورِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر دو جہاں پر مثلِ مادر مہرباں
فاطمہ بنتِ اسد ، جانِ نبی تھیں بے گماں
سرورِ عالم کو ہر پل دیکھ کر جیتی تھیں وہ
سرورِ عالم کے سر پر نورِ حق کا سائباں

[1] حجتہ اللہ علی العالمین ج 2، ص 1375 ناشر مکتبہ نوریہ رضویہ لاہور
[2] سیرت حلبیہ جلد اوّل ص 179 ناشر دارالاشاعت کراچی

مثلِ بو طالب انہیں سلطانِ بطحا تھے عزیز
وہ کہ تھیں ہر حال میں شاہِ عرب کی ہم زباں
اُلفتِ احمد کا اک دریا تھا دل میں موجزن
شاہِ دو عالم بھی اُن کو مانتے تھے اپنی ماں
حیدرِ رضی اللہ عنہ کرار کی ماں فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ساس تھیں
اُن کے دل میں تھے عطا و جُود کے چشمے رواں
قبر میں اُن کی تھے لیٹے سرورِ کونین خود
تاکہ اُن پر ہر گھڑی ہو رحمتِ ربِّ جہاں
پیرہن اپنا دیا سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہرِ کفن
تاکہ جنت میں ہو اُن پر لطفِ خالق بے کراں
اے رضاؔ ہم خاکساروں کا اُنہیں پہنچے سلام
ہو بہار افزا لحد ان کی مثالِ گلستان

(محمد اکرم رضاؔ)

حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنتِ اسد کا شمار ان نامور اور معزز خواتین میں ہوتا ہے، جو اسلامی تاریخ کا وقار ہیں۔ آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حقیقی چچا حضرت ابو طالب کی بیوی تھیں۔ آپ ہمیشہ ہی سے نیک اور برگزیدہ خاتون تھیں اور مکہ کی معزز خواتین

میں عزت توقیر کی نگاہوں سے دیکھی جاتی تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ جب حضرت ابو طالب کی کفالت میں آئے تو حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا نے آپ کو چچا سے بھی بڑھ کر پیار دیا۔ حتیٰ کہ اپنی اولاد سے بڑھ کر عزیز جانتیں۔ سوتے جاگتے آپ ﷺ کا خیال رکھتیں، جب تمام بچوں کو کھلانے بیٹھتیں تو اوروں میں سے کسی کو کھانا کم ملتا ہو مگر پیارے محمد ﷺ کا احساس کرتے ہوئے آپ کو جی بھر کر کھانا کھلاتیں۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا کہ جب تک حضورِ اقدس ﷺ کھانا نہ کھالیتے دوسرے بچوں کو کھانا نہ دیتیں۔ آپ حضور ﷺ کے جدِّ امجد حضرت عبدالمطلب کی حقیقی بھتیجی تھیں آپ کے مراتب اور مناقب بے شمار ہیں۔ یہی کیا کم ہے کہ آپ رسولِ خدا کی انتہائی مشفق چچی، حیدرِ کرار حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ اور نبی کریم ﷺ سے بے پناہ پیار کرنے والے چچا حضرت ابو طالب کی بیوی تھیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے کبھی آپ کے پیار و اُلفت کو فراموش نہ کیا اور ہمیشہ انہیں میری امی! میری امی! کہہ کر خطاب فرماتے۔

آپ سردارِ قریش ہاشم بن عبد مناف کی پوتی اور حضرت عبدالمطلب کی بھتیجی اور بہو تھیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کی خوش دامن تھیں۔ حضرت فاطمہ کے والد اسد بن ہاشم، حضور ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کے سوتیلے بھائی تھے۔ اسد کی والدہ کا نام قیلہ بنتِ عامر تھا اور حضرت عبدالمطلب، سلمٰی بنتِ عمرو بن زید نجاری کے بطن سے تھیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے قریش کے معزز ترین گھرانے بنو ہاشم میں ہوش کی آنکھیں کھولی اور اسی میں

پروان چڑھیں ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بچپن ہی سے نہایت اعلیٰ اوصاف و خصائل کی مالک تھیں۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب کی نگاہِ گوہر شناس نے انہیں اپنی بہو بنانے کے لیے منتخب کر لیا اور اپنے فرزند عبدمناف (ابوطالب) سے اُن کا نکاح کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ان سے چار فرزند اور تین لڑکیاں عطا کیں۔ لڑکوں کے نام: طالب، عقیل، جعفر اور علی تھے اور لڑکیوں کے نام: ہانی (اصل نام باختلاف روایت فاختہ، ہند یا فاطمہ) جمانہ اور ربطہ تھے۔ علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے "استیعاب" میں لکھا ہے:

هی اول هاشمیه ولدت لهاشمی

یہ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جن سے ہاشمی اولاد پیدا ہوئی

کہا جاتا ہے کہ وہ شعر و شاعری میں بھی ادراک رکھتی تھیں۔ چنانچہ یہ شعر اُن سے منسوب ہے جو انہوں نے اپنے فرزند عقیل کے بارے میں کہا تھا:

انت تکون ساجد نبیل اذا تهب شمال بلیل

بعثت کے بعد رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوتِ حق کا آغاز فرمایا تو بنو ہاشم نے آپ کا سب سے زیادہ ساتھ دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فرزند حضرت علی کرم اللہ وجہہ تو دعوتِ حق پر لبیک کہنے والے اوّلین (لڑکے) تھے۔ خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ابتدائے دعوت میں سعادت اندوزِ اسلام ہو گئیں۔ کچھ عرصہ بعد اُن کے دوسرے فرزند جعفر رضی اللہ عنہ بھی پرستارانِ حق میں داخل ہو گئے۔ علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نے "اُسد الغابہ" میں لکھا ہے کہ ایک دن

رحمتِ عالم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشغولِ عبادت تھے۔ حضرت ابو طالب نے انہیں دیکھا تو حضرت جعفر سے فرمایا: بیٹا! تم بھی اپنے ابنِ عم ؑ کے ساتھ کھڑے ہو جاؤ"۔ جب حضرت ابو طالب نے وفات پائی تو نبی پاک ﷺ کے لیے رنج و آلام اور دکھوں کا پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ اتنے عزیز چچا جو ہمیشہ نبی کریم ﷺ کو اُن دشمنوں سے بچانے کے لیے سامنے آتے رہے اور کھل کر فرمایا کرتے تھے محمد (ﷺ) پر وار کرنے کے لیے پہلے مجھے اور آلِ ہاشم سے ٹکرانا پڑے گا۔ یہ محض الفاظ ہی نہیں تھے بلکہ حضرت ابو طالب کئی مرتبہ کفارِ مکہ کے سامنے ڈٹ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا: میری زندگی میں کوئی انہیں ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ یہ آپ ہی کا حوصلہ تھا فرمایا کرتے: اے بھتیجے! تم جو چاہو کرو، میں کسی دشمن کو تمہارے راستے میں نہیں آنے دوں گا۔ جب اتنے پیارے چچا کا وصال ہو گیا تو نبی کریم ﷺ کو سخت دھچکا لگا۔ ڈھارس بندھانے والی زوجہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بھی خالقِ حقیقی سے جا ملی تھیں۔ کفار کے حوصلے بڑھ گئے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ اب محمد (ﷺ) کو ستانے اور ایذا دینے کیلئے ان کے سامنے کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔ ایسے پُر آشوب دور میں آپ ﷺ کی چچی حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا نے آپ کی بہت ڈھارس بندھائی۔ کئی بار آپ کے دشمنوں کو کھل کر اُن کے منہ پر برا بھلا کہا اور فرمایا: تم کیا سمجھتے ہو کہ اُن کے پیارے چچا (ابو طالب) کے چلے جانے سے محمد (ﷺ) اکیلے رہ گئے ہیں؟ نہیں، واللہ نہیں اُن کا خدا اُن کے ساتھ ہے، میں ان کے ساتھ ہوں، آلِ ہاشم کی قوت و دلگیری اور عبد المطلب کی اولاد شجاعت و

جانثاری ان کے ساتھ ہے۔" آپ کی للکار کا خاطر خواہ اثر ہوا اور کئی مرتبہ قریشِ مکہ اپنی ریشہ دوانیوں سے باز آ گئے۔ حضرت ابو طالب اور حضرت فاطمہ، حضرت علی اور حضرت جعفر (رضی اللہ عنہم) کو رحمتِ عالم ﷺ سے والہانہ محبت تھی فی الحقیقت حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد حضرت ابو طالب اور ان کی اہلیہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جس خلوص اور دلسوزی کے ساتھ سرورِ کونین ﷺ کی سرپرستی کی اور نہایت نامساعد حالات میں بھی آپ کی حفاظت و حمایت میں جان کی بازی لگا دی، تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ بعثت کے بعد جب اہلِ حق پر مشرکین قریش کے مظالم انتہا کو پہنچ گئے تو سرورِ عالم ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کی اجازت دے دی۔ چنانچہ ۵ھ بعدِ بعثت اور ۶ھ بعثت میں مسلمانوں کے دو قافلے یکے بعد دیگرے ارضِ مکہ کو الوداع کہہ کر حبشہ چلے گئے۔ ان مہاجرین میں حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کے فرزندِ دلبند حضرت جعفر رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ان کے ساتھ ان کی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ ابن اسحاق بن عتبہ نے مغازی میں لکھا ہے کہ وہ دوسری ہجرت کے مہاجرین میں سے تھے۔ بہر صورت حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے بڑے صبر اور حوصلے کے ساتھ اپنے فرزند اور بہو کی جدائی برداشت کی۔

۷ نبوت میں مشرکینِ قریش نے فیصلہ کیا کہ جب تک بنو ہاشم اور بنو مطلب محمد ﷺ کو قتل کے لیے ان کے حوالے نہ کریں گے، کوئی شخص ان سے کسی قسم کا تعلق نہیں

رکھے گا، نہ ان کے پاس کوئی چیز فروخت کی جائے گی اور نہ ان سے رشتہ ناطہ کیا جائے گا۔ اس فیصلہ کو معرضِ تحریر میں لا کر ہر قبیلہ کے نمائندے نے دستخط کیے یا انگوٹھا لگایا اور اسے درِ کعبہ پر آویزاں کر دیا۔ حضرت ابو طالب کو اس معاہدہ کا علم ہوا تو وہ ہاشم اور ان کے بھائی مطلب کی تمام اولاد و احفاد کو ساتھ لے کر شعب ابی طالب میں پناہ گزین ہو گئے۔ صرف ابولہب اور اس کے زیرِ اثر چند ہاشمیوں نے مشرکین کا ساتھ دیا۔ بنو ہاشم اور بنو مطلب مسلسل تین برس تک شعب ابی طالب میں محصور رہے مگر اُن کے پائے اِستقلال میں لغزش نہ آئی، جب قریشِ مکہ کے اپنے معاہدے کو دیمک نے کھا لیا تو معاہدہ خود بخود اپنا وجود کھو بیٹھا اور مسلمان اپنے گھروں کو لوٹ آئے۔ اب کفار کی ریشہ دوانیوں نے نئے نئے رنگ اختیار کیے۔ مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جانے لگے۔ مسلمانوں کے لیے گھروں میں نماز پڑھنا بھی مشکل ہو گیا اور ان کا راستہ روکا جانے لگا۔ حتیٰ کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شدید مصائب و آلام کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ مسلمان کا جذبۂ ایمانی تھا کہ وہ ہر دکھ کو برداشت کر کے بھی سمجھتے تھے، یہ عینِ راحت ہے کیونکہ انہوں نے یہ آلام راہِ خداوندی میں خوشنودی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خاطر برداشت کیے تھے۔ جب مسلمانوں پر کفار کے مظالم حد سے بڑھنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو حبشہ کی جانب ہجرت کا حکم دیا، کیونکہ وہاں کا عیسائی حکمران نجاشی (جو بعد میں مسلمان ہو گیا) مسلمانوں کے لیے نرم گوشہ رکھتا تھا۔ اس ضمن میں حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا کے صاحبزادوں کو بھی ہجرت کے مراحل طے کرنے پڑے۔ حبشہ کی ہجرت

کے بعد مدینہ طیبہ کی جانب ہجرت کا مرحلہ آیا۔ حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا حبشہ تو نہیں گئی تھیں مگر اب مدینہ کا سفر اُن کا انتظار کر رہا تھا۔" جب عام مسلمانوں کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم ملا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی ہجرت کر کے مدینہ تشریف لے گئیں۔ ہجرت کے موقع پر اُن کے لختِ جگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنے بستر پر سلا کر سفرِ ہجرت پر روانہ ہوئے۔ ہجرت نبوی کے دو یا تین سال بعد حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا کے فرزند دلبند حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا نکاح رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لخت جگر حضرت فاطمۃ الزہرا بتول رضی اللہ عنہا سے ہوا۔ اس موقع پر زوجِ بتول رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ ماجدہ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

كفى بنت رسول الله سقاية الماء والذهب
فى الحاجة و يكفك الداخل لطحن و العجن

فاطمہ بنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آتی ہیں، میں پانی بھروں گا، باہر کا کام کروں گا، چکی پیسنے اور آٹا گوندھنے میں ان کی مدد کروں گا

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی۔ آپ اکثر اُن سے ملنے کے لیے تشریف لے جاتے اور اُن کے گھر آرام فرماتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی بار اُن کی شفقت، شرافت اور خصائلِ حمیدہ کی تحسین فرمائی۔ دُرِ منثور میں ہے: یہی فاطمہ ہیں جن کے فضائل و مناقب کتبِ سیر میں مذکور ہیں۔ مدینہ طیبہ میں آنے کے چار یا پانچ سال بعد حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا انتقال فرما

گئیں۔ یہ ایسی خبر تھی جس کو حضرت رسولِ اقدس ﷺ نے بڑے رنج والم سے سنا اُنہیں ایسے محسوس ہوا ایک مرتبہ پھر یتیم ہو گئے ہوں۔آپ کی چشمانِ اقدس سے آنسوؤں کے دھارے پھوٹنے لگے۔دل میں سیدہ فاطمہ بنتِ اسد کی یاد جلوہ گر ہونے لگی۔اُن کی محبتوں کی چاندنی جگمگانے لگی۔آپ کے فکر ونظر نے اس موت کو شدت سے محسوس کیا۔ بلاتاخیر حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا کے گھر روانہ ہو گئے اور موت کی آغوش میں جانے والی اس خاتونِ محترم کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اے میری ماں! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے آپ میری ماں کے بعد ماں تھیں، آپ خود بھوکی رہتی تھیں مگر مجھے کھلاتی تھیں، آپ کو خود لباس کی ضرورت ہوتی تھی لیکن آپ مجھے پہناتی تھیں"۔آپ سرہانے بیٹھ کر مرحومہ کے اوصاف گنتے رہے، جب غسل کا پانی تیار ہو گیا تو فرمایا: تین تین بار غسل دو مقصود یہ تھا کہ ہر عضو تین تین بار دھویا جائے۔ آخر میں اپنے دستِ مبارک سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو کافور لگایا اور اپنا قمیص عطا فرمایا کہ یہ پہنا کر اوپر باقی کفن لپیٹا جائے:

انی البستها لتلبس من ثياب الجنة واضطجعت
فی قبرها لاخفف عنها عن ضغطه القبر

(مسند الفردوس، دیلمی)

ہم نے اپنا قمیص اس لیے پہنایا ہے تاکہ انہیں جنت کا لباس پہنایا جائے اور ان کی قبر میں اس لیے لیٹے ہیں تاکہ قبر کی تنگی اور سختی کو ان سے دور کر دیں۔قبر تیار کرنے کے لیے آپ نے حضرت عمر فاروق، ابوایوب انصاری، اُسامہ بن زید اور ایک

حبشی غلام رضی اللہ عنہم کو مقرر فرمایا۔ جب قبر تیار ہوگئی، تو معائنہ کے لیے خود تشریف لے گئے۔ خاص اپنے ہاتھ سے بھی قبر کھودی، لحد تیار کی اور مٹی باہر نکالی۔ جب لحد مکمل ہوگئی تو اسے وہ شرف بخشا جس کی خاطر ہر مومن موت کو گلے سے لگانے کے لیے بھی تیار ہو سکتا ہے اور اس انمول عزت کے حصول کے لیے مرنا گوارا کر سکتا ہے وہ یہ کہ محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، بذاتِ خود اس لحد کے اندر لیٹ گئے اور وہ تاریخی دعا کی جس پر زمین و آسمان حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ محترمہ کی خوش قسمتی، نیک بختی اور قابلِ فخر سعادت پر ہمیشہ رشک کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ سے دعا مانگنا

الحمد للہ الذی یحیی و یمیت وھو حی لا یموت
اغفر لا می فاطمة بنت اسد و لقنھا حجتھا
و وسع علیھا مدخلھا بحق نبیك والا نبیاء[1]
الذین من قبلی فانك ارحم الراحمین

[1] اسلام میں وسیلے کا تصور ص 102
〃 المعجم الکبیر جلد 24 ص 352 مطبوعہ داراحیاء التراث العربی بیروت
〃 حلیۃ الاولیاء جلد 3 ص 143 مطبوعہ ملتان
〃 وفاء الوفاء جلد 4 ص 195 مطبوعہ ایضا
〃 جواہر البحار جلد 4 ص 48 مطبوعہ ایضا
〃 شواہد الحق ص 115 مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
〃 جذب القلوب ص 176 مطبوعہ نوری بک ڈپو لاہور
〃 سبل الھدیٰ والرشاد جلد 11

تمام تعریفات اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جو زندگی بخشتا اور موت دیتا ہے۔ وہ زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا۔ اے اللہ! میری امی جان فاطمہ بنتِ اسد کو بخش دے، قبر میں منکر نکیر کو جواب دینے کی توفیق عطا فرما۔ قبر کشادہ کردے اپنے نبی اور جو ہم سے پہلے انبیاء کرام گزرے ہیں، ان کے وسیلہ سے۔ بیشک تو سب سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے وفات سے پہلے خود حضور ﷺ سے اس کرم فرمائی کی درخواست کی تھی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس موقعہ پر یہ بھی ارشاد فرمایا:

کس قدر سعید قسمت ہیں حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا کہ جنہیں حضور نے اپنے لباس مبارک کا کفن عطا فرمایا، جس کے جسم سے ہمیشہ کے لیے حضور اقدس ﷺ کا لباسِ اطہر مس ہو جائے اس کے مقام و مرتبہ کا کیا کہنا۔ یہ سعید بختی ہمیشہ وقت کا اعزاز بنی رہے گی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی چچی کی قبرِ اطہر میں پہلے خود لیٹے، قبر کی زمین پہلے حضور ﷺ کے وجودِ پاک سے مس ہوئی اور پھر یہ بہشتی گوشۂ لحد حضرت فاطمہ بنتِ اسد رضی اللہ عنہا کا مقدر بنا۔

زہے تیرا اعزاز اے فاطمہ
شہِ دیں کی ہم راز اے فاطمہ
تری زندگی تھی محمد پہ واری
تھی آقا کی دم ساز اے فاطمہ

نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی برکتیں

رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام پاک کی برکتیں اور کمالات

بِسمِ اللهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيمِ اَلحَمدُ لِلهِ الَّذى ارسل رَسوله بالهُدىٰ و دين الحق و جعله رَحمَة للعٰلمين صلى الله عليه وآبائهٖ ووالديهٖ وَعلىٰ آلهٖ واصحابهٖ اَجمَعِين اَمَّا بَعد !

سید العلمین شفیع المذنبین اکرم الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام نامی اسم گرامی کے بیشمار اوران گنت کمالات اور رحمتیں ہیں، صرف برکت حاصل کرنے کے لیے چند سطریں سپردِ قلم کی جارہی ہیں ورنہ کون ہے جو کہ شاہِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام پاک کی برکتوں اور عظمتوں کو گن سکے۔ اقول وباللہ التوفیق

رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام مبارک محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے نازل فرمایا ہے۔ چنانچہ جانِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب چھ ماہ گزر گئے تو خواب میں کوئی آنے والا آیا، اوراس نے کہا:

اِنَّكِ حَمَلتِ بِخَيرِ العٰلَمِينَ فَاِذَا وَلَدتِّهٖ فَسَمِّيهِ مُحَمَّدًا [1]

یعنی اے آمنہ تیرے شکم پاک میں وہ ہے جو سارے جہانوں سے افضل واعلیٰ ہے اور جب اس کی ولادت ہو تو اس کا نام محمد رکھیں۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّم وَبَارِك عَلَى النَّبِيِّ الكَرِيمِ وَعَلىٰ آلِهٖ وَاَصحَابِهٖ اَجمَعِينَ

جب یہ ثابت ہو گیا کہ یہ نام پاک اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے آسمانوں سے نازل

کیا ہے، تو معلوم ہوا کہ یہ نامِ پاک بڑی ہی عظمت والا اور برکت والا ہے۔

هزار بار بشویم دهن زمشك و گلاب
هنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبیست

اسمِ شریف محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور قرآن مجید

قرآن مجید بُرھانِ رشید میں رب ذوالجلال نے چار مقامات پر ہمارے محبوب علیہ السلام کا تذکرہ اس اسمِ شریف کے ساتھ کیا ہے ورنہ تو پورا قرآن مجید اول سے لے کر آخر تک مختلف حوالوں سے ہمارے محبوب علیہ السلام کی ایک نعت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مختلف اوصاف، القاب اور اسماء قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اسمِ گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو (سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۴۴) میں رب ذوالجلال نے یوں ذکر کیا ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہیں ہیں مگر اللہ کے رسول اور آپ سے پہلے متعدد رسل دنیا میں آ کے تشریف لے جا چکے تھے۔"

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ سَيِّدِ الْاَبْرَارِ وَعَلٰى وَالِدَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقَرَارْ

(۱) مواہب اللدنیہ ۱۲۴

آیت نمبر۲

خالق کائنات جل جلالہ کا فرمان ہے

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ [1]

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام میں سے آخری نبی ہیں۔

آیت نمبر۳

خالق کائنات جل جلالہ نے یوں بھی تذکرہ کیا ہے

وَّاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّھُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّھِمْ [2]

وہ لوگ ایمان لائے اس چیز پر جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر نازل کی گئی ہے۔
یعنی قرآن مجید وہ ان کے رب کے پاس سے حق ہے۔
یہ پوری سورۃ ہی ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسم شریف پر ہے اس کو سورۂ محمد کہا جاتا ہے۔

آیت نمبر۴

خالق کائنات جل جلالہ نے اس اسمِ شریف کا ذکر کیا ہے

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ [3]

① القرآن احزاب ۴۰ ② القرآن محمد ۲ ③ القرآن الفتح ۲۹

"حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت ہیں اور آپس میں بڑے نرم دل ہیں۔"

اسمِ محمد ﷺ حدیث شریف کی روشنی میں

قرآن مجید بُرھان رشید میں جیسے اسم شریف کا متعدد بار تذکرہ ہوا۔ اسی طرح حدیثِ نبوی ﷺ میں اس کی مختلف حیثیات کو بیان کیا گیا ہے بلکہ سید عالم ﷺ نے اپنی مقدس زبان سے اپنا تعارف کرواتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے اپنے چند اسماء کا جب ذکر کیا تو ان میں بطورِ خاص اس اسم شریف کا بھی تذکرہ فرمایا ہے۔ بخاری شریف اور مسلم شریف میں یہ حدیث شریف موجود ہے، حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقُوْلُ

"میں نے نبی اکرم ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے۔"

ان لی اسماء

میرے کئی نام ہیں۔

اَنَا مُحَمَّدٌ وَاَنَا اَحْمَدُ وَاَنَا الْمَاحِی الَّذِیْ یَمْحُوااللّٰهُ بِیَ الْکُفْرَ

"میں محمد ﷺ ہوں، میں احمد ﷺ ہوں اور میں ماحی ﷺ ہوں۔ ماحی سے مراد وہ ذات ہے جنہیں بھیج کر اللہ نے کفر کو مٹایا ہے۔" [1]

ماحی کا معنی ہے مٹانے والا، تو مجھے رب ذوالجلال نے کفر مٹانے کے لیے بھیجا ہے۔

[1] مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۵

وَاَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیَ

''میں حاشر ہوں کہ سارے لوگوں کا حشر میرے قدموں پہ ہوگا''۔ یعنی پہلے میں اٹھوں گا، میرے پیچھے پیچھے میدان حشر میں سارے اٹھیں گے۔

وانا العاقب ''اور میں عاقب ہوں''۔

میرا نام عاقب ہے اور عاقب کا معنی خود بیان کیا ہے۔

اَلَّذِیْ لَیْسَ بَعْدَہٗ نَبِیٌّ

''عاقب وہ ذات ہے کہ جس کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا''۔

مجھے میرے رب نے عاقب کا اسم گرامی عطا فرمایا ہے۔ تو اس جگہ اسماء میں سے پہلے نمبر پر سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنا اسم شریف **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح بیان کیا:

اَنَا مُحَمَّدٌ ''میں **محمد** صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء مبارکہ

سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماءِ مبارکہ کے بارے میں بڑی حسین بحث تعداد کے لحاظ سے بھی موجود ہے۔ یہ حدیث جو ہم نے ابھی نقل کی ہے نے ابھی پڑھی۔ اس کی جو بعض روایات میں لفظ خمسہ موجود ہے کہ میرے پانچ نام ہیں۔ پانچ نام بطور خاص یا تو اس لیے بیان کیے کہ جو رب کائنات نے اپنی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام رکھے ان کا ذکر پانچ کے لحاظ سے کیا۔ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے طور پر بیان کیے اور ان اوصاف کے لحاظ سے جو آپ میں جامعیت موجود ہے وہ اس سے علاوہ ہیں یا جس طرح ہم نے جو بخاری شریف کی روایت نقل کی ہے، اس میں

خمس موجود نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو دیگر زائد اسماء ہیں۔
خمس سے اس کی نفی مقصود نہیں۔ یہ صرف پانچ نام ایک ہی مناسبت کے تھے اس لیئے ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکٹھا بیان کر دیا ہے اور اس سے پانچ سے زائد کی نفی مقصود نہیں ہے۔ اس واسطے سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ننانوے اَسماءِ مبارکہ وہ قرآن و سنت کے اندر تفصیل کے ساتھ موجود ہیں۔ بلکہ مواہب اللدنیہ کے اندر تفصیل سے چار سو سے زائد اسماء مبارکہ کا حروفِ تہجی کے اعتبار سے تذکرہ موجود ہے۔ یعنی صرف گنتی ہی نہیں بیان کی گئی بلکہ با قائدہ چار سو سے زائد اسماء کا حروفِ تہجی کی ترتیب سے مواہب اللدنیہ میں تذکرہ موجود ہے۔ قاضی ابوبکر بن عربی کی جو تفسیر احکام القرآن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک ہزار اسماء کا قول نقل کیا ہے
کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء مبارکہ کی تعداد ایک ہزار ہے لیکن نسیم الریاض میں امام شہاب الدین خفاجی نے ابن فارس کا یہ قول بیان کیا ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو ہزار دو سو اسمائے مبارکہ ہیں۔

قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شفاء شریف میں یہ بات اہتمام سے نقل کی ہے کہ رب ذوالجلال نے اپنے اسماء میں سے ۳۳، اسماء اپنے محبوب ﷺ کو عطا فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء مبارکہ میں سے ۳۳ سیدِ عالم، نورِ مجسم، شفیع معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیے گئے ہیں۔ ان ۳۳ اسماء کا قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شفاء شریف میں ذکر کیا ہے اور نسیم الریاض میں امام شہاب الدین خفاجی نے ان کی شرح کو بیان کیا ہے۔

ایسے ہی خصائص کبریٰ میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان ۳۴۳ اسماء کا ذکر کیا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے بھی ہیں اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی ہیں۔ خالقِ کائنات کے وہ اسماء مبارکہ حقیقی طور پر ہیں اور وہی اسماء مبارکہ رب ذوالجلال نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عظیم مقام کو ظاہر کرنے کے لیے آپ کو بھی عطا فرمائے ہیں۔

اَسماءِ توقیفی

جس وقت اسماء کی بحث ہوتی ہے تو اس میں یہ قول نسیم الریاض میں موجود ہے اس کو بھی سامنے رکھنا چاہیے کہ ہمارے محبوب علیہ السلام کے اسماء بھی توقیفی ہیں جس طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء توقیفی ہیں جو شریعت میں آ گئے ہیں ہم اپنی طرف سے نام تجویز نہیں کر سکتے ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسماء بھی توقیفی ہیں لیکن توقیفی ہونے کا معنی یہ ہے کہ یا تو وہ اسماء جو ربِ ذوالجلال نے آپ کے بتائے ہیں وہ لیے جائیں یا وہ اسماء جو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان کیے یا پھر وہ اسم گرامی جو آپ کے دادا جان نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تجویز کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ تو توقیفی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بندہ اپنی طرف سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی تجویز نہیں کر سکتا۔ تاہم اوصاف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مناقب اور فضائل کو مختلف الفاظ میں بیان کیا جا سکتا ہے۔

اسم شریف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حمد سے مشتق ہونا

اسم شریف محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو کہ رسول اللہ کے تمام اسماءِ گرامی میں سے ایک خاص اسم شریف ہے، یہ حمد سے مشتق ہے۔

محمد ﷺ کا لغوی معنی امام سہیلی نے اپنی تصنیف روض الانف جو سیرت ابن ہشام کی شرح ہے، میں انہوں نے اس سلسلہ میں یہ کہا ہے:

فَالْمُحَمَّدُ فِی اللُّغَةِ هُوَ الَّذِیْ یُحْمَدُ حَمْدًا بَعْدَ حَمْدٍ ۱

''لغت میں محمد ﷺ اس ذات کو کہتے ہیں جن کی ہر وقت تعریف کی جائے، جن کی حمد کا سلسلہ ہر وقت جاری رہے۔'' ہر وقت جن کے فضائل بیان ہوتے رہیں ہر وقت جن کی شان کا تذکرہ ہوتا رہے، اس ذات کو محمد ﷺ کہتے ہیں۔ یہ گرائمر کے لحاظ سے مفعّل کا وزن ہے اور مفعّل کے وزن پر جو لفظ آتا ہے،

اس میں اس کے مادہ اشتقاقی یعنی Origin کا تکرار پایا جاتا ہے

مثال کے طور پر ہم لفظ مکرم بولتے ہیں تو مکرم وہ ہوگا کہ جس کی بار بار تکریم کی جائے بار بار جس کی عزت کی جائے، توقیر کی جائے تو اس لحاظ سے محمد ﷺ چونکہ مفعّل کے وزن پر ہے تو اس کی تعریف یہ ہوئی: یُحْمَدُ حَمْدًا بَعْدَ حَمْدٍ کہ جس ذات کی لمحہ بہ لمحہ ہر وقت تعریف و توصیف کی جا رہی ہو۔ اس کا دوسرا معنی نضرۃ النعیم میں بیان کیا گیا:

اَلَّذِیْ یَسْتَحِقُّ اَنْ یُّحْمَدَ مَرَّةً بَعْدَ اُخْرٰی ۲

محمد ﷺ اس ذات کو کہتے ہیں کہ جس کا یہ حق ہے کہ ان کا ہر وقت ذکر خیر جاری

۱ روض الانف ۱/۱۸۲، القرآن ۲ نضرۃ النعیم ۱/۲۳۵۴، القرآن

رہے اور ہر وقت ان کی تعریف ہوتی رہے۔ ایسی ذات کو لغت کے لحاظ سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کہا جاتا ہے۔ یہ اسم شریف ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے ناموں سے منفرد نام ہے۔ رب ذوالجلال نے کسی پیغمبر کا نام ایسا نہیں رکھا کہ جس کے نام کو اللہ نے اپنے نام سے مشتق کیا ہو، جس کے نام کو اپنے نام سے بنایا ہو۔ یہ ہمارے محبوب علیہ السلام ہی ہیں کہ رب ذوالجلال کا اپنا نام محمود بھی حمد سے بنا ہے۔ خالقِ کائنات جل جلالہ نے اپنے محبوب علیہ السلام کا نام بھی حمد سے مشتق کیا، یعنی دونوں کا Origin ایک ہے، مادہ اشتقاق ایک ہے۔ محبوب علیہ السلام کو رب ذوالجلال نے وہ اسم مبارک عطا کیا ہے جس کو حمد سے بنا کر خالق کائنات جل جلالہ نے بیک وقت ایک ہی نام کے اندر اپنے محبوب علیہ السلام کو کروڑ ہا صفات دینے کا اعلان فرمایا ہے۔ چونکہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب حمد سے بنا ہے تو حمد کی defination بھی کرنی چاہیے تو حمد عربی میں کہتے ہیں :

هُوَ الثَّنَاءُ بِاللِّسَانِ عَلَى الْجَمِيلِ الْاِخْتِيَارِيِّ نِعْمَةً كَانَ اَوْ غَيْرَهَا

یعنی جس کی حمد کی جائے وہ محمود ہوگا۔ حمد تب ہوگی کہ جس خوبی پر حمد کر رہے ہیں وہ اس کے اختیار میں ہو۔ اگر اس کے اختیار میں نہ ہو تو اس کو حمد نہیں کہتے۔ اس کو عربی زبان میں مدح کہتے ہیں۔ یعنی مدح عام ہے، جس کی مدح کی جا رہی ہے وہ صفت اس کے اختیار میں ہو یا اختیار میں نہ ہو لیکن حمد کا عربی زبان میں اطلاق اس لحاظ سے ہوگا کہ جس خوبی پر کسی کی حمد کی جا رہی ہے، وہ خوبی محمود کے اختیار میں ہو ورنہ اس کو حمد نہیں کہہ سکیں گے۔ تو اب حمد کا یہ مطلب ہوا کہ زبان

کے ساتھ تعریف ہو، جس خوبی کی بنیاد پر ذات کی تعریف کی جارہی ہے اور وہ خوبی اس ذات کے اختیار میں ہو۔ آگے تعریف کرنے والے پر اس ذات کا کوئی کرم ہوا ہو یا نہ ہوا ہو، اس کی طرف سے کوئی انعام ہوا ہو یا نہ ہو، اس کو حمد کہا جاتا ہے۔ اگر انعام کے جواب میں تعریف کی جائے تو پھر اس کو شکر کہا جاتا ہے اور انعام ہو یا نہ ہو۔ کسی ذات کی تعریف کی جائے اور جس وصف پر تعریف کی جارہی ہے وہ وصف اس ذات کے اختیار میں ہو تو ایسی تعریف کو عربی زبان میں حمد کہا جاتا ہے۔ ہمارے اردو ادب میں حمد اور نعت کا ایک تصور ہے، اس کا عربی زبان کی اس تعریف سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم اس زبان کی بات کر رہے ہیں جس میں قرآن نازل ہوا ہے۔ لہٰذا اس اعتبار سے یہ تعریف ہے۔

هُوَ الثَّنَاءُ بِاللِّسَانِ عَلَى الْجَمِيلِ الْاِخْتِيَارِيِّ نِعْمَةً كَانَ اَوْ غَيْرَهَا

تو اب اس بنیاد پر جس وقت ہم یہ کہتے ہیں محمد ﷺ ہمارے محبوب کا اسم شریف ہے، اس کا یہ مطلب ہے کہ ہر لمحہ آپ ﷺ کی تعریف کی جاتی ہے۔ تو ماننا پڑے گا کہ رب ذوالجلال کی طرف سے آپ کو ایسے فضائل دیے گئے ہیں، ایسے کمالات دیے گئے ہیں، ایسی خوبیاں دی گئیں ہیں یا اتنی دی گئیں ہیں کہ گننے والوں سے ختم نہ ہو سکیں اور وہ بار بار گنتے ہیں، گنتی کا تکرار کرتے ہیں، دوبارہ ذکر کرتے ہیں، سہ بار ذکر کرتے ہیں، جس جہت سے بھی لو تو کمال موجود ہے۔ اگر کوئی دہراتے ہیں تو پھر یہ کمال ہے کہ خوبیوں کے اندر اتنی لذت ہے کہ انسان کبھی اکتاتا نہیں ہے، جب بھی ذکر کرتا ہے نئی لذت ملتی ہے، نئی مٹھاس ملتی، نئی چاہت ملتی

ہے، تو اس واسطے ہم میٹھا میٹھا سمجھ کر کے اس نام کا تذکرہ کرتے ہیں کہ اس کی جتنی بھی صورتیں بیان کی جاتی ہیں وہ کبھی پرانی نہیں ہوتیں انکی چمک ماند نہیں پڑتی اور ان سے دل اکتاتا نہیں ہے۔ جب بھی ان کی عظمتوں کا ذکر ہوتا ہے تو دل میں ایک نئی مٹھاس اور نئی لذت حاصل ہوتی ہے۔ دوسری طرف یہ ماننا پڑے گا کہ وہ شانیں اتنی ہیں جن کو ہم بیان کریں تو ختم نہیں ہوتیں، اس واسطے یہ ذات مستحق ہے کہ انکو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہا جائے اور پھر رب ذوالجلال کا ان پر کتنا کرم ہے کہ انہیں اتنی صفتیں دے دی ہیں کہ یہ محمود ہیں ان کی حمد کی گئی ہے۔

کس کی طرف سے؟ اللہ کی طرف سے بھی، اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کی طرف سے بھی، تمام انبیاء کرام کی طرف سے بھی، اہلِ سمٰوٰت کی طرف سے بھی، اور اہلِ ارض کی طرف سے بھی اور سب کی طرف سے حمد ہو رہی ہے۔ پھر ان کی صفات میں مسلسل ایک نیا انداز سامنے آ رہا ہے جس کو فاضل بریلوی رحمتہ اللہ علیہ یوں بیان کرتے ہیں:

تیرے تو وصف عیب تناہی سے ہیں بری
حیراں ہوں میرے شاہ میں کیا کیا کہوں تجھے

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! آپ کے اوصاف اتنے ہیں کہ گننے سے ختم ہی نہیں ہوتے اور جب کسی کی شانیں گننے سے ختم ہو جائیں تو یہ ایک عیب ہوتا ہے اور آپ کے رب نے آپ کو اس عیب سے بھی پاک پیدا فرمایا ہے۔ اب یہاں سے یہ بات کتنی واضح ہو گئی کہ جو لوگ ہمارے محبوب علیہ السلام کا تذکرہ کریں اور پھر یہ کوشش کریں کہ

کوئی کمی کی جائے، بخل کیا جائے، ان کی عظمت کو تھوڑا بیان کیا جائے اور تذکرے ہر وقت نہ ہوں، یہ لفظ محمد ﷺ کا تقاضا ہی نہیں ہے۔ لفظ محمد ﷺ کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو ایسی شانیں دی ہیں، اتنے کمالات دیے ہیں کہ سب بیان کرتے ہیں اور بار بار کرتے ہیں۔ پھر بھی نہ حق پورا ہوتا ہے، نہ ہی ان شانوں کا کوئی اختتام اور انتہا نظر آتی ہے۔ [1]

یکتا ذات کا یکتا نام

جس طرح ہمارے محبوب کی ذات یکتا ہے ایسے ہی محمد ﷺ کا نام یکتا ہے۔ ایسے یکتا کے لیے ایسی ہی یکتائی ہو۔ ہم اپنے قارئین کی خدمت میں چند ایک نام پاک کی برکتیں پیش کرتے ہیں۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

جو شخص چاہے کہ لڑکا پیدا ہو وہ بچے کا نام محمد رکھے لڑکا پیدا ہوگا ان شاء اللہ

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَکُوْنَ حَمْلُ زَوْجَتِهٖ ذَکَرًا فَلْیَضَعْ یَدَهٗ عَلٰی بَطْنِهَا وَلْیَقُلْ اِنْ کَانَ ذَکَرًا فَقَدْ سَمَّیْتُهٗ مُحَمَّدًا [2]

جو کوئی چاہے کہ اس کی بیوی کا حمل لڑکا ہو تو وہ بیوی کے پیٹ پر ہاتھ رکھ کر کہے:

اِنْ کَانَ ذَکَرًا فَقَدْ سَمَّیْتُهٗ مُحَمَّدًا بفضلہٖ تعالیٰ لڑکا ہوگا۔

صَلَّی اللّٰهُ عَلَی النَّبِیِّ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْن

1 فہم دین 2 سیرت حلبیہ ص ۷۹ احکام شریعت ص ۴۰

مشکل جو سر پہ آپڑی ، تیرے ہی نام سے ٹلی
مشکل کشا ہے تیرا نام ، تجھ پر درود اور سلام

اگر بچے کا نام محمد رکھو تو اس کی تعظیم کرو تو اس کی قباحت و برائی نہ کرو۔

مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے

اِذَا سَمَّیْتُمُ الْوَلَدَ مُحَمَّدًا فَاَکْرِمُوْهُ وَاَوْسِعُوْا لَهٗ فِی الْمَجْلِسِ وَلَا تُقَبِّحُوْا لَهٗ [1]

یعنی جب تم بچے کا نام محمد رکھو تو پھر اس کی عزت کرو، اس کے لیے جگہ فراخ کرو اور اس کی قباحت و برائی بیان نہ کرو۔

جس کے بچے مر جاتے ہوں جس کے بچے ہو کر مر جاتے ہوں، اگر وہ یہ عزم کرلے کہ اب کی دفعہ میں اپنے بچے کا نام محمد رکھوں گا، تو ان شاء اللہ العزیز اس نام کی برکت سے وہ بچہ زندہ رہے گا اور اس کی عمر دراز ہوگی۔ چنانچہ حضرت جلیلہ فرماتی ہیں ۔ ایک دن میں نے حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میرا بچہ پیدا ہوتا ہے لیکن بچپن میں ہی مر جاتا ہے مجھے آپ کیا حکم دیتے ہیں ؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : اس دفعہ جب تو حاملہ ہو جائے ، اپنے اوپر لازم کرلے کہ اس بچہ کا نام محمد رکھوں گی۔ مجھے امید ہے کہ اس بچہ کی عمر لمبی ہوگی اور اس کی نسل میں برکت ہوگی۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا ، تو میرا بچہ زندہ رہا۔ بحرین میں جو موضع ہے اب کوئی قبیلہ اس کی اولاد سے زیادہ نہیں۔ [2]

1. زرقانی علی المواہب ۵ص۳۰۲ احکام شریعت ص۴۰
2. معارج النبوت رکن دوم

جس کا نام محمد یا احمد ہو وہ جنت میں داخل کر دیا جائے گا

سیدنا انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن دو بندے دربار الٰہی میں کھڑے کیے جائیں گے ۔ان میں سے ایک کا نام محمد اور دوسرے کا نام احمد ہوگا۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی طرف سے حکم ہوگا: ان دونوں کو جنت میں لے جاؤ وہ دونوں عرض کریں گے: یا اللہ! ہم کس عمل کی وجہ سے جنت کے حقدار ہوئے ہیں؟ حالانکہ ہم نے اہل جنت کا کوئی عمل نہیں کیا اس پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ فرمائے گا:

اُدْخُلَا الْجَنَّةَ فَاِنِّیْ آلَیْتُ عَلٰی نَفْسِیْ اَلَّا یَدْخُلَ النَّارَ مَنْ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ اَوْ مُحَمَّدٌ [1]

یعنی تم دونوں جنت میں جاؤ، کیونکہ میں نے اپنی ذات پر قسم کھائی ہے کہ جس کا نام محمد یا احمد ہوگا وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔

جس مومن کا نام محمد ہو اس پر دوزخ حرام ہونا

سیدنا نبیط رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا فرمان ہے:

وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَاعَذَّبْتُ اَحَدًا تُسَمّٰی بِاسْمِكَ فِی النَّارِ [2]

اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم میں کسی ایسے بندے کو دوزخ کا

1. احکام شریعت ص۳۸ ، زرقانی علی المواہب ص۵/۳۰۱
2. زرقانی علی المواہب ص۵/۳۰۲ ، سیرت حلبیہ ۱/۷۹ ، احکام شریعت ص۳۹

عذاب نہ دوں گا جس نے اپنا نام تیرے نام پر رکھا ہوگا۔

جس گھر میں محمد نام کا کوئی ہو اس گھر کا پہرہ فرشتے دیتے ہیں

علامہ حلبی سیرت حلبیہ میں فرماتے ہیں

وَفِی الشِّفَاءِ اِنَّ لِلّٰہِ مَلٰئِکَۃً سَیَّاحِیْنَ فِی الْاَرْضِ عِبَادَتُھُمْ کُلُّ دَارٍ فِیْھَا اِسْمُ مُحَمَّدٍ حِرَاسَتُہ

یعنی کچھ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ایسے فرشتے ہیں جو زمین پر چکر لگاتے رہتے ہیں ان کی ڈیوٹی یہ ہے کہ جس گھر میں کوئی محمد نام والا ہو اس کا پہرہ دینا۔ [1]

جو اپنے بیٹے کا نام محمد نہ رکھے وہ جاہل ہے

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

مَنْ وُلِدَ لَہٗ ثَلَاثَۃُ اَوْلَادٍ فَلَمْ یُسَمِّ اَحَدًا مِنْھُمْ مُحَمَّدًا فَقَدْ جَھِلَ [2]

یعنی جس کے تین لڑکے پیدا ہوئے اور اس نے کسی کا نام محمد نہ رکھا، وہ جاہل ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کی ایک مرسل حدیث نضر بن شفقی سے نقل کر کے اس حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما کو مقبول قرار دیا ہے۔

جس گھر میں کوئی محمد نام والا ہو اس گھر میں برکت زیادہ ہوتی ہے

سیدنا امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا

مَا کَانَ فِیْ اَھْلِبَیْتٍ اِسْمُ مُحَمَّدٍ اِلَّا کَثُرَتْ بَرَکَتُہ [3]

(1) سیرت حلبیہ ص ۷۹ (2) سیرت حلبیہ ص ۷۹ احکام شریعت ص ۳۹

(3) زرقانی علی المواہب ۵ ص ۳۰۲، احکام شریعت ص ۴۰

یعنی جس گھر میں کوئی محمد نام والا ہو، اس گھر میں برکت زیادہ ہوتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلٰی حَبِیْبِكَ الَّذِیْ بَعَثْتَهٗ
رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ وَعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْن

تنبیہ اس مقام پر علماء کرام اور محدثین عظام نے فرمایا

یہ ساری بہاریں اس شخص کے لیے ہیں جو کہ سنی صحیح العقیدہ ہو

ورنہ بے ادب گستاخ کے لیے کسی قسم کی رعایت نہ ہوگی۔[1]

جو شخص اس مقدس ومطہر نام کی عظمت کا قائل ہی نہیں اور کہے کہ عمل کے بغیر کوئی جنت جا ہی نہیں سکتا اس کیلئے رعایت کا سوال ہی نہیں وہ اپنے عملوں کے بل بوتے پر جنت حاصل کرے اور ساتھ یہ بھی ذہن میں رکھے من نوقش له فی الحساب یھلك جس کو حساب میں پوچھ گچھ ہوئی وہ بچ نہیں سکتا۔

جو شخص اپنے بیٹے کا نام محمد رکھے
وہ باپ بیٹا دونوں جنتی ہوں گے

سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔۔۔کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

مَنْ وُّلِدَ لَهٗ مَوْلُوْدٌ فَسَمَّاهُ مُحَمَّدًا حُبًّا لِّیْ وَتَبَرُّكًا بِاسْمِیْ كَانَ هُوَ وَمَوْلُوْدُهٗ فِی الْجَنَّةِ[2]

1 احکام شریعت ص ۳۸ ، ماخذ البرہان فقیہ اعظم مفتی محمد امین رحمۃ اللہ علیہ

2 زرقانی علی المواہب ص ۳۰۱/۵ ، سیرت حلبیہ ص ۷۹ ، احکام شریعت ص ۳۸

یعنی جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا ، اس نے میری محبت کی وجہ سے اور میرے نام سے برکت حاصل کرنے کے لیے بچے کا نام محمد رکھا تو وہ دونوں باپ بیٹا جنت جائیں گے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ سَيِّدِ الْاَبْرَارِ وَعَلٰى وَالِدَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقَرَارْ

اس مذکورہ بالا حدیث پاک کے متعلق امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

وَاِسْنَادُهٗ حَسَنٌ [1]

اور اس کی سند بھی حسن ہے (بہت اچھی ہے)

اور علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اَصَحُّهَا وَاَقْرَبُهَا لِلصِّحَّةِ [2]

تعظیم جس نے کی ہے محمد کے نام کی
خدا نے اس پر آتش دوزخ حرام کی

جس کا نام محمد ہوگا ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت کر کے بہشت میں داخل کریں گے۔[3] جس گھر میں محمد نام والا ہوگا ، اس گھر میں کبھی فاقہ نہیں آئے گا۔ اہلِ مکہ فرماتے ہیں نہیں ہے کوئی گھر جس میں محمد نام والا ہو مگر وہ بڑھے گا یعنی ترقی کریگا اور رزق دیے جائیں گے (اسکے گھر والے) اور رزق دیے جائیں گے اس کے ہمسائے۔[4]

حضور والاشان کے نام میں کتنی برکت ہے کہ اس نام کی برکت سے اس گھر والوں

(1) اللالی المصنوعہ ص١٠٦ جلد١ (2) سیرت حلبیہ ص٧٩/١
(3) مدارج النبوت ص١٦٢ (4) شفاء شریف جلد اول، ص١٠٥

اور اس کے ہمسایوں کو رزق ملتا ہے۔ لہٰذا ہم کو چاہیے کہ ہم اپنی اولاد کے نام اپنے آقا کے نام پر رکھا کریں۔ اس لیے کہ خود سرکار صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

نہیں ضرر دیتا تم میں کسی کو کہ ہو اس کے گھر میں ایک

نام کا محمد یا دو نام والے محمد یا تین نام والے۔ [1]

حضرت شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: روایت میں آیا ہے

کوئی ایسا گھر نہیں کہ اس میں محمد نام والا ہو

اور اللہ تعالیٰ اس گھر میں برکت عطا نہ فرماتا ہو [2]

جس گھر میں محمد نام والا ہو اللہ تعالیٰ اس گھر کو پاک کرتا ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

جس بچھائے گئے دستر خوان پر وہ شخص حاضر ہو جس کا نام احمد یا محمد ہو۔

مگر پاک کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس گھر کو ہر دن دو مرتبہ۔ [3]

جس مجلس شواری اور مشورے میں محمد نام والا ہو اس مشورہ میں برکت ہوگی۔

روایت میں مذکورہ ہے کہ جو قوم کسی مشورے کے لیے اکٹھی ہو اور ان میں کوئی ایسا شخص ہو جس کا نام محمد ہو تو اس مشورہ میں برکت ہوگی۔ [4]

جس گھر میں محمد یا احمد نام والا ہو، سیاح فرشتے اس گھر میں عبادت کرتے ہیں۔

حضرت سریح بن یونس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

بیشک اللہ تعالیٰ کے لیے سیر کرنے والے فرشتے ہیں، وہ اس گھر میں عبادت کرتے ہیں

---

(1) شفاء شریف جلد اول ص ۱۰۵

(2) مدارج جلد اول

(3) مدارج جلد اول ص ۱۶۲، انوار محمدیہ ص ۳۱۶

(4) مدارج جلد اول

جس میں احمد یا محمد نام والا ہو حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کی تکریم و تعظیم کے لیے [1]

وَصَلَّى اللهُ تَعَالىٰ عَلٰى حَبِيْبِهٖ طَيِّبِ الطَّيِّبِيْنَ اَطْهَرِ الطَّاهِرِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

ہر گل میں ہر شجر میں محمد ﷺ کا نام ہے

محبتوں کے روزن سے نظارہ تو کرو۔۔۔ عالم بالا کا وہ کونسا عنصر ہے جس پر اس مقدس لفظ کی حکمرانی و سلطانی نہیں؟ آسمانی دنیا کا وہ کونسا گوشہ ہے جس پر اس حسین کلمہ کی بادشاہی نہیں؟ آسمانوں میں جگہ جگہ پر ۔۔۔ قوائم عرش پر ۔۔۔حوروں کے سینوں پر ۔۔۔ باغاتِ جنت کے درختوں کے پتہ پتہ پر ۔۔۔شجرِ طوبیٰ کے ورق ورق پر ۔۔۔سدرۃ المنتہی کے برگ برگ پر ۔۔۔ دربانوں کے پہلوؤں پر ۔۔۔ ملائکہ کی آنکھوں کے درمیان ۔۔۔ بہشتِ بریں کے محل محل پر، جنت الفردوس کے حجرہ حجرہ پر ۔۔۔ دارالنعیم کے دروازہ دروازہ پر ۔۔۔لوحِ محفوظ کے سینہ پر ۔۔۔ سرادقِ عرش پر ۔۔۔ لوحِ محفوظ کے صدر دروازہ پر بھی یہی پاکیزہ کلمہ مکتوب ہے۔ دریچہ عشق تو وا کرو ۔۔۔ نظر آئے گا ۔۔۔ابوالبشر کے کندھوں کے درمیان۔ علی نبینا و علیہ السلام ۔ ۔۔۔سیدنا سلیمان کی انگوٹھی پر۔ علی نبینا و علیہ السلام ۔۔ ۔ ۔ صحائفِ انبیاء میں ۔۔۔ زبور کے اوراق پر ۔۔۔ تورات کے صفحات پر ۔۔۔انجیل کے قراطیس پر ۔۔۔ یہی کلمہ طیبہ ۔۔۔ منقوش ہے

[1] شفاء شریف جلد اول

وَجَآءَ اَنَّ آدَمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ قَالَ طُفْتُ السَّمٰوٰتِ فَلَمْ اَرَفِیْہَا مَوْضِعًا اِلَّا رَأَیْتُ اسْمَ مُحَمَّدٍ ﷺ مَکْتُوْبًا عَلَیْہِ وَلَمْ اَرَ فِی الْجَنَّۃِ قَصْرًا وَّلَا غُرْفَۃً اِلَّا وَاسْمُ مُحَمَّدٍ ﷺ مَکْتُوْبٌ عَلَیْہِ وَلَقَدْ رَأَیْتُ اسْمَہٗ ﷺ عَلٰی نُحُوْرِ الْحُوْرِ الْعِیْنِ وَوَرَقِ آجَامِ الْجَنَّۃِ وَشَجَرَۃِ طُوْبٰی وَسِدْرَۃِ الْمُنْتَہٰی وَالْحُجُبِ وَبَیْنَ اَعْیُنِ الْمَلٰٓئِکَۃِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا سَیِّدِیْ یَا رَسُوْلَ اللہِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا سَیِّدِیْ یَا حَبِیْبَ اللہِ

روایت کیا گیا ہے

اِنَّ اَوَّلَ شَیْءٍ کَتَبَہُ الْقَلَمُ فِی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنِّیْ اَنَا اللہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلِیْ ۲

پہلی چیز جو قلم نے لوحِ محفوظ پر لکھی ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ، میں اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) میرے رسول ہیں۔

ایک روایت میں ہے

لَمَّا اَمَرَ اللہُ الْقَلَمَ اَنْ یَّکْتُبَ مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کَتَبَ عَلٰی سُرَادِقِ الْعَرْشِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ ۳

۱ حجۃ اللہ علی العالمین ۲۱۰۰ — الخصائص الکبریٰ ۱:۸_۶
جمع الوسائل ۲:۱۸۲ — مدارج النبوت ۱:۳۶۱
زرقانی علی المواہب ۳، ۲ — مطالع المسرات ۱۱۳ — ماخذ جگمگ جگمگ نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
۲ حجۃ اللہ علی العالمین ۲۱۰ — ۳ حجۃ اللہ علی العالمین ۲۱۰

اللہ جل جلالہ نے جب قلم کو مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ لکھنے کا حکم دیا

تو اس نے عرش کے خیموں پر لکھا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ الله

ایک اور روایت میں ہے:

مَکْتُوْبٌ اِسْمُهٗ ﷺ علٰی سَائِرِ الْمَلَکُوْتِ اَیْ مِنَ السَّمَآءِ وَالْجِنَانِ

وَمَا فِیْهَا وَسَائِرِ مَا فِی الْمَلَکُوْتِ [1]

آپ ﷺ کا اسم گرامی تمام ملکوت یعنی آسمان و جنت

اور جو کچھ ان میں ہے، ان پر مکتوب ہے۔

سنو سنو! سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

بَیْنَ کَتِفَیْ آدَمَ مَکْتُوْبٌ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ [2]

سیدنا آدم علیہ السلام کے دونوں کندھوں کے درمیان لکھا ہے۔

"محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں۔"

آپ ہی سے روایت ہے:

کَانَ نَقْشُ خَاتَمِ سُلَیْمَانَ بْنِ دَاوٗدَ عَلَیْهِمَا السَّلَامُ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ [3]

سیدنا سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی پر لکھا تھا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ

(1) حجۃ اللہ علی العالمین ۲۱۱ (2) حجۃ اللہ علی العالمین ۲۱۱ الخصائص الکبریٰ ۱:۸

(3) حجۃ اللہ علی العالمین ۲۱۱ الخصائص الکبریٰ ۱:۸

نگاہِ محبت سے جبینِ کائنات کا مشاہدہ کرو ۔۔ پھر دیکھو گے کہ تحت الثریٰ سے عرشِ علا تک ہر جگہ یہی نام ارقام ہے ۔۔ کتنے ہی خوش نصیب لوگوں کو رب العالمین نے اس عالمِ زیریں پر اپنے حبیب کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے مقدس اسمِ گرامی کا نظارہ کرادیا۔ جس کو خالقِ ارض وسما نے اس خاکدانِ گیتی کی مختلف اشیاء پر اپنے یدِ قدرت سے رقم فرمایا۔۔۔ درختوں کے تنوں پر۔۔۔ پھلوں پر۔۔۔ مچھلیوں کے پہلوؤں پر ۔۔۔ سبز کیڑوں کی جلد پر ۔۔۔ بادلوں کی پیشانیوں پر۔۔۔ سونے کی مدفون تختیوں پر۔۔۔ پتھروں کے سینوں پر۔۔۔ چٹانوں کے ماتھوں پر۔۔۔ انسانوں کے چہروں پر۔۔۔ بچوں کی آنکھوں میں۔۔۔ گلاب کے پھولوں کی پتیوں پر۔۔ یہ ہی پیارا اسمِ گرامی مرقوم ہے۔ [1]

ابوالبشر علیہ السلام فرمارہے ہیں

اِنِّیْ طُفْتُ السَّمٰوٰتِ فَلَمْ اَرَ فِی السَّمٰوٰتِ مَوْضِعًا
اِلَّا رَأَیْتُ اسْمَ مُحَمَّدٍ ﷺ مَّکْتُوْبًا عَلَیْہِ [2]

میں نے کائنات آسمانی گھوم کر دیکھی، کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں اسم محمد ﷺ نہ لکھا ہو۔

(1) حجۃ اللہ علی العالمین ۲۱۰ تا ۲۱۰، الخصائص الکبری ۱: ۸۔۶ السیرۃ الحلبیہ ۱/ ۲۳۲

(2) حجۃ اللہ علی العالمین ۲۱۰ — الخصائص الکبری ۱: ۶
السیرۃ الحلبیہ ۱: ۲۳۲ — مدارج النبوت ۱: ۳۶۱
زرقانی علی المواہب اللدنیہ ۳: ۱۰۶ — جگمگ جگمگ نام محمد ﷺ

قلمِ قدرت اور نقوشِ محبت

سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔۔۔کے اسمِ مقدس کے نقوشِ طیبہ۔۔۔کائناتِ ارضی وسماوی کے ذرہ ذرہ پر ثبت ہیں۔۔۔اوراقِ سیر و تواریخ۔۔۔اس الببیلی محبتوں کی داستانوں سے اٹے پڑے ہیں۔۔۔ان کا احصاء واستقصاء فقط طوالت کا باعث ہی نہیں۔۔ ناممکن بھی ہے۔۔ باطن بیں نگاہیں تو تحت الثّریٰ سے عرش معلّیٰ تک ہر شئی پر اسی نقشِ پاک کی حکمرانی مشاہدہ فرما رہی ہیں۔۔۔ظاہر بیں نگاہوں نے بھی عالمِ انسانیت سے لے کر آج تک۔۔۔خدا جانے کتنی ہی بار۔۔۔اشیائے کائنات کے سینہ پر۔۔۔قدرتِ الٰہیہ کے قلم سے۔۔۔محبت بھری اس کہانی کو پڑھا ہے۔۔۔اور قیامت تک پڑھنا ہے۔۔۔چند شواہد جن کے انتخاب پر۔۔۔ انگشت بد نداں ہوں۔۔۔حاضرِ خدمت کر رہا ہوں۔

سنو سنو! ابو البشر آدم علیہ السلام۔۔ارشاد فرما رہے ہیں۔۔پیدا ہوتے ہی میں نے اپنا سر اوپر اٹھایا۔۔میری پہلی نگاہ۔۔۔عرشِ الٰہی پر پڑی۔۔۔تو دیکھا وہاں مرقوم تھا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ہاں ہاں۔۔۔انسانِ اول کی نگاہِ اول۔۔۔اس نقشِ مبارک پہ ٹھہری،

لَمَّا خَلَقْتَنِیْ رَفَعْتُ رَأْسِیْ اِلٰی عَرْشِكَ فَاِذَا فِیْهِ مَكْتُوْبٌ [1]

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ

1 السیرہ الحلبیہ ۱:۲۳۱ حجۃ اللہ علی العالمین ۲۱۰ نسیم الریاض ۲:۲۲۳

محمود غزنوی و ایاز

تفسیر روح البیان میں آیت کریمہ: ما کان محمد ابا احد کم من رجالکم کے تحت ہے کہ ایک دفعہ سلطان محمود غزنوی نے ایاز کے بیٹے (جس کا نام محمد تھا) کو بلایا اور یوں کہہ کر پکارا: اے ایاز کے بیٹے! وضو کے لیے پانی لا۔ ایاز نے محسوس کیا کہ شاید میرے بیٹے سے کوئی غلطی ہوگئی ہے، جس وجہ سے اس کا نام لے کر نہیں پکارا گیا۔ بلکہ میری مناسبت سے پکارا گیا۔ ایک دن موقع پا کر عرض کیا: حضور! اس دن کیا بات تھی کہ آپ نے میرے بیٹے کا نام لے کر اسے نہیں پکارا تھا محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بات یہ ہے کہ تیرے بیٹے کا نام محمد ہے، میں اس دن بے وضو تھا۔ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ میں نے آج تک کبھی بے وضو نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی زبان سے ادا نہیں کیا۔

فائدہ

مؤدب لوگ تو نام نبی کی بھی تعظیم کریں مگر کچھ بے حیا لوگ اس ذاتِ گرامی کی بھی تعظیم نہیں کرتے بلکہ تعظیم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شرک قرار دیتے ہیں۔

شرک ٹھہرے جس میں تعظیم نبی
اس برے مذہب پہ لعنت کیجیے

حضور رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر کیسے جھوٹ بول سکتا ہوں؟

ایک روز ایک پرائمری سکول کا استاد رحمت الٰہی آیا، وہ چند ماہ کے بعد ملازمت سے ریٹائر ہونے والا تھا، اس کی تین جوان بیٹیاں تھیں، رہنے کے لیے اپنا گھر بھی نہیں تھا، پنشن نہایت معمولی تھی اور اسے یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ ریٹائر ہونے

کے بعد وہ کہاں رہے گا؟ لڑکیوں کی شادیاں کس طرح ہو سکیں گی؟ کھانے پینے کا خرچ کیسے چلے گا؟ اس نے مجھے سرگوشی میں بتایا: پریشانی کے عالم میں وہ کئی ماہ سے تہجد کے بعد رو رو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں فریادیں کرتا رہا ہے۔ چند روز قبل اُسے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت ہوئی، جس میں حضور ﷺ نے فرمایا:

تم جھنگ جا کر ڈپٹی کمشنر کو اپنی مشکل بتاؤ۔ اللہ تعالیٰ تمہاری مدد کرے گا۔

پہلے تو مجھے شک ہوا کہ یہ شخص ایک جھوٹا خواب سنا کر مجھے جذباتی طور پر بلیک میل کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ میرے چہرے پر شک اور تذبذب کے آثار دیکھ کر رحمت الٰہی آبدیدہ ہو گیا اور بولا: جناب میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ اگر جھوٹ بولتا تو اللہ کے نام پر بولتا۔ **حضور رسول پاک ﷺ کے نام پر کیسے جھوٹ بول سکتا ہوں؟** اس کی اس منطق پر میں نے حیرانی کا اظہار کیا، تو اس نے فوراً کہا: آپ نے سنا نہیں:

با خدا دیوانہ و با مصطفیٰ ہشیار باش

تعظیم جس نے کی ہے محمد کے نام کی
خدا نے اُس پر آتش دوزخ حرام کی

یہ سن کر میرا شک پوری طرح رفع تو نہ ہوا لیکن سوچا کہ اگر یہ شخص غلط بیانی سے بھی کام لے رہا ہے تو ایسی عظیم ہستی کے اسمِ مبارک کا سہارا لے رہا ہے جس کی تعظیم کرنا رکھنا ہم سب کا فرض ہے۔ چنانچہ میں نے رحمت الٰہی کو تین ہفتہ کے بعد دوبارہ آنے کے لیے کہا۔ اس دوران میں نے خفیہ طور پر اس کے ذاتی حالات کا کھوج لگایا اور یہ تصدیق ہو گئی کہ وہ اپنے علاقے میں نہایت سچا، پاکیزہ اور پابند

صوم وصلوٰۃ آدمی مشہور ہے۔ اس کے گھریلو حالات بھی وہی تھے جو اس نے بیان کیے تھے۔

اس زمانے میں کچھ عرصہ کے لیے صوبائی حکومت نے ڈپٹی کمشنروں کو یہ اختیار دے رکھا تھا کہ سرکاری بنجر زمین کے آٹھ مربعے تک ایسے خواہشمندوں کو طویل میعاد پر دیے جا سکتے ہیں جو انہیں آباد کرنے کے لیے آمادہ ہوں۔ میں نے اپنے مال افسر کو بلا کر کہا کہ وہ کسی مناسب جگہ کراؤن لینڈ کے ایسے آٹھ مربعے تلاش کرے جنہیں جلد از جلد زیر کاشت لانے میں کوئی خاص دشواری پیش نہ آئے۔ غلام عباس مال افسر نے غالباً یہ سمجھا کہ شاید یہ اراضی میں اپنے کسی عزیز کو دینا چاہتا ہوں۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس نے پکی سڑک کے قریب نیم آبادسی زمین ڈھونڈ نکالی اور رحمت الٰہی کے نام الاٹمنٹ کی ضروری کاروائی کر کے سارے کاغذات میرے حوالے کر دیے۔ دوسری پیشی پر جب رحمت الٰہی آیا تو میں نے یہ نذرانہ اس کی خدمت میں پیش کر کے اسے مال افسر کے حوالے کر دیا کہ قبضہ وغیرہ دلوانے اور باقی ضروریات پوری کرنے میں وہ اس کی پوری پوری مدد کرے۔ تقریباً نو برس بعد میں صدر ایوب کے ساتھ کراچی میں کام کر رہا تھا کہ ایوانِ صدر میں میرے نام ایک رجسٹرڈ خط موصول ہوا۔ یہ ماسٹر رحمت الٰہی کی جانب سے تھا کہ اس زمین پر محنت کر کے اس نے تینوں بیٹیوں کی شادی کر دی ہے اور وہ اپنے اپنے گھر میں خوش و خرم آباد ہیں۔ اس نے اپنی بیوی کے ساتھ حج کا فریضہ بھی ادا کر لیا ہے اور اپنے گزارے اور رہائش کے لیے تھوڑی سی ذاتی زمین خریدنے کے علاوہ ایک کچا سا

مکان بھی تعمیر کر لیا ہے۔ ایسی خوشحالی میں اب اسے آٹھ مربعوں کی ضرورت نہیں رہی۔ چنانچہ اس الاٹمنٹ کے مکمل کاغذات اس خط کے ساتھ واپس ارسال ہیں تا کہ کسی اور حاجت مند کی ضرورت پوری کی جا سکے۔

میں یہ خط پڑھ کر کچھ دیر تک سکتے میں آ گیا۔ میں اسی طرح گم سم بیٹھا تھا کہ صدر ایوب خاں کوئی بات کرنے کے لیے میرے کمرے میں آ گئے۔ کس سوچ میں گم ہو؟ انہوں نے میری حالت بھانپ کر پوچھا۔ میں نے انہیں رحمت الٰہی کا سارا واقعہ سنایا تو وہ بھی نہایت حیران ہوئے۔ کچھ دیر خاموشی طاری رہی پھر وہ اچانک بولے: تم نے بڑا نیک کام سرانجام دیا ہے۔ میں نواب صاحب کو لاہور ٹیلیفون کر دیتا ہوں کہ وہ یہ اراضی اب تمہارے نام کر دیں۔ میں نے نہایت لجاجت سے گزارش کی کہ میں اس انعام کا مستحق نہیں ہوں۔ یہ سن کر صدر ایوب حیرانی سے بولے: تمہیں زرعی اراضی حاصل کرنے میں کوئی دلچسپی نہیں؟ ''جی نہیں سر''۔ میں نے التجا کی۔ ''اخیر میں فقط دو گز زمین ہی کام آتی ہے۔ وہ کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی طرح مل ہی جاتی ہے''۔

میرا اندازہ ہے کہ میری یہ بات سن کر صدر کچھ چڑ سے گئے۔ زمین حاصل کرنے کے وہ خود بڑے رسیا تھے۔[1]

دامنِ مصطفٰے ﷺ سے جو لپٹا یگانہ ہو گیا
جس کے حضور ہو گئے اُسکا زمانہ ہو گیا ﷺ

[1] شہاب نامہ ص 521 ناشر سنگ میل لاہور

نام پاک والے چار طالب علم

چار محمد نامی طالب علم مصر میں تحصیلِ علم کے لیے اکٹھے ہوئے محمد بن جریر، محمد بن اسحاق محمد بن نصر اور محمد بن ہارون۔ ان کے پاس جو رقم تھی وہ ختم ہوگئی، بھوک نے ان کو ستایا۔ یہ چاروں اپنی قیام گاہ میں جمع ہوئے، اور کہنے لگے قرعہ اندازی کرو اور جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ سب کے لیے کھانا مانگ کر لائے۔ قرعہ ڈالا گیا تو وہ محمد بن اسحاق کے نام نکلا، انہوں نے کہا: ٹھہرو! میں وضو کر کے کچھ نفل پڑھ لوں چنانچہ وہ نفل پڑھنے لگا، اتنے میں شمع کی کچھ روشنی ظاہر ہوئی دیکھا تو وہ والیٔ مصر کا آدمی تھا جو دروازہ کھٹکھٹا رہا تھا۔ انہوں نے دروازہ کھولا، وہ اپنی سواری سے اترا اور کہا: تم میں سے محمد بن نصر کون ہے؟ کہا گیا: یہ ہے، اس نے پچاس دیناروں کی تھیلی ان کو دی۔ پھر کہا: محمد بن جریر کون ہے؟ انہوں نے کہا: یہ ہے، اس نے ان کو بھی پچاس دیناروں کی تھیلی دی۔ پھر کہا: محمد بن ہارون کون ہے؟ انہوں نے کہا: یہ ہے، اس نے ان کو بھی پچاس دیناروں کی تھیلی دی۔ پھر کہا: محمد بن اسحاق کون ہے؟ کہا گیا:

وہ یہ نماز پڑھ رہے ہیں، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو اس نے پچاس دیناروں کی تھیلی ان کو بھی دی اور کہا: امیرِ مصر سویا ہوا تھا کہ خواب میں ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: چار محمد نامی طالب علم بھوکے ہیں، ان کے کھانے کا انتظام کرو! اس لیے امیر نے یہ تھیلیاں بھیجی ہیں، جب یہ ختم ہو جائیں تو مجھے اطلاع کر دینا۔

(1) تاریخ بغداد ج2، ص164

مشکل جو سر پہ آپڑی ، تیرے ہی نام سے ٹلی
مشکل کشا ہے تیرا نام ، تجھ پر درود اور سلام

وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِهٖ اَطْيَبِ الطَّيِّبِيْنَ
اَطْهَرِ الطَّاهِرِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

نام پاک کے ادب کے لیے سیدنا غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے

حکایت ایک دفعہ شیخ محقق محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت غوث الثقلین کی خواب میں زیارت کی۔ان کی خدمت میں کھڑے ہو گئے ، حاضرینِ مجلس نے عرض کیا محمد عبدالحق سلام عرض کرتا ہے ، تو حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے معانقہ کر کے فرمایا: تم پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ یہ بشارت اس نام کی برکت سے ہے ، کیونکہ میرا نام محمد عبدالحق ہے۔ دیکھو ! حضرت سیدنا مولانا غوث الثقلین رضی اللہ عنہ نے اپنے رسول پاک کا نام سن کر کتنا ادب کیا اور کتنی عزت کی کہ نام مبارک سن کر قیام کیا پھر اس نام والے سے معانقہ فرمایا۔پھر ان کو جنت کی خوشخبری دی۔ [1]

تقدیر بدل گئی

ایک یہودی تورات پڑھ رہا تھا کہ اس نے اس کتاب مقدس کے ایک مقام پر حضور نبی کریم رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی چار مرتبہ لکھا ہوا پایا

1 مدارج النبوت جلد1 ، ص 189 ناشر ضیاء القرآن

بغض وعناد کی وجہ سے اُس نے نامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مٹا دیا۔ جب دوسرے روز اس نے تورات کو کھولا تو کیا دیکھتا ہے کہ تورات میں وہاں آٹھ مرتبہ نامِ مبارک لکھا ہوا ہے۔۔۔ اُس نے پھر مٹا دیا۔۔۔ تیسرے روز وہ تورات کو پھر پڑھنے لگا تو کیا کہ آج بارہ مرتبہ لکھا ہوا ہے۔۔۔ وہ نامِ مبارک مٹاتا جاتا۔۔۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اُسے بڑھاتا جاتا۔۔۔ بہر حال نامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی عظمت نے اُس کے دل کی دنیا بدل دی۔۔۔ پہلے روز اس نے نامِ مصطفےٰ چار جگہ دیکھا تو مٹا دیا۔۔۔ دوسرے روز آٹھ جگہ لکھا دیکھا تو مٹا دیا۔۔۔ تیسرے روز بارہ جگہ لکھا دیکھا تو اپنا آپ لٹا دیا اور مسلمان ہو گیا۔۔۔ پھر اپنے ملک شام سے چلا اور مدینہ طیبہ آیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا وصال باکمال ہو چکا تھا۔۔۔ اس کی ملاقات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوئی اور اُن کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا: میں سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زیارت کا شرف تو حاصل نہیں کر سکا لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جسمِ مطہر کے ساتھ لگنے والے کسی کپڑے کی زیارت کرا دو۔ چنانچہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا کرتہ مبارک دکھایا۔ جب اس نے کرتہ مبارک کو دیکھا، تو اُس کو اپنے چہرے پر رکھا تو اُس پر تصورِ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کیفیت طاری ہو گئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کرتہ مبارک کو اپنے چہرے پر لگا یا۔ حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مزار پُر انوار کے قریب کھڑے ہو کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: اَللّٰھُمَّ اِنْ کُنْتَ قَبِلْتَ اِسْلَامِیْ فَاقْبِضْ رُوْحِیْ [1]

[1] نزھۃ المجالس جلد ۱، ص ۱۴۴ ناشر قادری رضوی کتب خانہ لاہور

اے اللہ! اگر تو نے میرا اسلام لانا، قبول فرمالیا ہے، تو میری روح قبض کرلے۔ اُس کا یہ عرض کرنا تھا کہ اُس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ پھر جناب مولا مشکل کشا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے اسے غسل دیا اور جنت البقیع شریف میں دفن کیا۔ نامِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے یہودی کو اسلام کی دولت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدموں میں موت اور مدینہ طیبہ میں دفن ہونا نصیب ہوگیا۔

حکایت 1 بنی اسرائیل میں ایک شخص فاجر و فاسق تھا، جس نے ۱۰۰ سو سال گناہوں و معاصی میں گذارا تھا۔ جس نے ہر قسم کا فسق و فجور اور ظلم و فساد کیا تھا۔ اسی عصیان کی حالت میں ملک الموت نے اس کی روح قبض کرلی۔ لوگوں نے اس کی موت کی خبر سن کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور بہت خوش ہوئے۔ لوگ اس سے سخت نالاں تھے۔ لہٰذا اسکو نہ غسل دیا نہ کفن پہنایا، نہ ہی نمازِ جنازہ پڑھی بلکہ اس کی نعش کو ایک گندے ڈھیر پر ڈال دیا! موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ تھا۔ آپ کے پاس حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا: اے موسیٰ اللہ تعالیٰ سلام دیتا ہے اور فرماتا ہے: میرا ایک دوست انتقال کر گیا ہے، لوگوں نے اسکو گندے ڈھیر پر ڈال دیا ہے، اٹھو اور جا کر اسکو وہاں سے اٹھا لاؤ اور اسکی تجہیز و تکفین کرو۔ بنی اسرائیل کو فرماؤ کہ اس کی نماز جنازہ پڑھیں، تاکہ اس کی نماز کی برکت سے ان کے گناہ بخشے جائیں۔ حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام بحکمِ خدا جب اس ڈھیر کے پاس تشریف لائے، جہاں اسکو ڈالا گیا تھا۔ دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ شخص وہ فاسق و فاجر

ہے جس نے ۱۰۰ سو سال فسق و فجور میں گذارا تھا۔ آپ حیران ہوئے چونکہ اللہ کے فرمان کے مامور تھے۔ چنانچہ غسل دلایا، کفن پہنایا اور نمازِ جنازہ پڑھ کر دفن کیا۔ پھر بارگاہِ الٰہی میں اس شخص کے بارے میں استفسار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے موسیٰ! واقعی وہ شخص فاسق، فاجر، ظالم اور گناہگار تھا مگر اس نے ایک روز تورات شریف دیکھی۔ اس میں میرے حبیب کا نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا ہوا پایا، اس نے اس نام کو چوما اور اپنی آنکھوں پر لگایا۔ اس کی یہ تعظیم اور ادب مجھے پسند آیا۔ میں نے اس کے ۱۰۰ سو سال کے گناہ بخش دیئے اور اسے اپنے مقربین کی فہرست میں داخل کیا۔ [1]

نکتہ

نماز میں احمد و محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شکل موجود ہے۔ قیامِ مثل الف کے ہے، رکوع مثل حاء کے ہے، سجدہ مثل میم کے اور قعود مثل دال کے ہے۔ [2] اسی طرح انسان جو اشرف المخلوقات ہے، اس کا ہر فرد ہمشکل نامِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ سر اس کا مدور مثل میمِ محمد کے ہے، اس کے ہاتھ بشکلِ حا ہیں، شکم مجوف مثل میمِ ثانی کے ہے اور پاؤں بصورتِ دال ہیں۔ اسی لیے ایک روایت میں وارد ہے کہ کوئی کافر بصورتِ انسان دوزخ میں داخل نہ کیا جائیگا مگر بعد مسخ و تبدیل صورتِ انسانیہ بصورتِ شیطانیہ، کیونکہ وہ ہمشکل اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہے۔ جو محبوب کے نام کے ہمشکل ہوگا اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہ دیگا۔

[1] مقدمہ معارج النبوت صفحہ ۸۲، ۸۳ نزہۃ المجالس جلد دوم، صفحہ ۷۵

[2] دقائق الاخبار صفحہ ۳ [3] دقائق الاخبار صفحہ ۳ معارج رکن دوم صفحہ ۴۱

حکایت 2 نظام الملک کا ایک ملازم تھا۔ یہ باقی ملازموں سے زیادہ مقرب بارگاہِ بادشاہ تھا۔ اس کی عادت تھی جب اس ملازم پر راضی ہوتا تو اسکو نام سے بلاتا اگر ناراض ہوتا تو نام سے نہ بلاتا بلکہ کہتا اے غلام! ایسا کر۔ اسی طرح بہت مدت گذر گئی۔ ایک روز خواجہ نے محمد کو نام سے نہ بلایا بلکہ غلام کہہ کر بلایا۔ محمد نامی غلام کو فکر و غم لاحق ہوئی کہ آج مجھ سے کوئی خطا سرزد ہوگئی ہے کہ خواجہ ناراض ہے اور مجھے نام سے نہیں بلایا۔ وقتِ فرصت میں غلطی اور قصور پوچھا؟ تو خواجہ نے کہا: اے محمد! تو دل میں کوئی خیال نہ کر تجھ سے کوئی قصور سرزد نہیں ہوا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ مجھے غسل کی حاجت تھی اس لیے مناسب نہیں جانا کہ حالتِ پلیدی میں محمد کا نام لوں، کیونکہ یہی نام میرے رسول کا ہے۔ ایسی صورت میں یہ نام ترکِ ادب ہے۔[1]

نامِ نامی اسمِ گرامی محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا معنیٰ

لفظ محمد حمد سے مشتق ہے اور حمد کا معنی ہے مدح و تعریف، سراہنا محمد کا معنی ہوا وہ ذات جس کی مدح و تعریف کی جائے۔ نیز ملا علی قاری نے فرمایا: محمد مبالغہ کا صیغہ ہے اور مبالغہ مطلق اس کا مقتضیٰ ہے کہ اس کی بار بار اور بہت زیادہ تعریف کی جائے اور تعریف کے لائق وہ ہوتا ہے جس میں کوئی عیب اور نقص نہ ہو۔ مثال کے طور پر ایک مائیکروفون ہے کوئی شخص کہے کہ یہ نہایت خوبصورت ہے، پائیدار اور مضبوط ہے بنانے والی کمپنی بھی بڑی مشہور و معروف اور ذمہ دار ہے اور یہ مائیکروفون ہر حیثیت سے بے مثال ہے تو سننے والے کو اعتبار آجائے گا کہ واقعی یہ

1 مقدمہ معارج النبوت

مائیکروفون تعریف کے لائق ہے۔ اگر کہنے والا اس مائیکروفون کی تعریف کرتا کرتا یوں کہہ دے کہ یہ ہے تو ہر حیثیت سے بے مثال مگر اس کی آواز صاف نہیں آواز کھٹ پٹ ہے تو صرف ایک عیب کی وجہ سے وہ مائیکروفون تعریف کے لائق نہ رہا۔ علی ہذا القیاس جس ذاتِ والا صفات کا نام مبارک اللہ تعالیٰ جل جلالہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نازل کرے وہ ذات یقیناً ایسی ہوگی جس میں کوئی نقص، کوئی عیب نہ ہوگا، کیونکہ وہ محمد ہیں صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور جس چیز میں معمولی سا بھی عیب ہو وہ محمد نہیں ہوسکتا۔ اب آگے چلیے کہ کسی چیز کا علم نہ ہونا جہالت ہے اور جہالت عیب ہے اور جس کو کسی چیز کا اختیار نہ ہو یہ مجبوری ہے۔ مجبوری عیب ہے اور جس میں عیب ہو وہ محمد نہیں ہوسکتا۔ اب ذرا غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ جو بالذات ہر عیب و نقص سے پاک ہے، اس نے اپنے حبیب حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو محمد بنا کر بھیجا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں عیب ہو نہیں سکتا۔ ان کا کلمہ پڑھنے والے کہیں کہ رسول کو غیب کی کیا خبر اور یہ کہ جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا تو گویا ایسا کہنے والے شاہِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو محمد نہیں مان رہے۔ ہاں ہاں بشر میں عیب ہو سکتے ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں نہیں ہو سکتے لیکن رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بشر بعد میں بنے محمد پہلے تھے (علیہ الصلوٰۃ والسلام)۔ بشریت کا سلسلہ تو اس وقت سے چلا جب اس دنیا آب وگل میں ظہور فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے تو نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نامِ محمد پہلے ہی عطا فرما دیا تھا۔ اسی وجہ سے سیدی وسندی محدث اعظم پاکستان مولانا ابوالفضل محمد سردار احمد رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: جو لوگ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ والا

صفات کے متعلق کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو غیب کی کیا خبر، نبی کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا، فلاں چیز کا اختیار نہیں تھا، وہ کلمہ یوں نہ پڑھا کریں : لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ بلکہ وہ یوں پڑھا کریں: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ بَشَرٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یا پھر عیب جوئی چھوڑ دیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ بے عیب ذات میں عیب تلاش کرنے والوں کو نظرِ بصیرت عطا کرے کہ وہ بھی اس ذاتِ والا صفات کی شانِ محبوبی کو دیکھ لیں، جس ذات کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے محمد ﷺ بنا کر بھیجا ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی نبی مکرم ﷺ کو بے عیب مانتے تھے۔

چنانچہ سیدنا حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں۔

خُلِقْتَ مُبَرَّاً مِنْ کُلِّ عَیْبٍ كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَآءُ

یعنی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں۔

گویا جیسا کہ آپ چاہتے تھے خالقِ کائنات نے آپ کو ویسا ہی پیدا کیا ہے۔

تمثیل

یہاں مثال دے کر سمجھانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

شائد کہ اُتر جائے تیرے دل میں میری بات

ایک ماہر کاریگر نے اچھی اچھی چیزیں بنائیں۔ بعد میں اس نے اپنے فن کے اظہار کے لیے ایک نمونہ ایک کاریگری کا شاہکار بنا کر چوراہے پر رکھ دیا تا کہ لوگ آئیں اور اس شاہکار کاریگری کو دیکھیں چنانچہ اس کاریگر سے محبت رکھنے والے اس کی اپنی پارٹی کے لوگ آتے گئے اور دیکھ دیکھ کر حیران و قربان ہوتے گئے۔ واہ واہ کیا عجب چیز بنائی ہے۔ اس میں یہ بھی خوبی ہے اس میں یہ بھی کمال ہے، بس کمال ہی کمال ہے، حسن ہی حسن ہے اور کسی طرف سے کوئی نقص

نہیں بعدازاں وہ کاریگر کو جا جا کر مبارکبادیاں دیتے رہے ۔ بعدازاں وہاں کچھ وہ لوگ بھی آئے جو اس کاری گر کے مخالف پارٹی کے تھے، اُنہوں نے دیکھا تو بولے: بھئی چیز تو اچھی بنائی ہے مگر یہاں سے ٹھیک نہیں بنی، دیکھو یہاں یوں نہیں یہاں یوں نہیں وغیرہ وغیرہ۔ حقیقت میں وہ اس چیز میں عیب نہیں لگا رہے بلکہ کاریگر کی کاریگری میں عیب لگا رہے ہیں اور جو کاریگر کی پارٹی والے ہیں وہ دیکھ دیکھ کر خوش ہو رہے ہیں، اس چیز کی تعریفیں کر رہے ہیں۔ وہ حقیقت میں اس چیز کی تعریفیں نہیں کر رہے بلکہ وہ کاریگر کی تعریفیں کر رہے ہیں، کیونکہ اس چیز میں اپنا تو کمال نہیں بلکہ اس میں کمال آیا تو کاریگر کی کاریگری کی وجہ سے آیا بلکہ وہ کمال سارے کا سارا ہے ہی اس کاریگر کا۔ یوں ہی اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے رنگا رنگ کی مخلوق بنائی، ولی بنائے، ابدال بنائے، اوتاد بنائے، قطب بنائے، امام بنائے، غوث بنائے، صحابی بنائے، نبی بنائے، رسول بنائے اولوالعزم بنائے اور بعد میں ایک شاہکارِ قدرت بنا کر بھیجا جس میں ہر حیثیت سے خوبیاں ہی خوبیاں ہیں، اس میں کوئی کسی قسم کا سقم یا عیب نہیں رہنے دیا، کیونکہ یہ شاہکارِ قدرت ہے اور قدرت کا نمونہ ہے۔ اب اس بنانے والے کی پارٹی کے لوگ (اُولَٓئِكَ حِزْبُ اللهِ) آئے صدیق اکبر آئے، فاروق اعظم آئے، ذوالنورین آئے، حیدر کرار آئے اُنہوں نے دیکھا تو سبحان اللہ! سبحان اللہ! ان کی زبانوں پر جاری ہو گیا، واہ واہ! اس شاہکارِ قدرت میں کیسے کیسے کمالات اور کیسی کیسی خوبیاں ہیں۔ یوں ہی آتے گئے، غوث اعظم آئے، امام اعظم آئے، سرکار داتا گنج بخش آئے، خواجہ غریب نواز

آئے (رحمہم اللہ) اور اس شاہکارِ قدرت کو دیکھ دیکھ کر قربان ہی ہوتے چلے گئے۔ پھر ان لوگوں نے بھی دیکھا جو کسی دوسرے کی پارٹی کے تھے۔ دیکھ کر بولے ہیں تو اللہ کے نبی مگر ان کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں، ہیں تو اللہ کے رسول مگر کسی چیز کے مختار نہیں، ان کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوسکتا یہ تو آخر ہم جیسے بشر ہی ہیں، دیکھو یہ کھاتے پیتے بھی ہیں، بلکہ ان میں تو سارے عوارضاتِ بشریہ بھی ہیں وغیرہ وغیرہ تو دراصل یہ لوگ اس شاہکارِ قدرت سے عیب نہیں نکال رہے بلکہ یہ بنانے والے کی قدرت کے ہی منکر ہیں۔

فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ

محبوب! یہ تجھے نہیں جھٹلا رہے بلکہ یہ ظالم لوگ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی قدرتوں کے ہی منکر ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ سَيِّدِ الْاَبْرَارِ وَعَلٰى وَالِدَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقَرَارِ

میرے مسلمان بھائیو! ذرا سوچو تو سہی جس کو اللہ رب العلمین ہر نقص اور ہر عیب سے، ہر خامی سے پاک بنائے جس کے سر پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ شفاعت کا تاج سجائے، جس کو رحمۃ للعالمینی کے خلعت سے نوازے، جس کو مقامِ محمود کی نوید سنائے جسکو حوضِ کوثر کا مالک بنا کر شادیانے سنائے، جس کو نبیوں رسولوں سے اور ملائکہ کرام سے اونچا کر کے سب کا سردار بنائے، جن کی شفاعت سے روز قیامت ہزاروں نہیں لاکھوں، لاکھوں نہیں کروڑوں، اربوں کھربوں کو مصیبتوں سے چھٹکارا ملے، ایسے شاہکارِ قدرت میں عیب جوئی کرنا کہاں کی عقلمندی ہے یہ تو سراسر

حماقت اور بیوقوفی ہے۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے
یہ گھٹائیں اسے منظور بڑھانا تیرا

الحاصل جو لوگ اس شاہکارِ قدرت کو اور ان کے کمالات کو دیکھ دیکھ کر خوشیاں مناتے ہیں۔ ان کو قیامت کے دن جنت الفردوس میں وہ انعامات ملیں گے:
مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ جن لوگوں نے اس شاہکارِ قدرت، اس بے عیب ذات میں حسن کو خالقِ کائنات نے بنایا ہی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اس میں عیب جوئی کریں، انٹ شنٹ باتیں بنائیں ان کو پکڑ کر ایسی جگہ پھینکا جائے گا: اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ

دعا یا اللہ! تو نے جس حبیبِ مکرم کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنا کر بھیجا ہے، ہم سب کو ان کی بارگاہ میں ادب اور نیاز مند رہنے کی توفیق عطا فرما۔ ہمیں شیطان کی پارٹی (اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ) سے محفوظ و مامون رکھ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ

سوال اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے عیب ہیں تو آپ نے کھایا پیا کیوں، کیونکہ کھانا پینا محتاجی ہے اور محتاجی عیب ہے۔ لہٰذا اگر اللہ کے نبی بے عیب ہیں تو کیوں کھاتے پیتے تھے؟

جواب ہم عام انسان کھانے پینے کے محتاج ہیں اور یہ واقعی عیب ہے، مگر حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھانے پینے کے محتاج نہیں تھے۔ احادیثِ مبارکہ میں آتا ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی دن تک نہ کچھ کھایا نہ پیا بلکہ وصال کے روزے رکھتے رہے اور اس رحمت والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ بھی نہ ہوا، یعنی کمزوری نہ نقاہت وغیرہ، کیونکہ آپ کھانے پینے کے محتاج نہیں تھے، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا تو انہوں نے

بھی وصال کے روزے رکھنا شروع کر دیے، چند دنوں کے بعد صحابہ کرام کمزور ہو گئے سرکارِ ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پوچھا: اے میرے صحابہ! تم کیوں کمزور ہو گئے ہو؟ یہ سن کر عرض کیا: حضور! چونکہ آپ نے وصال کے روزے رکھے ہیں، ہم نے بھی وصال کے روزے رکھنے شروع کر دیے۔ یہ سن کر جانِ جہاں رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اَیُّکُمۡ مِثۡلِیۡ یعنی تم میں سے میری مثل کون ہو سکتا ہے؟ کسی روایت میں فرمایا: لَسۡتُ کَاَحَدِکُمۡ میں تم میں سے کسی جیسا نہیں ہوں، اسی قسم کے ملتے جلتے پانچ الفاظ مبارکہ ہیں۔ الحاصل اس حدیث پاک سے یہ ثابت ہوا کہ سید العلمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھانے پینے کے محتاج نہیں ہیں بلکہ کھانا پینا ان کا محتاج ہے۔

ہاں! دوسرے لوگ محتاج ہیں۔ [1]

وصال کے روزے وہ ہوتے ہیں کہ روزہ رکھا مگر افطاری کے وقت روزہ افطار نہ کیا، رات بھر نہ کچھ کھایا جائے نہ پیا جائے، دوسرے دن پھر روزہ یوں ہی کئی دن تک روزہ رہے۔

سوال اگر اللہ جل جلالہ کے نبی علیہ السلام کھانے پینے کے محتاج نہیں تھے تو کھایا پیا کیوں تھا؟

جواب بیشک ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھانے پینے کے محتاج نہیں تھے، کیونکہ محتاجی عیب ہے اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بنا کر بھیجا ہے اور محمد وہ ہوتا ہے جس میں کوئی عیب نہ ہو۔ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) ہاں! اُمت کے والی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

[1] روح البیان ص ۱۵۴، جلد ۳ روح ص ۸۳/۶ البرہان

نے کھایا، پیا مگر محتاجی کی وجہ سے نہیں بلکہ اُمت کو کھانے پینے کا طریقہ بتانے کے لیے اگر نہ کھاتے پیتے تو ہمیں کیسے پتہ چلتا کہ کھانے پینے میں یہ یہ باتیں سنت ہیں، یہ واجب ہیں، یہ مکروہ ہیں اور یہ حرام ہیں۔

میرے عزیز! غور کر ————— بس پر یا ریل گاڑی پر یا جہاز پر سواریاں سوار ہوتی ہیں اور ڈرائیور، پائلٹ وغیرہ بھی سوار ہوتے ہیں لیکن فرق ہے سواریاں مقامِ مقصود پر پہنچنے کے لیے سوار ہیں لیکن ڈرائیور یا پائلٹ مقامِ مقصود پر پہنچانے کے لیے سوار ہیں۔ دونوں میں فرق ہے اور اگر تو فرق نہ جانے تو تو احمق ہے۔ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

اللہ تعالیٰ جل جلالہ مقامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میرے عزیز تو نے سنا ہوا ہے کہ جب رحمتہ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو جانِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناف بریدہ پیدا ہوئے تھے۔ جب ولادت کے بعد عورتوں نے سرکار علیہ السلام کو غسل دینے کا ارادہ کیا تو آواز آئی غسل دینے کی ضرورت نہیں، اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ بچہ جب ماں کے پیٹ میں چند ماہ کا ہوتا ہے اور اس میں قدرت کی طرف سے جان ڈالی جاتی ہے، اس کے بعد بچہ کھانے پینے کا محتاج ہوتا ہے اور ناف کے ذریعے بچے کو ماں کا خون پلایا جاتا ہے تا کہ بچہ زندہ رہ سکے۔ لہٰذا وہ بچہ خون کا محتاج ہوا اور محتاجی عیب ہے۔ اسی لیے اُمت کے والی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ناف بریدہ پیدا ہوئے تا کہ کوئی یہ نہ کہے کہ نبی اکرم بھی ماں کا خون پیتے رہے۔ لہٰذا اللہ رب العالمین جل جلالہ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ناف بریدہ

پیدا فرما کر ثابت کر دیا کہ واقعی یہ محمد ﷺ ہیں۔ غسل دینے سے اس لیے منع کیا گیا کہ غسل اُس بچے کو دیا جاتا ہے جس کے جسم پر غلاظت ہو اور غلاظت عیب ہے۔

یوں ہی آپ رحمتہ للعالمین ﷺ کے جسمِ اطہر کے اعجاز و کمالات کے باب میں پڑھ چکے ہیں کہ سرکار ﷺ کا خون مبارک، آپ ﷺ کے فضلاتِ مبارکہ پاک ہیں اور ہمہ وقت جانِ دو عالم ﷺ کے جسمِ اطہر سے خوشبو مہکتی رہتی تھی۔ اس کی وجہ بھی یہی کہی جا سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ نے اپنے حبیبِ لبیب ﷺ کو محمد بنا کر بھیجا ہے۔ ﷺ نیز یہ بھی اکابر نے فرمایا کہ سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسمِ انور پر مکھی نہیں بیٹھتی تھی اور جوئیں نہیں پڑتی تھیں۔ یہ بھی اس لیے کہ حضورِ محمد ﷺ ہیں اور محمد ﷺ وہ ہو سکتا ہے جس میں عیب نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ ہمیں اس مبارک نام اور اس نام والے نبیوں کے نبی، رسولوں کے امام ﷺ کا ادب اور تعظیم کرنے کی توفیق عطا کرے اور اگر مگر کے چکر سے بچائے۔ **وَاللهُ تَعَالَى الهَادِي وَنِعمَ الوَكِيل**

جبرائیل امین علیہ السلام کی دعا پر آپ ﷺ کا آمین فرمانا

قارئین کرام آپ نے کئی مرتبہ حدیث پاک سنی ہو گی کریم آقا علیہ السلام اپنے ممبر پاک پر قدم مبارک رکھ رہے تھے اور آمین فرما رہے تھے جس کے حوالے سے صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ آپ آمین فرما رہے تھے۔ تو آقا کریم ﷺ نے فرمایا: جبرائیل امین دعا مانگ رہے تھے اور وہ دعا میں یہ کہہ رہے تھے جس کے سامنے آپکا نام نامی اسم گرامی آئے اور وہ سن کر درود شریف نہ پڑھے وہ تباہ برباد ہو جائے تو میں نے کہا: آمین!

اسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سن کر انگوٹھے چومنا

جب حضرت آدم علیہ السلام کو جنت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا اشتیاق ہوا تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ وہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تیری صلب (اولاد) میں پیدا ہوں گے اور آخری زمانے میں ظاہر ہوں گے۔ بعد ازاں جب دوبارہ حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی: میں نے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کے دائیں ہاتھ کی انگشت میں منتقل کر دیا ہے۔ چنانچہ اس نور نے اللہ تعالیٰ کی تسبیح کی، اسی وجہ سے ہمارے دائیں ہاتھ کی پہلی انگلی کو شہادت کی انگلی کہا جاتا ہے۔ روض الفائض میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں میں ظاہر فرمایا جیسے آئینے میں کوئی چیز نظر آتی ہے۔ پس حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے دونوں انگوٹھوں کو چوما اور اپنی آنکھوں کے ساتھ لگایا پھر جب جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص میرا نام اذان میں سن کر اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر لگائے گا تو کبھی اندھا نہیں ہوگا۔ (تفسیر روح البیان جلد ۷) حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے عاشورۂ محرم میں مسجد میں تشریف لائے اور نماز جمعہ کے بعد ستون کے نزدیک بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوم کر اپنی آنکھوں پر پھیرا اور کہا: قرة عینی بک یارسول اللہ (اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں)۔ جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان سے فارغ ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوبکر! جو شخص تمہاری طرح میرا نام سن کر محبت سے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگائے اور جو تم نے کہا وہ کہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں سے درگزر فرمائے گا اور میں اس کی بخشش کی درخواست کروں گا۔ (تفسیر روح البیان جلد ۷)

انگوٹھے چومنے کا مسئلہ

مؤذن اشھدان محمد رسول اللہ کہے تو سننے والا بھی ان الفاظ کو ادا کرے اور درود شریف پڑھے ۔ مستحب یہ ہے کہ دونوں انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں سے لگائے اور کہے قرۃ عینی بك یارسول اللہ اللھم متعنی بالسمع والبصر اے اللہ کے رسول آپ میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں، اے اللہ! تو مجھے سننے اور دیکھنے کی دولت سے نوازے رکھ ۔ ایسا کرنے والا تو ان شاء اللہ آنکھوں کے مرض سے محفوظ رہے گا اور حضور ﷺ ایسے شخص کو جنت میں لے جائیں گے پھر یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم علمائے صالحین کا معمول رہا ہے ۔ اس قسم کے اعمال
کا انکار جو سرکار دو عالم ﷺ کی محبت کا مظہر ہوں، بڑی محرومی کا باعث ہو سکتا ہے ۔
قرآن مجید میں حضور ﷺ کی بارگاہ میں ادنیٰ سی بے ادبی سے تمام اعمال ضائع ہونے کی وعید ہے ۔

حضور ﷺ کے نامِ پاک کی برکت سے پھولوں کا کھلنا اور میرے رب ذوالجلال والاکرام کی قدرت

ہم نے دیکھا انڈونیشیا میں ایک باغ ہے جس میں پھول اذان کے وقت کھلتے ہیں ۔ جیسے جیسے اذان ہوتی ہے پھول اپنی تمام تر توانائی کے ساتھ کھلنا شروع ہو جاتے ہیں، اذان کے آغاز میں ان پھولوں کا کھلنا شروع ہوتا ہے اور اختتام اذان پر وہ پھول مکمل کھل کر لہلہانہ اور مہکنا شروع ہو جاتے ہیں ۔ آپ ہمارے اس پیغام کی تصدیق کیلئے انٹرنیٹ پہ بھی دیکھ سکتے ہیں ۔

حوالہ کیلئے درج ذیل کتب ملاحظہ ہوں ① تربیتی نصاب جلد اول ص 805 ناشر منہاج القرآن لاہور
① صلوٰۃ مسعودی جلد دوم باب نمبر ۲۰ ② روح البیان ③ کنز العباد ④ قہستانی
⑤ فتاویٰ صوفیہ ⑥ کتاب الفردوس ⑦ حواشی بحر الاملی ⑧ المقاسد الحسنہ ⑨
شرح نقایہ ⑩ مجمع بحار الانوار ⑪ اعانت الطالبین ⑫ تقبیل الا بھامین

دُرُود بھی .... سلام بھی

ہاں ہاں ..... ! جب بھی لکھتے لکھتے ..... ذکرِ مصطفیٰ آئے .... ﷺ ...... یا اسمِ مصطفیٰ آئے تو مکمل درود پاک لکھیں ...... دعویٔ محبت سچا ہو ...... گلدستہ ہائے عقیدت میں کمی ہو ...... ممکن نہیں .... ابراھیم نسفی .... رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ..... خواب میں ، زیارتِ مصطفیٰ ﷺ .... سے ...... شاد کام ہوا........ چہرۂ انور پر ..... انقباض کے آثار و علاماتِ مترشح تھیں ..... اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر ..... دستِ اقدس ...... پر لبہائے عقیدت ثبت کر دیے ...... اور ..... عرض کناں ہوا...... میرے آقا ..... ﷺ ...... میں تو اصحابِ حدیث ہوں ...... میں تو اہلِ السنۃ سے ہوں ..... لیکن آپ کے اطوارِ مقدسہ سے اجنبیت ٹپک رہی ہے ..... کیا سبب ہے ..... ؟ یہ سنتے ہی لبِ ہائے مقدس پر ..... تبسم عنبری کے گلِ گلاب کھل اٹھتے ہیں ..... فرماتے ہیں: مجھ پر تو صلوٰۃ بھیجتا ہے ..... سلام کیوں نہیں بھیجتا ..... ؟

يَا رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اَنَا مِنْ اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ وَاَنَا مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَاَنَا غَرِيْبٌ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلُ اللهِ وَقَالَ اِذَا صَلَّيْتَ لِمَ لَا تُسَلِّمُ عَلَيَّ [1]

ترجمہ

یارسول اللہ ﷺ میں اصحابِ حدیث سے ہوں اور میں اہلِ سنت سے ہوں اور میں اجنبی ہوں ، تو رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا اور فرمایا: جب تو مجھ پر درود پڑھتا ہے ، سلام کیوں نہیں بھیجتا۔

[1] القول البدیع ۲۵۳ ، سعادۃ الدارین ۱۲۸

بد قسمت ہاتھ

مکمل التفات وتوجہ سے سنو ..... !ابوزکریا یحیٰ بن مالک القادری رحمہ اللہ تعالیٰ ..... کیا فرمارہے ہیں کہ ہم سے ہمارا ایک بصری دوست اپنا مشاہدہ ذکر کرتا ہے ..... اصحابِ حدیث سے ......ایک فرد......حدیث پاک لکھتا ہے.......لیکن جب ذکرِ مصطفیٰ .... صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آتا ہے.......بخل کرتے ہوئے صلوٰۃ وسلام ..... حذف کرجاتا ہے ..... راوی کہتا ہے کہ میں نے خود دیکھا......اس کے داہنے ہاتھ کو ایسی بیماری لگی ہوئی ہے ....جس سے اس کا ہاتھ گل سڑ رہا ہے

كَانَ رَجُلاً مِّنْ اَصْحَابِنَا يَكْتُبُ الْحَدِيْثَ وَلَا يُصَلِّيْ عَلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم اِذَا ذَكَرَهُ يَحْذِفُ ذَالِكَ شُحًّا مِّنْهُ عَلَى الْوَرَقِ قَالَ فَلَقِيْتُهُ بِهِ وَقَدْ وَقَعَتِ الْاَكِلَةُ فِيْ يَدِهِ الْيُمْنٰى [1]

ترجمہ: ہمارے اصحاب میں سے ایک شخص حدیث پاک لکھتا تھا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ بھیجتا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر کرتا تو کاغذ کی کنجوسی کی وجہ سے حذف کردیتا۔

فرمایا: میں نے دیکھا اس کے دائیں ہاتھ میں ''برص'' کی بیماری لگ گئی۔[2]

1. القول البدیع ۲۰۸ جذب القلوب ۲۸۶ سعادۃ الدارین ۱۳۱
2. جگمگ جگمگ نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص235

ہاتھ قلم کر دیا

سنو سنو ..... ! وہ پہلا بد بخت ...... جو اس بدعت سیئہ کا مرتکب ہوا...... سیاستہ اس کا ہاتھ قلم کر دیا گیا 1

سبحان اللہ سبحان اللہ ۔۔۔کتنا محبت کا زمانہ تھا۔۔۔کتنا ادب و احترام کا دور تھا ..... جس نے ...... صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ...... کا مخفف ایجاد کیا ...... اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا ..... وہ ہاتھ جو صلوٰۃ وسلام لکھنے سے گریزاں ہے ...... اسے کوئی حق نہیں کہ وہ بدن کے ساتھ رہے ...... کہیں اس کا وبال بقیہ بدن پر بھی نہ پڑے ..... یہ ہاتھ کیوں نہ کٹتا...... جو صرف مال کی چوری کرتا ہے ..... اس کا ہاتھ قلم کر دیا جاتا ہے ..... اور اس نے عظمتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چوری کی تھی ..... اور جس شخص کے دل میں عظمتِ مصطفیٰ ..... صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ...... کا گلشن مہک رہا ہے ..... وہ اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہے کہ مال دنیوی کی چوری سے ...... شانِ مصطفےٰ ..... صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ...... میں چوری کرنا سنگین جرم ہے ..... اور مذکورہ بالا سزا تو بہت کم ہے ...... لیکن ہائے افسوس ...... ! یہ چوری ...... یہ چوری سے سنگین ترین جرم ہے ...... کس قدر عام ہو چکا ہے ..... ہر کتاب ..... ہر رسالہ ..... ہر اخبار اس سے لبریز ہے۔ بلکہ اب تو حدود صفحات و قلم سے نکل کر زبان تک آ چکا ہے ...کہ صلعم ...... آقائے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ...... کے ذکرِ پاک کے ساتھ زبان سنائی دینے لگا ہے ... اے کاش ..... اے کاش ..... ! اس بدعت سیئہ کے شجر تناور کو جڑوں سے اکھیڑ کر پھینک دیا جاتا۔

1 فتاوی افریقہ ۶۰ امام جلال الدین سیوطی

سنو سنو .....! ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمان النہدی رحمہ اللہ تعالیٰ .....فرماتے ہیں ..... والدِ محترم نے فرمایا......ایک عالم نے موطا کا نسخہ لکھا......نئی راہ اختیار کی ......اختصار کی خاطر......صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جگہ "ص" لکھتا رہا ..... ایک متدین رئیس کو پیش کیا ......رئیس جب اس غفلت پر آگاہ ہوا ......ہر قسم کے اعزاز واِکرام سے محروم ......اپنی مجلس سے نکال دیا......چشمِ زمانہ نے دیکھا کہ وہ اسی طرح دردر ٹھوکریں کھاتا کھاتا ......جہان فانی سے رخصت ہوگیا

عَوَّضَ عَنْهَا "ص"... فَصَرَفَ عَنْهُ وَحَرَّمَهُ وَاَقْصَاهُ وَلَمْ يَزَلْ

ذَالِكَ الرَّجُلُ مُحَارِفًا مُحْشِرًا اِلٰى اَنْ مَاتَ [1]

دیکھو دیکھو .....! جس نے بخل کیا......خالقِ کائنات نے اس کو اسی دنیا میں سزا دے دی۔ شفاء الاسقام میں ہے: ایک کاتب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسمِ گرامی کے ساتھ صلعم لکھتا تھا، موت سے پہلے اس کا ہاتھ کٹ گیا۔ اسی فعلِ شنیع کے مرتکب ہونے والے ایک اور بدنصیب کی زبان کٹ گئی۔ ایک اور محروم القسمت کا نصف دھڑ ہی مارا گیا۔ چشمِ زمانہ نے ایک ایسے ہی غافل کو دیکھا جو اسی فعلِ بد کی پاداش میں آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو چکا ہے، گلیوں میں ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے اور لوگوں سے بھیک مانگ رہا ہے۔[2]

1. سعادت الدارین ۱۳۱ القول البدیع ۲۰۸
2. جگمگ جگمگ نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ص 245

ہاں ہاں۔۔۔!وہ ہاتھ کٹ جانے کے ہی قابل ہے جو صلوٰۃ وسلام کی تحریر سے اکتاتا ہے۔ جی ہاں !اس زبان اور آنکھ کو جسم کے ساتھ اتصال کا کوئی حق نہیں جو محسنِ اعظم رحمتِ عالم ﷺ پر درود وسلام سے بیزار ہے ۔

دل ہے وہ دل جو تیری یاد سے معمور رہا
سر ہے وہ سر جو تیرے قدموں پہ قربان گیا

امامت ملائکہ

دیوانو...... !مدنی محبوب ......ﷺ...... کے دیوانو...... !سنو...... !سیدنا حفص بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرمارہے ہیں ......سنو ...... !ابوزراعہ کی موت کے بعد میں نے خواب میں دیکھا......محبت کی آنکھیں واکر کے ......تصورات کے البم میں یہ حسین منظر دیکھو......ابوزراعہ رضی اللہ عنہ آسمان دنیا پر نورانی مخلوق ..... صغائر و کبائر سے معصوم پاک طینت مخلوق......ملائکہ کے سنگ ......سجدہ ہائے بندگی میں محو ہیں ......صرف یہ ہی نہیں ، بلکہ ایک خاکی ......نوریوں کی امامت کے تاج سے آراستہ ہے۔

حیرت واستعجاب کے سمندر میں غرق غرق استفسار کیا ......"ابوزراعہ"...... یہ بلندرتبہ کیسے نصیب ہوا .....؟ جواب دیا میں نے کئی ہزار احادیث طیبہ اپنے ہاتھوں سے لکھیں جب بھی سرکارِ مدینہ ﷺ کا ذکر پاک آیا تو میں نے درود وسلام کے میٹھے گیت ضرور لکھے ......

وَهُوَ فِي السَّمَاءِ يُصَلِّي بِالْمَلَائِكَةِ فَقُلْتُ لَهُ: بِمَ نِلْتَ هٰذَا؟
فَقَالَ كَتَبْتُ بِيَدَيَّ أَلْفَ أَلْفِ حَدِيْثٍ إِذَا ذَكَرْتُ النَّبِيَّ ﷺ [1]

[1] القول البدیع ۲۰۳ جذب القلوب ۲۸۰ سعادۃ الدارین ۱۲۸

ثناخوان ہے خود رحمان تیرا

سنو سنو......! یہ کیسی پُر کیف کہانی سنائی جارہی ہے۔اور کیسا حکم دیا جارہا ہے ......لوگو......! خالق ارض وسما......عالم بالا کی مخلوق ملائکہ......سب کے سب مل کر مدنی سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر درود بھیج رہے ہیں......اے ایمان والو......! تم بھی اس مرکزِ ایمان...... صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ......پر صلوٰۃ بھیجو......اور خوب خوب سلام بھی......

اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا [1]

آسمانِ رشد وہدایت کے آبدار ستارے دست بستہ عرض کناں ہیں......اے آفتابِ رسالت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ......! طریقہ سلام تو ہم جانتے ہیں ......طریقہ صلوٰۃ بھی تعلیم فرمادیں۔ گہرے سکوت کے بعد لبہائے مقدسہ جنبش فرمارہے ہیں:

تم یوں صلوٰۃ بھیجا کرو ......

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ [2]

1. القرآن الحکیم الاحزاب ۳۳:۵۶
2. سعادت الدارین ۰۹ جگمگ جگمگ نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ص 240

محدثین کرام نے .... مختصر اور جامع درود پاک ﷺ مستنبط فرمایا ہے ، یہ ہی سلف صالحین کا طریقہ ہے جس پر علومِ دینیہ کی سب کتب شاہد و گواہ ہیں لیکن صلعم ، صللم ، عم ، عہ ، اور ص لکھنا یہ مہمل اور بے معنی کلمہ لکھنا ۔۔۔ کیسی اطاعت ہے کیسی فرمانبرداری ہے کیسی تعمیل ہے ...... اور کیسی وفاداری ہے ؟

طریقہ یہود

ٹھہرو ٹھہرو ...... ! کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ تم بنی اسرائیل کی پیروی کر رہے ہو ...... دانستہ یا نادانستہ ...... ان کی طرح سکھلائے گئے ...... کلمات تبدیل کر کے ..... عذابِ سماوی کی دعوت دے رہے ہو ... اور زمرۂ فاسقین میں اپنے نام لکھوا رہے ہو ...... ؟

سنو سنو ...... ! قرآن حکیم ..... تنبیہ وایقاظ کی خاطر ۔۔۔ ان کی حکایات کر رہا ہے

فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ [1]

ان سے کہا گیا ..... حطۃ کہو ...... انہوں نے حنطۃ کہا ...... ہمیں صلوٰۃ وسلام کا حکم دیا گیا ...... ہم نے صیغہ صلاۃ وسلام کو ان رمزوں سے بدل دیا زبان سے بھی اور قلم سے بھی ..... قلم بھی تو زبان ہی ہے ...... بعض نادان دوست علومِ دینیہ سے ناواقف دوران تکلم بھی کہتے سنے گئے ہیں ۔

[1] القرآن الحکیم البقرہ ۲:۵۹

عادۃ المحرومین

ارے نادانوں ..... ! تھوڑی سی غفلت ......سلف صالحین کی پاکیزہ سنت کی مخالفت کا باعث بن رہی ہے ۔۔۔ اور زمرۂ محرومین میں داخل ہونے کا

وَ كَذَا اِسْمُ رَسُوْلِهٖ بِاَنْ يُّكْتَبَ عَقِيْبَهٗ ﷺ فَقَدْ جَرَتْ عَادَةُ الْخَلَفِ كَالسَّلَفِ وَلَا يُخْتَصَرُ بِكِتَابَتِهَا بِنَحْوِ صَلْعَمْ فَاِنَّهٗ عَادَةُ الْمَحْرُوْمِيْنَ

اے یہ غفلت وکوتاہی ۔۔۔امرِ مکروہ تحریمی ہے ۔۔۔ خیرِ عظیم فضلِ جسیم سے محروم ہونا ہے ۔۔۔

مَنْ اَغْفَلَ هٰذَا حُرِمَ خَيْرًا عَظِيْمًا وَّ فَوَّتَ فَضْلًا جَسِيْمًا [۱]

سلف صالحین نے اس بخل کو بہت ناپسند کیا ہے [۲]

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ سَيِّدِ الْاَبْرَارِ وَعَلٰى وَالِدَيْهِ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اِلٰى يَوْمِ الْقَرَارِ

۱ المقدمۃ للنووی ۲۰ اتحاف سادۃ المتقین ۵:۵۵

۲ جذب القلوب ۲۸۶ مدارج النبوت ۵۸۰ القول البدیع ۲۵۰

روح البیان ۸:۲۲۸ فتاوی افریقہ ۶۰ اتحاف سادۃ المتقین ۵:۵۵ ۰۳

ماخذ جگمگ جگمگ نام محمد ﷺ ص 242 ناشر اہل السنۃ پبلی کیشنز جہلم

بکھرے موتی

گلشنِ عالم کے گوشوں میں گونج رہا ہے نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ڈالی ڈالی ، پتا پتا ، دیتے ہیں پیغامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نگہ ترحم ، بحرِ ترنم ، ایک بہار افروزِ تبسم
برسوں سے ہے جانِ تکلم، خلق کی عظمت نامِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(غلام محمد ترنم: م ۱۹۵۹ء)

محمد کا زبان پر نام آیا قلم نے سر کو سجدہ میں جھکایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
محمد کا جو شیریں نام لکھا مٹھاس سے قلم کا ہونٹ چپکا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(میر ضیاء الدین: م ۱۸۱۶ء)

صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِین

بکھرے موتی

1. شبِ معراج سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی نام سے پکارا: یا محمد ﷺ اقری امتك السلام [۱]
2. سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسمِ گرامی یومِ ولادت ہی پر رکھ دیا گیا لیکن باقاعدہ ساتویں روز .... وُلِدَ اللَّيْلَةَ لِعَبْدِ اللهِ ابْنِ الْمُطَّلِبِ غُلَامٌ سَمُّوْهُ مُحَمَّدًا [۲]
3. اللہ جل جلالہ نے اس اسمِ گرامی کی شہرت کے باوجود اس نام کی حفاظت فرمائی

۱ سعادت الدارین ۳۰۳_۳۸۸
۲ السیرۃ الحلبیہ ۱:۸۸_۹۱

ولادت کے قریب کچھ لوگوں کا یہی نام رکھا گیا لیکن کسی نے بھی دعویٔ نبوت نہ کیا:

فَمَنَعَ اللّٰهُ تَعَالٰى بِحِكْمَتِهٖ اَنْ يَتَسَمّٰى بِهٖ اَحَدٌ غَيْرُهٗ وَلَا يُدْعٰى بِهٖ مَدْعُوٌّ قَبْلَهٗ مُنْذُ خُلِقَتِ الدُّنْيَا وَفِيْ حَيَاتِهٖ وَلَا فِيْ زَمَنِ اَصْحَابِهٖ [۱]

4 تشہد میں اسی نامِ اقدس کا لانا ضروری ہے:

لَا يَكْفِيْ الْاِتْيَانُ بِهٖ فِي التَّشَهُّدِ بَدَلَ مُحَمَّدٍ ﷺ [۲]

5 اسلام میں پہلا خوش نصیب جس کا نام یہی تھا: محمد بن حاطب [۳]

6 اسی نام والے تین اشخاص، جنہوں نے اسلام پایا

محمد بن ربیعہ .... محمد بن حارث .... محمد بن سلمہ [۴]

7 کافر جب تک کلمہ طیبہ میں محمد ﷺ کا تلفظ نہ کرے گا، دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوگا۔ لَا يَصِحُّ اِسْلَامُ الْكَافِرِ حَتّٰى يَتَلَفَّظَ بِهٖ بِاَنْ يَّقُوْلَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

8 ساری نسلِ انسانیت میں سے کنیت میں سیدنا آدم علیہ السلام کو اسی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ [۵]

9 نبی کریم ﷺ اکثر خود کو اسی نام سے موسوم کرتے تھے۔

اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ وَيَكْتُبُ مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ

۱ السیرۃ الحلبیہ ۱:۸۸_۹۱ ۲ السیرۃ الحلبیہ ۱:۸۸_۹۱ ۳ السیرۃ الحلبیہ ۱:۸۸_۹۱

۴ السیرۃ الحلبیہ ۱:۸۸_۹۱ ۵ ابو محمد، سعادت الدارین ۳۸۹

10 اسی نامِ اقدس کے ساتھ ملائکہ، آپ پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ [1]

11 روزِ محشر شفاعت کی خاطر سیدنا عیسٰی علیہ السلام آپ کی طرف راہنمائی کے لیے یہی نام لیں گے۔ [2]

12 پہاڑوں کے فرشتے نے اسی نامِ اقدس سے آپ کو ندا دی۔ [3]

13 خازنِ جنان کو دروازہ کھلواتے وقت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہی نام بتائیں گے۔ [4]

14 وہ ذات جس کا حقیقی نام محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہو .... آپ کے سوا کوئی نہیں۔

15 کروڑہا مسلمانوں نے اسی نامِ مقدس کو اپنے نام کا سابقہ یا لاحقہ بنایا ہے۔

16 اسی نامِ اقدس سے قرآن حکیم کی ایک پوری سورۃ مبارکہ ہے۔

جوکہ پارہ 26 میں ہے ترتیب کے اعتبار سے 47ویں سورۃ ہے۔

17 قرآن حکیم کے سینہ اقدس پر یہ اسمِ گرامی چار جگہوں پر منقوش ہے:

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ [5]

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ

(وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ) [6]

١ سعادت الدارین ۳۸۹ ٢ سعادت الدارین ۳۸۹ ٣ سعادت الدارین ۳۸۹

٤ سعادت الدارین ۳۸۹ ٥ القرآن الحکیم آل عمران ۳:۱۴۴ ٦ القرآن الحکیم محمد ۴۷:۲

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ [1]

18 سمرقند کے شہر ماکردین کے قبرستان ''تربة المحمدین'' میں صرف محمد نامی لوگوں کو دفن کیا جاتا ہے۔ [2]

19 مسلمانانِ عالم کو اسی نام کے ناطے محمد نز اور اسلام کو محمد نزم کہا جاتا ہے۔

20 ملک الموت نے جب آپ کی روحِ اقدس قبض کی، تو کہتا جارہا تھا:

وَا مُحَمَّدَاہُ صَعِدَ مَلَكُ الْمَوْتِ اِلَی السَّمَآءِ بَاکِیًا لَّمَّا قَبَضَ رُوْحَهُ الشَّرِیْفَ یُنَادِیْ وَا مُحَمَّدَاہُ [3]

21 ملائشیا، مسلمانوں کا ملک جس کا معنیٰ ہے: محمد لم یزل محمد ﷺ جس کا ذکر ہمیشہ رہے گا۔

راقم ایمانی و روحانی مسرت محسوس کررہا ہے کہ اسے نبی کریم ﷺ کے مبارک والدین کریمین طیبین طاہرین رضی اللہ عنہما وسلام اللہ علیہما کے بارے میں اور آپ ﷺ کی رضائی ماؤں، فاطمہ بنت اسد و نام مبارک کے حوالے سے یہ عاجزانہ ہدیہ محبت پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے، مجھے یقین ہے کہ میرے محبوب کریم رؤف و رحیم آقا حضور رحمتہ للعالمین ﷺ میرا ہدیہ قبول فرمائیں گے اور محشر میں میرے والدین کو اور مجھے اپنی شفاعت سے نوازیں گے۔ مجھ سے اس تحریر میں کوئی بھول چوک ہوئی ہو یا طرز بیان میں کوئی خطا ہوئی ہو اس کے لیے اللہ کریم سے طالب عفو و مغفرت ہوں، اللہ کریم میرے تمام معاصی سے درگزر فرمائے اور دارین میں میرا بھرم اور مجھ پر اپنا کرم رکھے۔ اللہ تعالیٰ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے ذریعۂ نجات بنائے۔ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

آمین بجاہ طہٰ ویٰس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی ابیہ وامہ والہ وبارک وسلم اجمعین

بتاریخ: $17\frac{10}{2018}$ بانی و متولی: جامع مسجد حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا و ادارہ حنفیہ غوثیہ لاہور

[1] القرآن الحکیم الفتح، ۲۹:۳۸
[2] منہاج القرآن جون ۱۹۹۱ء
[3] سعادت الدارین ۳۸۹
جگمگ جگمگ نام محمد ﷺ ص 251

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہر نبوت

تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد زندہ باد



ماہ صفر المظفر کے آخری ہفتہ میں ہونے والی

سالانہ عظیم الشان محفل حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے اشتہار کی تصویر



خوشخبری

حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی سیرت پر خوبصورت کتاب

شان سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

مصنفہ

الحاج قاری غلام رسول قصوری ابن یونس

جامع مسجد حضرت سیدہ آمنہ و ادارہ حنفیہ غوثیہ

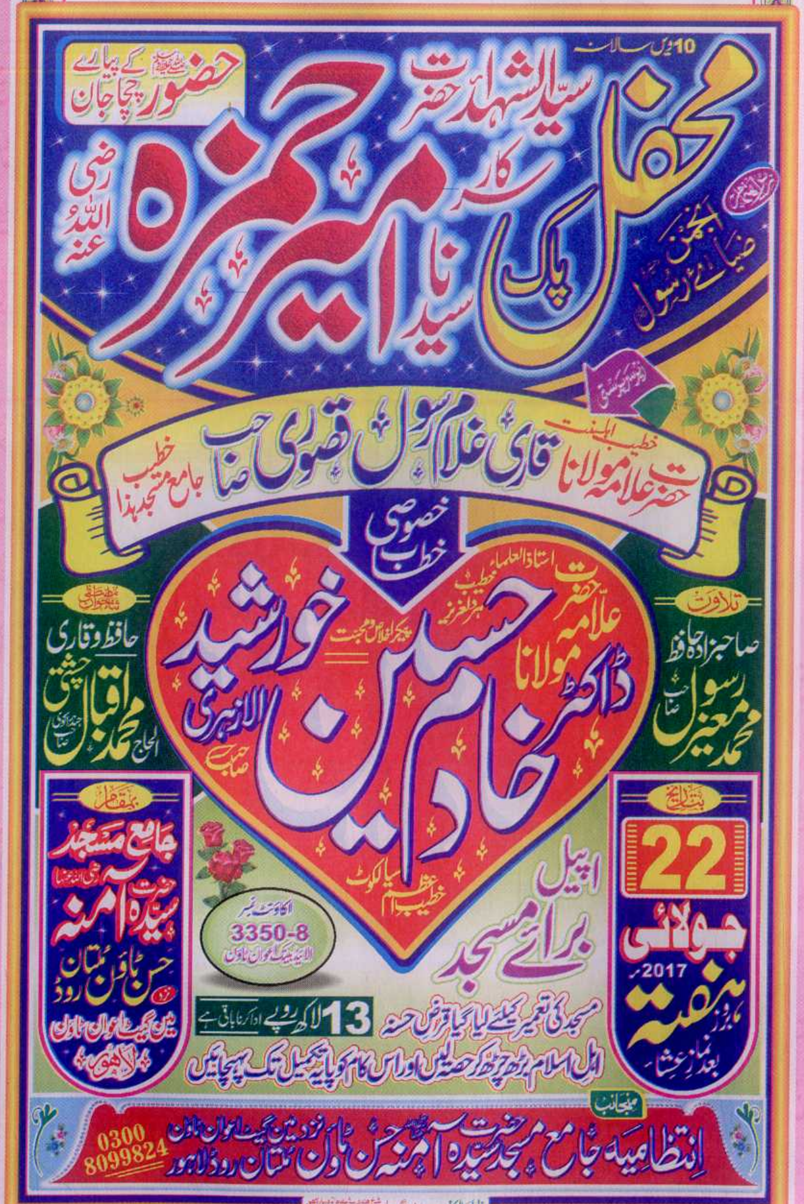
حسن ٹاؤن اعوان ٹاؤن ملتان روڈ لاہور

عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آ رہی ہے

فاتح بدر، عمِ رسول، سید الشہداء
حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

1. وہ عظیم ہستی کہ جنہیں لشکرِ اسلام کے پہلے کمانڈر ہونے کا اعزاز حاصل ہے جن کے اسلام قبول کرنے سے دینِ مصطفیٰ ﷺ کو عزت ملی۔
2. وہ عظیم ہستی کہ جنہیں آقائے کائنات ﷺ کا رضائی بھائی، پیارے چچا اور بچپن کے عزیز دوست ہونے کا شرف حاصل ہے۔
3. وہ عظیم ہستی کہ جنہیں رسولِ خدا ﷺ کی مدد و نصرت کی خاطر بدر و اُحد میں مشرکینِ مکہ کے غرور اور تکبر کو خاک میں ملانے کا شرف حاصل ہوا۔
4. وہ عظیم ہستی کہ مدینہ تشریف آوری کے بعد آقائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے دستِ مبارک سے پہلا پرچم اسلام لوائے ابیض آپ کو عطا فرمایا۔
5. وہ عظیم ہستی کہ جن کے بارے میں آقائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بروز قیامت مَیں براق اور میرے چچا حمزہ میری اونٹی عضباء پر سوار ہو کر میدانِ قیامت میں آئیں گے۔
6. وہ عظیم ہستی کہ جن کی شہادت پر آقائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 70 بار نمازِ جنازہ ادا کی اور بدستِ خود قبر کھود کر دفن کیا۔
7. وہ عظیم ہستی کہ جن کے مزار پُرانوار کی زیارت کے لیے آقائے کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لاتے، اور سلام پیش فرماتے۔ سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار اور پہچان کے لیے پرچم نصب فرمایا
8. وہ عظیم ہستی کہ جن کی تربت اطہر سے خاکِ شفاء لے کر خاتون جنت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے تسبیح بنائی اور ان پر ذکر الٰہی فرمایا کرتیں۔

ماہ شوال المکرم میں ہونے والی
سالانہ محفل ذکر سید الشہداء امیر حمزہ کے اشتہار کی تصویر



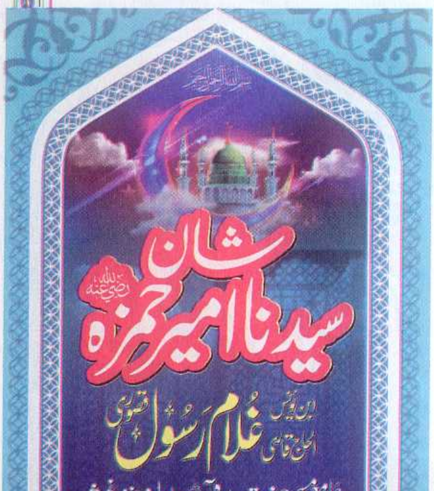
9 وہ عظیم ہستی جنہوں نے آپ ﷺ کی محبت میں آپ کو بُرا کہنے والے ابوجہل کے سر پر کمان مار کر زخمی کر دیا۔

10 وہ عظیم ہستی جن سے اظہارِ محبت فرماتے ہوئے رسولِ کریم ﷺ نے اپنی چادر مبارک میں کفن دے کر سپردِ بہشت کیا۔

11 وہ عظیم ہستی جن کو ساتویں آسمان پر اسد اللہ و اسد الرسول لکھا گیا۔

12 وہ عظیم ہستی جن کی صاحبزادی کو آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہارا والد ہوں۔

13 وہ عظیم ہستی جن کی شہادت پر آنسو بہانے والی خواتین صحابیات سے آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم سے تمہاری اولاد اور ان کی اولاد سے راضی ہوا۔



خوشخبری

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ
کے فضائل و مناقب اور
سیرت پر مشتمل عظیم علمی ذخیرہ

شان سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ

عنقریب راقم کے قلم سے

مزین ہو کر منظر عام پر آ رہی ہے
اور مارکیٹ میں دستیاب ہوگی

2018 ماہ رمضان المبارک میں ہونے والی
نورانی محافل کے اشتہار کی من وعن تصویر



الحمد للہ ——— اسلوب تحریر کو بہت ہی عمدہ پایا ——— تحریر با حوالہ اور مدلل ہے
یہ کتاب سید الکونین ﷺ کے والدین کے احوال جاننے کے لیے بڑی جامع اور کامل ہے

محمد اسماعیل خادم العلم الحدیث دار العلوم امجدیہ کراچی

یہ کتاب میں نے چند مقامات سے دیکھی اور یہ بات کہنے میں حق بجانب ہوں کہ انتہائی عقیدت محبت کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ اور کتاب کا مطالعہ روح کی تازگی کا باعث ہے، یہ کتاب سرمایہ حیات اور آخرت میں درجات کی بلندی کا ذریعہ ہے ان شاء اللہ

قاری محمد برخوردار احمد سدیدی لاہور

حضور علیہ السلام کے اجدادِ کرام اور آلِ اطہار و اصحاب کی محبت شفاعتِ مصطفوی ﷺ کے حصول کا ذریعہ ہے **شانِ والدینِ مصطفیٰ** ایسی ہی آرزو کا خوبصورت ثمر ہے۔ لگتا ہے کہ حضرت قاری صاحب کو ایسے خاص موضوعات کے لیے منتخب کر لیا گیا ہے۔

ملک محبوب الرسول قادری لاہور

عصر حاضر میں اس موضوع پر سب سے زیادہ کام کرنے کی ضرورت ہے فاضل مصنف نے بڑی باریک بینی سے علمی گلشن سے پھول چن کر حسین انداز میں خوبصورت گلدستہ سجایا ہے مجھ جیسے لوگوں کی طرف سے بھی ایک علمی کفارہ ادا کر دیا ہے۔ پروردگار بصدقہ احمد مختار ﷺ خیر و برکات نصیب فرمائے۔

ڈاکٹر خادم حسین خورشید الازہری